Downloaded From paksociety.com
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

انٹرویو

ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

نظمیں غزلیں

زرِ سالانہ بذریعہ رجسٹری

پاکستان (سالانہ) ----- 700 روپے
ایشیا، افریقہ، یورپ ----- 6000 روپے
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ----- 7000 روپے

انتباہ: ماہنامہ شعاع ڈائجسٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں، پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس رسالے کی کسی بھی کہانی، ناول، یا سلسلہ کو کسی بھی انداز سے نہ تو شائع کیا جا سکتا ہے، نہ کسی بھی ٹی وی چینل پر ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلہ وار قسط کے طور پر یا کسی بھی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قانونی کارروائی عمل میں لائی جا سکتی ہے۔

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

مستقل سلسلے

مارچ 2016
جلد 30 شمارہ 7
قیمت 60 روپے

خط و کتابت کا پتہ: ماہنامہ شعاع، 37 - اردو بازار، کراچی

رضیہ جمیل نے ابن حسن پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا - مقام: [illegible] پی ای سی ایچ ایس سوسائٹی کراچی

Phone: 32721777, 32726617, 021-32022494 Fax: 0092-21-32766872
Email: shuaa@khawateendigest.com website: www.khawateendigest.com

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مارچ کا شمارہ لیے حاضر ہیں۔
وقت، محبت اور موسم پر کسی کو اختیار ہے۔ وقت ایک بار گزر جائے تو پلٹتا نہیں۔ محبت کی واپسی کا امکان اور امید باقی رہتی ہے جبکہ موسموں میں یہ خوبی ہے کہ یہ بار بار پلٹ کر آتے ہیں۔
سرما کی خنک صبحوں اور سرد راتوں کے بعد بہار نے دستک دی ہے۔ درخت نئے لباس سے سج گئے ہیں۔ زمین نے ہریالی کی چادر اوڑھ لی ہے۔ ہواؤں میں کھلتے شگوفوں کی خوشبو ہے۔ لاکھ کہیں سارے موسم دل کھلنے اور مرجھانے سے ہوتے ہیں لیکن خوبصورت موسم اندر کے موسم کو بھی خوش گوار کر دیتا ہے۔ اور قدرت کی جلوہ گری دیکھ کر دل بے اختیار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے لگتا ہے جس نے کائنات کو وہ رعنائی بخشی ہے جس کا کوئی مول ہے نہ مثال۔
بہار کی آمد خالق کائنات کی طرف سے امید کا، روشنی کا، راحت کا پیغام ہے کہ وقت اور حالات ہمیشہ ایک سے نہیں رہتے۔ اگر آج ہماری زندگی پر خزاں کے سائے ہیں تو کہیں نہ کہیں بہار بھی ہے۔ امید اور یقین کا دیا بجھنے نہ دیں۔ محروم وہی رہتے ہیں جو نا امید ہو جاتے ہیں۔ حوصلہ و ہمت ہار دیتے ہیں۔
یہی موسم تھا جب ہمیں قدرت کی طرف سے ایک بہار آفریں پیغام ملا تھا۔ 23 مارچ 1940ء وہ دن جب قرارداد پاکستان پیش کی گئی۔ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن کا خواب دیکھا گیا اور پاکستان کے قیام کی شکل میں اس خواب کو تعبیر ملی۔ پاکستان جو ہمارے لیے قدرت کا تحفہ اور انعام ہے۔
اللہ تعالیٰ اسے رہتی دنیا تک قائم رکھے۔ آمین۔

نیا ناول "خواب شیشے کا"

رخسانہ نگار عدنان کا ناول اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ اس ماہ اس ناول کی آخری قسط شائع کی جا رہی ہے۔ آئندہ ناول بہن عفت سحر طاہر کا ہوگا۔ عفت سحر طاہر کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ ہماری قارئین کو یہ ناول پسند آئے گا۔

اس شمارے میں،

- سائرہ رضا کا مکمل ناول۔ "محبت مارچ کا موسم"،
- فرزانہ کھرل کا مکمل ناول۔ "محبت مانگتی ہے گواہی"،
- اُم ایمان کا مکمل ناول۔ "دعائے خیر ہوں میں"،
- صائمہ اکرم کا ناولٹ۔ "سیاہ حاشیہ"،
- شازیہ جمال طارق، امتہ العزیز شہزاد، سدرہ حیات، نادیہ صدیقہ، بنت سحر اور عائشہ تنویر کے افسانے،
- رخسانہ نگار عدنان اور نبیلہ عزیز کے ناول،
- "جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے" قارئین کا سلسلہ،
- معروف شخصیات سے گفتگو کا سلسلہ۔ "دستک"،
- باصلاحیت فنکارہ عشارفہ سے ملاقات،
- "پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتیں" احادیث کا سلسلہ،
- خط آپ کے اور دیگر مستقل سلسلے شامل ہیں۔

آپ کے خطوط آپ کی رائے جاننے کے ساتھ ساتھ آپ سے رابطے کا ذریعہ بھی ہیں۔ ہمیں خط لکھنا نہ بھولیے گا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

اے خالقِ دو عالم ہے التجا تجھی سے
ہم کو بچالے یارب! ہر گمرہی، بدی سے

تُو ہی ہے سُننے والا، بندوں کی سُن دعائیں
عیبوں کو تُو چھپالے اور بخش دے خطائیں

ستّار نام تیرا، غفّار نام تیرا
عیبوں کی پردہ پوشی بے شک ہے کام تیرا

آسان مشکلیں کر، عزت ہمیں عطا کر
رُسوا نہ کر ہمیں تُو، تُو ہی ہے اپنا یاور

ہم ہیں حقیر بندے، بندہ نواز تُو ہے
ہم پر نظر کرم کی، آمرزگار تُو ہے

کہتا ہے پھول یارب! ہر شر سے تُو بچالے
ہے کارساز تُو ہی، سب کچھ ترے حوالے

تنویر پھول

جہاں میں رسالت مآب آئے ہیں
خدا سے لیے الکتاب آئے ہیں

وہ اِنّا فتحنا کی آئی نوید!
لیے مُژدۂ فتح یاب آئے ہیں

شگفتہ ہوئی وادیٔ جان و دل
کرم کا وہ بن کر سحاب آئے ہیں

بتوں کے پجاری ہوئے حق شناس
دلوں میں عجب انقلاب آئے ہیں

سبب اُسوۂ خیر کا ترک ہے
مسلماں پہ جتنے عذاب آئے ہیں

قدم چومتے سائر عرش کے
مہ و انجم و آفتاب آئے ہیں

سوئے عرش یہ کون آیا زہیر
کہ جبریلؑ تھامے رکاب آئے ہیں

پروفیسر زہیر کنجاہی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ادارہ

کسی اور کی طرف منسوب ہونے کی حرمت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جس شخص نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا جب کہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے' تو اس پر جنت حرام ہے۔"
(بخاری و مسلم)

اعراض

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اپنے باپ دادا سے اعراض نہ کرو' چنانچہ جس شخص نے اپنے باپ سے اعراض کیا تو یہ کفر ہے۔"
(بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل : اعراض کا مفہوم بھی وہی ہے جو اس سے ماقبل کی حدیث کے لفظ ادعی کا تھا' یعنی اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کو غلط طور پر باپ ظاہر کرنا۔ اگر وہ اس کی حرمت کو جانتے ہوئے اس سے اعراض کرے گا تو یہ کفر ہے اور اگر وہ محض دنیوی مفادات کے لالچ میں ایسا کرتا ہے "اس کی حرمت سے اعراض کرتے ہوئے نہیں' تو یہ کبیرہ گناہ ہو گا جس کا مرتکب ابتدا میں جنت میں نہیں جائے گا' البتہ سزا بھگتنے کے بعد جا سکے گا۔

اس کو اتنا بڑا جرم اس لیے قرار دیا گیا ہے تاکہ نسب محفوظ رہے کیونکہ نسبی حفاظت ہی والدین کی خدمت و اطاعت کا باعث ہے' اگر نسب ہی محفوظ نہ رہے تو اولاد حق ابوت کس طرح ادا کرے گی۔

کبیرہ گناہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

"جس شخص نے بھی جانتے بوجھتے اپنے آپ کو' اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا اور جس نے ایسی چیز (کی ملکیت) کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے' وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے اور جس نے کسی شخص کو کافر کہہ کر پکارا یا کہا : اے اللہ کے دشمن ـــــ حالانکہ وہ ایسا نہ ہو' تو وہ الزام اسی پر لوٹ آئے گا۔" (بخاری و مسلم اور یہ الفاظ مسلم کی روایت کے ہیں۔)

فائدہ : حدیث میں مذکورہ تمام باتیں سخت کبیرہ گناہ ہیں' ہر مسلمان کو ان کاموں سے بچ کر رہنا چاہیے۔ یہ اتنے بڑے جرم ہیں کہ ان کے ارتکاب سے ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ منھا۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منع کردہ باتوں کے ارتکاب سے ڈرانے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "جو اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں "انہیں اس بات سے ڈر جانا چاہیے کہ ان پر کوئی بڑی آفت آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب پہنچے۔" (سورۃ نور ـ 63)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ذات سے ڈراتا ہے۔" (آل عمران۔30)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "یقیناً تیرے رب کی گرفت بڑی سخت ہے۔" (سورۃ البروج۔12)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "اور اسی طرح ہے تیرے رب کی گرفت جب وہ بستیوں (والوں) کو پکڑتا ہے جب کہ وہ ظلم کا ارتکاب کرتی ہیں۔ بے شک اس کی پکڑ نہایت دردناک ہے۔ (سورۃ ہود۔102)

غیرت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے 'نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"بے شک اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے۔ اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ آدمی وہ کام کرے، جو اللہ نے اس کے لیے حرام کیا ہے۔" (بخاری و مسلم)

فائدہ : اس کی غیرت مخلوق کی سی غیرت نہیں بلکہ جیسے اس کی شان کے لائق ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہاں اس کی غیرت سے مراد اس کا غضب ناک ہونا ہے 'یعنی محرمات و فواحش کا ارتکاب 'جن سے اس نے بندوں کو منع کیا ہے 'اس کے غضب و عتاب کا باعث ہے۔ اس لیے غضب الٰہی کو دعوت دینے والے کاموں سے اجتناب ضروری ہے۔

جو شخص حرام کردہ چیز کا ارتکاب کرلے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور اگر تمہیں شیطان کی چھیڑ چھاڑ (اللہ کی نافرمانی پر) ابھارے تو اللہ سے پناہ طلب کرو۔" (فصلت۔36)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں 'جب ان کو شیطان کی طرف سے وسوسہ پہنچتا ہے تو وہ ہوشیار ہو جاتے ہیں اور وہ (دل کی آنکھیں کھول کر) دیکھنے لگتے ہیں۔" (الاعراف۔201)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "وہ لوگ جو کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرلیتے ہیں تو (فوراً) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخش سکتا ہے۔ اور اپنے کیے پر وہ اصرار نہیں کرتے جب کہ وہ جانتے ہوتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی 'وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور (نیک) کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔" (آل عمران۔135۔136)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تم سب کے سب اللہ کی طرف رجوع کرو 'اے ایمان والوں! تاکہ تم فلاح پاؤ۔" (النور۔31)

فائدہ آیات : ان آیات سے واضح ہے کہ ایک مسلمان سے اگر اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب ہو جائے تو اس کا شیوہ اس پر اصرار کرنا نہیں ہے 'بلکہ اس سے وہ فوراً" توبہ کرتا ہے اور اللہ سے معافی کا طلب گار ہوتا ہے۔

نیکیاں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے 'نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جس شخص نے قسم اٹھائی اور اپنی قسم میں کہا : لات و عزیٰ کی قسم! تو اس کو چاہیے کہ وہ لا الہ الا اللہ پڑھ لے۔ اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا : "آؤ" جوا کھیلیں 'تو اسے چاہیے کہ وہ صدقہ کرے۔" (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل : 1۔لات اور عزیٰ 'مشرکین عرب کے بت تھے۔ ان کی یا کسی اور بت کی یا کسی بھی غیر اللہ کی قسم کھانا کفر و شرک ہے۔ اگر کوئی شخص غیر اللہ کی قسم کھالے تو لا الہ الا اللہ پڑھ کر ایمان کی تجدید کرلے۔

2 ۔اسی طرح کسی اور گناہ کا ارتکاب کرلے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ توبہ کرے اور حسب توفیق صدقہ و خیرات کا اہتمام کرے 'اس لیے کہ نیکیاں 'برائیوں کو دور کردیتی ہیں۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

قبولیت

حضرت ابن عباس سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جہاں تک رکوع کا تعلق ہے تو اس میں اپنے رب کی عظمت بیان کرو اور سجدے میں پوری کوشش سے (خوب گڑگڑا کر) دعا کرو تو زیادہ امید ہے کہ تمہاری دعائیں قبول کی جائیں۔" (مسلم)

سب سے قریب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے 'للذا تم (سجدے میں) خوب دعا کیا کرو۔" (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ کُلَّہٗ دِقَّہٗ وَجِلَّہٗ وَاَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ، وَعَلَانِیَتَہٗ وَسِرَّہٗ؛

"اے اللہ! میرے تمام چھوٹے اور بڑے 'پہلے اور پچھلے 'علانیہ اور پوشیدہ گناہ معاف فرمادے۔" (مسلم)

فوائد و مسائل: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر تمام گناہوں سے پاک تھے 'لیکن آپ پھر بھی اللہ کی عظمت و جلالت کے پیش نظر اس سے اپنی کوتاہیوں کی مغفرت طلب فرماتے رہتے تھے۔

اس میں ہمارے لیے بڑا سبق ہے۔ وہ پاک ہونے کے باوجود اللہ کے عذاب سے خوف زدہ تھے اور ہم سرتاپا گناہوں میں غرق ہیں لیکن اللہ کے خوف اور اس کی گرفت سے بے خوف ہیں۔

صدقہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"تم میں سے ہر شخص کے ہر عضو پر صدقہ (واجب) ہے۔ چنانچہ ہر مرتبہ سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے۔ اور ہر مرتبہ الحمدللہ کہنا صدقہ ہے۔ ہر مرتبہ لاالہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے۔ اور ہر مرتبہ اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے۔ اور برائی سے روکنا صدقہ ہے۔ اور ان سب سے وہ دو رکعتیں کافی ہو جائیں گی جو کوئی شخص ان کو چاشت کے وقت ادا کرے گا۔" (مسلم)

فوائد و مسائل: اس حدیث سے چاشت (اشراق) کی دو رکعتوں کی فضیلت واضح ہے کہ ان کے ذریعے سے انسان کے اندر تین سو ساٹھ جوڑوں کی سلامتی و عافیت کا شکر ادا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی تسبیح و تحمید اور تہلیل و تکبیر کے کلمات اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی اعضائے انسانی کا صدقہ بن جاتے ہیں۔

حضرت ام المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح سویرے ہی صبح کی نماز پڑھ کر ان کے پاس سے چلے گئے جب کہ ابھی وہ اپنی جائے نماز ہی پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ پھر آپ چاشت کا وقت ہو جانے کے بعد واپس آئے تو وہ وہیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"تم ابھی تک اسی حالت میں ہو جس پر میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا؟"

انہوں نے کہا۔ "ہاں"

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"میں نے تمہارے پاس سے جانے کے بعد چار کلمے تین مرتبہ کہے 'اگر ان کا وزن ان کلمات سے کیا جائے جو تم شروع دن سے کہہ رہی ہو تو وہ ان پر وزن میں بھاری ہوں گے۔" (اور وہ یہ ہیں:)

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضٰی نَفْسِہٖ وَزِنَةَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ؛

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"ہم اللہ کی پاکیزگی اور حمد کرتے ہیں' ان کی مخلوق کی تعداد کے برابر اور ان کے نفس کی رضامندی کے موافق اور اس کے عرش کے وزن کے برابر اور اس کے کلمات کی روشنائی یا کثرت کے برابر۔" (مسلم)

زندہ اور مردہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو یاد نہیں کرتا' زندہ اور مردہ شخص کی مثال ہے۔" (بخاری)

اور مسلم نے اسے اس طرح روایت کیا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس گھر کی جس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا جاتا' زندہ اور مردہ کی مثال ہے۔" (بخاری)

فوائد و مسائل : 1۔ اللہ کے ذکر کا ترک موت کی طرح ہے۔ جس طرح انسان پر موت طاری ہو جائے تو اس کے بعد وہ کوئی عمل نہیں کر سکتا' اسی طرح اللہ کی یاد سے غفلت برتنے والا اللہ سے اتنا دور ہو جاتا ہے۔ وہ ایسا کوئی کام نہیں کر پاتا جس سے اسے نفع ہو اور اللہ اس سے خوش ہو جائے۔

1۔ گھروں میں بھی تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی کا اہتمام کرنا ضروری ہے لیکن عصر حاضر میں محافل ذکر کا جو طریقہ رائج ہے وہ سراسر بدعی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہا سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

اچھا گمان رکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث قدسی بیان فرمائی۔

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جیسا وہ مجھ سے گمان رکھے اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ اپنے جی میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ کسی مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں ایسی مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں جو ان سے بہتر ہوتی ہے' یعنی فرشتوں کی مجلس۔" (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل : 1۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی بابت یہ یقین رکھا جائے کہ وہ توبہ قبول فرماتا' مغفرت فرماتا' پریشان حال لوگوں کی چارہ سازی فرماتا اور مصیبتوں سے نجات عطا فرماتا ہے۔ اس یقین کے ساتھ انسان ایسے کام بھی کرے' جن سے اللہ خوش ہوتا ہے اور ان کاموں سے اجتناب کرے جن سے اس نے منع فرمایا ہے' اس کے بعد انسان اللہ سے حسن ظن اور اچھی امید رکھے۔ جس طرح ایک کاشت کار زمین میں ہل چلا کر اس میں بیج ڈالے' اسے پانی دے اور اس کی نگہداشت کرے اور اس کے بعد اچھی فصل کی امید رکھے۔ ایک شخص عالم فاضل بننا چاہے' ڈاکٹر یا انجینئر بننا چاہے تو اس کے لیے پہلے ضروری ہے کہ وہ اپنی خواہش کے مطابق وہ کتابیں پڑھے جن سے انسان کو علم حاصل ہوتا ہے' تو ڈاکٹری یا انجینئرنگ میں وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ الغرض ہر کام کے لیے پہلے انسان کو ایک بنیاد اور پھر اس کے لوازمات مہیا کرنے پڑتے ہیں' اس کے بعد ہی اس کے بار آور ہونے کی امید کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح اللہ کے ساتھ حسن ظن اور اچھی امید وابستہ کرنے کا مسئلہ ہے۔ انسان جب تک اس کے لیے بھی ایمان اور عمل صالح کی بنیاد فراہم نہیں کرے گا' اللہ سے محض حسن ظن نادانی ہی کا مظہر ہو گا۔

1۔ ایک غلام جو اپنے آقا کی خدمت کرنے کے بجائے بھاگ جائے اور اسے ایذا پہنچائے' اور پھر یہ امید رکھے کہ میرا آقا تو بہت مہربان قسم کا ہے' وہ مجھے کچھ نہیں کہے گا' دنیا ایسے غلام کو بے وقوف ہی کہے گی۔ اسی طرح اللہ کا معاملہ ہے جو یقیناً ارحم

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

الراحمین ہے' بڑا بخشنے والا ہے' لیکن کن لوگوں کے
لیے؟ اپنے بندوں کے لیے نہ کہ شیطان کے پیرو
کاروں کے لیے۔ شیطان اور اس کے پیرو کاروں کے
لیے تو اس کا فرمان ہے کہ میں تجھ سے اور تیرے
پیرو کاروں سے جہنم کو بھردوں گا!

سبقت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے'
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"مفردون سبق لے گئے۔"
صحابہ نے پوچھا : اے اللہ کے رسول! صلی اللہ
علیہ وسلم مفردون کون ہیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اللہ کو بہت یاد
کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی
عورتیں۔" (صحیح مسلم)

فائدہ : اس میں ایک تو کثرت سے اللہ کو یاد کرنے
کی فضیلت کا بیان ہے کہ ایسے لوگ قیامت والے دن
اجروثواب میں سب سے آگے ہوں گے۔ دوسرے'
اللہ کو یاد کرنے اور اس کی اطاعت کرنے والا مرد ہو یا
عورت دونوں کو برابر کا اجر ملے گا۔ ذکروا طاعت الٰہی
کے ثواب میں جنس کی بنیاد پر کمی بیشی نہیں کی جائے
گی۔

افضل ذکر

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔
"سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔" (اس حدیث
کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث
حسن ہے۔)

فائدہ : یہ کلمہ توحید ہے چونکہ اساس ومدار اسلام
ہے' اس لیے اس کا ذکر افضل ہے۔ بعض علما بطور ذکر
صرف اسی کلمہ توحید کو افضل مانتے ہیں اور بعض کے
نزدیک اس کا دوسرا جملہ محمد رسول اللہ بھی اس میں
شامل ہے اور یوں ان کے نزدیک بطور ذکر دونوں کو ملا کر
پڑھا جائے گا۔ لیکن حدیث کے ظاہر کا لحاظ رکھتے
ہوئے بہتر ہے کہ صرف پہلے جملے پر اکتفا کیا جائے۔

ایسی بات

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔
"اے اللہ کے رسول! اسلام کے احکام مجھ پر زیادہ
ہو گئے (غالب آگئے) ہیں۔ آپ مجھے ایسی بات
بتلایئے جس کو میں مضبوطی سے پکڑلوں۔"
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تیری زبان
ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔" (اسے ترمذی نے
روایت کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث حسن ہے۔)

فوائد ومسائل : 1۔ یعنی اللہ کی طرف سے
مقررہ احکام جن میں بعض فرض ہیں بعض مستحب اور
بعض کی حیثیت نوافل کی ہے۔ فرائض کی ادائیگی تو
بہرصورت ضروری ہے اور رضائے الٰہی کے لیے
مستحبات کی بھی بڑی اہمیت ہے' اسی طرح نوافل
بھی قرب الٰہی کا ایک بڑا ذریعہ ہیں۔ لیکن ان کی کثرت
سے بعض دفعہ عام قسم کے لوگ گھبرا اٹھتے ہیں اور وہ
صرف فرائض وسنن کی پابندی کے خواہش مند ہوتے
ہیں۔ اسی قسم کی خواہش کا اظہار اس حدیث میں ہے۔

2۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب دیا کہ تو
ہمیشہ اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھا کر۔ زبان کو تر
رکھنے کا مطلب ہے: مداومت (ہمیشگی) کرنا' یعنی اللہ
کے ذکر کو اپنا مستقل دائمی معمول بنالے۔ اس طرح
نوافل کی کثرت جس سے تو گھبرا گیا ہے' نہ بھی ہو گی تو
ذکر الٰہی کی کثرت سے اس کا ازالہ ہو جائے گا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مڑتی ہوئی گلیاں چھوڑی ہیں
کھلتی ہوئی کلیاں چھوڑی ہیں
جھولے کی وہ سکھیاں چھوڑی ہیں
ہر طاق میں گڑیاں چھوڑی ہیں
جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے
مت پوچھ کہ کیا کیا چھوڑا ہے

ایک لڑکی کا بابل کا گھر چھوڑ کر پیا دیس جانا ایسا ہی ہے جیسے پودا ایک زمین سے اکھاڑ کر دوسری زمین میں لگا دیا جائے۔ اگر موافق زمین اور ماحول ملے تو یہ پودا پھلتا پھولتا ہے ورنہ مرجھا جاتا ہے۔
غیر اور اجنبی لوگوں کی بات تو جانے دیں، کبھی کبھی سگی خالہ اور سگے چچا کے گھر میں بھی شادی ہو تو مختلف رویوں اور ماحول کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ تصور کریں ایک پڑھی لکھی، نازک خیال نفیس طبع لڑکی کو رخصت ہو کر ایسے ماحول میں جانا پڑے جہاں ان پڑھ لوگ، گالم گلوچ، لڑائی جھگڑا، طعنے تشنے ہوں، اس طرح کے ماحول کو تبدیل کرنے اور یہاں خود کو منوانے کے لیے ایک عمر کی ریاضت درکار ہوتی ہے اور کبھی پوری عمر ہی رائیگاں ہی ٹھہرتی ہے۔ خود کو مٹا کر بھی کچھ نہیں ملتا۔ اس ماہ ہم اسی حوالے سے نیا سلسلہ شروع کر رہے ہیں۔

جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے

ز۔ن

س۔ شادی کب ہوئی؟
ج۔ شادی 3 اپریل 1981ء کو ہوئی۔
س۔ شادی سے پہلے کے مشاغل؟
ج۔ شادی سے پہلے بس گھر پہ رہنا اور چھپ کے اپنے جہیز کی اشیا تیار کرنا جیسے کہ تکیوں کے غلاف، بیڈ کورز وغیرہ کاڑھنا (اس زمانے میں یہ بات معیوب سمجھی جاتی تھی کہ لڑکی اپنا جہیز خود تیار کرے، اسی لیے دروازے کی کنڈی لگا کر لڑکیاں جہیز تیار کرتیں اور کسی ملنے والی کے آنے پر مائیں یوں ظاہر کرتیں گویا خود یہ کام کر رہی ہوں۔)
س۔ رشتے میں مرضی...؟
ج۔ جی یہ سراسر بزرگوں کا فیصلہ تھا۔
س۔ جیون ساتھی کے حوالے سے کوئی تصور...؟
ج۔ کوئی خاص، نہیں بس ابا چاہتے تھے کہ داماد پڑھا لکھا ہو، مگر چونکہ میرے شوہر باہر جاب کرتے تھے سو یہی ان کی قابلیت ٹھہری، تعلیم کو اس قدر اہمیت نہ دی گئی۔
س۔ منگنی کتنا عرصہ رہی...؟
ج۔ منگنی تقریباً دو سال رہی، اس دوران کوئی رابطہ نہیں ہوا، حتیٰ کہ میرے گھر والوں سے بھی نہیں، بس رشتہ طے ہونے کے بعد ایک تصویر دکھادی گئی تھی۔ (پسند آئی)
س۔ شادی کے لیے قربانی...؟
ج۔ نہیں کوئی خاص نہیں، پرائمری تک تعلیم مکمل ہو چکی تھی۔
س۔ رسموں کے لین دین پر کوئی جھگڑا ہوا...؟
ج۔ کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

س۔ شادی کے بعد شوہر نے دیکھ کر کیا کہا؟
ج۔ کوئی خاص بات نہیں۔
س۔ شادی کے بعد زندگی میں کیا تبدیلیاں آئیں؟
ج۔ شادی کے بعد کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی۔ ساس تھیں گھر میں، دیور تھے، شادی کے بعد میرے میاں (دو ماہ بعد) کویت چلے گئے اور میں سسرال میں اکیلی رہ گئی۔ خیر اچھے دن گزرے، دن میں کام کاج کرنا اور رات کو ساس کو کہانیاں سنانا۔
س۔ کتنے عرصے بعد کام کاج سنبھالا؟
ج۔ تقریباً "ایک ماہ بعد، چونکہ گھر میں بھی کام کاج کی عادی تھی، اس لیے کوئی دقت نہیں ہوئی۔
س۔ میکے اور سسرال کے ذائقے مختلف محسوس ہوئے؟
ج۔ جی کافی فرق تھا۔ ہمارے ابا اماں انڈیا سے مائیگریٹ کرکے آئے تھے تو کھانوں میں ہندوستانی ٹچ تھا۔ مثلاً "گوشت کے علاوہ بہت سے پکوان ہمیں آتے تھے، جو ہم سے سب نے سیکھے۔
س۔ سسرال میں کن باتوں پر تعریف/تنقید ہوئی؟
ج۔ سسرال میں زیادہ تر تعریف ہی ہوئی، سگھڑاپے کی، کھانے پکانے کی اور ہاں ایک بات پہ اب تک تعریف ہوتی ہے کہ بھابھی کے بچے بہت پیارے ہیں۔ ماشاء اللہ۔ ہندوستان کی بے شمار کہانیاں یاد ہیں سو بچے، بڑے سب گرویدہ تھے، کہانیاں سننے کے شوق میں بچے ہمارے کمرے میں جمع رہتے اور مجھے بھی خوب مزہ آتا تھا کہانیاں سنانے میں۔ اب اپنے پوتے پوتیوں، نواسے، نواسی کو سناتی ہوں۔ تنقید کم ہی ہوئی۔ بس خیر ہی گزری مجموعی طور پر۔
س۔ سسرال سے وابستہ توقعات کس حد تک پوری ہوئیں؟
ج۔ کسی سے کوئی توقع نہیں رکھی، یہ خیال ہی نہیں آیا دل میں (جب امی سے میں نے پوچھا یہ سوال تو امی کہنے لگیں، توقعات؟ وہ کیا ہوتا ہے، سو سویٹ) ہاں میں خود سب کی خوشی/غمی میں شریک ہوئی۔ بچیوں کی شادیوں کے لیے چیزیں بنا کر دینا، کسی کی بری کی تیاری، رومال کاڑھ کر دینا ہو یا تھیلیاں بنانی ہوں (یہ بٹوے کی طرح کی ہوتی ہیں جو سوئی دھاگہ/تسبیح/پیسے وغیرہ رکھنے کے کام آتی ہیں) میں حاضر ہوں۔ خاندان میں بچوں/بڑوں سب کی بھابھی مشہور ہوں۔
س۔ پہلے بچے کی پیدائش ...؟
ج۔ پہلے بچے کی پیدائش پر میرے میاں کویت تھے، فون بھی نہیں ہوتا تھا، میری ساس نے حتی الوسع خیال رکھا اور دیوروں نے بھائی بن کر دکھایا۔ جب میرے میاں واپس آئے تو بیٹے کو دیکھ کر حیران ہوئے، کہا۔
"یہ کون ہے؟"
یہ میری نندوں اور دیوروں کے لیے ایک مذاق بن گیا، بات بات پہ کہتے "یہ کون ہے؟"
سب بہت خوش ہوئے ان کی حیرانی اور خوشی دیکھ کر۔ یہ ایک سرپرائز تھا ان کے لیے، اس کے بعد میرے میاں مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ وہ ڈھائی سال ہم کویت میں رہے، واپس آئی تو میرے ساتھ دو بیٹے تھے۔ بڑا تقریباً "ڈھائی سال کا اور چھوٹا چھ ماہ کا، میری ساس (اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے) نے میرے چھوٹے بیٹے کو کمبل میں چھپالیا، کسی کو دیکھنے نہ دیتیں، نظر لگ جائے گی، چھوٹا بیٹا بہت خوب صورت تھا، اب بھی بہت پیارا ہے ماشاء اللہ۔
س۔ سسرال میں مقام ...؟
ج۔ سسرال میں سب ہم سے بہت پیار کرتے ہیں اور ہم بھی سب سے، جب بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں، سب کے لیے دعا کرتے ہیں۔ تھوڑی بہت اونچ نیچ تو ہر جگہ ہو جاتی ہے، مگر میرے دل میں کسی کے لیے کوئی شکوہ نہیں سب خوش رہیں۔
س۔ میکے اور سسرال میں فرق ...؟
ج۔ وہی فرق ہے جو سارا سال پڑھائی اور پرچوں میں ہے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

س۔ جوائنٹ فیملی سسٹم پسند ہے یا علیحدہ؟

ج۔ دیکھیں جوائنٹ فیملی سسٹم پسند ہو یا علیحدہ رہنا ہوگا تو وہی جو قسمت میں لکھا ہے اسی لیے سب کے ساتھ پیار محبت سے رہیں' یہ کھانا پینا' سامان یہ سب عامیانہ پن ہے' ان باتوں سے فرق نہیں پڑتا' ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے ایک ماں کی اولاد مختلف مزاج' مختلف عادتیں رکھتی ہے تو یہ تو پھر سسرال ہے۔ اپنا دل' اپنا ظرف بڑا رکھیں' سب کو محبت دیں' چھوٹی چھوٹی باتوں پہ اپنا دل جلائیں نہ اپنے بچوں کی زندگی خراب کریں۔

جہاں تک میری پسند کی بات ہے تو مجھے جوائنٹ سسٹم میں رہنا پسند ہے' آپس میں نوک جھونک ہو تو کیا' گھر کے بڑے کسی سائبان کی طرح سر پر ہوتے ہیں۔ دکھ سکھ میں ساتھ نبھاتے ہیں بچوں کو دادا' دادی کا پیار ملتا ہے۔ جب تک میری ساس حیات رہیں' میرے لیے سایہ فگن درخت کی طرح رہیں۔ شادی کے دو سال بعد میں علیحدہ ہوگئی تھی کیونکہ گھر میں چھوٹے دیور تھے ان کی شادی کی تو جگہ کم پڑ گئی' اس لیے میں اور میری جیٹھانی پاس والے ذاتی گھر میں شفٹ ہوگئے' مگر ایک ساتھ مل کر کھاتے پکاتے خاص کر تہواروں پر۔

س۔ شوہر سے تعلقات؟

ج۔ یہ وہ سوال ہے' جس پہ دل زخم زخم ہے' ضروری نہیں کہ آپ کو محبت کے بدلے محبت ملے' سسرال والوں سے تو پیار ملا' مگر شوہر سے کبھی وہ مقام نہ پاسکی جس کی میں حق دار تھی۔ میری شادی کو 35 سال ہوگئے ہیں۔ شادی کے بیس سال بعد میرے شوہر نے مجھے سوکن کا تحفہ دیا۔

س۔ دوسری شادی کن وجوہات کی بنا پر کی؟

ج۔ میرے پانچ بچے ہیں' ماشاء اللہ سے چار بیٹے اور ایک بیٹی' پانچوں بچے بہت پیارے اور ذہین ہیں۔ تب بچے اتنے بڑے بھی نہیں تھے۔ وجہ صرف یہ تھی کہ میں جوان ہوتے بچوں کے سامنے اپنے میاں سے ہنسی

مشہور مزاح نگار اور شاعر

انشاء جی کی خوبصورت تحریریں،

کارٹونوں سے مزین

آفسٹ طباعت، مضبوط جلد، خوبصورت گرد پوش

کتاب کا نام		قیمت
آوارہ گرد کی ڈائری	سفرنامہ	450/-
دنیا گول ہے	سفرنامہ	450/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں	سفرنامہ	450/-
چلتے ہو تو چین کو چلیے	سفرنامہ	275/-
نگری نگری پھرا مسافر	سفرنامہ	225/-
خمار گندم	طنز و مزاح	225/-
اردو کی آخری کتاب	طنز و مزاح	225/-
اس بستی کے کوچے میں	مجموعہ کلام	300/-
چاند نگر	مجموعہ کلام	225/-
دل وحشی	مجموعہ کلام	225/-
اندھا کنواں	ایڈگر ایلن پو / ابن انشاء	200/-
لاکھوں کا شہر	او ہنری / ابن انشاء	120/-
باتیں انشاء جی کی	طنز و مزاح	400/-
آپ سے کیا پردہ	طنز و مزاح	400/-

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مذاق نہیں کرتی تھی، فیشن کرنا مجھے نہ آیا' سر پہ دوپٹہ اوڑھنا (جو بالغ ہونے پہ لینا شروع کیا) وہی ہے' بالوں میں چاندی آگئی' مگر اتر کے نہ دیا۔ سادہ رہی اور سادگی کو اپنا شعار بنایا بس یہی میرا قصور تھا۔

میرے میاں کا بہت بڑا کاروبار تھا سو اسی حساب سے لوگوں سے ملنا جلنا بھی' مگر مجھ میں اتنا کانفیڈنس نہیں تھا نہ ہے' لوگوں سے بات چیت کرنا' عورتوں سے بھی' ڈرتی تھی' گھبرا جاتی تھی' بات کرنے کا ڈھنگ نہیں سکھایا ماں نے (بقول شوہر) اسی لیے میں مزید دبو ہوتی چلی گئی اور میری قوت فیصلہ کہیں کھو گئی۔ جیسا انہوں نے کہا ویسے مانا' بس چالاکی نہ آئی۔ بقول ان کے پیسہ سنبھالنا نہ آیا۔

(مجھے اچھی طرح یاد ہے جب ابو نے دوسری شادی کی امی پانچ دن مسلسل روتی رہی تھیں)۔ خیر شادی کی' دوسری بیوی گھر لے آئے' میرا کمرہ اسے دے دیا' میں بچوں کے کمرے میں شفٹ ہو گئی۔ بیٹی چھوٹی تھی اس نے کچھ دن الٹا سیدھا کر کو سنبھالا پھر مجھے اٹھنا پڑا۔

س۔ دوسری شادی کے بعد آپ نے کیا فیصلہ کیا؟

ج۔ میرا میکہ کمزور تھا' ابا کی وفات ہو چکی تھی۔ ایک بھائی' وہ بھی اپنا گزارہ کرتا تھا اس کے بیوی بچے' ہاں بہنوں نے بہت بلایا' ان کے اپنے گھر اور اپنی مضبوط حیثیت' مگر میں نہ گئی' مجھے اپنے بچوں کا مستقبل بنانا تھا' انہیں کسی مقام پہ پہنچانا تھا' سو میں نے یہیں رہنے کا فیصلہ کیا۔

میرے شوہر کے پاس روپے پیسے کی کمی نہ تھی' ادھر ہی میں ان کا مستقبل بنا سکتی تھی' سو میں نے سوتن کے ساتھ سمجھوتا کر لیا' بلکہ جھک گئی اس کے قدموں پہ' سارے گھر کا کام میں کرتی' صبح کو پہلے اسے ناشتا بنا کر دیتی پھر اپنے بچوں کو اسکول بھیجتی' گھر کا کام کرتی' کھانا' کپڑے سب کچھ۔

میں نے چپ رہنا سیکھ لیا' یہ دکھ اپنے دل میں دفن کر لیا' یہاں تک کہ اسی کا پھل کر آیا اس کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی تو میں نے اسے سنبھالا اس کے بچے کو بھی ہاں میرے شوہر نے اتنا کیا کہ نوکرانی لگا دی جھاڑو برتن پہ' پھر بھی اپنی سوتن اور شوہر کے لیے کھانا بنانا دل گردے کا کام ہے' مگر میں نے کیا' وہ جاب کرتی تھی' میرے شوہر نے ایک مرتبہ اس سے کہا کہ اپنی تنخواہ میں سے کپڑے بنوالو تو اس نے کہا کہ اسے بھی تو بنا کر دیتے ہو تو انہوں نے کہا۔ یہ کوئی جاب کرتی ہے تو وہ کہنے لگی۔

"پڑھی لکھی تو ہے نہیں' اس سے نوکری اٹھواؤ اور کام کراؤ یہ بھی اپنی کمائی سے لے۔"

میں نے اپنے شوہر سے کپڑے بنوانے چھوڑ دیے۔

خیر کہاں تک سنیں گے' کہاں تک سناؤں' بچے اس سے بحث کرتے' وہ میاں سے شکایتیں لگاتی' گھر کا ماحول خراب ہوتا۔

میں بچوں کو سمجھاتی کہ مت کرو ایسا' بس اپنا ٹائم پاس کرو۔

مرضی ہوتی گھر کھانا کھاتے' نہ مرضی ہوتی اسے لے کر نکل جاتے' کبھی ایک' کبھی ڈیڑھ بجے واپس آتے۔

خیر میں نے اللہ سے لو لگائی' سب باتیں اسی سے کرنے لگی۔ میں نے یہ سب اپنے بچوں کی خاطر کیا' خیر گزری جو گزر گئی۔

ہر بات میں مقابلہ کرتی' مجھ سے بچوں سے بچوں کا خرچا گنتی' مگر میرے میاں نے اس کی ہر بات مانی پر خرچا بند نہ کیا ہمارا' میرے بچے اسی ماحول میں پڑھتے رہے۔

دو تین سال میں' میں نے بیٹی کی شادی کر دی' اس کے زیور' اس کے جہیز پہ بھی بہت لے دے ہوئی' مگر میں نے بس ایک "چپ"۔ بیٹے پڑھنے کے لیے باہر چلے گئے' اب میں ہر دم اپنے بچوں کی خیر مانگتی اور چپ چاپ کام کیے جاتی' اس بات پہ بھی چپ ہو جاتی جب وہ کہتی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"میری کولیگز کہتی ہیں، تمہاری ہمت ہے جو تم سوتن کے ساتھ گزارا کررہی ہو۔"

بس میں دل میں کہتی ہو۔ "اللہ! گزارا یہ کررہی ہے کہ ہم"

کچھ سال اور آگے گزرے اور اللہ نے مجھے میری محنت کا اجر دے دیا۔ ماشاء اللہ سے میرے بیٹے ہر میدان میں کامیاب ہیں۔ میرا سب سے بڑا بیٹا یورپ میں رائل کالج آف فزیشن میں اسکالر شپ پہ پڑھ رہا ہے، F.C.P.S میڈیسن کے بعد اب وہاں جاب کررہا ہے، بہت اچھی تنخواہ اور سہولیات ہیں، اس کی بیوی بھی ڈاکٹر ہے، ہر روز بلاناغہ ظہر کے وقت فون کرتا ہے۔ "امی! میں اسپتال جارہا ہوں، دعا کرنا۔" بس اس سال ان شاء اللہ اپنی پڑھائی پوری کرکے واپس آجائے گا پاکستان، میرا یہ بیٹا اور بہو بہت لائق ہیں، میری بہت خدمت کرتے ہیں۔ ان سے میں بہت خوش ہوں اور میرا اللہ بھی ہوگا۔

میرا دوسرا بیٹا لاہور میں جنرل سرجری کا انچارج ہے، وہ F.C.P.S سرجری مکمل کرچکا ہے، اب وہاں جاب کرتا ہے، اس کی بیوی بھی ڈاکٹر ہے، یہ بیٹا بہت ہنسوڑ ہے، بہت ہنساتا ہے اور لطیفے بھی بہت سناتا ہے، مریضوں کے ساتھ ایسے گھل مل جاتا ہے کہ ان کے ساتھ ہی رہتا آیا ہو۔

تیسرے نمبر پہ بیٹی ہے، جو اپنے دو بچوں کے ساتھ اپنے گھر میں خوش اور آباد ہے، اللہ انہیں ہمیشہ ہنستا بستا رکھے (مابدولت آہم!!!)

چوتھا بیٹا اپنے ابو کے ساتھ ان کا کاروبار سنبھالتا ہے اور یہیں ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔

پانچواں لاہور میں میڈیکل کے دوسرے سال میں ہے، وہ بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ جاب کرے گا۔ ان شاء اللہ۔

اب میرے بیٹے ہمارے شہر میں کلینک کھول رہے ہیں، اپنے بیٹوں اور بہوؤں کے نام بہت بڑے بورڈ پہ جگمگاتے دیکھتی ہوں تو بہت خوشی محسوس ہوتی ہے۔

یہ تھا میرے صبر کا انعام۔ اللہ نے بہت دیا، سب کچھ دیا۔ اللہ میرے تمام بچوں کو اور ان کی اولادوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

کسی سے کوئی شکوہ نہیں، کوئی شکایت نہیں، بس اپنے جیون ساتھی سے اتنا کہنا ہے۔

وہ فاصلہ تھا دعا اور مستجابی میں
کہ دھوپ مانگنے جاتے تو ابر آجاتا
وہ مجھے چھوڑ کر جس شخص کے پاس گیا
برابری کا بھی ہوتا تو صبر آجاتا

٭ ٭ ٭

یہ جو سب کچھ امی نے سہا ہے، اسے میں نے زبان دی ہے۔

میری امی اب بھی بہت خوب صورت ہیں اور جوانی میں تو اور بھی زیادہ تھیں، جب بھی کوئی ملنے والی ملتی ہیں تو یہ بات ضرور کرتی ہیں تمہاری امی بہت خوب صورت تھیں پٹھان تھیں بالکل، اور میری دوسری امی سانولی اور منہ پہ چیچک کے داغ ہیں۔ (اللہ معاف کرے، کسی کی شکل پہ ٹونٹ نہیں کرتے) پتا نہیں ابو نے کیا دیکھا اس میں، امی میری بہت سلیقہ مند ہیں، سلائی، کڑھائی، پکائی، موتی ٹانکنا ہر ہنر میں یکتا، گھر شیشے کی طرح چمکتا ہوا، مجھ سے کبھی کوئی کام نہیں کروایا تھا، طرح طرح کے کھانے کیا پاکستانی، کیا ہندوستانی، نظمیں، لطیفے، کہانیاں سنانا غرض میری امی جیسا کوئی نہیں، اللہ میری امی کو زندگی، صحت اور تندرستی عطا کرے۔ (آمین)۔

امی بہت ذہین ہیں بہت زیادہ تعلیم یافتہ نہ ہونے کے باوجود امی نے ہمیں پڑھایا، لکھایا اور ہر چیز کا مثبت پہلو دیکھنے کے قابل بنایا، اسی لیے آج ہم سب دنیا کے لیے ایک مثال ہیں اور بہت کامیاب بھی (اللہ کے فضل سے)۔ امی نے اپنا نام اور شہر کا نام بتانے سے منع کیا ہے کوئی بھی فرضی نام لکھ دیں۔ مجھ میں لکھنے کے جراثیم امی کی طرف سے ہی آئے ہیں۔

٭

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دستک دستک دستک

شاہین رشید

محمد اکبر خان

"کیسے ہیں اکبر صاحب؟"

"الحمدللہ آپ کی دعائیں ہیں۔"

"سیریل مجھے کچھ کہنا ہے" میں آپ کی پرفارمنس بہت اچھی رہی "آپ کو کیا رسپانس ملا؟"

"شکریہ۔۔۔ رسپانس بہت اچھا ملا۔۔۔ میری پرفارمنس کو لوگوں نے پسند کیا۔۔۔ میری حوصلہ افزائی کی۔ مجھے اچھا لگا۔"

"عام زندگی میں بھی ایسے ہی مخلص دوست ہیں جیسے ڈرامے میں دکھائے گئے؟"

"اب اپنے منہ سے کچھ کہنا تو مناسب نہیں ہے۔۔۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ میری پوری کوشش ہوتی ہے کہ اپنے دوست' احباب اور مجھ سے منسلک جو بھی لوگ ہیں' ان کے کام آسکوں' انہیں فائدہ پہنچا سکوں۔۔۔ حالانکہ انسان تو کسی کے کام نہیں آسکتا۔ یہ تو اللہ کا بڑا کرم ہے کہ اللہ نے میرا انتخاب کیا کہ میں دوسروں کے کام آسکوں۔ تو اللہ کا شکر ہے کہ میں عام زندگی میں بھی ایسا ہی ہوں۔"

"ڈراما حقیقت سے قریب تھا؟"

"بالکل تھا۔ اس لیے یہ سیریل مقبول ہوا۔۔۔ روز مرہ زندگی میں ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔۔۔ اس لیے لوگوں نے اسے دلچسپی کے ساتھ دیکھا اور ریٹنگ میں بھی خاصا اوپر رہا۔"

"اگرچہ آپ کا رول مختصر تھا۔۔۔ مگر اہم تھا۔۔۔ انتخاب کیسے ہوا آپ کا؟"

"میں پہلے بھی کچھ ڈرامے کر چکا ہوں۔۔۔ تو سب نے میرا کام دیکھا ہوا تھا۔۔۔ شاید اس لیے جب یہ اسکرپٹ لکھا گیا تو اس رول کے لیے مجھ سے رابطہ کیا گیا۔ میں نے رول پڑھا۔۔۔ مجھے اچھا لگا۔ تو میں تیار ہو گیا۔"

"آپ نے کہا کہ میں پہلے بھی ڈرامہ کر چکا ہوں تو کچھ بتائیے ان کے بارے میں؟"

"میرے تقریباً" پندرہ سولہ ڈرامے آن ایئر ہو چکے ہیں اور جن ڈراموں سے میری پہچان ہوئی ان میں "مجھے کچھ کہنا ہے" تو ہے ہی۔۔۔ اس کے علاوہ "جدائی" "شاواں" "لباس" "بکھرا میرا نصیب" اور "کیا نام دیں" ایسے ڈرامے تھے کہ جن سے میں رجسٹرڈ ہوا۔۔۔ اور ان سب میں میرے کردار سیکنڈ لیڈ تھے۔ اور ہاں ایک سیریل "بوجھ" بھی تھا اس میں میں نے ڈاکٹر کا رول کیا تھا۔۔۔ کاسٹ میں ایک بڑا نام نعمان اعجاز کا تھا۔ اور یہ میری خوش قسمتی رہی ہے کہ مجھے زیادہ بہت

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مصروف لوگوں کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔۔۔ اور میرے زیادہ تر کردار "ڈاکٹر" کسی کمپنی کا "ایم ڈی" یا کوئی "بزنس مین" کا ہوتا ہے۔ مطلب مجھے ہمیشہ اچھے کردار ملے۔"

"آپ کی شخصیت بھی ایسی ہے کہ آپ پر یہ کردار سوٹ کرتے ہیں۔ ماشاء اللہ بارعب شخصیت ہے آپ کی۔۔۔ اداکاری کے علاوہ کیا کرتے ہیں آپ؟"

"میں جناب گورنمنٹ آفیسر ہوں اور اداکاری اور ماڈلنگ میں شوقیہ کرتا ہوں۔۔۔ اور اس فیلڈ میں دوستوں کے کہنے پر۔۔۔ آیا۔۔۔ ان کا خیال تھا کہ مجھ میں اداکاری کی صلاحیت ہے۔۔۔ تو بس ان ہی کے کہنے پر آیا۔"

"انڈر پروڈکشن کیا ہے؟"

"دو تین سیریلز پہ بات چل رہی ہے۔۔۔ اسکرپٹ پہ کام ہو رہا ہے۔۔۔ تو بس یہی کچھ ہے۔"

"شوبز کو فل ٹائم اپنانے کا ارادہ ہے؟"

"فی الحال تو کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ میری جاب بہت اچھی ہے اداکاری کو سائیڈ میں رکھا ہے۔ کیونکہ یہ میرا شوق ہے۔۔۔ اور اگر ناظرین کی حوصلہ افزائی رہی اور محبت تو ان شاء اللہ کام کرتا رہوں گا۔"

"اور ان شاء اللہ آپ سے پھر بھی بات ہوتی رہے گی۔"

شبنم ثانی

"کیسی ہیں؟"

"اللہ کا شکر ہے۔"

"سیریل "نور جہاں" میں رائٹر کے طور پر آپ کا نام پڑھ کر اچھا بھی لگا اور حیرت بھی ہوئی۔۔۔ آپ کب سے لکھ رہی ہیں؟"

"میں 2000ء سے ڈرامہ رائٹر ہوں۔ کچھ لندن میں لکھا اور پھر پاکستان میں 2003ء میں لکھنا شروع کیا۔ طویل دورانیے کے کھیل بھی لکھے اور بطور اسکرپٹ ایڈیٹر "اے اینڈ بی" میں جاب بھی کی "نور جہاں" میرا پہلا سیریل ہے۔"

"لندن میں تھیں تو کس کے لیے لکھا اور پاکستان میں جو طویل دورانیے کے کھیل لکھے ان کے بارے میں بھی بتایئے؟"

"جب لندن میں تھی تو لوکل "اردو چینل" کے لیے اسکرپٹ لکھا کرتی تھی۔ پھر جب پاکستان آئی تو ایک لانگ پلے "ایک مہمان مہان" کے نام سے لکھا اور یہ ڈراما پی ٹی وی ورلڈ سے چلا۔۔۔ اور مجھے یاد ہے کہ سات آٹھ مرتبہ ریپیٹ ہوا اور کیبل پہ بھی کئی بار دکھایا گیا۔۔۔ اسے سمیع ثانی نے ڈائریکٹ کیا تھا۔ فیصل قریشی اور مونا لیزا اس کے مرکزی کردار تھے۔۔۔ بقر عید کے موقع پر بھی ایک کھیل لکھا جو کہ "دن ٹی وی" سے چلا تھا۔"

"گڈ۔۔۔ "نور جہاں" سیریل سے کیا امیدیں ہیں؟"

"اچھی امیدیں ہیں۔۔۔ کیونکہ بہت دل سے لکھا ہے۔ اور "نور جہاں" کی کہانی سے ڈائریکٹر بھی بہت خوش ہے "چینل" بھی خوش ہے۔ "نور جہاں" کی کہانی بھی میں نے لکھی ہے اور اسکرپٹ بھی میں نے ہی لکھا ہے۔"

"کاسٹ میں کون کون ہے؟"

"ناہید شبیر، فرحان علی آغا، ذین طاہرہ، شہزاد رضا،

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

عمر، شہزاد سونیا راؤ اور حرا شیخ کے علاوہ بھی کافی فنکار ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ ہر کردار یا یوں کہیں کہ ہر فنکار اپنے کردار میں فٹ ہے۔ از یکاڈ نیفل نور جہاں کا رول کر رہی ہے۔"

"آج کل عورت کو اور لڑکی کو بہت مظلوم دکھایا جاتا ہے کیا نور جہاں بھی ایسا ہی کردار ہے؟"

"آپ دیکھیں گی تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ ہم کیا دکھانا چاہ رہے ہیں.... ویسے نور جہاں کافی مختلف کہانی ہے نیگٹیو اور پوزیٹو دونوں کو ساتھ لے کر چلی ہوں اور اینڈ آپ کو بہت چینج لگے گا.... عام سوچ سے بالکل ہٹ کر.... سب کچھ اللہ نے بہت اچھا کروا دیا...."

"کتنے عرصے میں مکمل ہوا یہ سیریل؟"

"چار ماہ میں.... فیصل منظور نے بہت رہنمائی کی، حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ ٹینشن دے کر جلدی جلدی لکھوایا بھی.... (مسکراتے ہوئے) ڈرامہ لکھنا شروع کیا، پاکستان میں اور اختتام کیا "یو ایس اے" میں۔"

"کیا مطلب؟ شوٹ کہاں ہوا؟"

"مطلب لکھنے کے دوران امریکہ گئی گھومنے پھرنے، اپنے کزنز کے پاس اور دوستوں کے پاس.... وہاں زندگی کو انجوائے بھی کیا اور سیریل بھی لکھا.... یعنی "نور جہاں" میرے ساتھ ساتھ رہی یو ایس اے میں بھی.... اور شوٹ تو کراچی میں ہی ہوا ہے۔"

"چلیں جی.... اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے۔ آپ کے بچے اس فیلڈ میں کیوں نہیں ہیں؟"

"بچوں کو شوق تھا.... مگر اس فیلڈ کا حال دیکھ کر اس طرف نہیں آئے.... اور کچھ کہہ بھی نہیں سکتی کہ وہ آ بھی سکتے ہیں۔"

صنم سعید

"کیا حال ہیں؟"

"اللہ کا شکر ہے۔"

پی ایس ایل کی افتتاحی تقریب میں دیکھا آپ کو.... مگر آپ بہت سادہ لباس میں تھیں جبکہ آپ کی ساتھی تو....؟"

"جی.... آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں.... ہمارے والدین نے ہماری تربیت ہی اس انداز میں کی ہے کہ گھر کی محفل ہو یا باہر کی، ہم اپنی وضع قطع نہیں بھولتے.... کیونکہ ہمیں دیکھنے والے ہزاروں لاکھوں لوگ ہوتے ہیں اور لباس سے ہی انسان کے گھر کا ماحول اور تربیت معلوم ہوتی ہے، اس لیے میں اپنے لباس کا بہت خیال رکھتی ہوں۔"

"کردار میں بھی آپ ان باتوں کا خیال رکھتی ہیں؟"

"جی بالکل.... ہر کردار کے لیے بہت خیال رکھتی ہوں۔ اگر میرا کردار اور میک اپ کی ڈیمانڈ نہیں کر رہا تو میں کبھی بھی غیر ضروری میک اپ نہیں کروں گی.... اگر ایک غریب یا متوسط گھر کی لڑکی بھرپور میک اپ کرے گی تو ایسا کردار کب حقیقت کے قریب لگے گا.... میں نے ٹی وی پہ کام کرنے کے لیے کبھی بھی میک اپ کو اہمیت نہیں دی بلکہ ہمیشہ رول کو سامنے رکھا ہے۔ پرفارمنس اور حقیقت نگاری میرے لیے سب سے زیادہ اہم ہے۔"

"شہرت کا باعث کون سا ڈراما یا سیریل بنا؟"

"مجھے فخر ہے اس بات پر کہ میرے سارے ہی سیریل بے حد مقبول ہوئے لیکن "دام" اور "زندگی گلزار ہے" نے بے حد عروج دیا.... اور آج تک میری پہچان یہی دو سیریلز ہیں حالانکہ ان کے بعد میں نے کافی کام کیا ہے۔"

"ایک سال میں ایک یا پھر دو سیریل کرتی ہیں.... وجہ؟"

"کوئی خاص وجہ نہیں.... مجھے کم اور اچھا کام کرنے کی عادت ہے۔ آپ یقین کریں.... بہت آفرز آتی ہیں۔ سب کو لیس نہیں کرتی۔ ٹیم دیکھتی ہوں۔ اسکرپٹ دیکھتی ہوں اور اپنا رول دیکھتی ہوں۔ کیونکہ اپنے آپ کو ہمیشہ "ان" رکھنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے...."

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہر وقت اسکرین پہ رہنا مجھے پسند نہیں ہے۔"

"رات دیر تک گھر سے باہر رہنا کیسا لگتا ہے؟"

"بہت برا۔۔۔ ہماری تربیت اس انداز میں ہوئی ہے کہ ہمیں گھر سے باہر دیر تک رہنے کی اجازت ہی نہیں تھی۔ اس لیے وہی عادت ابھی تک ہے۔۔۔ ڈرامے کی شوٹ کے لیے بھی میں پہلے ہی کہہ دیتی ہوں کہ اتنے بجے تک کام کروں گی۔"

"صنم۔۔۔ آپ کا "کدورت" بہت ہٹ گیا تھا۔ اس میں آپ کا نگیٹو رول تھا۔۔۔ اس کے بعد آپ نیگیٹو رول میں نظر نہیں آئیں۔۔۔ کیوں؟"

"اس لیے کہ میں اپنے آپ پر کسی کردار کی مہر نہیں لگوانا چاہتی، بے شک نگیٹو رولز کو بہت مقبولیت حاصل ہوتی ہے اور پرفارم کرنے میں بھی مزہ آتا ہے لیکن میں ہر طرح کے رول کرنا چاہتی ہوں۔۔۔ اور آپ نے دیکھا ہو گا کہ میرا کوئی کردار میرے کیے گئے دوسرے رولز سے میچ نہیں کرتا۔ ہر سیریل میں میرا ایک مختلف کردار ہوتا ہے اور یہی میری کامیابی ہے۔"

"عنقریب آپ کی فلم "بیچانا" ریلیز ہونے والی ہے۔ کچھ کہیں گی اس کے بارے میں؟"

"بیچانا" میں میں ایک بھارتی لڑکی کا، یعنی ہندو لڑکی کا رول ادا کر رہی ہوں۔۔۔ جبکہ میرے مقابلے میں محب مرزا ہیں جو ایک پاکستانی مسلمان لڑکے کا رول ادا کر رہے ہیں۔۔۔ اور یہ ایک رومینٹک فلم ہے جو کہ یقیناً سب کو پسند آئے گی۔۔۔"

"بھارت میں ریکارڈنگ ہوئی ہے؟"

"نہیں، ساری ریکارڈنگ "ماریشس" میں ہوئی ہے۔ ماریشس بہت خوب صورت جگہ ہے۔ اس فلم کے ڈائریکٹر "ناصر خان" ہیں اور ان کا کام کروانے کا انداز بہت عمدہ ہے۔۔۔ وہ فنکاروں کو ٹینشن نہیں دیتے۔ محب مرزا اور عدیل ہاشمی کے ساتھ کام کر کے بہت اچھا لگا۔"

"کیا امیدیں ہیں اس فلم سے؟"

"بہت پرامید ہوں۔۔۔ یقیناً یہ فلم بہت کامیابی حاصل کرے گی۔"

"ہماری بھی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔"

سانحہ ارتحال

آپ کی پسندیدہ مصنفہ سعدیہ حمید چوہدری کی والدہ محترمہ اس دارِفانی کو الوداع کہہ گئیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

ماں کا سایہ سر سے اٹھ جانا بہت بڑی محرومی اور جاں گسل صدمہ ہے۔ ہم سعدیہ حمید چوہدری کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ ان کی خطاؤں سے درگزر کرے۔ آمین۔

قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ابھرتی ہوئی فنکارہ

عیشا نور سے ملاقات

شاہین رشید

کچھ چہرے ایسے ہوتے ہیں جو کبھی ماڈرن رول میں نہیں اچھے لگ سکتے خواہ وہ کتنا ہی بناؤ سنگھار کیوں نہ کرلیں۔ عیشا نور بھی ایک ایسی ہی آرٹسٹ ہے کہ جس کے نقوش اتنے سادہ ہیں کہ وہ بھولی بھالی لڑکی کے روپ میں ہی اچھی لگ سکتی ہے۔ آج کے دور میں بھولا بھالا ہونا اور ایسے نقوش کا مالک ہونا بھی بڑی بات ہوتی ہے۔ عیشا نور کو اس فیلڈ میں آئے ہوئے کچھ ہی سال ہوئے ہیں۔ بہت زیادہ کام بھی نہیں کیا اور ابھی تک کوئی لیڈنگ رول بھی نہیں کیا، مگر پھر بھی جس سیریل میں بھی کام کیا، ناظرین کو متاثر ضرور کیا ہے۔ آج کل آپ انہیں ”صحرا میں سفر“ اور ”بہو رانیاں“ میں دیکھ رہے ہیں۔

”کیا حال ہیں عیشا! کیسی ہو؟“

”جی اللہ کا شکر ہے، بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔“

”تمہارا اصلی نام ”سحرش“ ہے اور تمہاری پہچان عیشا ہے، یہ کیا چکر ہے؟“

”میرے دونوں ہی نام اصلی ہیں کیونکہ دونوں پہ ہی میرا NIC بنا ہوا ہے۔ سحرش احتشام اور عیشا احتشام نور.....“

”سحرش کس نے رکھا اور عیشا کس نے رکھا؟“

”میں ننھیال اور ددھیال میں سب سے بڑی ہوں تو ددھیال والوں نے عیشا نام رکھا جبکہ ننھیال والوں نے سحرش رکھ دیا۔“

”اور پیار کا تیسرا نام کیا ہے؟“

”قہقہہ..... سب عیشا پہ متفق ہیں کہ عیشا ہی رکھنا ہے یعنی بولنا ہے۔“

”کچھ اپنے بارے میں بتاؤ پھر آگے چلتے ہیں؟“

”جی 16 جون 1989ء میں کراچی میں پیدا ہوئی۔ میڈیا میں صرف میں ہی ہوں، والدہ ہاؤس وائف ہیں جبکہ والد صاحب کا اپنا بزنس ہے اور جاب بھی ہے ”کے الیکٹرک“ میں۔“

”اچھا... پھر لائٹ تو نہیں جاتی ہو گی تمہاری؟“

”بے ساختہ ہنستے ہوئے... نہیں جی ایسی کوئی کہانی نہیں ہے۔ لائٹ ہماری بھی جاتی ہے۔ پہلے تو کچھ ”یونٹ“ بھی فری ملے ہوئے تھے جب سے ”کے الیکٹرک پرائیوٹائز ہوئی ہے، یہ سہولت بھی لے لی گئی ہے تو اچھا خاصا بل آتا ہے اور ہاں جی میں اپنے بارے میں آپ کو بتا رہی تھی کہ میرا ستارہ جیمنائی ہے اور میں جیسا کہ آپ کو بتایا، خاندان میں سب سے بڑی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

ہوں اور پورے خاندان کی آپی مشہور ہوں۔ میرے بعد میری تین بہنیں اور ایک بھائی ہے اور چونکہ بڑی ہوں تو پورے خاندان میں میرا رعب ہے۔ اور آج کل ایم بی اے کی تیاریوں میں ہوں۔ بس بیڈلک یہ ہے کہ کوئی نہ کوئی سیریل مل جاتا ہے تو پھر تیاری بیچ میں ہی رہ جاتی ہے۔"

"شوبز میں کیسے آنا ہوا، جبکہ خاندان میں کوئی نہیں ہے اس فیلڈ میں؟"

"مجھے اس فیلڈ میں آنے کا کوئی شوق نہیں تھا، تو ایک دن اپنی دوست کے ساتھ کمرشل شوٹ دیکھنے گئی تو مجھے بھی سلیکٹ کر لیا گیا... اور کمرشل تھا ایک موبائل کمپنی کا... جو کہ کافی مشہور ہوا اور بس اس کے بعد مزید آفرز آنی شروع ہو گئیں... اور بس۔"

"گڈ... مگر یہ کیسا اتفاق ہے کہ شوٹ دیکھنے گئیں اور منتخب ہو گئیں۔ کچھ تو اظہار کیا ہو گا آپ نے؟"

"ہاں... میں بتاتی ہوں۔ جب میں شوٹ دیکھنے گئی تو جس ماڈل کو بک کیا گیا تھا، اسے اپنے ڈائیلاگ یاد نہیں ہو رہے تھے اور میں بار بار اسے سمجھا رہی تھی، بتا رہی تھی کہ یہ ڈائیلاگ اس طرح ہیں۔ کیونکہ میں یاد کرنے کے معاملے میں بہت اچھی ہوں۔ تو جب ماڈل کو زیادہ مشکل ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ یہ کمرشل کر لیں اور میں نے کر لیا جو کہ پاپولر بھی ہو گیا اور مزید آفرز بھی آئیں۔ شاید مجھے اسی طرح اس فیلڈ میں آنا تھا۔"

"گھر والے تو حیران ہی رہ گئے ہوں گے... کچھ کہا انہوں نے تم سے؟"

"بے شک گھر والے حیران تو ہوئے۔ مگر یہ بھی کہا کہ آئندہ مت کرنا بس ایک ہی کافی ہے اور پھر جب مزید آفرز آئیں تو میری امی نے میرے لیے بہت کوشش کی والد صاحب کو منانے میں اور وہ بڑی مشکل سے مانے۔"

"تو پہلا کمرشل موبائل کمپنی کا، پہلا ڈراما کون سا تھا اور کمرشل کرنے پر معاوضہ کتنا ملا تھا؟"

"پہلا ڈراما تو انڈس ویژن سے کیا تھا، اس چینل پہ ایک ڈراما سیریز چل رہی تھی "عورت کہانی" اس کے ایک پلے میں کام کیا تھا۔ اور شہرت تو مجھے ملی کمرشل سے اور ایک سوپ چلا تھا "خوشبو کا گھر" اس سے... یہ سوپ بہت زیادہ ہٹ گیا تھا اور آپ نے پوچھا کہ کمرشل میں کیا ملا تھا تو آپ کو بتاؤں کہ اس معاوضے کو دیکھ کر ہی تو مجھے لالچ آیا کہ اس فیلڈ میں اپنی جگہ بنانی چاہیے۔"

"پھر تو تمہیں یہ فیلڈ بہت اچھی لگتی ہو گی؟"

"جی اس لحاظ سے فیلڈ بہت اچھی ہے مگر مسئلہ یہ ہے کہ یہاں جس کی "پی آر" جتنی اچھی ہو گی اسے اتنا ہی زیادہ کام ملے گا۔ یہاں ٹیلنٹ کم اور پی آر زیادہ دیکھی جاتی ہے۔ جبکہ ہمارے ملک میں ٹیلنٹ بہت ہے۔"

"شہرت پا کر کیسا لگ رہا ہے... اور اس فیلڈ میں ان رہنے کے لیے فٹ بھی رہنا ہوتا ہے... تو کیا کرتی ہو؟"

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

”جی پہلے تو میں آپ کو فٹ رہنے والی بات کا جواب دوں گی میں صبح اٹھ کر ایکسر سائز ضرور کرتی ہوں۔ پھر ناشتہ اور ناشتہ امی کے ہاتھ کا ہی پسند ہے۔ اکثر امی کہتی ہیں کہ میرے ہاتھ کی عادت ہو گئی ہے تو سسرال جا کر کیا کرو گی تو یہی کہتی ہوں کہ اللہ مالک ہے۔۔۔ اور رہی شہرت کی بات تو میری دور کی نظر تھوڑی کمزور ہے تو میں ہر وقت تو لینس نہیں لگا سکتی تو گلاسز لگا کر باہر نکلتی ہوں تو کوئی پہچان ہی نہیں سکتا۔ اگر کوئی پہچان لے تو تھوڑا حیران بھی ہوتے ہیں کہ اچھا آپ وہی ہیں۔“

”یہ فیم اور سب کچھ وقت سے پہلے نہیں مل گیا؟“

”جی جی۔۔۔ یہ تو ملا ہی ہے۔ مگر میں سمجھتی ہوں کہ مجھے گھر کی ذمہ داری وقت سے پہلے مل گئی ہے۔ شاید میں گھر کی بڑی ہوں اس لیے مجھ پر ذمہ داریاں وقت سے پہلے پڑ گئیں اور میری یہ عادت ہے کہ میں تنقید بہت کرتی ہوں۔“

”اچھا۔۔۔ کس طرح کی؟ اور اپنے اوپر تنقید برداشت ہو جاتی ہے؟“

”اگر کوئی برا کام کر رہا ہوتا ہے تو میں اس کو سمجھاتی ہوں کہ یہاں لے لیے نہیں ایسا کرنا چاہیے تھا“ مطلب اپنے ارد گرد کے چھوٹے بہن بھائیوں پہ۔۔۔ اور اپنے اوپر بھی تنقید برداشت ہے بشرطیکہ جائز ہو اور ہاں آپ کو بتاؤں کہ میری بہت خواہش ہے کہ میں لیجنڈ اسٹار ”ندیم بیگ“ کے ساتھ کام کروں۔“

”کس قسم کے کردار کرنے کا شوق ہے؟“

”پرنسس والے“ شہزادیوں والے“ ملکہ والے جیسے کہ آج کل ”ترکش“ ڈراموں میں ہوتے ہیں۔ اس طرح کے کردار کرنے کا بہت شوق ہے۔ مگر ہمارے یہاں یہ بہت بری روایت سی پڑ گئی ہے کہ کسی ایک کردار میں مشہور ہو جاؤ تو پھر اسی کردار کی چھاپ پڑ جاتی ہے۔ پروڈیوسر اور ڈائریکٹر نئے کردار دینے کا رسک ہی نہیں لیتے مجھے یاد ہے کہ ایک سوپ ”ماسی اور ملکہ“ کیا تھا اور اس میں میں نے ماسی کی بیٹی کا کردار کیا تھا بس اس کے بعد مجھے اسی طرح کے رولز آفر ہونے لگے کہ نوکرانی کا رول کر لو۔ یہ کر لو۔ وہ کر لو۔۔۔ غریبوں والے ہی رولز آفر ہوتے تھے تو مجھے بہت چڑ آتی تھی اور پھر میں نے صاف کہہ دیا کہ نہیں بھئی میں اس طرح کے رول نہیں کروں گی۔ تب پھر مجھے کچھ اچھے کردار ملنے لگے اور مجھے ایک بات لوگوں کی بہت بری لگتی ہے کہ جو کام میں کر رہی ہوتی ہوں“ اس کام کی نصیحت شروع کر دیتے ہیں۔“

”وقت کی پابندی کرتی ہیں؟“

”نہیں۔۔۔ ہمیشہ دیر کر دیتی ہوں۔۔۔ بہت کوشش کرتی ہوں کہ دیر نہ ہو مگر پھر بھی دیر ہو ہی جاتی ہے۔“

”کس کردار میں تمہیں اپنی شخصیت کا عکس نظر آیا؟“

”ابھی تک تو ایسا کوئی کردار ملا نہیں۔ کیونکہ کسی کردار میں مجھے بہت مظلوم دکھایا جاتا ہے“ کسی میں بہت زیادہ شارپ۔۔۔ تو ایسا کردار نہیں ملا کہ جو میری شخصیت کا عکس ہو۔“

”اس فیلڈ کو جاری رکھنا ہے کیا۔۔۔ آگے تک جانے کی خواہش ہے؟“

”اس فیلڈ میں بہت آگے تک جانے کا ارادہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ میرا سائیڈ بزنس کرنے کا بھی ارادہ ہے۔ بوتیک کھولنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ کیونکہ فیشن ڈیزائننگ سے مجھے لگاؤ ہے تو میرے لیے یہی بزنس بہتر رہے گا۔“

”لوگوں نے بلکہ آپ جیسی لڑکیوں نے تو کوکنگ کو بھی اپنا پروفیشن بنایا ہوا ہے۔۔۔ تمہیں لگاؤ ہے کوکنگ سے؟“

”ہاں۔۔۔ کوکنگ سے لگاؤ ہے مگر اتنا نہیں کہ اسے پروفیشن بنایا جائے۔ چونکہ ڈیزائننگ سے لگاؤ ہے تو بوتیک کا ہی ارادہ ہے۔ ویسے بھی آج کل تو اس پروفیشن میں مرد حضرات زیادہ ان ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ گھر کے مرد کوکنگ نہیں کرتے مگر مرد حضرات ہم خواتین سے زیادہ اچھی کوکنگ کر لیتے ہیں۔ کیونکہ خواتین کی کوکنگ میں کنجوسی کا عنصر آجاتا ہے کہ یہاں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

سے بھی بچالوں' وہاں سے بھی بچالوں.... جبکہ مردکک ایسا نہیں کرتے۔"

"کوکنگ چینل سے فائدہ اٹھاتی ہو؟"

"دیکھتی تو بہت شوق سے ہوں۔ فائدہ بھی اٹھالیتی ہوں۔ مگر بہت زیادہ نہیں۔ کیونکہ کھانا پکانے سے زیادہ لگاؤ نہیں ہے.... ضرورت کے وقت پکالیتی ہوں' امی کے ہاتھ کا پکا ہوا نہ کھاؤں تو لگتا ہے جیسے پیٹ ہی نہیں بھرا۔"

"پھر سسرال جاکر کیا کروگی؟"

"امی بھی یہی کہتی رہتی ہیں ہروقت کہ سسرال جا کر کیا کروگی۔ تو میں کہتی ہوں کہ جب گھریلو ذمہ داریاں پڑیں گی تو سب کچھ کرلوں گی۔ تب انہیں تھوڑی تسلی ہوتی ہے کہ ہاں یہ کرلے گی۔"

"میڈیا سے کچھ شکایت؟"

"جی۔ مجھے میڈیا سے ایک شکایت ہے کہ میڈیا کے لوگ ہر ایک کو غلط سمجھتے ہیں' خاص طور پر لڑکیوں کو کہ یہ تو ہر طرح کے کام کرلے گی جبکہ ایسا نہیں ہوتا۔ ہر لڑکی کی کام کے معاملے میں اپنی چوائس ہوتی ہے۔"

"پرائس ٹیگ پہ اعتبار کرتی ہیں یا بارگیننگ کرتی ہیں؟"

"جہاں صرف پرائس ٹیگ چلتا ہے' وہاں تو کچھ نہیں بولتی مگر کچھ جگہیں ایسی ہوتی ہیں جہاں پر بارگیننگ کرنی پڑتی ہے۔ مگر ہمیں اس کا فائدہ اس لیے نہیں ہوتا کہ دکان دار ہم فنکاروں کو بہت امیر کبیر سمجھتے ہیں' اس لیے پہلے ہی وہ اتنا بتادیتے ہیں کہ کم ہو کر بھی وہ زیادہ ہی ہوتے ہیں۔"

"جھوٹ تو بولتی ہی ہوں گی' کبھی جھوٹ پکڑا بھی گیا؟"

"جی جی.... بالکل بولتی ہوں۔ دوستوں کے درمیان تو جھوٹ چلتا ہی رہتا ہے۔ کوشش تو کرتی ہوں کہ جھوٹ نہ پکڑا جائے۔ مگر جب مما کسی دوست کو فون کرکے پوچھتی ہیں تو اکثر جھوٹ کھل جاتا ہے۔"

"ہالی وڈ' لالی وڈ یا بالی وڈ کہاں کام کرنے کی شدت سے خواہش ہے؟"

"ہالی وڈ.... میں کام کرنے کی بہت خواہش ہے' انجلینا جولی مجھے بہت پسند ہیں۔ ان ہی کے ساتھ کام کرنا چاہوں گی۔"

"کوئی ایسا کردار کرنے کو ملا جس کے لیے آپ کو مشاہدہ کرنا پڑا ہو؟"

"جی.... ایک سیریل میں ابنارمل لڑکی کا کردار کررہی ہوں۔ تو اس کے لیے ایسی فلمیں دیکھیں جس میں ایسے کردار ہیں۔ ویسے بھی جب بھی کوئی کردار آفر ہوتا ہے تو ضرور اس کے بارے میں ادھر ادھر سے معلومات لیتی ہوں۔"

"لوگوں کو جج کرنے کا ہنر آتا ہے؟"

"تھوڑا بہت ہی آتا ہے۔ ویسے یہ مشکل کام ہے کیونکہ اب انسان کا کوئی ایک چہرہ نہیں ہوتا۔ اس لیے پرکھنا مشکل ہوجاتا ہے۔"

"کوئی دیرینہ خواہش؟"

"ساری دنیا گھومنے کی خواہش ہے۔ دیکھیں کب پوری ہوتی ہے۔"

"راہ چلتے فقیروں کی امداد کرتی ہیں؟"

"عموماً" تو دس بیس روپے دے دیتی ہوں اور مجھے یاد ہے کہ ایک بار ایک فقیر نے اپنے گھر کا بہت ہی برا نقشہ کھینچا تو میں نے ہزار کا نوٹ دے دیا۔ تو وہ پھیل ہی گیا کہ اور دیں.... بڑا غصہ آیا کہ ہزار بھی اسے کم لگ رہا ہے۔"

"ملک کے کس شہر میں شاپنگ کرنے کی خواہش ہے؟"

"ملک میں نہیں' بلکہ بنکاک میں شاپنگ کرنے کی خواہش ہے' سنا ہے وہاں چیزیں بہت سستی ملتی ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی ہم نے عمشاء نور سے اجازت چاہی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

شعاع کے ساتھ

ادارہ

عائشہ جمیل..... لاہور

(1) شعاع سے وابستگی کو کتنا عرصہ گزرا؟ اس حوالے سے کوئی دلچسپ واقعہ ہو تو لکھیں۔

شعاع سے تعلق کتنا پرانا ہے' یہ تو پتا نہیں کیونکہ جب سے ہوش سنبھالا اپنے اردگرد شعاع' خواتین' تاریخی ناولز نسیم حجازی کے' طارق اسماعیل ساگر' اس کے علاوہ اسلامی کتابیں اور پیارے "پھول" کو پایا تھا۔ عمران سیریز بہت آیا کرتی تھیں۔ بڑے بہن بھائی' امی' ابو سمیت سب مطالعے کے شوقین ہیں۔ ان سب کا شوق مل کر مجھ میں بہت ہی زیادہ منتقل ہو گیا ہے۔

جب چھوٹی تھی تو "پھول" پڑھتی تھی۔ اس کے علاوہ امی سے چھپ کر عمران سیریز پڑھتی تھی اور "داستان ایمان فروشوں کی" "یوسف بن تاشفین" شہاب نامہ' اللہ کے سپاہی' یہ کتابیں میں نے دوسری' تیسری کلاس میں تھی' جب پڑھیں۔ چاہے سمجھ آئے نہ آئے۔ بعد میں جب ان کو دوبارہ پڑھا تو اصل سمجھ آئی۔ امی رسالے پڑھنے سے منع کرتی تھیں۔ باجی صباء بھی جب فرسٹ ایئر میں آئیں تب پڑھنے شروع کیے تھے۔ باجی اسماء نے میٹرک میں ہی شروع کر دیے اور میں نے آٹھویں کے بعد سے ہی۔ امی اگر پوچھتیں۔

"عائشہ کیا پڑھ رہی ہو۔" امی لطیفے یا احادیث پڑھ رہی ہوں۔ ان کو پڑھتے پڑھتے کب افسانے پڑھنے شروع کیے پتا ہی نہ چلا۔ پہلا ناول میں نے ہنری رابرٹ اور جان رابرٹ والا پڑھا تھا۔ ناول کا اور رائٹر کا نام یاد نہیں۔ اس کے علاوہ "باہر کا آدمی" پڑھا۔ پھر میں نے اور حسیب بھائی نے چھت پر چھپ کر "شب کے شکستہ زینوں سے" پڑھا۔ ہم ایک دوسرے کا راز رکھتے تھے کہ امی کو نہ بتانا۔ پھر جب آٹھویں کے پرچوں سے فارغ ہوئی تو بہت رسالے پڑھے۔ ان دنوں "محبت خواب سفر" اور "دیوار شب" اور "زرد موسم" چل رہے تھے۔ سب گھر والے چھت پر سوتے تھے اور میں رات کو جاگ کر رسالے پڑھتی۔ اب تو رات کو جاگا ہی نہیں جاتا۔ دسمبر 2009ء کا شعاع جس کے ٹائٹل پر عذرا صدیقی کی تصویر تھی' وہ پہلا رسالہ تھا جو میں نے پورا پڑھا' امی کے سامنے بھی۔ امی پھر بھی کہتی تھیں کم پڑھا کرو۔ باجی اسماء اور صباء سیکنڈ ہینڈ لاتی تھیں۔ اور ابو کے سامنے بالکل نہیں پڑھتی تھیں۔ حالانکہ ابو خود بھی پڑھتے ہیں۔ بھائی بھی پڑھتے ہیں' اسامہ کے علاوہ اور زوہیب بھائی بہت کم پڑھتے ہیں۔

2012ء میں زیادہ تر رسالے نیٹ سے پڑھے۔ آدھے خریدے۔ بس پھر میں نے ہر مہینے نئے لانا شروع کر دیے اور 2013ء میں ابو سے کہہ کر لگوا لیے۔

2008'09ء میں تو رضائی میں چھپ کر فون کی روشنی میں بھی رسالے پڑھے ہیں۔ اس معاملے میں امی' باجی صبا اور زوہیب بھائی سے ڈرتی تھی۔ ایک مرتبہ نیا رسالہ آیا۔ میں روٹیاں بنا رہی تھی۔ روٹی سینکتے ہوئے رسالہ بھی پکڑ لیا۔ کچھ دیر بعد غور کیا تو رسالہ کونے سے جل چکا تھا۔ ہاہاہا۔

صبح سے رات تک کتنے کام نمٹاتی ہیں؟ اور ان مصروفیات میں مطالعے کے لیے وقت کیسے نکالتی ہیں؟

(2) شب و روز کے معمولات؟ ارے کوئی خاص معمول نہیں ہے۔ M.B.B.S کی فرسٹ ایئر کی طالبہ ہوں امیر الدین کالج میں۔ جب کالج جاتی ہوں تو ظاہر ہے صبح سویرے کالج۔ تین' ساڑھے تین' چار بجے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

واپسی۔ نماز پڑھ کر کھانا کھایا۔ کبھی سو گئی۔ کبھی پڑھ لیا۔ مغرب کے بعد باقاعدہ پڑھنا۔ عشاء کے بعد سو جانا۔ کبھی کبھار باجی کے ساتھ پارک چلی جاتی ہوں۔

اصل میں مجھے نیند بہت آتی ہے۔ رسالہ بھی پڑھ لیتی ہوں یا کوئی اسلامی کتاب۔ میں گھر میں چھوٹی ہوں۔ (بس اسامہ مجھ سے چھوٹا ہے۔) اس لیے کوئی زیادہ کام نہیں کرنا پڑتا۔ مزے ہیں۔

(3) شعاع کی وہ کون سی تحریریں ہیں جو دل پر نقش ہو گئیں۔ وہ تحریر جسے پڑھ کر دل الجھا۔ کسی کردار میں اپنی جھلک نظر آئی؟

پسندیدہ تحریریں اور ان کو تحریر کرنے والی بہت ساری ہیں۔

گا)۔

(4) آپ کو اپنی شخصیت کا ادراک ہے؟ اپنی خوبیاں، خامیاں لکھیں۔ وہ تعریفی جملہ جسے سن کر خوشی ہوئی؟

جناب مکمل تو کوئی انسان بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ خوبیاں اور خامیاں ہر ایک کی ذات میں ہوتی ہیں۔ میرے اندر بھی ہیں۔ حساس بہت ہوں مگر ظاہر نہیں کرتی۔ ویسے میں بہت ضدی، منہ پھٹ اور بدتمیز ہو جاتی ہوں کبھی کبھار۔ اب قابو کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ تلخی بھی بہت ہے میرے اندر۔ میری سوچ بہت مثبت ہے جو اندر کی تلخی کو زائل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ خود اپنا احتساب کرتی رہتی ہوں۔ اچھی ہمراز ہوں۔ ویسے غصہ نہیں کرتی مگر جب کرتی ہوں تو بہت زیادہ کرتی ہوں۔ امی ابو کی ہر بات ماننے کی کوشش کرتی ہوں۔ اللہ کی رضا میں راضی رہنے کی کوشش کرتی ہوں۔ جھوٹ نہیں بولتی۔ مگر ان جانے میں اکثر منہ سے پھسل جاتا ہے۔ میرے خیال میں میں ہنس مکھ اور خوش مزاج ہوں۔ مگر باجی اسماء اور میری دوستوں کا کہنا ہے کہ میں بہت سڑی ہوئی ہوں۔ اتنی ہی کافی ہیں۔ میں نے کسی سے پوچھنے کی زحمت نہیں کی اور ہاں لوگوں کی باتیں بھول جانے کی کوشش کرتی ہوں۔

(5) بارش پسند ہے؟

مجھے بارش بہت پسند ہے۔ بچپن میں تو خوب نہاتے تھے۔ کشتیاں بناتے تھے۔ امی سے گلگلے بنوا کر کھاتے تھے جب بارش آتی تھی۔ اب کبھی کبھار ہی نہاتی ہوں بارش میں۔ لیکن ہاتھ ضرور باہر نکالتی ہوں۔

6 ۔ اپنا پسندیدہ شعر، پسندیدہ اقتباس، پسندیدہ کتاب لکھیے۔

پسندیدہ کتابیں "کلام پاک" سرفہرست۔ یہ کلام الٰہی ہے۔ اگر کوئی سمجھ کر پڑھ لے تو دین بھی سنور جائے دنیا بھی اور آخرت بھی۔ کوشش سب کو کرنی چاہیے۔ نتیجہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے۔

"داستان ایمان فروشوں کی" یوسف بن تاشفین" اور "اللہ کے سپاہی" میری بہت پسندیدہ کتابیں ہیں۔ "شہاب نامہ" پڑھنے کو بہت دل کرتا ہے۔ بچپن کا پڑھا اب کچھ کچھ ہی یاد ہے۔ "پیر کامل"، "جنت کے پتے" اور "عکس" ایسے ناول ہیں جنہیں میں شاید ہی کبھی بھولوں۔ انشاء جی کی جتنی بھی نثر کی کتابیں ہیں۔ سب بہت پسند ہیں۔ فیض کا "نسخہ ہائے وفا" علامہ اقبال کی "بانگ درا" بہت پسند ہیں۔ جاوید چوہدری کی "زیرو پوائنٹ"

پسندیدہ اقتباس

"کبھی کبھی تقدیر ہمیں مٹی کے پیالے میں امرت پیش کرتی ہے۔ مگر ہم مٹی کے پیالے کو حقارت سے دیکھتے ہوئے ٹھکرا دیتے ہیں۔ قصور کس کا ہے؟ تقدیر کا یا ہماری کم نگاہی کا؟ (امرت اور پیالہ : از راحت جبیں)

اب میرا مختصر سا تعارف۔ میرا نام عائشہ جمیل ہے۔ ایم بی بی ایس فرسٹ ایئر کی طالبہ ہوں۔ میری دو بہنیں (اسماء اور صباء) ہیں۔ پانچ بھائی (خبیب، صہیب، زوہیب، حسیب اور اسامہ) ہیں۔ امی ہاؤس وائف ہیں۔ ان کا نام حسینہ ہے۔ ابو کا نام محمد جمیل ہے۔ سب سے گزارش ہے کہ میرے لیے دعا کریں

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ایک اچھی مسلمان اور ایک اچھی ڈاکٹر بننے کے لیے۔

سعدی گل نکو

(1) چھوٹے تھے تب اپنی بڑی بہن اور کزنز کو گرمیوں کی لمبی دوپہروں اور سردیوں کی لمبی راتوں میں شعاع پڑھتے دیکھ کر ہم اپنی حسرتوں پر آنسو ہی بہاتے تھے اور چپکے سے جب بھی موقع ملتا شعر و شاعری انٹرویوز' باتوں سے خوشبو آئے اور دیگر سلسلے پڑھ لیتے تھے۔ وقت گزرا ہم بڑے ہو گئے اور شعاع پڑھنے کی عادت بھی ہمارے ساتھ ہی بڑی ہوتی گئی۔ جب بھی چچا کے گھر جاتے وہاں سے کزن کے سارے رسالے اٹھا کے لے آتے' نئے پرانے اور پھر مزے سے پڑھتے رہتے۔ اب کچھ عرصے سے اپنا رسالہ خرید کر پڑھنا شروع کیا ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم نے ادھر ادھر سے رسالے اٹھا کے لانے چھوڑ دیے ہیں۔

(2) سویرے معمول کے کام پھر اسکول کی تیاری' تین بجے واپسی۔ پسندیدہ رائٹرز میں تنزیلہ ریاض' فرحت اشتیاق' راحت جبین سرفہرست ہیں۔ ویسے مجھے کہانی اور مصنفین کے نام یاد نہیں رہتے اور نہ ہی میں بڑا نام دیکھ کر متاثر ہوتی ہوں۔ مجھے بس لکھنے کا انداز' بیان کرنے کی صلاحیت متاثر کرتی ہے' موضوع چاہے نیا ہو یا پرانا۔ تنزیلہ ریاض "یہی تیرا حوالہ ہے" اور "سورج کب رکا ہے" بمعہ کرداروں کے نام کے یاد ہیں حالانکہ کافی عرصہ پہلے پڑھی تھیں۔ افسانوں کی دنیا میں واقعی سب جھوٹ نہیں ہوتا لیکن بعض دفعہ حقیقت افسانے سے بھی زیادہ عجیب ہوتی ہے اور آپ کو ایسی الجھن میں ڈال دیتی ہے جس کا علاج بھی نہیں ہوتا اور مداوا بھی۔

(3) خوبیاں چند ایک ہی بتا پائیں گے۔ سگھڑ' سیانی اور دیوانی (ہاہاہا) خامیوں میں یہ کہ Introvert ہوں feelings کو expres نہیں کر پاتی۔ حساس حد سے زیادہ ہوں' کسی پہ اعتبار نہیں کر سکتی۔ تنہائی پسند ہوں۔ بچپن سے لے کر آج تک جس بھی مقام پر پہنچے تعریف ہی سمیٹی۔ لہٰذا کوئی ایک آدھ جملہ یاد رکھنا تو ممکن ہے۔ آج کل اسکول میں آفیسرز وغیرہ آئیں تو تعریف کرتے ہیں بہت اچھا لگتا ہے' تھینکس کہتے ہیں۔ (میں گاؤں کے ایک اسکول میں رضاکارانہ طور پر پڑھا رہی ہوں) انسانیت کی خدمت سے بڑھ کر کچھ نہیں سو زیادہ تو نہیں لیکن تھوڑا سا ہم بھی اپنا حصہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

(4)

لاکھ دوری ہو مگر عہد نبھاتے رہنا
جب بھی بارش ہو میرا سوگ مناتے رہنا

چمکتی دھوپ میں افق کے کسی کونے سے اچانک سے کالی گھٹائیں آئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے سارے فلک پر چھا جائیں۔ چھم چھم مینہ برسے اور اچانک جل تھل ہو جائے۔ بارش کی یہ ادا بہت بھاتی ہے۔ دنوں' ہفتوں تک سلسلہ چلتا رہے' اچھا نہیں لگتا۔

(5) آج کل کا پسندیدہ شعر.....!

ہمیں جانے کہاں لے جائے گی آوارگی اس کی
ہوا کی راہ بادل کا سفر درپیش ہے دل کو

ہر موڈ ہر حال کا پسندیدہ شعر.....

تمہارے ساتھ دیکھی تھی وگرنہ زندگی ہم کو
نہ تب محسوس ہوتی تھی نہ اب محسوس ہوتی ہے

اس تب اور اب کے درمیان کی زندگی ہی اصل زندگی ہوتی ہے چاہے کچھ لمحوں کی ہی کیوں نہ ہو۔

کتاب سے مجھے محبت ہے اس لیے کسی ایک کا نام لکھنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ آج کل فرید احمد پراچہ کا سفرنامہ "یہ فاصلے یہ رابطے" اور مائیکل ہارٹ کی The Hunderd پڑھ رہی ہوں۔ دونوں اپنی نوعیت کی منفرد اور دلچسپ ہیں اور معلوماتی بھی۔

پسندیدہ اقتباس آج کل یہی ہے "محبت وہ کمال ہے جو عرش کو فرش کرتا ہے اور فرش کو عرش تک لے جاتا ہے۔ زمین پر دو ہی چیزیں ہیں جن کے لیے جان دی جا سکتی ہے۔ محبت اور پھر محبت۔"

کتنا آساں تھا تیرے ہجر میں مرنا جاناں
پھر بھی اک عمر لگی جان سے جاتے جاتے

☆ ☆ ☆

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بسیدہ بشریٰ ایمان ہمدانی...... بھکر

(1) پہلے سوال کا جواب جتنا آسان ہے اتنا مشکل بھی کیونکہ مجھے اپنے اسکول کے دور میں جانا پڑا اور پرانی یادیں چاہے جیسی بھی ہوں ہوتی تکلیف دہ ہیں اور جب یادیں بہت میٹھی اور سہانی ہوں تو ان میں واپس جا کر جہاں دل آپے سے باہر ہوتا ہے وہاں اداس بھی ہو جاتا ہے۔ جب میں نے اسکول کے دنوں کو یاد کیا تو بہت کچھ یاد آیا اور ساتھ وہ درخت بھی یاد آیا اپنی دوستوں کے ساتھ جس کے سائے میں بیٹھ کر کتاب میں چھپا کر رسالہ پڑھتی تھی کیونکہ گھر میں رسالے پر پابندی تھی۔ میں 8th کلاس میں تھی جب باقاعدہ رسالے پڑھنا شروع کیے اپنے خرید کر تو جب کالج آئی تب پڑھنے شروع کیے۔ پہلے تو ادھر ادھر سے مانگ کر پڑھ لیتی تھی کیونکہ پابندی جو تھی کہانی کا نام یاد تو نہیں مگر اس کو پڑھ کے میں روئی بہت اور پوری رات سوئی بھی نہیں پھر تو رسالوں کا ایسا نشہ چڑھا کہ دن بہ دن بڑھتا ہی جا رہا ہے اب تو میں ہر ماہ 4 رسالے منگواتی ہوں۔ ویسے میں کب سے سوچ رہی تھی کہ کچھ نہ کچھ لکھ کر بھیجوں مگر ڈر لگتا تھا آپ کی ردی کی ٹوکری سے کیونکہ وہ کمبخت پہلے بھی میری بہت سی چیزیں ہڑپ کر چکی ہے اور ڈکار تک نہیں لی مگر میں بھی بہت ڈھیٹ ثابت ہوئی ہوں۔ آخر کار آپ کی ٹوکری کو ہی ہار ماننا پڑے گی: (ہاہاہا)

(2) دوسرا سوال یعنی صبح کا آغاز تو ماہدولت کی صبح کا آغاز مرغ کی اذان سے ہی ہو جاتا ہے یا موبائل پر لگے الارم سے کیونکہ ایک ڈر صبح کی نماز کے قضاء ہونے کا ہوتا ہے اور دوسرا اسکول سے لیٹ ہونے کا کیونکہ ماہدولت گورنمنٹ ٹیچر ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد پھر سو جاتی ہوں پھر 6 بجے ہی اٹھتی ہوں ناشتہ امی بناتی ہیں۔ میں ناشتا کرنے کے بعد تیار ہوتی ہوں پھر اسکول چلی جاتی ہوں واپس آکر کھانا کھا کر سو جاتی ہوں آپ لوگ بھی کہہ رہے ہوں گے کہ میں کام کاج نہیں کرتی۔ صرف ریسٹ کرتی ہوں۔ جی ہاں اتنا غلط بھی نہیں، میں زیادہ تر ریسٹ ہی کرتی ہوں۔ بہن میں اکلوتی ہوں تین بھائی ہیں۔ دو بھائی میرڈ ہیں ابو کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔ ابو کی کمی ہر موقع پر محسوس ہوتی ہے کیونکہ ابو ہمارے دوست بھی تھے اور ایک اچھے باپ اچھے شوہر اور اچھے بیٹے اور بھائی تھے۔ میں نے اپنے ابو جیسے بہت کم لوگ دیکھے ہیں جو ہر رشتہ پوری محبت اور ایمانداری سے نبھاتے ہیں۔ اپنے ابو کے بعد میں نے اپنی ماں جیسی پھپھو کو کھویا۔ کھونے کا دکھ کیا ہوتا ہے مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا' اتنے پیارے اور گہرے رشتے کھوئے ہیں کہ دل اب مزید کوئی دکھ سہنے کے قابل نہیں رہا اللہ مزید کوئی بھی دکھ دیکھنے سے میری پوری فیملی کو محفوظ رکھے اور کسی بھی رشتے کے کھونے کا اب دکھ نہ دکھائے۔ (آمین)

(3) اف! تیسرے سوال نے تو ہوش اڑا دیے۔ کیا پوچھ لیا۔ جی خوبیاں (آہم) یہ تو اپنے منہ میاں مٹھو والی بات نہیں ہو جائے گی۔ بھلا خیر آپ اتنا اصرار کر رہے ہیں (خوش فہمی) تو بتا ہی دیتی ہوں۔ خوبی ہو گی سب کی نظر میں مگر میری نظر میں خامی ہے کہ میرے ساتھ جو جتنا برا کرے 'دل میں نہیں رکھتی۔ حساس بہت ہوں' ہر بات دل پہ لے لیتی ہوں۔ آنسو تو پلکوں کی باڑ پھلانگ کے ہر وقت باہر آنے کو بے تاب رہتے ہیں۔ برائی کو دیکھ کر چپ نہیں رہ سکتی۔ کسی کا حق نہیں مار سکتی اور خامیاں جی جی خوش ہو جائیں ہم لوگ دوسروں کی خامیاں سن کے کتنے خوش ہوتے ہیں' تو بڑی خامی یہ کہ حساس بہت ہوں' ناانصافی دیکھ کر وہاں بھی ٹانگ اڑا دیتی ہوں جہاں نہیں اڑانا چاہیے۔

ضدی ہوں اپنی بات منواتی ہوں۔

(4) یار یہ بہت مشکل سوال ہے کیونکہ ایسی بہت سی کہانیاں ہیں جن کے کرداروں کو پڑھ کر لگتا ہے ارے یہ تو میرے جیسی ہے۔ جو بھی کوئی بولڈ کردار۔ پلیز بولڈ غلط معنوں میں نہ لیجیے گا بولڈ مطلب صاف گو۔ ہنستا مسکراتا' انصاف پر مرمٹنے والا اور ہر چھوٹی دل دکھانے والی بات پر آنسو بہانے والا اور کبھی کبھی اپنے نصیب پر شکوہ کرنے والا کہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس کائنات میں اور بھی تو اتنے لوگ ہیں ' ہر وقت میرے ساتھ ہی برا کیوں ہوتا ہے۔ جن لوگوں پر میں جان چھڑکتی ہوں مجھے بھی دھوکا کیوں دیتے ہیں۔ بس جس کردار کے ساتھ یہ سب کچھ ہو وہ "میں" ہوں یعنی یوں لگتا ہے رائٹر نے مجھے سوچ کر لکھا ہے نا خوش فہمی)

بہت سی تحریریں ایسی ہیں جن کو پڑھ کر میں فریز ہو گئی۔ عمیرہ احمد کی تو ہر تحریر خاص طور پر "پیر کامل"، "ایمان امید محبت" اور "من و سلویٰ" تینوں ناول میرے پاس ہیں اور جب جب ان کو پڑھتی ہوں پھر سو نہیں پاتی خاص کر "من و سلویٰ" کے ڈائیلاگ تو دل پر اثر کرتے ہیں۔ نمرہ احمد کی "جنت کے پتے" اف نمرہ جی کیا دماغ پایا ہے آپ نے۔

عفت سحر طاہر ' فرحت اشتیاق کی کہانیاں پڑھ کر مجھے اپنے اندر ایک توانائی محسوس ہوتی ہے۔ باقی بھی کافی فیورٹ ہیں مگر ان کا مقابلہ نہیں۔ ان کی کوئی تحریر نہیں چھوڑی۔

(5) بارش تو پسند ہے مگر بارش کے بعد جو کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے وہ نہیں' کتنے پتنگے اور پتا نہیں کیا کچھ آجاتا ہے اور برسات میں جو حبس ہو جاتا ہے اوپر سے لائٹ کا نہ ہونا' اف! ہاں بارش جب بھی ہو میں پکوڑے بہت انجوائے کرتی ہوں بارش کروں نہ کروں انجوائے۔ کوئی خاص واقعہ تو یاد نہیں ہاں لاسٹ (Year) بارش میں بھائی کی شادی کی شاپنگ کرنا یاد ہے جو میرے اور میری فرینڈ توشین کے لیے عذاب بن گئی تھی بازار کی کیچڑ اور ہم دونوں کا حشر ہو گیا تھا۔ گلیوں میں بھی پانی ہی پانی تھا۔ وہ ننھے تالاب ہم نے جیسے پار کیے (آخ)۔

سرورق کی شخصیت

ماڈل ...... حمیرا مغل
میک اپ ...... روز بیوٹی پارلر
فوٹو گرافی ...... موسیٰ رضا

(6) پسندیدہ اقتباس تو دل چاہتا ہے اپنی سب فیورٹ رائٹر کے لکھ دوں مگر پھر رسالے میں اور کچھ نہیں میرے فیورٹ اقتباس ہی ہوں گے۔

"من و سلویٰ" کا یہ اقتباس بہت فیورٹ ہے "دکھ انسان کو یا تو ریت کی طرح ڈھا دیتے ہیں یا پھر چٹان کی طرح کھردرا بنا دیتے ہیں۔ زینی پہلے ڈھے گئی تھی اور اب چٹان کی طرح کھردری بن گئی ہے۔" اور "یارم" کا اقتباس۔

"بانو قدسیہ کہتی ہیں "محبت مرگ سے پہلے جنم کا نام ہے" اور مجھے ایسا لگتا ہے "محبت جنم سے پہلے مرگ کا نام بھی ہے۔"

پسندیدہ شعر تو بہت ہی ہیں مگر سب لکھ نہیں سکتی تو ایک پر گزارا کر رہی ہوں۔

ستارے مشعلیں لے کر مجھ کو ڈھونڈنے نکلیں
میں رستہ بھول جاؤں جنگلوں میں شام ہو جائے
اپنے تعارف کے لیے یہ بات کافی ہے
ہم اس سے ہٹ کر چلتے ہیں جو رستہ عام ہو جائے

جاتے جاتے ایک چھوٹی سی بات آپ سب سے کہتی جاؤں۔

"ایک ایسا شخص جس سے ملنے کے بعد تم ضبط کی آخری حدوں کو چھونے لگو' تمہارے اندر زہر اور کڑواہٹ دوڑ رہی ہو جو کبھی تمہاری پسند اور سوچ کے مطابق یعنی سوچ کے معیار پر پورا نہ اترے وہ شخص کبھی بھی دوست کہلانے کے قابل نہیں اس سے تنہائی ہزار درجے بہتر ہے۔"

"اور جب دل بھر آئے تو خوب رو لینا چاہیے کہ آسمان پر چھائے بادل بھی کبھار خوب گرج چمک کر برستے ہیں اور نتیجہ ایک چمکتا دمکتا سورج ہوتا ہے۔"

اور کسی نے کیا خوب کہا کہ "زندگی ہمیں ہمارے منصوبوں کے مطابق جینے کا حق نہیں دیتی۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

رخسانہ نگار عدنان

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً بیٹا بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن فوزیہ کی ساس زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہوتے ہیں کہ ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو جاتے ہیں۔

عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کر پاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

ستائیسویں اور آخری قسط

Downloaded From
Paksociety.com

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

وہ ایک برا دن تھا۔
مثال کے لیے شاید بہت برا۔ سیفی اس کی زندگی تباہ کرنے کا پورا منصوبہ بنائے ہوئے تھا۔ اس کا پہلا فون میسج مثال کو خوف زدہ کر گیا۔
"میں جانتا ہوں تم مجھے مس کرتی ہو۔ ہو سکتا ہے یہ میرا وہم ہو لیکن یہ بھی سچ ہے کہ میں ابھی بھی تمہارے حسن کے سحر میں گرفتار ہوں اور اتنی دور سے صرف تمہیں دیکھنے نہیں آیا بلکہ تمہیں اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آیا ہوں اور میرا دل کہتا ہے تم چند ہی دنوں میں واثق کو چھوڑ کر میرے ساتھ جا رہی ہو گی۔۔۔ میرے ساتھ۔۔۔"
وہ دہل کر رہ گئی تھی اس کا یہ میسج پڑھ کر۔۔۔
اور یہ آخری اور کاری ضرب ہوئی "میری تباہ شدہ زندگی کو فنا کرنے کے لیے۔۔۔" اس نے ایک دم سے ہتھیار ڈال دیے۔ وہ پہلے والی ڈری سہمی مثال بن گئی تھی۔
واثق کب اس کے پاس آ کر کھڑا ہوا اسے کچھ پتا نہیں چلا تھا۔
"یہ میری شرٹ پریس ہونے والی ہے۔" اس کی قریب سے آتی آواز نے اسے بے اختیار چونکایا تھا۔
سیل فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کارپٹ پر گر گیا تھا۔
اس نے تیزی سے جھپٹ کر فون اٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے شرٹ لے کر جانے لگی۔
"کس کا فون تھا؟" واثق نے پوچھا۔
"وہ کسی کا نہیں۔" وہ مڑے بغیر جواب دے کر باہر چلی گئی۔
دونوں کے درمیان پچھلے کچھ دنوں سے عجیب سی سرد مہری آ گئی تھی۔ دونوں ہی ایک دوسرے سے بات کرنے سے گریزاں تھے۔
اسے لگتا تھا کہ واثق اس سے بے زار ہو گیا ہے' دل اکتا گیا ہے اس کا مثال سے۔۔۔ یہ سوچ اسے رلا دیتی۔ وہ آنسو ضبط کیے بے دھیان سی یوں ہی پھرتی رہتی اور واثق کو لگتا وہ مثال کو سمجھ ہی نہیں سکا۔ وہ اسے خوش بھی نہیں کر سکا۔ وہ ساری خوشیاں جو اس نے مثال کو دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ان میں سے کچھ بھی نہیں دے سکا۔
پری کچھ دنوں سے خاموش تھی۔ پردہ اسکرین سے غائب۔ واثق کو لگنے لگا تھا شاید وہ سدھر گئی ہے۔ اگرچہ اس کا امکان کم ہی تھا۔ وہ تیار ہوتے ہوئے یہی کچھ سوچے جا رہا تھا۔
مثال کمرے کی چیزیں ٹھکانے پر رکھتے ہوئے باہر جانے لگی تو واثق نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔
وہ کچھ پریشان سی اسے دیکھنے لگی۔
"بیٹھو یہاں میرے پاس۔۔۔ بات کرو مجھ سے۔۔۔ تمہارے دل میں کیا ہے' کیوں تمہارا رویہ میرے ساتھ اتنا تکلیف دہ ہو رہا ہے۔" وہ جیسے برداشت کی سب حدوں سے گزر رہا تھا۔
"میرا رویہ تکلیف دہ ہے؟" وہ پھٹی ہوئی آواز میں بولی۔
"میں کئی بار تو تمہیں بلانے کی کوشش کر چکا ہوں۔" وہ نرمی سے بولا۔
"کیا میں نے کوشش نہیں کی؟" وہ رندھے گلے کے ساتھ بولی۔
وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔
"ہم دونوں ہی ایک دوسرے کے ساتھ غلط کر رہے ہیں' یہ خوامخواہ کی غلط فہمیاں۔۔۔" وہ رک گیا۔
"مثال! میں نے صرف تم سے محبت کی ہے۔ صرف تمہیں چاہا ہے۔ تمہیں ہی سوچا ہے۔ کم از کم تمہیں مجھ پر' میری محبت پر یوں شک نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس لڑکی کی وجہ سے۔" وہ رک رک کر وہ بات کر رہا تھا۔ جو بات کبھی نہ کرنے کا اس نے اعلان کیا تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"تم تو اسے مجھ سے بہتر جانتی ہو، وہ کبھی نہیں چاہے گی کہ تم ایک خوش حال اچھی زندگی گزارو..."
"لیکن وہ سب کچھ جو اس نے کہا... واثق...." مثال کہے بغیر رہ نہ سکی۔ واثق اسے دیکھتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔ پھر فیصلہ کن انداز میں سر جھٹک کر رہ گیا۔
"وہ وردہ کی دوست تھی اور ایک دوبار ہمارے گھر آچکی تھی اور بہت گھٹیا انداز میں وہ مجھے ٹریپ بھی کرنا چاہتی تھی مگر مجھے تو وہ کبھی بھی اچھی نہیں لگی... کچھ لوگ جن سے آپ پہلی بار ملیں یا ہر روز، اگر ایک بار آپ کا دل ان کے لیے ناپسندیدگی کا اظہار کر چکا ہے تو پھر وہ کبھی اچھے نہیں لگتے۔ لگ ہی نہیں سکتے۔ مجھے بری کبھی بھی اچھی نہیں لگی، جبکہ میں اس سے ملنے سے ہی پہلے تمہاری محبت میں گرفتار ہو چکا تھا۔ اسے کیسے پسند کر سکتا تھا۔" وہ رک رک کر بتا رہا تھا۔
"اور آپ نے پہلے مجھے یہ سب کچھ نہیں بتایا۔" مثال تلخی سے جتا کر بولی۔
"میرے نزدیک یہ اتنا اہم نہیں تھا کہ میں ---- تمہیں بتاتا...." وہ اسی لہجے میں بولا تو مثال اسے دیکھ کر رہ گئی۔
"کیا اب بھی تمہیں میرا یقین نہیں؟" وہ کچھ خائف ہو کر پوچھ رہا تھا۔
"ایک آپ پر ہی تو مجھے یقین ہے اس پوری دنیا میں واثق! آپ ناراض تھے۔ مجھے لگ رہا تھا۔ ساری دنیا مجھ سے روٹھ گئی ہے۔ کوئی ایک بھی ایسا نہیں تھا جس سے میں اپنا درد کہہ سکتی۔ اتنے دن مجھے اس واثق کی کمی شدت سے محسوس ہوئی، جس کے مجھ سے دوستی کے دعوے تھے اور اس سے میں اپنی ہر مشکل کہہ دیتی تھی۔" وہ آنکھوں میں آنسو لیے شکایتی لہجے میں کہہ رہی تھی۔
"وہ تو اب بھی تمہارا دوست ہے۔ دیکھو.... میں پکڑ لایا ہوں اسے تمہارے پاس...." وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا اور وہ اس کے سینے سے لگی روتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"وردہ!" وہ بک شاپ سے نکل رہی تھی، جب پیچھے سے کسی نے اسے پکارا۔ اس کے پیچھے شہزاد کھڑا تھا۔
وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔
"کیسی ہیں آپ؟" وہ پاس آکر قدرے اپنائیت سے بولا۔
"فائن!" وہ نارمل انداز میں کہہ کر جانا چاہتی تھی۔
"کیا ہم کچھ دیر کے لیے بات کر سکتے ہیں۔" وہ پوچھ رہا تھا۔
"کون سی بات....؟" وہ چونکی۔
"اگر آپ کچھ ٹائم دیں تو....؟" وہ کچھ جھجکا۔
"مجھے گھر جانا ہے۔ میں لیٹ ہو جاؤں گی۔" وہ گھڑی دیکھ کر متذبذب لہجے میں بولی۔
"میں آپ کو ڈراپ کر دوں گا۔" وہ جلدی سے بولا۔
"نہیں! اس کی ضرورت نہیں.... میں خود چلی جاؤں گی...." اس نے فوراً انکار کیا۔ وہ شہزاد کی نظروں سے الجھ رہی تھی۔
"پلیز.... میں آپ کا زیادہ ٹائم نہیں لوں گا۔" وہ ملتجی لہجے میں بولا۔
وہ جیسے کچھ سوچنے لگی۔
"آپ کو مجھ پر بھروسا نہیں ہے کیا؟" وہ کچھ شکایتی لہجے میں بولا۔
"ایسی بات نہیں ہے...." اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا جواب دے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"چلیں.... میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔ ہم راستے میں بات کرلیں گے۔ اس میں آپ کو دیر بھی نہیں ہوگی۔" اس نے نوردہ کا تذبذب بھرا انداز دیکھ کر آفر کی۔

"ٹھیک ہے۔ چلیں...." وہ انکار نہیں کر سکی' وہ دونوں پارکنگ میں کھڑی شہزاد کی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

✡ ✡ ✡

"کیا مطلب.... میں سمجھی نہیں...." پری نے الجھن بھری نظروں سے سامنے بیٹھے سیفی کو دیکھا۔

سیفی' پری کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے ہنس پڑا۔

وہ بلیک سلیولیس آؤٹ فٹ میں بھرپور دعوت نظارہ دے رہی تھی۔ حالانکہ عفت نے اسے گھر سے اس ڈریس میں نکلتے ہوئے ٹوکا بھی تھا۔ عفت کے سامنے اس نے ہلکا سا دوپٹا لے لیا تھا۔ جواب اس کے ہینڈ بیگ میں پڑا تھا۔

"ہنسے کیوں....؟" وہ کچھ سمٹ کر خفگی سے بولی۔

"ہاں تو یار محبت کرتا ہوں تو اس کے پیچھے لندن سے دوڑا یہاں تک آیا ہوں۔"

"پھر تم اب کیا کرنے والے ہو؟" وہ کچھ بے چینی سے پوچھ رہی تھی۔

"تمہیں جلدی کیوں ہے؟" وہ جیسے اسے سامنے دیکھ کر انجوائے کر رہا تھا۔

"جلدی نہیں.... میں جاننا چاہتی ہوں' تمہارے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔" وہ بات بدل کر بولی۔

"اگر میں کہوں اس وقت تو میرے دل و دماغ میں صرف تم چل رہی ہو تو....؟" وہ معنی خیزی سے بولا۔

"تو ٹھیک ہے.... میں چلتی ہوں.... اگر تم نے صرف مذاق کرنے کے لیے مجھے یہاں بلایا ہے تو...." وہ سنجیدگی سے کہہ کر اٹھنے لگی۔

"اونہوں' بیٹھو.... سوری نا۔ یوں ہی اچھا لگ رہا ہے' تم سے یوں فرینڈلی ہو کر بات کرنا۔ تمہاری پرسنالٹی میں بہت چارم ہے۔" وہ الٹا اسے سراہنے لگا تو پری بیٹھ گئی۔

"کیا تم واثق کو پسند کرتی ہو؟" سیفی نے پری کے قریب ہی دھماکا کیا۔ "اسی لیے چاہتی ہو نا کہ ان دونوں میں سپریشن ہو جائے۔" وہ تاک تاک کر نشانے لگا رہا تھا۔

"ہرگز نہیں.... میں کیوں ایسا چاہوں گی۔" وہ چہرے کا رخ دوسری طرف کر کے بولی۔

"دیکھو.... کسی بھی ڈیل کا پہلا اصول فیئرنیس ہوتی ہے' جب تک مجھے نہیں معلوم ہوگا کہ تم مجھ سے کیا چاہتی ہو اور تمہیں پتا نہیں ہوگا کہ میں کیوں انٹرسٹڈ ہوں اس سارے معاملے میں' تو کچھ بھی حاصل نہیں کر سکیں گے ہم...." وہ اسے بچوں کی طرح سمجھا رہا تھا۔

"ٹھیک ہے' میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ مجھے واثق پسند ہے' اسی لیے چاہتی ہوں کہ...."

"ان دونوں میں علیحدگی ہو اور واثق تمہیں مل جائے' مثال مجھے.... ہے نا؟" وہ اس کی بات درمیان سے اچک کر بولا۔ وہ کندھے اچکا کر رہ گئی۔

"اوکے نائس.... میں مثال سے ملنے کے لیے جا رہا ہوں' ابھی کچھ دیر میں.... تم کسی طرح واثق کو یہ بتا دو' اگر وہ وہاں اچانک سے آجائے تو میرے خیال میں ہمارا کام بن جائے گا۔ آج ہی...." وہ جوش بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"ابھی شام ہو رہی ہے۔ موسم بھی کچھ بارش والا ہو رہا ہے۔ واثق تو میرے خیال میں آفس سے اٹھنے والا ہوگا۔" وہ سوچ کر بولی۔

"اونہوں.... سنو...." وہ اسے کچھ بتانے لگا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

☼ ☼ ☼

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" وردہ کچھ پریشان ہوگئی۔
"کیا میں نے کچھ غلط کہہ دیا؟" وہ الٹا پوچھ رہا تھا۔
"اتنا ٹھیک بھی نہیں ہے۔" وہ بڑبڑائی۔
"کسی کو پسند کرنا جرم نہیں ہے۔ وردہ میں آپ کو پسند کرتا ہوں اور آپ کا پروپوزل لے کر آپ کی ماما اور واثق کے پاس آنا چاہتا ہوں لیکن میں جانتا ہوں' وہ دونوں صاف انکار کردیں گے۔ مجھے اس جرم کی سزا ضرور ملے گی جو میں نے کیا ہی نہیں۔" وہ کچھ تلخی سے بولا۔
"آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟" وہ کچھ الجھ کر بولی۔
"اگر میں اپنا پروپوزل لے کر آؤں' آپ سے پوچھا جائے تو۔۔۔" وہ بولتے ہوئے رک گیا۔
"آپ انکار تو نہیں کریں گی وردہ؟"
"میں صرف وہ کروں گی جو میری ماما اور بھائی چاہیں گے۔" وہ دو ٹوک لہجے میں بولی۔
وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔
"واثق بزنس سے پارٹنر شپ الگ کرنا چاہتا ہے۔ یقین کرو وردہ! میں نے واثق کو اپنا بھائی ہی سمجھ لیا تھا' بہت اپنائیت محسوس کرنے لگا تھا میں آپ کی فیملی کے لیے۔۔۔ پاپا سے بات کرکے آپ کے لیے پروپوزل بھیجنے والا تھا لیکن پھر سب کچھ الٹ پلٹ ہوگیا۔" وردہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

وانی پوری رات گھر نہیں آیا تھا اور اس بات کا علم عفت کو بہت دیر میں ہوا تھا۔ اس کا سیل بھی آف جارہا تھا۔ وہ بار بار وانی کا نمبر ملاتی اور اس کی پریشانی ایک ہی ٹیپ کو چلتے سن کر بڑھتی جارہی تھی۔
"او مائی گاڈ! مجھے یہ خیال تو آیا نہیں۔" مسلسل کمرے میں ٹہلتے ہوئے وہ ایک خیال سے ٹھٹکی تھی۔ تیزی سے لاکر کی چابی نکال کر اس نے الماری کا لاکر کھولا۔
"عدیل نے جو رقم کا لفافہ دیا تھا۔ وہ کہاں ہے؟" وہ لاکر میں تلاش کررہی تھی۔ ایسا کوئی بھی لفافہ صرف لاکر ہی نہیں اس کے پرس میں موجود تھوڑی بہت رقم میں سے کچھ بھی موجود نہیں تھا۔ وہ سخت ہراساں سی بیٹھی رہ گئی۔
"تو کیا یہ ساری رقم وانی لے گیا۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ وانیال ایسا تو کبھی نہیں کرسکتا۔ اتنی بڑی رقم وہ نہیں لے جاسکتا۔" اس کا دل کسی بھی طور اس حقیقت کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔
"میری جیولری' پری کا زیور۔۔۔" بجلی کے کوندے کی طرح خیال اس کے دماغ میں لپکا تھا۔ اس نے جلدی سے جیولری باکس کھولے۔ اس کی چھٹی حس نے ٹھیک الارم کیا تھا۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ خالی لاکر اس کا منہ چڑا رہا تھا۔
"میرے اللہ! یہ کیا ہوگیا میرے ساتھ۔ میں نے تو کبھی کسی کے ساتھ برا نہیں کیا' برا نہیں چاہا' پھر میرا بیٹا ایسا کیوں نکلا۔ وہ کس شاطر کے جال میں پھنس گیا۔ میں اب عدیل کو کیا بتاؤں گی۔" وہ دونوں ہاتھوں میں سر پکڑے ساکت بیٹھی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مشال آج بہت دل سے تیار ہوئی تھی۔
شادی کے تین مہینے بعد آج پہلی بار جیسے وہ خود کو بہت مضبوط محسوس کر رہی تھی۔ واثق نے جس طرح اپنے دل کی ہر بات اس سے کھول کر کی تھی۔ اس کی محبت اور شدت نے مشال کو کچھ شرمندہ کر دیا تھا۔
پری کی فطرت کا اندازہ ہوتے ہوئے بھی واثق اور پری کے درمیان تعلق کو ایسا رنگ دینا بہت ہی گھٹیا بات تھی۔ جسے واثق سے کرتے ہوئے اسے پری کے نہیں اپنے شوہر کے بارے میں سوچنا چاہیے تھا۔
"اور یہ پری تو چاہتی یہی ہے کہ کسی بھی طرح میری زندگی میں صرف مشکلات اور الجھنیں آئیں۔۔۔ ماما ٹھیک کہتی ہیں کہ مجھے صرف واثق کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کرنا چاہیے' صرف اسی پر بھروسا کرنا چاہیے۔"
وہ خود کو سجانے سنوارنے کے بعد آئینے میں دیکھ رہی تھی۔
اس کی آنکھوں میں خوشی۔۔۔ سچی خوشی کی چمک تھی۔ وہ خود کو دیکھتی جا رہی تھی۔ مجھے چاہیے تھا۔ میں واثق سے کہتی وہ آج جلدی گھر آجاتے ہم کہیں آؤٹنگ پر جاتے' خیال آیا تو فون اٹھا کر واثق کا نمبر ملانے لگی۔
"مشال بیٹا! تمہارے پاپا آئے ہیں' تم سے ملنے کے لیے۔۔۔" اسی وقت عاصمہ اندر آکر بولی تو اسے خوش گوار سی حیرت ہوئی۔
"پاپا آئے ہیں۔۔۔" وہ بے یقینی سے جیسے پوچھ رہی تھی۔
"ہاں آجاؤ جلدی۔۔۔ اور سنو مجھے اپنی ایک دوست کی عیادت کے لیے اسپتال جانا ہے۔ اس کا آپریشن ہوا ہے۔ واثق تو لیٹ ہے۔ میری ابھی اس سے بات ہوئی ہے۔ ورنہ وہ آتی ہے تو میں اس کے ساتھ چلی جاؤں گی۔ تم بعد میں سب دیکھ لوگی نا۔" وہ بہت محبت سے کہہ رہی تھی۔
"میں دیکھ لوں گی آنٹی! آپ پریشان نہ ہوں' واثق آجائے تو آپ ان کے ساتھ چلی جائیں۔"
"بیٹا! وہ دن سے ٹال رہی ہوں۔ اب فون بھی کر دیا ہے کہ میں آرہی ہوں' پھر موسم بھی خراب ہو رہا ہے۔ اگر کچھ دیر اور انتظار کرتی رہی تو ایسا نہ ہو کہ بارش شروع ہو جائے۔ میں جلدی واپس آجاؤں گی۔"
دونوں باتیں کرتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

☆ ☆ ☆

عدیل کی آمد مشال کو جیسے کوئی خزانہ دے گئی۔ بہت سے پھل' مٹھائیاں' تحفے اور پتا نہیں کیا کیا۔۔۔
"بھائی صاحب! آپ یہ سب اتنا کچھ کیا اٹھا کر لے آئے۔ کیا ضرورت تھی اس سارے تکلف کی' آپ کا اپنا گھر ہے۔" عاصمہ نے سب کچھ دیکھ کر کچھ خفگی سے کہا۔
"اپنا گھر ہے تو اسی لیے لے کر آیا ہوں نا' آدمی اپنے گھر میں ہی اتنا کچھ خوشی سے لاتا ہے نا۔" عدیل بہت اپنائیت بھرے انداز میں سجی سنوری مشال کو دیکھ کر دل میں شکر کرتے ہوئے بولا۔
"آپ نے تو لاجواب کر دیا عدیل بھائی! اگرچہ اس سب کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ نے ہمیں اتنی پیاری بیٹی جو دے دی ہے۔ ہمیں اس سے بڑھ کر اور کچھ چاہیے بھی نہیں۔"
عاصمہ مشال کو اپنے ساتھ لگا کر پیار سے بولی۔ عدیل کا دل گہرے جذبات سے بوجھل سا ہو گیا۔
دل چاہ رہا تھا ابھی سجدے میں گر کر اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے کہ بالآخر اس کی مشال کی سختی کے دن کٹ ہی گئے۔ خوشیاں اسے مل ہی گئیں۔
عاصمہ دو چار باتیں کرنے کے بعد معذرت کر کے چلی گئی تھی۔
"فوزیہ پھپھو!" مشال ششدر سی باپ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

"ہاں۔۔۔ ابھی کچھ دیر میں نکلوں گا۔ ایئرپورٹ کے لیے سات بجے فلائٹ ہے اس کی۔ سوچا جانے سے پہلے تم سے مل جاؤں' اتنے دنوں سے میں نے اپنی بیٹی کو دیکھا نہیں۔" عدیل محبت سے اس کے چہرے پر نظریں جمائے کہہ رہا تھا۔

"میں بھی آپ کو بہت مس کر رہی تھی پاپا۔ اینڈ تھینکس یہ سب کچھ جو آپ لے کر آئے ہیں۔" وہ باپ سے لپٹ گئی۔

"او نہوں۔۔۔ نو تھینکس۔۔۔" وہ اس کا سر تھپک کر محبت سے بولا تھا۔

✲ ✲ ✲

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم وردہ!" پری کچھ بے یقینی سے بولی۔

"ہاں نا یار! بالکل سچ!" وردہ دبے دبے جوش سے بولی۔

"اتنا ہینڈسم ہے' اتنا گڈ لکنگ اور بے حد سمجھ دار' اتنی بڑی پراپرٹی کا اکلوتا وارث۔۔۔ یار! آئی ایم کنفیوزڈ۔۔۔" اس کے لہجے سے صاف لگا وہ پری کو جلانا چاہ رہی ہے۔

"رئیلی۔۔۔ ویسے بائی دا وے اسے کیا تم اتنی حسین لگیں؟" پری بھی چوکنے والی نہیں تھی۔ طنز سے بولی۔

"تو کیا نہیں ہوں میں۔۔۔؟" وہ بھی کچھ اترا کر بولی۔ "اچھا یار! بتاؤں نا۔ اس نے مجھ سے جواب مانگا ہے' اگر وہ میرے گھر پرپوزل بھیجتا ہے تو میرا جواب کیا ہو گا؟" وہ اصرار بھرے لہجے میں بولی۔

"تم کیا چاہتی ہو؟" پری کچھ اکتا کر بولی۔ اسے واثق سے ملنے جانا تھا اور وردہ فضول بکواس میں اس کا ٹائم خراب کر رہی تھی۔

"یار! تم بتاؤ نا میں کیا کروں۔۔۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟" وہ بھی ننھی بچی کی طرح کچھ پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔

"میں ہوتی نا تمہاری جگہ تو اس پرپوزل کے چکر میں ہی نہیں پڑتی۔" پری نے اپنے میک اپ کو آخری ہلکا سا ٹچ دیا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" وردہ ناسمجھی سے بولی۔

"اس سے کہتی ابھی چلو میرے ساتھ کورٹ میرج کر لو' سب معاملہ سیٹل ہو جاتا ایک دم سے۔۔۔" وہ اچانک سے بولی تو وردہ دھک سے رہ گئی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

اسے پری سے اس جواب کی امید نہیں تھی۔

"وہی جو میرا جواب ہونا چاہیے تھا۔ سچ کہوں یار! ایسا گولڈن چانس کبھی مس نہیں کرتی' تم بھی بہادر بنو۔" وہ اسے اکسا رہی تھی۔ باہر سے عفت کی چیخ سی سنائی دی۔

"او ماما۔۔۔ مجھے بلا رہی ہیں۔۔۔ میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔"

"یار! اس کی ماں آئے گی ابھی۔۔۔" وردہ پریشان سی بولتی رہ گئی۔ دوسری طرف سے فون بند ہو چکا تھا۔ وردہ کچھ سوچنے لگی۔

✲ ✲ ✲

"میں نہیں جانتا پاپا نے آپ لوگوں کے ساتھ کتنا برا کیا ہے لیکن میں اتنا جانتا ہوں واثق! انہیں میں نے پوری زندگی میں کبھی خوش نہیں دیکھا۔ آخری وقت تک وہ عاصمہ آنٹی سے معافی مانگنا چاہتے تھے۔"

شہزاد آہستہ آہستہ مدھم لہجے میں کہہ رہا تھا۔ کافی دنوں بعد دونوں یوں آمنے سامنے بیٹھ کر بات کر رہے تھے۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"اب ان باتوں سے کچھ فرق نہیں پڑتا شہزاد! وہ کڑا وقت جو ہم نے جھیلا' میری ماں چار بچوں کے ساتھ بے آسرا' بے سہارا اور جس کی ساری متاع کوئی لوٹ کرلے جائے' میں اور تم کبھی بھی اس کی بے کسی کا اندازہ نہیں کرسکتے۔" واثق تلخی سے بولا۔ "معاف کرونا آسان لگتا ہے مجھے اور تمہیں۔۔۔ لیکن ایسا ہے نہیں۔" وہ جتانے والے انداز میں بولا۔

"میں جانتا ہوں۔۔۔" شہزاد آہستگی سے بولا۔

"میں صرف یہ چاہتا ہوں جب تک ہم دونوں میں پارٹنر شپ ہے تم اپنے لیگل ایڈوائزر سے مشورہ کرچکے ہو اور بزنس کی کنڈیشن بھی تمہارے سامنے ہے۔ ایک دم سے تم اپنا شیئر نہیں نکال سکتے۔" وہ بولتے ہوئے رکا۔

واثق کے چہرے پر کچھ سختی تھی۔

"لیکن میں تمہیں پارٹنر شپ کے لیے فورس بھی نہیں کروں گا۔ چھ سات ماہ میں جیسے ہی حالات بہتر ہوتے ہیں تم الگ ہونا چاہو گے' تو میں بخوشی وہ سب کردوں گا جو تم چاہو گے۔"

"لیکن اس طرح ساتھ کام کرنا بھی مشکل ہے۔" واثق جتا کر بولا۔

"سب کچھ بھولنا ناممکن ہے لیکن ہم کوشش تو کرسکتے ہیں' جتنا بھی وقت ہمیں ساتھ گزارنا ہے۔ ہم اچھے طریقے سے گزاریں۔"

"میں کوشش کروں گا۔" واثق یوں ہی سرہلا کر بولا۔

کمرے میں کچھ دیر کے لیے خاموشی چھاگئی۔

"کیا یہ ممکن ہے واثق۔۔۔ میں عاصمہ آنٹی کے پاس آنا چاہتا ہوں۔ ان سے ملنا چاہتا ہوں۔" وہ کچھ دیر بعد جھجک کر بولا۔

"وہ بھی نہیں۔۔۔ ابھی ماما اس بات کے لیے تیار نہیں ہوں گی۔"

"میں بات کرلوں گا' پلیز۔۔۔ اگر تم منع نہیں کرو تو۔۔۔ میں کسی دن۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ دیکھ لینا۔۔۔" واثق صاف منع بھی نہیں کرسکا۔ شہزاد کے چہرے پر خوشی تھی۔

☆ ☆ ☆

"ماما پلیز۔۔۔ پانچ منٹ صرف رکنا ہے۔ مجھے پری سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ پلیز' صرف پانچ منٹ کے لیے۔۔۔"

وردہ' عاصمہ کے ساتھ آگئی تھی اور پری کے گھر کی طرف گاڑی مڑواتے وہ ماں سے منت بھرے لہجے میں کہنے لگی۔

"وردہ! تم جانتی ہو ہم لیٹ ہورہے ہیں۔ ابھی اسپتال کے راستے میں بھی بہت رش ہوگا۔ موسم بھی ٹھیک نہیں ہے' تمہیں سمجھنا چاہیے۔"

عاصمہ ڈرائیور کا لحاظ کرتے ہوئے دھیمے لہجے میں کچھ سختی سے بولی۔

"پلیز ماما! صرف پانچ منٹ میں آجاؤں گی۔ پرامس۔۔۔۔۔ مجھے اس سے ایک بہت اہم بات پوچھنی ہے۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ عاصمہ کا جواب سنے بغیر تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ عاصمہ بے بسی سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔

"پانچ بجنے والے ہیں۔ یہ لڑکی مجھے اور دیر کروائے گی۔ مجھے اس کو ساتھ لے کر ہی نہیں آنا چاہیے تھا۔"

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

عاصمہ دل میں پچھتا رہی تھی۔ وردہ کو ساتھ لانے پر۔ اسی وقت واثق کا فون آگیا۔

"ہاں بیٹا! ہم لوگ گھر سے تو چل پڑے ہیں۔"

"وردہ ہے میرے ساتھ.... تم گھر آرہے ہو نا؟"

"نہیں امی! مجھے آفس میں کچھ وقت لگ جائے گا لیکن پھر بھی میں کوشش کروں گا۔ آپ جلدی آجایئے گا۔"

"میں تو آہی جاؤں گی تم بھی دیر نہیں کرنا۔" اسے یہ کہہ کر اور فون بند کر کے وہ وردہ کا انتظار کرنے لگی۔

☼ ☼ ☼

"وانی کے بارے میں.... میں آپ کو بہت پہلے سے خبردار کرتی آرہی تھی۔ وہ کسی بہت بری کمپنی میں پھنس گیا ہے۔" پری کچھ جھنجلاتے ہوئے لہجے میں ماں سے کہہ رہی تھی۔ عفت وقفے وقفے سے رو رہی تھی۔ اسے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ عدیل کو فون کرے تو کیا بتائے' وہ تو پہلے ہی اس سے بہت نالاں تھا۔

"مگر اس کا کچھ پتا تو چلے۔ وہ خیریت سے ہے۔ اتنی زیادہ رقم' زیور لے کر وہ کہاں گیا ہے۔ پری! میرا دل بیٹھا جارہا ہے۔" عفت بے تحاشا روتے ہوئے تڑپ رہی تھی۔

"اس کے فرینڈز کو کال کی آپ نے؟" وہ کچھ سوچ کر بولی۔

"جتنے نمبر میرے پاس تھے' سب سے بات کر چکی ہوں۔ کسی کو بھی اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔" عفت غم سے نڈھال تھی۔

"نہ جانے میرے گھر کو کس کی نظر لگ گئی۔ کس کی بددعا کھا گئی میں نے تو کبھی کسی کے ساتھ برا نہیں کیا۔ اس مثال منحوس کی نحوست میرے گھر کی خوشیوں کو کھا گئی۔ وہی تھی ایک بلا سب کچھ تباہ و برباد کرنے والی' میرا دل کہتا ہے...." وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"اس کو تو آپ دیکھیے گا' اس کی تباہی کا میں نے کیا بندوبست کیا ہے۔ ساری زندگی سر پکڑ کر روتی رہے گی۔" یہ پری کی آواز تھی جو باہر سے تیزی سے آتی' وردہ نے سنی تھی۔

"کیا کہہ رہی ہو' اس منحوس کو کیا ہونے والا ہے' کچھ بھی نہیں۔ شوہر اور دم بھرنے والی ساس کے ساتھ عیش بھری زندگی گزار رہی ہے۔" عفت جل بھن کر کہہ رہی تھی۔

"ختم ہونے والا ہے ماما جانی! آپ دیکھیے گا۔ واثق اسے طلاق دینے والا ہے۔ میری بات لکھ لیجیے۔" وہ نفرت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ باہر کھڑی وردہ دھک سے رہ گئی۔

"کیا اول فول بک رہی ہو' دیوانہ ہے وہ اس کا.... وہ کیوں اسے چھوڑے گا۔" عفت جیسے کراہی۔

"سیفی.... اس کی بشریٰ ماما کا سوتیلا بیٹا۔ ابھی کچھ دیر میں مثال کی زندگی تباہ کرنے جارہا ہے۔ کچھ نہیں بچے گا اس کے پاس' ساری زندگی منہ چھپاتی پھرے گی۔ لوگ تھو تھو کریں گے اس پر اور اس کے ماں کے کردار پر.... ماما ہمارے سارے بدلے پورے ہو جائیں گے۔"

"وردہ واثق.... اس نے جتنا مجھے دھتکارا ہے' وہ بھی ساری زندگی پچھتائے گا' آگ میں جلے گا' جب اس کی بہن کو میں گھر سے بھاگنے پر اکساؤں گی۔ صرف چند دن کی بات ہے۔ اس کا بزنس پارٹنر واثق صاحب کی بہن کو لے کر اڑن چھو ہو جائے گا۔ ساری عزت خاک میں ملنے والی ہے ان لوگوں کی۔ واثق مجھے ملے یا نہ ملے مگر میں اسے مثال کا بھی نہیں رہنے دوں گی سپایا.... جو جان دیتے ہیں اپنی اس مثال پر.... کبھی اس کی شکل نہیں دیکھیں گے۔ عبرت کی مثال بننے والی ہے وہ...." وہ نفرت' جوش اور جلن میں بولے چلے جا رہی تھی۔

وردہ سے اس سے زیادہ سنا نہیں گیا۔ وہ پتھر ہوتے قدموں کے ساتھ باہر نکل گئی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

☆ ☆ ☆

عدیل، فوزیہ کو اتنے سالوں بعد اپنے سامنے دیکھ کر بہت جذباتی ہو رہا تھا۔ وہ بھی اس سے لپٹ کر روئے جا رہی تھی۔

"بہت تڑپی ہوں عدیل تمہارے لیے۔ تم سے ملنے کے لیے۔ اپنے گھر، وطن کے لیے۔ اتنی دور مجھے کیوں بھیج دیا تھا۔" وہ اس کے گلے سے لگی تڑپ رہی تھی۔

"تقدیر کے لکھے کو پورا کرنا ہی پڑتا ہے پگلی! تم ٹھیک ہونا۔ اتنے سالوں بعد سہی ہم مل تو لیے۔" عدیل نے اس کی آنکھیں صاف کیں۔

"ہاں بس میں دن رات دعا کرتی تھی کہ ایک بار میں اپنے بھائی سے مل لوں۔ اسے دیکھ لوں، کچھ قرض ہے، وہ ادا کر دوں، پھر بھلے وہ مجھے بلا لے اپنے پاس۔۔۔" وہ بہت جذباتی ہو رہی تھی۔

"شش۔۔۔ کیسی باتیں کر رہی ہو، اللہ نہ کرے تمہیں کچھ ہو اور قرض کون سا ہے بھلا تم پر۔۔۔" عدیل اس کی طرف کا گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے محبت سے کہہ رہا تھا۔

"اور تم خالد کو ساتھ نہیں لائیں۔ اتنے سال ہو گئے اس سے ملے ہوئے۔ میری تو فون پر بھی اس سے بات ہوئے شاید تین سال سے زیادہ کا وقت بیت گیا ہے۔ وہ ٹھیک تو ہے نا؟" گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔۔۔" فوزیہ باہر دیکھتے ہوئے مختصراً بولی۔

عدیل کچھ اور پوچھنے لگا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

"اس وقت۔۔۔" پری نے کچھ چونک کر کہا۔ وہ فون پر کسی سے بات کر رہی تھی۔ "مشکل ہے۔" وہ محتاط لہجے میں بولی۔

"جانتی ہوں میں کتنا ضروری ہے۔" وہ زیر لب بولی۔

"او کے۔۔۔ میں دیکھتی ہوں۔" اس نے کہہ کر فون بند کر دیا۔

عفت، دانی کے کچھ اور دوستوں کے نمبروں پر کوشش کر رہی تھی۔

"ماما! میں جا کر معلوم کروں اس کا جو فاسٹ فرینڈ عاصم ہے۔ اس کے گھر جا کر۔" وہ پاس آ کر کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"تم جاؤ گی اس وقت۔۔۔ اور پھر وہ صاف کہہ چکا ہے کہ اسے کچھ معلوم نہیں ہے دانی کے بارے میں۔۔۔" عفت کچھ تشویش سے بولی۔

"ماما! فون پر بات کرنے سے زیادہ سامنے بات کرنا موثر ہوتا ہے۔ میں اس سے کچھ نہ کچھ اگلوا لوں گی، اس کا گھر بھی یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے، میں پاپا کے آنے سے پہلے واپس آ جاؤں گی۔"

وہ سب کچھ سوچ چکی تھی کہ اسے کس بہانے سے گھر سے نکلنا ہے۔

"پری! یہ مجھے ٹھیک نہیں لگ رہا۔" عفت متذبذب لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"تو کیا کریں گی۔ پاپا کو بتا دیں گی کہ دانی رات سے گھر سے غائب ہے۔ نہ صرف غائب ہے بلکہ تین لاکھ کی رقم اور گھر میں موجود سارا زیور بھی لے جا چکا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟" عدیل کی زوردار آواز ان دونوں کے لیے دھماکے سے کم نہیں تھی۔

☆ ☆ ☆

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

عدیل سر پکڑے بیٹھا تھا۔ فوزیہ اور عفت اس کے پاس بالکل خاموش بیٹھی تھیں۔
"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس حد تک بھی جاسکتا ہے۔" عدیل بے حد تھکی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔
"میں نے ہر ممکن کوشش کی عدیل! کہ میں اسے راہ راست پر لاسکوں۔" عفت صفائی دینے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔
"تم تو چپ ہی کر جاؤ عفت! تمہارے پاس ابھی بھی کچھ کہنے کے لیے ہے۔" عدیل کا لہجہ کچھ ایسا تھا کہ عفت دوبارہ کچھ بول ہی نہ سکی۔
"مجھے تو بالکل اندازہ نہیں تھا کہ دانی کو یہ جنون اتنا زیادہ ہے۔ میں تو اس لیے منع کررہی تھی کہ ابھی اس کی ایج کم ہے۔ وہ کچھ تو اپنی اسٹڈیز مکمل کرلے تو ایک دو سالوں میں اسے بلالوں گی پھر سیٹل ہونے میں زیادہ مسئلہ نہیں ہوگا۔" فوزیہ دکھی سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ عفت نے اسے تیز نظروں سے دیکھا اور یوں ہی سر کو جھٹکا۔
"سب طرف معلوم کر آیا ہوں اس کے سب دوستوں کی طرف۔ کہیں بھی نہیں ہے وہ، کسی کو بھی نہیں معلوم اس کے بارے میں کچھ۔۔۔ کیا کروں میں کہاں جاؤں۔ رات سر پر ہے۔ موسم خراب ہورہا ہے۔ کہاں تلاش کروں اسے جاکر۔ دانی! یہ تم نے کیا کیا" عدیل نڈھال سا کرسی کی بیک سے سر ٹکا کر بیٹھ گیا۔
فوزیہ ترس بھری نظروں سے عدیل کو دیکھتی رہی۔
"پری کہاں ہے؟" عدیل کو خیال آیا تھا۔
"اپنے کمرے میں ہی ہے۔ بہت پریشان ہے وہ بھی۔" عفت کچھ نظریں چرا کر بولی۔
"پولیس اسٹیشن جاؤں۔ اب رپٹ کراؤں۔" عدیل تھکی ہوئی آواز میں بولا تو عفت مزید پریشان ہوگئی۔
"عدیل۔۔۔ ابھی۔۔۔ پولیس کو انوالو تو نہ کریں۔" وہ کچھ رک کر بولی۔
"پھر کس بات کا انتظار کروں اور کیا ہوجائے جس کے بعد پولیس کو انوالو کیا جائے۔" وہ طنز بھرے لہجے میں ہنکارا۔ عفت کا سر جھک گیا۔
"یہ بھی تو ہوسکتا ہے عدیل! وہ غلط ہاتھوں میں چلا جائے۔ کچھ ایسا ویسا قدم اٹھالے جس میں خدانخواستہ اس کو کوئی بڑا نقصان ہوجائے۔" فوزیہ دونوں کو دیکھ کر بولی۔
"اب اس سے بڑا قدم وہ کیا اٹھائے گا جو وہ کرچکا ہے۔" عدیل منہ میں بڑبڑایا۔
کمرے میں کچھ دیر کے لیے خاموشی چھاگئی۔
"اس سے پہلے بارش شروع ہوجائے' میں جاکر دیکھتا ہوں اسے' کہاں تلاش کیا جاسکتا ہے۔" عدیل اپنے تھکن زدہ وجود کو بمشکل اٹھا کر بولا ہی تھا کہ اس کا فون بجا۔
"جی بات کررہا ہوں عدیل۔۔۔" فون سنتے ہوئے بولا۔
"واٹ!" اس کی آنکھیں پھٹ سی گئی تھیں۔

☆ ☆ ☆

واثق سامنے کھڑی پری کو دیکھ کر لمحہ بھر کو شاکڈ رہ گیا۔
وہ گھر جانے کے لیے آفس سے نکلنے لگا تھا' جب وہ دروازہ کھول کر اندر آئی۔
"سوری' کبھی آپ کو زحمت نہ دیتی مگر پتا نہیں کیسا اتفاق ہے کہ ہر بار مجھے آپ سے ہیلپ لینی پڑتی ہے۔" وہ بظاہر بے ضرر لہجے میں کچھ معذرت خواہانہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔
"اب کیا ہے؟" وہ کوفت بھرے لہجے میں بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

"میں اپنی فرینڈ کے ساتھ ادھر پاس میں ایک بک اسٹور میں تھی۔ اس کی گاڑی خراب ہوگئی۔ ورنہ وہی مجھے ڈراپ کرتی تھی۔ وہ تو جا رہی تھی میں رک جاؤں گاڑی ٹھیک ہونے تک لیکن پاپا گھر آنے والے ہوں گے۔ آپ کے آفس کا خیال آیا تو یہی سوچ کر آگئی کہ شاید آپ ابھی گھر کے لیے نہیں نکلے ہوں۔ دوسرے مجھے آپ کو ایک اہم بات بھی بتانی تھی۔" وہ آخر میں کچھ عجیب سے لہجے میں بولی۔

"کون سی بات؟" واثق ناگواری سے پوچھ رہا تھا۔

"راستے میں بتادوں گی' ابھی ہم لیٹ ہو رہے ہیں' پلیز..." واثق اپنی چیزیں اور چابیاں اٹھا کر خاموشی سے باہر نکل گیا۔

پری چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ لیے اس کے پیچھے باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

"دانی اسپتال میں ہے۔" عدیل فون بند کر کے تھکے ہوئے لہجے میں بولا۔

"او مائی گاڈ! اسپتال میں؟" فوزیہ ایک دم سے بولی۔

"ک... کیا ہوا ہے اسے عدیل...؟ کیوں ہے اسپتال میں وہ... ٹھیک تو ہے نا؟ پلیز کچھ تو بتائیں۔ اس سے بات ہوئی تھی آپ کی؟" عفت تڑپ کر بے قراری سے بولی۔

"ابھی کچھ پتا نہیں... اسے زخمی حالت میں کوئی راہ گیر اسپتال چھوڑ گیا ہے۔" وہ سخت پریشان تھا۔

"معلوم نہیں اس کے ساتھ کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے..." وہ بولتے ہوئے کچھ وحشت زدہ سا اپنی گاڑی کی چابیاں اٹھا کر باہر جانے لگا۔

"میں بھی آتی ہوں عدیل تمہارے ساتھ..." فوزیہ اس کے پیچھے گئی۔

"فوزیہ! تم اتنا لمبا سفر کر کے آئی ہو۔ آتے ہی یہ مشکل پڑ گئی' تم ریسٹ کرو' میں اسپتال جا کر فون کر دوں گا تمہیں۔" عدیل نے اسے نرمی سے روکا۔

"نہیں عدیل! گھر میں چین نہیں ملے گا۔ کسی بھی طرح ایک نظر اسے دیکھ لوں تو تسلی ہو جائے گی' پلیز... چلیں عفت بھابھی!"

"میں نہیں رکوں گی کسی بھی صورت۔ مجھے اپنے دانی کو دیکھنا ہے۔" عفت روتے ہوئے ان دونوں سے پہلے باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

"کیا بکواس ہے یہ؟" واثق نے ایک دم غصے میں گاڑی کو بریک لگائی تھی۔ اس کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا۔

"یقین کریں واثق! میں خود سے یہ سب نہیں کہہ رہی۔ یہ سب تو وہ سیفی اس دن جب ہمارے گھر آیا تو وہ بتا کر گیا کہ مشال بھی اس کے ساتھ..."

"پری! میں تمہیں چلتی گاڑی سے دھکا دے دوں گا' اب اگر تم نے ایک لفظ بھی بولا تو..." وہ ضبط کھو کر زور سے دھاڑا تھا۔ پری نے اسے سہم کر دیکھا۔

کچھ لمحے خاموشی میں گزرے۔

"میرا مقصد آپ کو پریشان کرنا نہیں تھا۔ وہ سیفی... ان فیکٹ مشال کے ساتھ۔ ابھی بھی دونوں کا سیل فون پر رابطہ ہے۔" وہ رک رک کر کچھ ڈرے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"وہ تم سے یہ ساری باتیں کیوں کرتا ہے۔ پوچھ سکتا ہوں میں تم سے..." وہ طنز سے ٹھنڈے لہجے میں بولا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

”شاید وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں مثال تک اس کی فیلنگز زیادہ بہتر طریقے سے پہنچا سکتی ہوں۔“ وہ کندھے اچکا کر بولی۔

”آپ کو میری باتوں پر یقین نہیں آرہا نا تو اپنے گھر چلیں۔ وہ دونوں ابھی بھی ملاقات کر رہے ہوں گے۔ وہاں مثال نے سیفی کو بلایا ہے وہاں۔۔۔

ابھی کچھ دیر پہلے مثال کی کال آئی ہو گی کہ آپ آفس سے لیٹ آئیں گے تو اس نے سیفی کو فون کر کے بلایا ہے۔ میری بات کی چاہے تو ابھی جا کر تصدیق کر لیں۔“

واثق الجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ مزید سوال کرنا ہی بھول گیا کہ سیفی نے اسے یہ سب کیوں بتایا۔

اس نے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ گاڑی اب ہواؤں سے باتیں کرتی ہوئی جا رہی تھی۔

پری کچھ بے خوف سی بیٹھی ہر سچویشن کا سامنا کرنے کے لیے تیار تھی۔

✼ ✼ ✼

دانی آئی سی یو میں تھا۔ گولی اس کی پسلیوں سے گزر گئی تھی۔

خون بہت بہہ گیا تھا کیونکہ وہ کافی دیر یوں ہی سڑک پر پڑا رہا تھا۔ عفت مسلسل روئے جا رہی تھی۔

فوزیہ اسے چپ کراتے عدیل کی پریشان شکل دیکھتے ہوئے خود بھی بہت دکھی ہو رہی تھی۔“

وہ کم از کم یہ سب کچھ سوچ کر پاکستان نہیں آئی تھی۔

”پری کو فون کر کے بلالیں، ہم اسے آتے ہوئے بتا کر بھی نہیں آئے۔ وہ پریشان ہو گی عدیل؟“ فوزیہ ہی کو یہ خیال آیا تھا۔

عفت نے چونک کر عدیل کو دیکھا۔

”اگر عدیل کو پتا چل گیا کہ پری بھی گھر پر نہیں ہے تو۔“ وہ فون لے کر ایک طرف چلی گئی۔

”میں پری کو بتا کر آئی ہوں۔ وہ کہیں زیادہ پریشان نہ ہو جائے۔“ عفت کو جاتے دیکھ کر عدیل نے کچھ بھی نہیں کہا۔

”عدیل زیادہ پریشان نہ ہو ان شاء اللہ دانی ٹھیک ہو جائے گا۔ اسے کچھ نہیں ہو گا۔“ فوزیہ نے اٹھ کر بھائی کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”جو کچھ ہو رہا ہے کم و بیش ایسا ہی کچھ ہونے کا میں منتظر تھا۔ یہ عفت اس نے مجھے اولاد تو دی مگر اولاد کا سکھ، اس کی خوشیاں کیا ہوتی ہیں مجھے پتا ہی نہیں۔“ وہ بے حد رنجیدہ تھا۔

”پتا نہیں فوزیہ! کبھی کبھی میں سوچتا ہوں۔ معلوم نہیں کس کی بددعا کی زد میں آیا ہوں۔ کبھی مجھے چند دن بھی سکون اور خوشی کے نہیں مل سکے۔ حالانکہ میں نے کبھی کسی کی حق تلفی نہیں کی۔“

وہ دکھی لہجے میں جیسے خود سے حساب کتاب کر رہا تھا۔

”میں بھی تو اسی لیے یہاں آئی تھی عدیل اور یہ ہمیں لگتا ہے کہ ہم نے کبھی کسی کے ساتھ برا نہیں کیا۔ کسی کا حق نہیں مارا اور نہ کہیں نہ کہیں کچھ ایسا ہم سے ضرور سرزد ہوا ہوتا ہے۔ جو ہمارے لیے مسلسل ایک سزا بن جاتا ہے اور میں پاکستان آئی ہی بشریٰ سے معافی مانگنے کے لیے تھی کہ شاید اس طرح میری سزا میں قدرت کی طرف سے کچھ کمی ہو سکے۔“

وہ افسردہ سی کہہ رہی تھی اور عدیل چونک کر اسے دیکھ رہا تھا۔

✼ ✼ ✼

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ڈور بیل بجنے پر مثال نے آخری بار اپنا سجا سنورا سرخ اور سیاہ امتزاج سے کڑھائی کیے ہوئے سوٹ کا تنقیدی نظر سے جائزہ لیا۔ لپ اسٹک کا شیڈ کچھ اور گہرا کیا۔

"آج میں واثق سے اپنے دل کی ہر بات کہہ دوں گی۔" وہ لبوں پر دل فریب مسکراہٹ لیے دھڑکتے دل کے ساتھ دروازہ کھولے کھڑی تھی۔ اور سامنے کھڑے سیفی نے اسے لمحہ بھر کو ہلا ہی دیا۔

وہ کسی بھی طرح اس کی یہاں موجودگی کی امید نہیں کر رہی تھی۔

"تو تم میری ہی منتظر تھیں۔ تو میری محبت کا جنون تمہارے دل پر بھی اثر کر گیا۔ یہ پھولوں کا خوشبودار مہکتا تحفہ تمہارے لیے۔ اگرچہ یہ خوشبو تمہارے حسن کی خوشبو اور چمک کے سامنے بہت مدھم بے معنی ہے پھر بھی تمہارے حسن کا صدقہ۔ یہ میرا حقیر تحفہ۔"

وہ سرخ پھولوں کا خوب صورت بکے اور اس میں ایک چھوٹا سا گفٹ پیک رکھے اس کے سامنے ذرا سا جھکا پیش کر رہا تھا۔ وہ دم بخود تھی۔

"تم یہاں کیسے آئے۔ یہاں کا ایڈریس... میرے گھر میں تمہیں آنے کی... تم نے ہمت کیسے کی۔" وہ اتنی حواس باختہ ہو رہی تھی کہ کوئی بھی جملہ مکمل نہیں بول پا رہی تھی۔

"میری جان! محبت تو خوشبو کی طرح ہوتی ہے اس کو تلاشنا نہیں پڑتا اور رہا محبوب کا پتا تو دل کی دھڑکنیں اور دل میں دوڑتا لہو سب ہی رہنما بن جاتے ہیں تو تمہیں کھوجنا کیا مشکل تھا۔" وہ غیر محسوس انداز میں اس کے قریب ہوا۔

مثال بے حرکت سی کھڑی تھی۔

جانتی ہو مثال! میں تمہارے بغیر جینے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اتنے مہینے تمہیں بھلانے کی جتنی کوشش کرتا تھا تم اور بھی دل کے پاس آتی جاتی تھیں۔ میں ہار گیا مثال میں اس محبت کے سامنے اس شدت کے سامنے ہار گیا۔ تمہاری کشش مجھے تم تک کھینچ کر لے آئی۔ مثال! میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تم صرف میری ہو۔ صرف میری۔ پلیز چلو ابھی میرے ساتھ۔ میں تمہیں لینے کے لیے آیا ہوں۔ چلو۔" وہ اسے کندھوں سے پکڑے اس کے گرد بازو حائل کیے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔

"چھو۔ چھوڑو۔ چھوڑو مجھے۔ خدا کے لیے ایسا نہیں کرو میرے ساتھ' مجھے چھوڑ دو۔ میں نہیں جاؤں گی تمہارے ساتھ۔" مثال کے حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے اس کا گلا گھٹ رہا تھا۔ وہ بولنے کی کوشش کر رہی تھی اور اس سے کچھ بھی بولا نہیں جا رہا تھا۔ وہ مزاحمت بھی نہیں کر پا رہی تھی۔

اپنی گردن اور کندھوں کے گرد حائل سیفی کے بازوؤں کو وہ چاہتے ہوئے بھی جھٹک نہیں رہی تھی۔ اسے خود سے دور بھی نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ لمحوں میں بے دم ہوئی تھی۔ وہ چیخنا چاہتی تھی اور آواز کہیں اندر ہی دم توڑ رہی تھی۔

"میں اب تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ تم سے بچھڑ کر میں جی نہیں پاؤں گا۔ تمہاری محبت تمہاری کشش میرے پاؤں کی زنجیر بن گئی ہے۔" وہ بول رہا تھا۔

مثال پھٹی پھٹی آنکھوں سے فق چہرے کے ساتھ سامنے یک ٹک دیکھتی جا رہی تھی۔

سیفی کی پیچھے' دروازے کی طرف پشت تھی۔

واثق اور پری کب اندر آئے اسے پتا نہیں چلا۔ سیفی کو پیچھے گردن سے پکڑ کر واثق نے ایک زوردار جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا تھا۔

"تم۔ تم ذلیل انسان گھٹیا کتے میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس حد تک بھی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

جا سکتے ہو۔ تم آج یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جاؤ گے۔"
وہ غصے طیش اور جذبات میں جیسے پاگل ہو گیا تھا۔ اندھا دھند سیفی کو نیچے لٹائے پیٹے جا رہا تھا۔ پری کا فون بج رہا تھا۔
اور واثق کا یہ وحشی روپ دیکھ کر وہ خود بھی بے حد ڈر گئی تھی۔ وہ فون مٹھی میں دبائے باہر برستی بارش میں بھاگ گئی تھی۔
سیفی نے کچھ مزاحمت کرنے کی کوشش کی اور پھر اپنا دفاع کرتے ہوئے اسے پرے دھکا دے کر وہ چیزوں کو ٹھوکریں مارتا اندھا دھند باہر کی طرف بھاگا۔
واثق کچھ دور اس کے پیچھے گیا پھر ہانپتا ہوا واپس مڑ آیا۔ مثال اسی طرح بت کی مانند ساکت کھڑی تھی۔
"تو تم یہ کھیل کھیل رہی تھیں میرے ساتھ بھی اور اس کے ساتھ بھی۔" واثق دھاڑا۔
"نن... نہیں واثق... میں تو..." وہ پھر بولنے سے قاصر تھی۔
"وہ تمہیں اپنے ساتھ جس طرح لپٹائے کھڑا تھا تم کس بات سے مکرو گی کس بات سے انکار کرو گی مجھے جھٹلا نہیں سکتیں تم۔ میں نے بہت دھوکا کھالیا۔"
وہ حلق کے بل زور سے چیخا۔
"میں غلط تھا۔ میں نے غلط لڑکی پر اپنے جذبے لٹائے۔ تم اس قابل نہیں تھیں۔" وہ کچھ بھی سنے اور سمجھے بغیر چیخ رہا تھا۔
"واثق... میں نے کوئی دھوکا نہیں دیا۔ کسی کو بھی نہیں... محبت کی ہے آپ سے... میں قسم کھاتی ہوں۔" وہ پوری طاقت کے ساتھ چیخی تھی۔
"ختم ہو گیا سب کچھ... سب ختم ہو گیا۔ کچھ نہیں بچا اب ہم دونوں کے درمیان۔ کچھ مت بولو... میں تمہیں..."
"واثق... نہیں..." وہ زور سے چیخی اور دوسرے لمحے تیورا کر گر گئی۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

عفت کی کال سننے کے بعد وہ برستی بارش میں اندھا دھند بھاگ رہی تھی کہ پیچھے سے آتی گاڑی اس کے برابر میں آکر رک گئی۔
"آف... میں تمہیں ڈراپ کر آؤں۔" سیفی نے اسے آفر کی۔
پری شام والے سیاہ لباس میں بھیگی کھڑی تھی۔ سیفی کی نظریں اٹک گئی تھیں۔
"نن... نہیں... میں چلی جاؤں گی۔ مجھے گھر ہی تو جانا ہے۔ یہ قریب میں... وانی میرا بھائی اسپتال میں ہے۔ مجھے اس کی ٹینشن ہو رہی ہے۔" وہ بارش سے بچنے کے لیے ماتھے پر ہاتھ کا شیڈ بنائے جلدی جلدی کہہ رہی تھی۔
واثق اور سیفی کے درمیان کیا ہوا۔ یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ سیفی کا سوجا ہوا منہ اور پھٹا ہوا کوٹ ساری کہانی سنا رہا تھا۔
"تو میں تمہیں اسپتال ڈراپ کر دیتا ہوں... آجاؤ..."
"اس حلیے میں نہیں... مجھے چینج کرنا ہو گا۔" وہ اپنے گیلے سراپے پر نظر ڈال کر بولی۔
"تم آؤ تو مجھے تمہیں گڈ نیوز سنانی ہے۔ واثق نے مثال کو چھوڑ دیا ہے۔ تمہارے لیے میدان صاف ہو چکا ہے۔"
وہ اسے آخری "لالچ" دیتے ہوئے بولا تو پری بے یقینی سی کچھ بھی مزید پوچھے بغیر گاڑی میں بیٹھ گئی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

☆ ☆ ☆

رات گزر گئی تھی۔
دانی کا آپریشن کامیاب رہا تھا۔ اسے ہوش بھی آ گیا تھا۔
وہ لڑکے اس سے سب کچھ چھیننا چاہتے تھے۔ مزاحمت پر انہوں نے اسے گولی ماردی اور وہ بات جو اس کو باپ کے سمجھانے پر ، ماں کی منت سماجت پر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ اس ایک گولی نے سمجھا دی تھی۔
وہ ہوش میں آتے ہی رو' رو کر سب سے معافیاں مانگ رہا تھا۔
"پاپا... بائی گاڈ میں اب آپ کو کبھی تنگ نہیں کروں گا۔ میں آپ کو چھوڑ کر کہیں جانے کا اب سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں آپ کے پاس رہوں گا۔ پلیز پاپا مجھے معاف کر دیں۔ میں نے آپ کے ساتھ بہت برا کیا ماما! پلیز فارگیو می۔"
اس کے آنسو کسی بھی طرح سے تھم نہیں رہے تھے۔ نہ جذباتی پن کم ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر کو اسے انجکشن لگا کر سلانا پڑا۔
تھوڑی تکلیف سہنی پڑی اور کچھ نقصان بھی اٹھانا پڑا لیکن بالآخران کا بیٹا انہیں مل گیا تھا۔
عدیل اور عفت نے ایک عرصے کے بعد ماں باپ والی وہ طمانیت اور سکون محسوس کیا تھی جو سعادت مند اولاد کے والدین محسوس کرتے ہیں۔
"یہ پری کہاں ہے۔ اس کا فون بھی بند ہے۔ مجھے اس کے بارے میں معلوم کرنا چاہیے جا کر۔" عفت کو دوسری پریشانی نے آگھیرا۔ پہلی فون کال کے بعد دونوں میں رابطہ نہیں ہو سکا تھا۔
ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ وہ دانی کی حالت کا سن کر گھر میں پڑی سوتی رہے۔ عفت اب ہراساں ہو رہی تھی۔
"بہت تیز بخار تھا پری کو۔ مجھے اب اس کی فکر ہو رہی ہے عدیل! میں گھر جا کر اسے دیکھ آؤں۔" وہ دانی کے سوتے ہی بولی۔
"ہاں چلی جاؤ اور فوزیہ کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ یہ بے چاری بھی رات بھر جاگتی رہی ہے۔ سفر کے بعد اسے آرام بھی نہیں مل سکا۔" عدیل کو فوزیہ کی بے آرامی کی فکر تھی۔
"میں ٹھیک ہوں عدیل! میری فکر نہ کرو۔" فوزیہ کے جواب نے عفت کو کچھ آسرا دیا۔
"لیکن اب دانی ٹھیک ہے۔ کوئی پریشانی والی بات نہیں۔ میں اس کے پاس ہوں۔ تم پلیز عفت کے ساتھ گھر جا کر تھوڑا ریسٹ کر لو۔" عدیل اسے ٹوک کر بولا۔
"ریسٹ کی ضرورت تو تمہیں بھی ہے عدیل...!" فوزیہ ہمدردی سے بولی۔
"فوزیہ! تم جاؤ عفت کے ساتھ میں ٹھیک ہوں بالکل۔ یہیں بیٹھا ہوں تم دونوں جاؤ۔" عدیل کے کہنے پر فوزیہ نے مزید بحث نہیں کی۔ عفت کو بھی مجبوراً" اسے ساتھ لے جانا پڑا۔

☆ ☆ ☆

پوری رات گزر گئی تھی۔ واثق کو اسپتال کے کوریڈور میں مسلسل ٹہلتے ہوئے...
"واثق بیٹا! اللہ کے لیے بیٹھ جاؤ۔ تھک جاؤ گے تم۔ تھوڑی دیر کے لیے تو بیٹھ جاؤ۔" عاصمہ ملتجی لہجے میں بولی۔
وہ خالی خالی نظروں سے ماں کو دیکھ کر رہ گیا۔
پوری رات گزر گئی مثال کو ہوش نہیں آ سکا تھا۔ اس کا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا اور وہ بے ہوش تھی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

"اگر آئندہ چوبیس گھنٹوں میں انہیں ہوش نہیں آیا تو یہ کومے میں بھی جاسکتی ہیں۔" ابھی کچھ دیر پہلے ڈاکٹر مایوس لہجے میں انہیں بتا کر گیا تھا۔

اور واثق کو لگا کہ اگر مثال کو ہوش نہیں آیا' وہ کومے میں چلی گئی۔ اس نے دوبارہ آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا تو... اس کا دل بند ہو جائے گا۔

وہ جس جذباتی پن کا شکار ہو کر اس پر چلایا تھا' وہ تو اس کے بے ہوش ہوتے ہی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

سیفی کی خصلت' اس کی بلیک میلنگ کو جانتے بوجھتے بھی وہ مثال پر چلایا تھا۔ اسے لعن طعن کیا' اس کے کردار پر شک کیا اور جیسے ہی وہ بے ہوش ہوئی۔ اسے ہوش آگیا۔

وہ اس کی بے ہوشی کو معمولی سمجھا تھا لیکن...

جب ورد نے گھر آکر روتے ہوئے پری کی حقیقت ماں اور بھائی کو بتاتے ہوئے جس طرح معافی مانگی۔

مثال کی معصومیت تو پہلے بھی عاصمہ اور واثق کو معلوم تھی مگر وہ جو شک کی دھند کچھ دیر کے لیے چھائی تھی۔

واثق کو لگا جیسے وہ اپنی ہی نظروں میں گر گیا ہو۔

اگر مثال ہوش میں آکر... اس نے واثق سے نفرت کا اظہار کر دیا تو وہ کیا کرے گا۔

وہ کچھ بھی کرے... میں اس سے معافی مانگ لوں گا' اس کو منالوں گا... یہ آنکھیں تو کھولے۔

وہ خود میں کھویا' خود سے باتیں کیے جا رہا تھا۔ اس کی حالت دیوانوں جیسی ہو رہی تھی۔

عدیل جس طرح اسپتال میں آیا اور دیوانہ وار مثال کی طرف بھاگا تھا' واثق کچھ اور بھی نادم ہو گیا۔

عاصمہ نے ہی عدیل کو کال کی تھی۔ اسے وانی کے بارے میں تو پتا ہی نہیں تھا۔

اور عدیل' مثال کا سنتے ہی دوسرا کوئی سوال کیے بغیر اسپتال پہنچا تھا اور اب اسے یوں بے حس و حرکت دیکھ کر خود بھی ساکت سا ہو گیا تھا۔

"یہ... یہ تو کل شام کو بالکل ٹھیک تھی ہنستی کھیلتی مجھ سے باتیں کرتی۔" وہ گنگ سا اسے دیکھتا رہ گیا۔

✵ ✵ ✵

عفت نے سارا گھر چھان مارا تھا' پری کہیں بھی نہیں تھی۔

اس کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی تھی۔ فوزیہ کو اس نے بمشکل کمرے میں بھیجا۔

"چوکیدار بتا رہا ہے' وہ ٹیکسی کروا کے اسپتال چلی گئی ہے۔ اس کی طبیعت بھی اچھی نہیں تھی۔ میں نے منع بھی کیا تھا کہ اکیلی گھر سے نہیں نکلے مگر بھائی کی محبت میں وہ کہاں رک سکی ہو گی۔ بہت پیار ہے اسے وانی سے..."

فوزیہ کو گیسٹ روم میں لاتے ہوئے نظریں چرا کے وہ بولتی جا رہی تھی۔

اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا۔ پہلے وانی کی حرکتیں اور اب پری... اگر پری نہیں ملی تو...؟

"نہیں... نہیں... عدیل کو یہ بات معلوم ہو' اس سے پہلے میں خود کو ختم کرلوں گی مگر عدیل کا سامنا نہیں کرسکوں گی۔" اسے ٹھنڈے پسینے آرہے تھے۔

پری کا فون بند تھا۔

وہ تھک کر بیرونی گیٹ کے سامنے سیڑھیوں پر ہی دونوں ہاتھوں میں سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس کے پاس فخر کرنے کے لیے اب کچھ بھی نہیں بچا تھا۔ اس کا سارا غرور' ساری اکڑ' خود پسندی' سب کچھ تہس نہس ہو کر رہ گیا تھا۔

پری اور وانی اس کا فخر' اس کا غرور...

ان دونوں نے ہی اس کا گھمنڈ اپنے پیروں کے نیچے روندا تھا۔

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"ہمیشہ میں نے مثال کے لیے برا چاہا' برا سوچا اور آج نتیجہ کیا نکلا' میرے اپنے دونوں بچے...."
"میرے اللہ! مجھے معاف کردے.... معاف کردے مجھے...." وہ ہاتھ منہ پر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی تھی۔
"عدیل.... عدیل گھر آگیا ہے۔" اس کا سینے میں سما ہوا دل جیسے دھڑکنا ہی بھول گیا۔
اور گیٹ کھلنے کے بعد اندر آنے والے کو دیکھ کر اس کی تو سانسیں ہی رک گئیں۔
پری اجڑے حلیے اور لٹے پٹے حال میں بکھرے بالوں' دریدہ لباس کے ساتھ.... ایک کھلی داستان عبرت بنی اپنے قدموں پر گرتی ڈولتی آرہی تھی۔
اس سے پہلے کہ عفت اسے جاکر تھامتی' وہ اس کے پاس سیڑھیوں پر آکر گری اور بے ہوش ہوگئی۔

✿ ✿ ✿

سیفی نے ائیرپورٹ پر جاکر ہوٹل کی گاڑی کو فارغ کیا۔ اس کے چہرے پر خوشی اور اطمینان تھا۔
"مثال نہ سہی' پری سہی.... مثال سے زیادہ بہترین انتخاب...." وہ خود ہی ہنسا۔
اسی وقت اس کا فون بجا۔
"وہی پری ہوگی' مجھے بددعائیں دے رہی ہوگی۔" اس نے فون جیب سے نکالتے ہوئے جیسے مزا لے کر خود سے کہا۔
"جی بشریٰ ماما! فرمایئے.... آج اتنے مہینوں بعد آپ کو میری یاد کیسے ستائی۔ آپ کو بھی مجھے کال کرنا یاد آگیا۔"
وہ کال ریسیو کرتے ہوئے شوخی سے طنز بھرے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔
دوسری طرف بشریٰ نے جو کچھ اسے بتایا۔ وہ اس کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھا۔ وہ گنگ سا فون کان سے لگائے ساکت کھڑا تھا۔
"جھوٹ بول رہی ہیں آپ.... مجھے ٹیز کرنے کے لیے آپ ایسی بری بات کریں گی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔" اسے بہت دیر بعد ہوش آیا تو وہ اردگرد کا خیال کیے بغیر زور سے چیخا تھا مگر دوسری طرف سے فون بند ہوچکا تھا۔
"پاپا.... میرے پاپا.... اب اس دنیا میں نہیں رہے' یہ کیسے ہوسکتا ہے۔" وہ بے یقین سا کھڑا رہا۔

✿ ✿ ✿

فوزیہ ساکت سی بے ہوش پڑی مثال کو دیکھے جارہی تھی۔ پھر وہ بیڈ کی پٹی پکڑ کر جھکی۔ وہ رو رہی تھی۔
"مثال! میری گڑیا! میری جان! میں تو تم سے معافی مانگنے کے لیے آئی تھی۔ تمہاری زندگی کی بہت ساری مصیبتوں کی ذمہ دار میں بھی ہوں۔ میری جلن' میرے حسد اور بے جا انا نے تمہارے ماں باپ کی زندگی میں زہر گھولا اور تم سے اتنے پیار کرنے والے ماں باپ' ایک مکمل گھر چھین لیا۔ جب بھی مجھے یہ سب یاد آتا تھا۔ میں ساری ساری رات سو نہیں پاتی تھی۔ اسی لیے آئی تھی تمہارے سامنے دل کھول سکوں۔ معافی مانگ سکوں۔" وہ پٹی پر سر رکھے روئے جارہی تھی۔
عدیل نے اسے کندھوں سے پکڑا اور زبردستی باہر لے آیا۔
"فوزیہ! سنبھالو خود کو جو کچھ ہوا' اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں تھا۔ یہ سب اسی طرح ہونا تھا۔" وہ اسے ساتھ لگائے تسلی دے رہا تھا۔
"نہیں عدیل! میں جانتی ہوں کہاں کہاں میری غلطی' میرا قصور تھا اور مجھے سزا بھی ملی۔ خالد ایک شکی مزاج'

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بے رحم، کنجوس شخص تھا۔ زندگی کے اتنے سارے سال میں نے ایک قفس میں گزارے، جب اس کو مجھ پر کچھ یقین آیا، ہمارے حالات بہتر ہوئے تو ایک ایکسیڈنٹ نے خالد کی ٹانگیں چھین لیں اور عمر بھر کی محتاجی مل گئی۔ عدیل میں نے کبھی تمہیں یہ سب نہیں بتایا، کیسے بتاتی، مجھے میرے اعمال کی سزا ملی تھی، قدرت کی طرف سے۔۔۔" وہ روئے جارہی تھی۔ عدیل گم صم تھا۔

✡ ✡ ✡

تین ماہ گزر گئے تھے۔

مثال کو ہوش نہیں آسکا تھا۔

ڈاکٹرز کچھ کچھ ناامید ہو چکے تھے۔ لیکن واثق کی امیدیں اسی طرح روشن تھیں، وہ چوبیس میں سے اٹھارہ گھنٹے مثال کے پاس گزارتا، اس کا دل کہتا تھا مثال کو ہوش ضرور آئے گا۔

وہ ابھی بھی اس کے پاس بیٹھا یک ٹک اس کو دیکھتا جارہا تھا۔ جس کے چہرے پر اتنا گہرا سکون اور اطمینان تھا جیسے برسوں بعد وہ اتنی میٹھی پرسکون نیند سوئی ہو۔

"مجھے معاف کردو مثال، پلیز۔۔۔ یوں نہیں کرو میرے ساتھ۔ آنکھیں کھول دو۔ پلیز، مثال۔۔۔" اس کی آنکھوں سے بے آواز آنسو بہہ رہے تھے۔

شہزاد نے ان مشکل ترین دنوں میں ایک بھائی کی طرح اس کا ساتھ دیا تھا۔ عاصمہ کا، گھر کا، وردہ کا، سب کا خیال رکھ رہا تھا۔

وہ گھر کے ایک فرد کی طرح ہو چکا تھا۔ وردہ بہت بدل گئی تھی۔ گھنٹوں مثال کے پاس بیٹھی رو رو کر اس کی صحت یابی کی دعائیں مانگتی رہتی۔

"واثق۔۔۔!" کسی نے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے پکارا تھا۔ وہ چونک کر مڑا اور چند لمحے خالی خالی نظروں سے دیکھتا رہا۔

"یہ بشریٰ ہے، مثال کی ماما۔۔۔ مثال سے ملنے کے لیے آئی ہیں۔" عدیل اس سے کہہ رہا تھا۔

✡ ✡ ✡

بشریٰ، مثال کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے روئے جارہی تھی۔

"میں تمہیں اس لیے تو چھوڑ کر نہیں گئی تھی مثال کہ تم یوں خاموش ہو کر لیٹ جاؤ۔ مجھ سے یوں ناراض ہو جاؤ کہ کبھی بات ہی نہ کرو۔ مجھے دیکھو مثال! میں آگئی ہوں تمہارے پاس۔۔۔ اپنی بیٹی کے پاس۔ زندگی کی تمام مجبوریوں کی زنجیریں توڑ کر سب کچھ چھوڑ کر تمہارے پاس آگئی ہوں۔ تم یہی چاہتی تھیں نا، ہم دونوں تمہارے پاس ہوں تمہارے پاپا اور میں۔۔۔ دیکھو ہم تمہارے پاس ہیں۔ میری جان آنکھیں کھولو مثال۔۔۔ مثال۔۔۔ مثال۔۔۔!" وہ اسے پکارتی جارہی تھی۔ جب واثق اور عدیل نے دیکھا۔

مثال کی پلکوں میں ہلکی سی جنبش ہوئی تھی۔ اس کے لب ہولے سے کھلے۔

"مثال۔۔۔ مثال۔۔۔ بیٹا میری جان! آنکھیں کھولو، تمہاری ماما آئی ہے۔" عدیل تیزی سے جھکا اس پر کہہ رہا تھا۔

مثال نے آہستگی سے آنکھیں کھول دیں۔

"ڈاکٹر۔۔۔ ڈاکٹر۔۔۔ واثق! ڈاکٹر کو بلاؤ۔۔۔ مثال کو ہوش آگیا ہے۔ مثال۔۔۔ تم ٹھیک ہو نا۔۔۔ بیٹا تم سن رہی ہو نا ہمیں۔۔۔" عدیل روتے ہوئے کہے جارہا تھا۔ وہ یک ٹک بشریٰ کو دیکھتی جارہی تھی۔

"ماما!" اس نے بہت مدھم آواز میں پکارا تھا۔ بشریٰ اسے دیکھتی رہ گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

✲ ✲ ✲

دالی ٹھیک ہو چکا تھا۔

باقاعدگی سے کالج بھی جانے لگا تھا اور باقی کا سارا وقت عدیل کے ساتھ گزارتا تھا۔

مثال کو آج اسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔

بری بالکل بدل چکی تھی۔ اس کی شوخی، خود پسندی، غرور، تکبر سب ختم ہو چکا تھا۔ اپنے آپ میں گم، اردگرد سے بے خبر ایک ڈری سہمی لڑکی تھی، جواب کسی سے نہیں ملتی تھی۔ کسی سے بات نہیں کرتی تھی۔

بشریٰ احسن کمال کی موت کے بعد ابھی پاکستان میں تھی۔

"کچھ عرصہ عمران کے پاس رکوں گی۔ اگر آئندہ ولید کے ساتھ پاکستان سیٹ نہیں ہوئی تو پھر میں بھی اس کے پاس چلی جاؤں گی۔" بشریٰ نے عدیل کو بتایا تھا اور وہ جواب میں کچھ بول ہی نہیں سکا۔

چند لمحوں کی جذباتیت نے ان کی زندگی کی بساط پلٹ کر رکھ دی تھی۔ اب بولنے کو کچھ بچا بھی نہیں تھا۔

دونوں ایک دوسرے کے ساتھ تھے۔ چند لمحوں بعد ہمیشہ کے لیے بچھڑنے والے، دونوں کے دلوں میں بہت کچھ تھا مگر بولنے کا حکم نہیں تھا۔

"میں چلتی ہوں۔ عمران آگیا ہے مجھے لینے کے لیے۔" بشریٰ بہت دیر بعد اٹھتے ہوئے بولی۔ عدیل اسے چھوڑنے گیا اور عفت دونوں کو جاتا دیکھتی رہی۔

✲ ✲ ✲

مثال کو لگا جیسے وہ تین مہینوں بعد نہیں تین صدیوں بعد اپنے کمرے میں آئی ہے۔

پھولوں سے سجا بے حد خوب صورت کمرہ جس میں اس کی اور واثق کی تصویریں لگی تھیں۔ شادی کی، وہ یک ٹک ان تصویروں کو دیکھتے ہوئے بہت کچھ یاد کر رہی تھی۔

پچھلی بہت ساری چیزوں کو یاد کرتے ہوئے اس کا دماغ تھکنے لگتا تھا۔ وہ بہت کچھ بھول جاتی۔

چیزیں گڈمڈ ہو جاتی تھیں۔ وہ خالی خالی نظروں سے سب کو دیکھتی۔

"میری جان! کوئی جلدی نہیں۔ کچھ بھی یاد کرنے کی تمہاری پچھلی زندگی میں کیا ہوا تھا۔ اچھا یا برا، سب بھول جاؤ۔ کچھ بھی یاد رکھنے کی ضرورت نہیں، صرف یہ یاد رکھو۔ اس دنیا میں تمہیں سب سے زیادہ چاہنے والا تمہارا شوہر ہے۔ تم جو تین مہینے مزے کی نیند سوئی ہو وہ ان تین مہینوں میں ایک پل سکون سے سو نہیں سکا۔ تم میری بات سن رہی ہو نا مثال۔"

وہ اس کے دونوں ہاتھ تھامے گرم جوشی سے کہہ رہا تھا۔

مثال نے آہستگی سے مسکرا کر سر ہلایا۔

"کچھ کھو گی نہیں مثال!" وہ اس کے ہاتھوں پر پیار کی مہر ثبت کرتے ہوئے بولا۔

اس نے آہستگی سے نفی میں سر ہلا دیا اور واثق کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

محبت کی اس یقین دہانی کے بعد واثق کو مثال سے کچھ اور چاہیے بھی نہیں تھا۔ اس نے بھی سکون سے آنکھیں موند لیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

آزمائش

شازیہ جمال طارق

"آپی کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ آپ اچھی طرح جانتی ہیں ان کی طلاق لینے کے پیچھے کیا وجہ تھی۔ سفیر نے محض اپنے والدین کے دباؤ میں آکر انتہائی بددلی سے ان سے شادی کی تھی۔ جب وہ آپی کو ان کا اصل مقام دینے پر آمادہ نہیں تھے تو وہ کب تک بوجھ کی طرح ان کے سر پر مسلط رہتیں؟ آپ کیوں ان کی طلاق کو طعنہ بنا کر بار بار میرے منہ پر دے مارتی ہیں۔ ان کا وہ گناہ کیوں بار بار دہراتی ہیں جو انہوں نے نہیں کیا؟"

رمل کی آواز دکھ کے مارے پھٹ سی گئی۔ آنسو ضبط کرنے کی کوشش میں چہرہ سرخ پڑ رہا تھا' لیکن ماجدہ بیگم پر مطلق اثر نہ ہوا۔ نخوت سے ہاتھ ہلاتے بولیں۔

"اے رہنے دو۔ ہم نے بھی دنیا دیکھی ہے۔ تمہاری اماں کو ہی شوق ہو رہا تھا بیٹی کا بسا بسایا گھر اجاڑ کر اپنے گھر بٹھانے کا۔" ان کا لہجہ تنفر زدہ تھا' کسی قسم کے احساس سے عاری۔

اسجد نے ہاتھ میں پکڑا چمچہ کوفت سے پلیٹ میں رکھ دیا تھا۔ خاموش تنبیہی نگاہوں سے بیوی کو دیکھا اور پھر ایک بے بسی بھری نظر ماں پر ڈالی۔

چار سالہ اریج بھی کھانا روکے' منہ کھولے ماں اور دادی کو دیکھے گئی۔ آنکھیں جھپکتی وہ ان کی باتیں سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"مائیں اپنی بیٹیوں کو اس لیے گھر سے رخصت نہیں کرتیں کہ وہ اجڑ کر پھر سے ان کی دہلیز پر آبیٹھیں۔ وہ تو ہمیشہ دعا گو رہتی ہیں ان کی بیٹیاں اپنے گھروں میں شاد رہیں' آباد رہیں۔"

"لے بس کرو بی بی! ہٹ دھرم تو تم بھی کم نہیں ہو۔ میں کہے دیتی ہوں اس ہٹ دھرمی کی وجہ سے ایک دن تم بھی بڑی بہن کی طرح ماں کے سینے پر مونگ دلنے میکے کی دہلیز پر جا بیٹھو گی۔"

اور رمل کی رہی سہی برداشت کی حد بھی ختم ہو گئی۔ اسجد کے چہرے پر سرخی نمودار ہونے لگی تھی۔ ہر دفعہ کی طرح اس بار بھی بات برائے بات سے بات کا بتنگڑ بنتے جا پہنچی تھی۔

"بس!" اس نے سالن کی پلیٹ اٹھا کر پوری قوت سے سامنے والی دیوار پر دے ماری۔ چکنی پینٹ شدہ دیوار پر سالن کے چھینٹے لکیروں کی صورت دیوار سے پھسلتے فرش تک آگئے تھے۔ "تنگ آگیا ہوں میں آپ لوگوں کی ہر وقت کی اس تو تکار سے۔ کوئی حد ہے اس لایعنی بحث کی؟ گھر ہے یا جہنم جہاں ایک پل سکون

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کا ملنا محال ہے۔ پورا مہینہ جان توڑ مشقت کے بعد بمشکل چند دنوں کی چھٹی مل پاتی ہے' لیکن یہ چند دن بھی آپ دونوں کے آئے روز کے تماشوں کی نذر ہو جاتے ہیں۔" وہ کرسی پیچھے کی طرف دھکیلتا غصے سے بھرا وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق ماجدہ بیگم مزید رمل کے لتے لینے لگیں۔

"ہر بیچ! کھانا کھاؤ بیٹا!"

جب ماجدہ بیگم اچھی طرح اپنے دل کی بھڑاس نکال کر چلی گئیں تو وہ آنسو پیتی اپنی بیٹی کی طرف متوجہ ہوئی۔ جس کے معصوم چہرے پر سراسیمگی سی پھیلی تھی۔

رمل نے چھوٹا سا نوالہ بنا کر اس کے منہ میں ڈالنا چاہا' لیکن اس نے نفی میں سر ہلاتے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

رمل کا بے ساختہ پھوٹ پھوٹ کر رونے کو دل چاہا تھا۔

☆ ☆ ☆

"اسجد! آپ اچھی طرح جانتے ہیں آنٹی اکثر میرے ساتھ زیادتی کر جاتی ہیں۔"

رات کو وہ کمرے میں آئی تو اسجد بیڈ پر دراز دوسری جانب پشت کیے لیٹا تھا۔ یہ اس کی خفگی کا واضح اظہار تھا۔

"تو تم کون سا کم ہو؟" خفگی سے جتایا گیا۔

"پہل ہمیشہ وہ ہی کرتی ہیں اگر انہیں مجھ سے کوئی شکایت ہوتی بھی ہے تو وہ ڈائریکٹ مجھے برا بھلا کہیں۔ آپی اور امی لوگوں کو بیچ میں کیوں گھسیٹ لیتی ہیں۔ ان کا کیا قصور ہے بھلا؟"

آنسوؤں کا گولہ سا حلق میں اٹک گیا تھا۔ اسجد نے رخ اس کی طرف کر لیا تھا۔ ماں کو وہ سمجھا نہیں سکتا تھا بیوی کو سمجھانا نہیں چاہتا تھا' لیکن وہ بیوی تھی' سوختہ دل سی۔ رات کے کسی پہر شوہر کا بگڑا موڈ ٹھیک کر سکتی تھی سو اس نے کر لیا تھا۔

لیکن ذہن ماجدہ آنٹی کے منتقمانہ مزاج کی گتھی میں الجھ کر رہ گیا۔ نجانے ان کی اس نفسیاتی گرہ کے پیچھے کون سا گورکھ دھندہ تھا۔

وہ اسجد کی پسند تھی شاید یہ بات انہیں ناپسند آئی تھی۔ انہیں خوف تھا اس کی صلاحیتوں' خوبیوں سے متاثر ہو کر کہیں عمار بھی اس کی بہن عنائیہ سے شادی کرنے کی خواہش دل میں نہ پال بیٹھے۔

اسی خوف کے پیش نظر انہوں نے حفظ ماتقدم کے طور پر اس کی خوبیوں کو اس کی خامیاں بنا کر اچھالنا شروع کر دیا تھا۔

رمل اکثر سوچتی کوئی کسی کے لیے اتنا باعث آزار کیسے ہو سکتا ہے کہ سامنے والا اپنی خوشیاں اس کی موت سے مشروط کرنے لگے۔

☆ ☆ ☆

موسم بدل رہا تھا۔ اس نے کمروں کی سیٹنگ تبدیل کرنے کے بارے میں سوچا ساتھ ہی خیال آیا عنائیہ کو مدد کے لیے بلا لے۔ مدد بھی ہو جائے گی اور ساتھ میں گپ شپ بھی۔ عنائیہ اس کی پڑھاکو قسم کی بہن! اپنی پڑھائی کے بارے میں بہت سنجیدہ تھی۔ اسی پڑھائی کی وجہ سے اکثر شادی وغیرہ کی تقریبات میں بھی جانے سے حتی الامکان پہلو بچا جاتی۔

رمل کو یاد نہیں آ رہا تھا عنائیہ آخری بار اس کے گھر کب آئی تھی۔ کمال بات یہ ہوئی اس بار عنائیہ نے بھی آنے کی ہامی بھر لی۔

"عنائیہ کو چاول بہت پسند ہیں تو دن میں چکن پلاؤ بنا لیتی ہوں۔ ساتھ میں سلاد' رائتہ اور اس کی فیورٹ کولڈ ڈرنک۔"

وہ پرجوش ہوتی کچن میں آ گئی۔ گویا عنائیہ کو اپنی مدد کے لیے نہیں بلکہ دعوت کے لیے بلایا ہو۔

وہ کام نپٹا کر باہر نکلی تو عنائیہ کو ماجدہ آنٹی کے روبرو کھڑے پایا۔ بے ساختہ اس کا دل سکڑ کر پھیلا تھا۔ عنائیہ کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ رمل کا سارا جوش اس دھوئیں میں تحلیل ہونے لگا۔ ماجدہ آنٹی اس پر ایک نگاہ ڈالتی' طنزیہ ہنکارہ بھرتی وہاں سے چلی گئیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"آجاؤ عنائیہ!" وہ اس کا سرد ہاتھ تھامتی اپنے کمرے میں آگئی۔
"رمل! کیا تم نے بھی آنٹی سے میرے اور عمار کے رشتے کے بارے میں اپنا انٹرسٹ ظاہر کیا؟" سرد صرف ہاتھ نہیں تھا۔
"انہوں نے کچھ کہا تم سے؟" کچھ سوال بے معنی ہوتے ہیں۔ رمل جانتی تھی۔
"اگر میں ان سے کہوں امی آپ کو سلام دے رہی تھیں اور وہ آگے سے کہیں خیریت کے سلام ہوں تمہاری امی کو' ویسے تو مجھ پر کبھی سلامتی بھیجنے کا خیال نہیں آیا۔ خیر ان سے کہنا اگر ان کے دل میں کوئی اور خیال ہے تو جھٹک دیں کیونکہ میں ان کی ہم خیال نہیں ہوں اس بار۔ تو اس کا کیا مطلب ہوا؟"
رمل کو ایک دم شدید تاسف نے گھیر لیا۔ اس کی وجہ سے عنائیہ کو خواہ مخواہ اتنی فضول بات سننا پڑی۔ آنٹی سے کچھ بعید نہیں تھا۔ اس نے پشیمانی سے عنائیہ کا چہرہ دیکھا جو سر جھٹکتی جراً مسکراتی بہن کو شرمندگی کے حصار سے نکالنے کے لیے خود کو سنبھال چکی تھی۔

✡ ✡ ✡

اسجد چھٹیاں ختم ہونے کے بعد واپس چلا گیا تھا۔ وہ اریج کو لے کر امی کے گھر آگئی۔ عنائیہ کتابیں سمیٹ کر اریج کو گود میں لیے اس کے پاس جھولے پر آبیٹھی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے آپی انہیں چائے کے کپ تھما گئی تھیں۔ امی کا محبت بھرا لمس پاکر بے ساختہ اس کا دل بھر آیا تھا۔ آنکھوں میں نمی سی چمکی تھی۔
"امی! دنیا کا کتنا عجیب دستور ہے نا جن کے قدموں تلے جنت ہوتی ہے انہیں چھوڑ کر ان کی جوتیاں سیدھی کرنی پڑتی ہیں جو اپنی جوتی کی دھول برابر بھی نہیں سمجھتے۔"
اپنی جھولی میں رکھا اس کا سر سہلاتی امی کی انگلیاں تھمی تھیں۔ بہت نرمی سے بولیں۔
"یہ جنت کہیں نہیں جائے گی بیٹا! تم تو میری بہت صبر والی' بہت برداشت والی' درگزر کرنے والی بیٹی ہونا؟"
یہ سوال گندم جواب چنا نہیں تھا۔ خاموشی کے چند پل بہت نایاب تھے۔ دونوں نے بن کہے ایک دوسرے کی سن لی تھی' سمجھ لی تھی۔

✡ ✡ ✡

گو کہ تھپڑ اتنی زور کا نہیں تھا' لیکن رخسار سے اندر تک سب دہکتا چلا گیا۔ اس نے پتھرائی آنکھوں سے اپنے شوہر کا چہرہ دیکھا تھا اور پھر اس کی ماں کا۔ محض اپنی جھوٹی انا کی تسکین اور غیر ضروری تحفظات کی خاطر کوئی کیسے اتنی آسانی سے دوسروں کی خوشی کا چراغ گل کر دیتا ہے؟
وہ خوش تھی بہت خوش۔ اسجد کی غیر متوقع اچانک آمد اسے یونہی بے طرح خوشی سے ہمکنار کر دیتی۔ دیواروں پر خوب صورت سنہری صبح اتری تھی۔
اس کا دل پھولوں کے گرد منڈلاتی تتلیوں کی مانند محو رقص تھا' لیکن بے جا ضد' نیچا دکھانے کی تند و تیز آندھی نے پھول چلا ڈالے۔ تتلیاں سہم کر پر پھیلاتی اڑ گئیں۔ اس کا رقص کرتا دل تھم گیا تھا۔ ڈھلتی سہ پہر نے دیواروں پر اپنا اداس سرمئی آنچل لہرا دیا تھا۔
وہ آپی کے سامنے بری طرح رو دی۔
"ہمارے معاشرے کا یہ کیسا ناسور ہے لوگ کسی ایک بہن' بیٹی کے ماتھے پر لگے طلاق کے کلنک کو دوسری بہن' بیٹیوں کے لیے طعنہ بنا کر ان کے منہ پر دے مارتے ہیں۔ خواہ طلاق لینے کے پیچھے وجہ کوئی بھی ہو۔
اور وہ بے قصور بہن بیٹیاں "دنیا" کے اس طعنے سے بچنے کے لیے ان کی ہر جائز ناجائز بات پر خاموشی سے آنسو اندر اتارتی چپ سادھ لیتی ہیں۔" آپی کا دل دکھ سے بھرنے لگا تھا۔
رمل کے چہرے پر ثبت انگلیوں کے نشان ساری کہانی سنا رہے تھے۔
"جانتی ہو رمل! شادی کے بعد ہر عورت کو کسی نہ کسی آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو عاشی!" اس نے یقیناً "میری آنکھوں سے مترشح ان لفظوں کو پڑھ لیا تھا۔ تب ہی نگاہیں چُراتے ہوئے بولی تھی۔

"یہ تم نے ابھی کیا کہا مریم... میرے لیے یقین کرنا بہت مشکل ہو رہا ہے۔" بولتے ہوئے مجھے احساس نہیں ہوا کہ میری آواز بھیگ رہی ہے... مریم کی آنکھوں کی طرح...

"یقین کر لو عاشی... بعض اوقات بہت سے فیصلے انسان خود نہیں کرتا اسے اس کی تقدیر اس نہج پر لے آتی ہے۔"

"مگر تم تو... ایسے کیسے... تم مریم... تم ہو کیا؟" میں نے اسے عجیب... بہت اجنبی نظروں سے دیکھا تھا... ہاں اس وقت مجھے اس کا جانا پہچانا چہرہ بہت اجنبی ہی دکھائی دے رہا تھا۔

وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی اور مجھے اس کی مسکراہٹ بھی نامانوس لگی۔ آپ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے... ورنہ آپ کو بھی لگتی۔

یہ مریم کیا کہہ رہی تھی... یہ میری مریم تو نہ تھی۔ میں اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی... جہاں پہچان کے رنگ مدھم پڑتے جا رہے تھے۔

✵ ✵ ✵

مریم...

میری چھوٹی بہن نہیں... ایک شعلے... ایک شرارے کا نام تھا۔ ہاں... وہ لپکتے... بھڑکتے شراروں ہی کی طرح روشن' تاباں اور بے صبر تھی... ہاں بے صبر... کبھی آپ نے بھڑکتی آگ کو صبر کرتے دیکھا ہے؟ اسے جو' جب' جس وقت درکار ہوتا' وہ اسی وقت حاصل کر کے رہتی... چاہے رات کے دو ہی بجے ہوں اور اس کا من اگر کچھ کھانے کو مچل گیا۔ وہ چیز اسی وقت بنائی یا آرڈر کر کے منگوائی جائے گی۔

اس کا کہنا تھا۔ "تو یار... دل ابھی چاہ رہا ہے... صبح تک کا انتظار کون کرے گا۔"

یا چلچلاتی دھوپ میں اسے شاپنگ کی سوجھ جائے۔ آپ لاکھ سمجھائیں۔ "شام تک صبر کر لو۔" مگر یہ صبر ہی تو اس سے نہیں ہوتا تھا۔

جھٹ کہتی۔ "شام تک صبر کس سے ہوگا۔ بس ابھی ہی چلے چلتے ہیں۔"

اماں کو اس کا بے صبرا پن ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا... وہ کہتیں۔

"مریم اپنے اندر برداشت اور صبر پیدا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بے صبری تمہیں کسی مصیبت سے دوچار کر دے۔" مگر وہ اپنے ازلی لاپروا انداز میں مسکرا کر کہتی۔

"رہنے دیں اماں... مشکلات کا سامنا صابر لوگوں کو کرنا پڑتا ہے... بے صبروں کے سامنے مصیبتیں ٹک ہی نہیں سکتیں... کیونکہ وہ انہیں برداشت ہی نہیں کرتے' آگے بڑھ کر ان کا تیا پانچا کر کے رکھ دیتے ہیں۔"

یہ اس کا بچکانہ فلسفہ تھا۔ ایک مرتبہ پیاز کاٹتے ہوئے اس کا ہاتھ اچھا خاصا کٹ گیا۔ اس نے وہ واویلا مچایا کہ اماں نے تو آئندہ اس سے پیاز کٹوانے سے توبہ کر لی۔ بتایا نا... کہ اس میں برداشت نام کو نہ تھی۔

اسی لیے کسی کی تیکھی بات پر قطعی ادھار نہ رکھتی' اگلے کی طبیعت ایسی صاف کرتی کہ اللامان... اور یہ بعض صورتوں میں کوئی اچھی بات نہیں تھی۔ اکثر لوگ اس سے نالاں' شاکی اور بدظن رہتے... جن میں اماں بھی شامل تھیں۔ وہ اکثر اسے سمجھاتیں۔ مجھے بھی اسے سمجھانے کو کہتیں۔ میں بھی سمجھاتی کبھی پیار سے' کبھی سسرال کے حوالے سے مخصوص ڈراوے دے کر...

"سسرال میں لڑکیوں کو بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔"

اور اس کا وہی جواب کہ... "وہ کوئی اور لڑکیاں ہوں گی جو سسرال والوں کی بری بھلی چپ رہ کر سہتی ہیں۔ مجھے کوئی سنا کر تو دیکھے... وہ حال کروں گی کہ دیگر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

سسرال والوں کو عبرت حاصل ہو گی۔" میں اس کی لن ترانیوں پر محض مسکرا کر اور کبھی اسے گھور کر رہ جاتی۔

✲ ✲ ✲

پھر اس کی زندگی میں وہ وقت بھی چلا آیا کہ جس کے خواب ہر لڑکی بچپن سے سجانے لگتی ہے۔

ہمایوں خان نام تھا اس کے طلب گار کا۔

مریم کو اس نے اس کی سہیلی کی شادی پر دیکھا تھا... من کو بھا گئی۔ اظہار محبت کیا' پھر دیوانوں کی طرح اس کا پیچھا ہی لے لیا۔

ہمایوں کا انداز دیکھ کر مجھے مریم پر رشک آتا کہ جس کے تاباں چہرے کی رونق آج کل دیدنی تھی۔

ہمایوں کے گھر والے آئے اور جلد شادی پر زور دینے لگے۔ اماں روایتی فکروں میں پڑ گئیں کہ بڑی بیٹھی ہے' چھوٹی کی کیسے کردوں وغیرہ وغیرہ۔ ہمایوں کا اتاولا پن دیکھ کر مجھے ہنسی آتی کہ اللہ ملائی جوڑی ہے۔

بہت سے مراحل سے گزر کر بالآخر دونوں ایک ہو گئے اور مریم کی زندگی کا نیا باب شروع ہوا۔

✲ ✲ ✲

ہمایوں بہت اچھا شوہر ثابت ہوا۔ مریم بہت شاداں و فرحاں تھی۔ سسرال میں محض ایک ساس ہی تو تھیں۔ وہ تو بے ضرر ثابت ہوئیں مگر شادی شدہ نند سے اس کی روایتی چپقلش شروع ہو گئی۔ مریم نے اپنے مزاج کے عین مطابق اپنی نند کو "ہینڈل" کیا تھا۔ نند اس سے اور وہ نند سے خفا رہنے لگی۔ ساس غیر جانب دار تھیں۔ دونوں کو گھر کا کرتیں... کبھی کبھار اپنی بیٹی کی طرف داری بھی کر جاتیں۔ البتہ ہمایوں کو ان خالص گھریلو قسم کے "دھور نانہ" مشاغل سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

مجموعی طور پر مریم ایک خوش حال ازدواجی زندگی گزار رہی تھی۔ کچھ وقت اور گزرا... اور مریم کی جھولی دو پھولوں سے مہکنے لگی... ساس اللہ کو پیاری ہو گئیں... نند کا رویہ بھی اب بہتر تھا۔

ہمایوں کے گھر پہ اب مریم کا راج تھا مگر اس کے دل پہ...؟

✲ ✲ ✲

مرد کو اگر دریافت کا پرندہ کہتے ہیں تو غلط نہیں کہتے۔ وہ ایک کے بعد دوسرا عشق بھی بڑی آسانی سے کر لیتا ہے... مگر الزام ہمیشہ عورت ہی کے سر رکھتا ہے۔

ہمایوں جانے کب اپنی کسی کولیگ کی زلفوں کا اسیر ہوا' مریم کو پتا ہی نہ چلا۔ پتا تو تب چلا جب علی (ہمارے تایا زاد) نے اپنی بلڈنگ کے ایک فلیٹ میں میاں بیوی کی حیثیت سے ہمایوں اور سونیا کو رہائش پذیر دیکھا۔ معاملہ جب خاندان تک پہنچا تب تک... بہت دیر ہو چکی تھی۔ ہمایوں واقعی سونیا سے نکاح کر چکا تھا۔

ہمایوں کی بے باکیوں کا سارا خاندان گواہ تھا... سو ہر ایک کو جاننے میں دلچسپی تھی کہ آخر ایسا کیا ہوا جو معاملہ دوسری شادی تک جا پہنچا تھا۔ اس دوسری شادی کے محرکات چاہے جو بھی رہے ہوں مگر وہ ہو چکی تھی اور مجھے فکر اپنی بہن کی تھی کہ زندگی جس کی برداشت کا بہت کڑا امتحان لینے چلی تھی۔

✲ ✲ ✲

"برداشت نام کو نہیں ہے تم میں... چھوٹی سی بات کو ایشو بنا کر مجھ سے بے وجہ زبان درازی کرتی ہو' غصہ تمہاری ناک پر دھرا رہتا ہے... مجھ سے تو تکار کرتی ہو' میری عزت نہیں کرتیں۔ سونیا سے مل کر میں نے جانا کہ ایک نرم مزاج عورت مرد کے لیے کتنی بڑی نعمت ہے۔"

ہمایوں نے یہ وجہ بتائی تھی مریم کو اپنی دوسری شادی کی۔

"مجھ پر بے وجہ الزام تراشی کر کے خود کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش مت کرو ہمایوں... میں بیوی ہوں تمہاری' جانتی ہوں تمہیں اچھی طرح... کوئی وجہ نہ بھی ہوتی تب بھی تمہیں یہ شادی کرنی ہی تھی...

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کیونکہ تم ہو ہی دل پھینک... عاشق مزاج..."

مریم حسب عادت چلا چلا کر اس کے الزامات کا دوبدو جواب دے کر رمشا' ورینشا کو لیے امی کے گھر چلی آئی۔

✡ ✡ ✡

"آگے کا کیا سوچا ہے مریم... اب کیا کرو گی؟"

اسے امی کے ہاں رہتے تیسرا ہفتہ تھا۔ معاملات مزید پیچیدگی اختیار کرتے جارہے تھے اور زندگی ایسے تو نہیں گزاری جاسکتی تھی۔ اسے اپنے لیے کوئی فیصلہ بہر حال کرنا ہی تھا اور میں اس کا دکھ پوری شدت سے محسوس کرتے ہوئے اس کا وہی فیصلہ جاننے کی خاطر اس کے مقابل براجمان تھی... وہ ٹوٹی' بکھری سی میرے سامنے بیٹھی تھی۔ اس کی پھول سی بیٹیاں اس کے ساتھ ہی سوئی ہوئی تھیں۔

"سوچنا کیا ہے عاشی... میں اس دوسری عورت کا وجود کیسے برداشت کرسکتی ہوں۔ میں لعنت بھیجتی ہوں ہمایوں اور اس کی جھوٹی محبت پر..." میں جانتی تھی کہ وہ یہی سب کہے گی... مگر...

"تمہیں میری کالج فرینڈ ناجیہ یاد ہے؟" اس نے بھیگی آنکھوں سے میری جانب دیکھا۔

"ہاں... مگر وہ اس وقت تمہیں کیوں یاد آگئی؟" میں تعجب سے بولی۔ وہ نہ جانے کس کیفیت کے زیر اثر میری حیرانی پر دھیان دیے بغیر بولتی گئی۔

"وہ ایک عدم تحفظ کا شکار' اعتماد سے قطعی عاری شخصیت تھی۔ ہمہ وقت انجانے خوف سے لرزاں رہتی۔ محرومی گویا اس کے چہرے پر ثبت ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی افسردہ آنکھیں بہت کم مسکراتی تھیں۔ اس کی کتنی ہی معصوم سی خواہشات کو میں نے اس کی حسرت بنتے دیکھا تھا اور کیا تم جانتی ہو عاشی کہ وہ ایسی کیوں تھی؟" اس نے بولتے بولتے یک دم مجھ سے پوچھا۔

بے اختیار میرا سر نفی میں ہل گیا۔

"اس کی والدہ کو بھی زندگی اسی مقام پر لے آئی تھی' جس پر آج میں کھڑی ہوں اور انہوں نے ٹھیک وہی فیصلہ کیا تھا جو کہ ایسے حالات میں ایک عورت کرسکتی ہے' جو میں کرنا چاہتی ہوں' مگر عاشی...

نہ جانے کیوں میرے ذہن سے ناجیہ محو نہیں ہو پا رہی... مجھے اس کا چہرہ' اس کی باتیں نہ چاہتے ہوئے بھی یاد آرہے ہیں عاشی...

اسے وقت اور حالات نے بہت باشعور بنا دیا تھا۔ وہ اکثر آنسو بہاتے ہوئے مجھ سے کہتی۔

"یہ دنیا بہت بے رحم ہے مریم... مجھے ہر قدم پر اس کی سفاکی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ کاش میری مما' پپا سے علیحدہ ہوتے وقت خود غرض بن کر نہ سوچتیں۔ صرف ایک بار... ایک بار تو میرے بارے میں سوچ لیتیں..."

سچ کہوں عاشی' تو اس وقت تو اس کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی تھیں' میں اسے روتے کرلاتے دیکھ کر اسے دلاسا دے دیا کرتی تھی مگر آج جب زندگی مجھے اسی دوراہے پر لے آئی ہے' جس پر کبھی اس کی والدہ کھڑی تھیں تو میں بھی وہی موڑ مڑنا چاہتی ہوں جو وہ مڑی تھیں... مگر..."

اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوگئی۔

"مگر کیا... کیا مریم؟" میں نے بے چینی میں گھر کر پوچھا۔

"کل رات ہمایوں کا فون آیا تھا... وہ اپنی بچیوں کو مس کر رہا ہے۔ ہمیں گھر واپس بلا رہا ہے... اپنے کیے پر شرمندگی کا اظہار بھی کر رہا تھا۔ میں جانتی ہوں عاشی کہ وہ اعتبار کھو چکا ہے... بے وفا شوہر ہے مگر میں یہ بھی اچھی طرح جانتی ہوں کہ بلاشبہ وہ ایک بہت اچھا باپ ہے۔"

اس نے لرزتی آواز میں بدقت تمام اپنی بات مکمل کی۔ اس کی بے خواب ویران آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے مگر اس کا چہرہ مطمئن تھا۔ اس نے جھک کر اپنی بیٹیوں کا چہرہ چوما۔ گویا وہ فیصلہ کر چکی تھی۔ میں نے کرب ناکی سے اپنی دھندلی آنکھیں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔ وہاں مریم گم ہو چکی تھی۔

فقط ایک "ماں" موجود تھی۔

✡

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

سدرہ حیات

جیت ہماری ہے

"چھکا.... ہم جیت گئے۔" گلی کے بیچ چھ لڑکوں کا گروپ اپنے جیتنے کی خوشی میں بھنگڑا ڈال رہا ہے۔ ان کے سامنے جو منہ کے زاویے بگاڑے کھڑے ہیں یہ آج کے کرکٹ میچ کے ہارے ہوئے کھلاڑی ہیں۔ اب ذرا جیتی ہوئی ٹیم کا تعارف ہو جائے۔ یہ موصوف جو بیٹ ہاتھ میں پکڑے بھرپور انداز سے بھنگڑا ڈالتے نظر آ رہے ہیں ان کا نام مومن احمد ہے۔ ان کے بائیں طرف موجود موصوف جو بھنگڑا ڈالنے میں "فیصل قریشی" اور "فہد مصطفیٰ" کو بھی مات دیتے نظر آ رہے ہیں یہ مومن احمد سے دو سال چھوٹے مجاہد احمد ہیں۔ مومن احمد کے دائیں طرف موجود دونوں حضرات "ساحر لودھی" کے جانشین معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بھنگڑا کم اور لڈی زیادہ ڈال رہے ہیں۔

اس ہجوم کے پیچھے جو براؤن رنگ کا گیٹ نظر آ رہا ہے۔ جس کی دیوار پر خوب صورت پھولوں کی بیل ہے تختی پر بڑے حروف میں احمد جلال لکھا ہے.... جی! یہ مومن اور مجاہد کا گھر ہے۔ گھر کا اندرونی دروازہ کھولتے ہی سامنے لاؤنج ہے۔ ٹی وی کے سامنے

Downloaded From
Paksociety.com
READING
Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

والے صوفے پر ایک موصوفہ براجمان ہیں۔ ارے ارے.... گھبرائیے مت' یہ صاحبہ تو چہرے سے ہی بہت نرم مزاج اور خوش اخلاق معلوم ہوتی ہیں.... زیادہ نہیں تو کچھ 'خوش اخلاق تو ضرور واقع ہوتی ہیں۔ اب چہرے اتنا بھی جھوٹ نہیں بولتے۔ یہ عائلہ احمد ہیں اس گھر کی اکلوتی صاحبزادی۔ غلط فہمی میں مت پڑیے گا یہ اتنی پڑھاکو ہرگز نہیں جتنا آپ سمجھ رہے ہیں۔ عائلہ احمد بڑے انہماک سے گود میں رکھے رسالے میں موجود ماڈلز کے خوب صورت کپڑوں کو للچاتی نظروں سے دیکھنے میں مصروف ہیں۔ آج کل اپنی عنقریب ہونے والی شادی کے باعث ہر اچھے جوڑے پر ان کی نظر رہتی ہے۔

"عائلہ باہر اتنا شور کیوں ہے؟" صحیح پہچانا۔ یہ احمد جلال کی اہلیہ سفینہ بیگم ہیں جو اس وقت باورچی خانے میں اپنے معمول کے کام انجام دے رہی ہیں۔ ان کے کانوں تک بھی شور ہنگامے کی آوازیں پہنچ گئی ہیں۔

"فکر نہ کریں امی! یقیناً" یہ میچ جیتنے کی خوشی میں ہونے والا ہنگامہ ہے۔ آج فائنل میچ تھا۔" عائلہ نے میز پر سے دوسرا رسالہ اٹھاتے ہوئے والدہ صاحبہ کو مطمئن کیا۔ اسی وقت لاؤنج کا دروازہ کھول کر مومن اور مجاہد چمکتے چہرے لیے اندر آئے۔

"آپی! آپ ان رسالوں کو کوئی پچاس مرتبہ دیکھ چکی ہیں۔ آج تو چھوڑ دیں۔" مومن نے مزے سے کہتے ہوئے عائلہ کے ساتھ والے صوفے پر گرتے ہوئے اس کے شوق پر تبصرہ کیا۔

"کیوں آج کیا خاص بات ہے.... کہیں میچ تو نہیں ہار گئے۔" عائلہ نے جوڑے کے رنگوں کو ذہن نشین کیا اور دل میں بالکل ایسا ہی جوڑا بنوانے کا مصمم ارادہ کیا۔

"آپی! اتنے بہترین کھلاڑی ہوتے ہوئے ہم میچ کیسے ہار سکتے ہیں.... وکٹری ہماری ہے۔" مجاہد نے فلور کشن پر بیٹھتے ہوئے ہوا میں وکٹری کا نشان بنایا۔

"کہیں شاہد آفریدی کو گیسٹ اپیرینس کے طور پر اپنی ٹیم میں شامل تو نہیں کرلیا۔" عائلہ نے حیرت سے رسالے پر سے نظریں ہٹا کر دونوں کی طرف دیکھا۔

"بڑے افسوس کی بات ہے آپی.... آپ کو ہماری صلاحیتوں پر شک ہے۔ "مومن ہماری ٹیم کا شاہد آفریدی ہے۔" مجاہد نے گویا عائلہ کی معلومات میں اضافہ کیا۔ مومن نے فخر سے کالر جھاڑا۔

"اس خبر کو اپنے تک ہی رکھنا پبلک کرنے کی غلطی مت کرنا۔"

آپی کو تب یقین آئے گا جب ہم قومی ٹیم میں کھیلیں گے۔" مومن نے ریموٹ اٹھاتے ہوئے اپنے مستقبل کے خوابوں سے آگاہ کیا۔

"مجھے تو رہنے ہی دو.... میرا یقین تب بحال ہوگا جب پاکستانی ٹیم ورلڈ کپ کے فائنل میں انڈین ٹیم سے جیتے گی۔" عائلہ نے بے نیازی سے کہتے ہوئے رسالے سمیٹے۔

"انشاء اللہ وہ دن بھی ضرور آئے گا...." مجاہد نے پُرامید لہجے میں کہا۔

"اب دونوں ٹی وی نہ دیکھنے لگ جانا.... کتابیں کھولو' کل تم دونوں کا ٹیسٹ ہے.... ورنہ ابھی امی کو بتاتی ہوں۔" عائلہ نے جانے سے پہلے دونوں کو دھمکانا ضروری سمجھا۔ جس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ دونوں نے کمرے کا رخ کیا۔ امی کا اتنا ڈر نہیں تھا البتہ ابا جی کا رعب بہت تھا جن سے یقیناً" امی.... شکایت لگا دیتیں۔

✡ ✡ ✡

یہ خوشبوئیں احمد جلال صاحب کے گھر کے کچن سے آرہی ہیں جو کہ سفینہ احمد کی سلطنت میں شامل ہے۔ ارے یہ کیا؟ یہاں خلاف معمول عائلہ احمد موجود ہیں۔ اسی لیے کچن کی حالت مخدوش ہے۔ کافی سارے برتن اب تک گندے کر چکی ہیں' جس کا مطلب ہے ان کی والدہ کہیں دورے پر نکلی ہیں جو عائلہ کسی کوکنگ شو کی ہوسٹ کی طرح تخریب کاریاں کرتی پائی جارہی ہیں۔ جس کو خود تو کچھ آتا نہیں ہوتا

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY READ Section

لیکن باتوں میں کوکنگ ایکسپرٹ کو بھی مات دیتی نظر آتی ہے۔

"کتنے دنوں سے میرا دل پکوڑے کھانے کا کر رہا تھا۔" عائلہ نے آلو اور پالک کے پکوڑے پلیٹ میں نکالتے ہوئے سوچا۔

"موسم کتنا خوشگوار ہے۔" عائلہ نے کھڑکی سے باہر دیکھ کر لمبی سانس اندر کھینچی۔ عائلہ پکوڑوں کی پلیٹ اٹھائے لاؤنج میں داخل ہوئی۔ لاؤنج کا ماحول خاصا ٹینس تھا۔ عائلہ نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے مومن اور مجاہد کی پریشان صورتوں کو دیکھا جو ٹی وی پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ عائلہ رسالہ پڑھنے اور پکوڑے کھانے میں مصروف ہو گئی۔

"آؤٹ کیوں نہیں ہو رہے یہ انڈینز۔" مومن نے عائلہ کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے دو پکوڑے اٹھائے۔

"ٹینشن نہ لو..... ابھی شاہد آفریدی میدان میں آئے گا۔ اسے تو آؤٹ کر کے ہی دم لے گا۔" مجاہد نے مومن کو تسلی دی۔

"یہ تو چوکے پر چوکا لگا رہے ہیں۔" عائلہ نے رسالے پر سے نظریں اٹھا کر مومن کو دیکھا ٹینشن میں بھی اس کی پکوڑے کھانے کی رفتار قابل دید تھی۔

"ٹینشن میں لوگ کھانا پینا بھول جاتے ہیں، تمہاری طرح دوسروں کے کھانے پر نہیں ٹوٹ پڑتے .... شرم کرو' یہ ساتھ دے رہے ہو قومی ٹیم کا۔" عائلہ نے شرم دلانا چاہی۔

"جان ہے تو جہان ہے۔" مومن نے دونوں شغل جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"آپی صحت بنائیں گے تو قومی ٹیم کا ساتھ دے سکیں گے۔" مجاہد نے بھی ساتھ دیتے ہوئے تین پکوڑے اٹھائے۔

"ساتھ کیا خاک دو گے۔ یہی ٹیم جیت گئی تو پھول برساؤ گے اور اگر ہار گئی تو انڈے اور ٹماٹر..... اتنے ہی جذباتی ہو تم سب کرکٹ کے معاملے میں۔"

"آپی! اس وقت ہارنے کی باتیں نہ کریں۔" مومن کو اس تقریر میں ایک ہی بات قابل غور لگی۔

"دعا کریں آپی! پاکستان جیت جائے۔ لوگوں کی بہنوں کو اتنا شوق ہوتا ہے کرکٹ کا پر آپ کو ذرا بھی نہیں ہے۔" مجاہد نے دکھی لہجے میں افسوس کا اظہار کیا۔ عائلہ نے مجاہد کی ساحر لودھی جیسی ایکٹنگ پر منہ بناتے ہوئے پلیٹ میں پڑے آخری پکوڑے کو حسرت سے دیکھا۔ ابھی اس نے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ مومن پکوڑا منہ میں ڈال چکا تھا۔

"مستقبل میں ہم آفریدی بھائی کے ساتھ کرکٹ کھیلیں گے۔" مجاہد پرجوش ہوا۔ عائلہ نے پکوڑے کا افسوس بھول کر حیرت سے مجاہد کو دیکھا۔

"شاہد آفریدی کے ساتھ کھیلو گے۔"

"وہ دن بھی دور نہیں جب ہم دونوں شاہد آفریدی کے ساتھ کرکٹ کھیل رہے ہوں گے۔" مومن نے تصور میں اپنا من پسند منظر دیکھا۔

"مگر عنقریب آفریدی اسرار یعنی اپنے دولہا بھائی کے ساتھ میچ کھیلیں گے۔" مومن کی بات مکمل ہوتے ہی عائلہ کو اپنا ایک اور غم یاد آگیا۔ اس رشتے میں عائلہ احمد کو صرف لڑکے کا نام ہی غیر مناسب لگا تھا۔ اس کے خیال میں "آفریدی" نام کرکٹ کی فیلڈ سے مماثلت رکھتا ہے۔ یقیناً" موصوف خود بھی کرکٹ کے فین ہوں گے۔ عائلہ نے اپنی سوچوں سے نکل کر لاؤنج میں ہونے والی خاموشی کا جائزہ لیا۔ مومن اور مجاہد دونوں کے منہ کے زاویے بگڑے ہوئے تھے۔ پھر نظر ٹی وی پر گئی جہاں انڈین ٹیم اچھل کود رہی تھی یعنی جیت چکی تھی۔ یہ دیکھ کر اسے بھی افسوس نے گھیر لیا کہ آخر دل تو پاکستانی ہے۔ اسی وقت ڈاکٹر تیمور کا بیٹا زین بھاگتا ہوا اندر آیا۔

"مومن! میرے ابو کو فون کرو' جلدی گھر آئیں.... ہمارا فون خراب ہے۔"

"کیوں خیر تو ہے؟"

"امی کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔"

READING
Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"اللہ خیر کرے' کیا ہوا ہے۔" سفینہ بیگم اسی وقت کمرے میں آئیں۔ عائلہ نے مختصر نظروں سے زین کو دیکھا۔

"امی کا بلڈ پریشر ہائی ہو گیا ہے... انڈیا میچ جو جیت گیا ہے اسی لیے۔" زین کی بات سنتے ہی عائلہ اور سفینہ نے بے زار منہ بنایا۔

"اب اتنی بھی کیا ٹینشن لینی اس موئے کرکٹ کی۔" سفینہ بیگم بڑبڑائیں۔

"یہ زرینہ آنٹی بھی پوری ڈرامہ کوئین ہیں۔" عائلہ نے خالی پلیٹ اٹھائی اور کچن کا رخ کیا۔ مومن، ڈاکٹر تیمور کو فون کرنے میں اور مجاہد موبائل پر گیم کھیلنے میں مصروف تھا۔ احمد جلال کا گھرانہ اتنا جذباتی بھی نہیں تھا کہ گھنٹوں میچ ہارنے کا غم منایا جاتا۔ اس بار نہ سہی اگلی بار سہی کیونکہ ان کے خیال میں "زندگی گلزار ہے۔"

✡ ✡ ✡

"چھکا..." مجاہد خوشی سے صوفے پر اچھل پڑا۔

"ان شاء اللہ آج ہم یہ میچ جیت کر رہیں گے۔"

مومن نے آلو بخارہ منہ میں رکھتے ہوئے دعائیہ انداز میں ہاتھ اٹھائے۔ اسی وقت پکوڑوں کی پلیٹ ہاتھ میں لیے سفینہ بیگم کی انٹری ہوئی۔

"جس وقت دیکھو ٹی وی سے چپکے ہوتے ہو۔"

"امی یہی تو دن ہیں ٹی وی دیکھنے کے۔ میچز شروع ہو چکے ہیں۔"

"واہ امی! پکوڑے... آپ نے تو آپی کی یاد دلا دی۔ مومن نے خوش ہوتے ہوئے پکوڑوں کی طرف پیش قدمی کی۔

"بیٹا دو مہینے ہو گئے ہیں عائلہ کی شادی کو... چکر ہی لگا لو بہن کی طرف' ساتھ لیتے آنا۔ دو دن رہ لے... اس کے ابو بھی یاد کر رہے تھے۔"

"جی امی ہم کل چلے جائیں گے۔" مومن نے ٹی وی پر نظریں جمائے ہوئے سعادت مندی سے سر ہلایا۔

✡ ✡ ✡

آئیے اب عائلہ احمد کے سسرال یعنی اسرار ہاؤس چلتے ہیں۔ عائلہ احمد اپنے خوب صورتی سے سجے بیڈ روم میں آئینے کے سامنے اسٹول پر بیٹھی آنکھوں میں کاجل لگانے میں مشغول ہیں۔ عائلہ نے کاجل کی ڈبی رکھتے ہوئے آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ وہ اس وقت گہرے سبز رنگ کی کلیوں والی فراک میں ملبوس تھی جس پر سلور رنگ سے ہلکی سی کڑھائی ہوئی تھی۔ فرحت اشتیاق کے ناولز کی ہیروئن کی طرح نہیں تو صبا قمر کے جیسی خوب صورت تو یقیناً "لگ رہی ہوں۔" عائلہ نے مسکراتے ہوئے خود کو ہر زاویے سے آئینے میں دیکھا۔ آج اسرار صاحب کے پوتے فہد کی سالگرہ تھی۔ اسی لیے عائلہ اپنے تیار ہونے کا شوق پورا کر رہی تھی۔ ہاتھوں میں سونے کی خوب صورت ڈیزائن والی چوڑیاں پہننے کے بعد وہ اپنے کمرے سے نکلی۔ پہلے کچن میں جھانکا مگر وہاں کی ویرانی دیکھ کر حیران ہوئی۔ شہنا بھابھی کی موجودگی میں کچن بحیثیت گلزار کے چمن کی طرح مہکا اور بھرا رہتا تھا۔ مایوس ہو کر لاؤنج کی راہ لی جہاں سے باتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ عائلہ نے رک کر جائزہ لیا۔ اس کی ساس صوفے پر بیٹھی تسبیح پڑھنے میں مشغول تھیں۔ تسبیح کے دانے تیزی سے گر رہے تھے مگر نظریں ٹی وی پر لگے میچ پر تھیں۔ دوسرے صوفے پر غم زدہ سی شہنا بھابھی بیٹھی تھیں۔ ساتھ ہی شاہد بھائی بیٹھے تھے جنہوں نے آنے کے بعد کوٹ اتارنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔ فاطمہ اور فہد کارپٹ پر بیٹھے ٹی وی کی طرف متوجہ تھے۔

"شاہد بھائی! آپ آج جلدی آگئے۔" عائلہ نے فہد اور فاطمہ کے قریب صوفے پر بیٹھتے ہوئے اپنے سوال کی آڑ میں فہد کی سالگرہ کی طرف توجہ دلانا چاہی۔

"آں ہاں... وہ میچ تھا اس لیے میں دو گھنٹے پہلے ہی آ گیا... آفریدی بھی آنے والا ہو گا۔"

"ہائے ہائے... کوئی اس موئے کالے کو تو آؤٹ کرے۔" ساس صاحبہ نے انڈین کھلاڑی کو کھا جانے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

والی نظروں سے گھورا۔
"واؤ.... فکر نہ کریں ابھی آفریدی بھائی آکر اسے آؤٹ کریں گے۔" فہد نے تسلی دی جس پر عائلہ نے خفگی سے فہد کو دیکھا۔
"آفریدی بھائی ضرور کہنا ہے.... شاہد بھائی کہہ لے۔"
"چوکا...." چار سال کی فاطمہ کو یقیناً "غلط فہمی ہوئی تھی۔
"چھکا مارا ہے۔" ساس صاحبہ نے عینک سیدھی کی۔
"نہیں اماں! ابھی کہاں۔" شاہد بھائی نے افسوس سے سر ہلایا۔
"فہد! آج تمہاری سالگرہ ہے۔" عائلہ نے اکتا کر فہد کو یاد دلایا۔
"چاچی! دعا کریں پاکستان جیت جائے۔" فہد کی فکریں نرالی تھیں۔ اس سے مایوس ہو کر عائلہ نے شہنا بھابی کی طرف دیکھا۔
"بھابی کھانا لگا دوں.... ابا جی اور آفریدی آنے والے ہوں گے۔"
"ابا جی کی میٹنگ ہے۔ وہ دیر سے آئیں گے.... اور تم کیوں بناؤ گی۔ ابھی تو کھیر میں ہاتھ ڈالنا ہے۔"
"بہو ٹھیک کہہ رہی ہے۔" ساس صاحبہ نے بھی شہنا بھابی سے اتفاق کیا۔
"میں تو لگانے کا کہہ رہی تھی۔" عائلہ نے مسکراتے ہوئے وضاحت کی۔
"کیا لگاؤ گی؟"
"کھانا۔"
"کھانا تو ابھی بنا ہی نہیں۔" شہنا بھابی کی بات پر عائلہ نے حیرت سے گھڑی دیکھی جو سوا نو بجا رہی تھی۔
"ہماری تو بھوک پیاس ہی اڑ گئی.... جب تک ان موئے کالوں سے جیتیں گے نہیں تو نوالہ حلق سے نہیں اترے گا۔" ساس صاحبہ کی بات سن کر عائلہ کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا۔ دوپہر کو اس نے تھوڑا سا کھایا تھا۔ آنکھوں میں آئے آنسو چھپانے کے لیے وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ وہ بیڈ پر بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ مومن اور مجاہد پر بھی پیار آ رہا تھا جو کم از کم کھانا نہیں چھوڑتے تھے۔
"اگر پاکستان ہار گیا تو...." یہ سوچتے ہی آنسوؤں میں روانی آ گئی۔ پھر تو کھانا ملنے کا امکان بالکل نہیں تھا۔ کیوں نہ آپا زبیدہ سے ان گھر والوں کی جذباتیت کا توڑ پوچھوں۔ ایک نئے خیال نے عائلہ کے ذہن پر دستک دی۔ آفریدی اسرار کمرے میں داخل ہوئے تو ان کا موڈ آف تھا۔
"کہیں پاکستان...." عائلہ کو ٹینشن ہونے لگی۔ اسی ٹینشن میں سلام کرنا بھی بھول گئی۔
"آپ کیوں رو رہی ہیں؟" آفریدی کی نظر اس پر پڑ چکی تھی۔
"وہ.... میں۔" "فکر نہ کریں۔ ابھی پاکستان میچ ہارا نہیں ہے۔" آفریدی نے کوفت سے کہتے ہوئے کوٹ اتارا۔
"نہیں.... میں اس لیے تو نہیں رو رہی.... مجھے بھوک لگی ہے۔" عائلہ نے شرمندگی سے نظریں جھکائیں۔
"اس میں رونے کی کیا بات ہے۔" آفریدی نے دلچسپی سے اسے دیکھا پھر سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔
"ہوں.... گھر میں کھانا نہیں بنا ہو گا.... ویسے بھی میچ کے فیصلے تک امید نہ ہی رکھیں.... میں خود بھی گھر والوں کی اس غیر ضروری جذباتیت سے تنگ ہوں.... میچ جیتنا لازمی نہیں.... نہ ہی ہارنے پر کھانا پینا چھوڑنا عقل مندی ہے.... چلیں آپ منہ دھو لیں تیار تو آپ ویسے بھی ہیں.... کھانا باہر کھاتے ہیں۔" آفریدی نے کوٹ اٹھاتے ہوئے مسکرا کر عائلہ کو دیکھا جو حیرت سے منہ کھولے کھڑی تھی۔
"کیا ہوا؟" اب حیران ہونے کی باری آفریدی کی تھی۔ کیونکہ عائلہ کی شکل پر اس وقت خوشی اور حیرت دونوں کا تاثر تھا۔
"کچھ نہیں۔ آپ گاڑی نکالیں میں آ رہی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
Reading Section

ہوں۔" عائلہ نے جذبات پر قابو پاتے ہوئے واش روم کی طرف دوڑ لگائی۔ آفریدی حیران سے کمرے سے نکل گئے۔ عائلہ نے جلدی سے آنکھوں کو کاجل میں ڈبویا۔ آئینے میں خود کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو عائشہ خان کی آنکھوں سے تشبیہ دی۔ مومن اور مجاہد صحیح کہتے ہیں وکٹری ہماری ہے۔ لاؤنج سے گزرتے ہوئے اس نے مسکرا کر سوچا۔

☆ ☆ ☆

"بچوں جیسی حرکتیں کرتے ہو تم سب... یہ سب سکھانا چاہتے ہو اپنی نسلوں کو... حد ہے بے وقوفی کی، فہد اور فاطمہ کے ذہنوں پر کیا اثر پڑ رہا ہے اس بات کا اندازہ ہے۔" اسرار صاحب کی آواز پورے گھر میں گونج رہی تھی۔ کمرے کا منظر کچھ یوں تھا کہ بیگم اسرار بستر پر لیٹی تھیں۔ ساتھ ہی اسرار صاحب غصیلے تاثرات کے ساتھ براجمان تھے۔ سامنے ہی صوفے پر شاہد اور شہنا بھابی سر جھکائے بیٹھے تھے۔ کمرے میں رکھی گئی دو کرسیوں پر اس وقت آفریدی اور عائلہ بیٹھے تھے جن کے سر جھکے ہوئے نہیں تھے۔ آفریدی کے چہرے پر افسردگی رقم تھی جبکہ عائلہ ابھی تک بے یقینی کے سمندر میں غوطہ زن تھی۔ گھر آنے پر انہیں معلوم ہوا کہ پاکستان میچ تو جیت گیا تھا مگر گھر میں کسی خوشی کا احساس نہ تھا جس کا ذکر آفریدی، عائلہ سے کر چکے تھے کیونکہ ساس صاحبہ بھوک کے باعث بے ہوش ہو گئی تھیں۔ فہد اور فاطمہ کا بی پی لو ہو گیا تھا۔ اور اب اسرار صاحب سب پر برس رہے تھے۔

"بس بھی کریں۔" بیگم اسرار کے لہجے میں شرمندگی کی جھلک تھی۔

"کیا بس کروں... کھانا پینا چھوڑنا کہاں کی عقل مندی ہے۔"

"ہم کون سا کھانا چھوڑ رہے تھے... ذرا سی دیر ہی تو ہوئی تھی، ویسے بھی میں نے آج گولیاں نہیں لی تھیں۔"

"بہت رات ہو گئی ہے۔ جاؤ تم سب اپنے کمروں میں اور آرام کرو۔" اسرار صاحب نے افسوس سے سر ہلایا گویا کہہ رہے ہوں۔

"یہ نہیں بدلنے کے۔" اور واش روم کا رخ کیا۔ باقی سب بھی اٹھ گئے۔ آخر محفل جو برخاست ہو چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

"بہت ہو گئی... کب تک چلے گا ایسے۔" عائلہ نے نیند سے بند ہوتی آنکھوں سے آفریدی کا فکر مند چہرہ دیکھا۔

"ہمیشہ۔" عائلہ نے جمائی روکتے ہوئے کہا پھر آفریدی کو اپنی طرف دیکھتے پا کر اپنی بے اختیاری کا احساس ہوا۔

"میرا مطلب ہے آپ کیا کریں گے۔" عائلہ نے وضاحت کی۔

"کچھ تو کرنا ہی پڑے گا ورنہ یہ جذباتیت فہد اور فاطمہ کو بھی لے ڈوبے گی۔" آفریدی کے لہجے سے لگ رہا تھا جیسے وہ کچھ کرنے کی ٹھان چکے ہیں۔

"ہائے... رات کے اس پہر کیا کرنا چاہتے ہیں... ان گھر والوں کے کام بھی نرالے ہی ہیں... یہ کوئی وقت ہے ہیرو بننے کا۔" عائلہ کا اپنی بے بسی پر رونے کو دل چاہا۔ آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں۔

"کل دیکھیں گے... آپ کو بھی نیند آ رہی ہے... مجھے بھی صبح دفتر جانا ہے۔" آفریدی نے کہا۔ جس پر شکر ادا کرتے ہوئے عائلہ سونے کے لیے لیٹ گئی۔

☆ ☆ ☆

"آج کا میچ بہت اہم ہے۔" آفریدی نے عین ٹی وی کے سامنے بیٹھتے ہوئے ریموٹ فہد کے ہاتھ سے لیا۔ شہنا بھابی نے حیرت سے اپنے دیور کو ٹی وی کے سامنے بیٹھتے ہوئے دیکھا جو کافی عرصہ ہوا ان کے ساتھ بیٹھ کر میچ دیکھنا چھوڑ چکا تھا۔

"آج تو بڑے بڑے لوگ آئے ہیں... خیر تو ہے، سورج کہاں سے نکلا ہے آج۔" شہنا بھابی نے شرارتی انداز میں آفریدی کو دیکھا۔

"آج سب کے ساتھ بیٹھ کر میچ دیکھنے کو دل کر رہا ہے۔" آفریدی نے نظریں ٹی وی پر سے ایک لمحے کے

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لیے بھی نہیں ہٹائی تھیں۔ بیگم اسرار ہمیشہ کی طرح تسبیح لیے بیٹھی تھیں۔ انہوں نے اس کے آنے کا کوئی نوٹس نہ لیا۔ عائلہ نے لاؤنج سے گزرتے ہوئے سب پر نظر ڈالی ہر کوئی مگن انداز میں ٹی وی کی طرف متوجہ تھا۔ عائلہ نے سیب کھاتے ہوئے فون کا رخ کیا۔

✵ ✵ ✵

اسرار ہاؤس کے مکین کھانے کی میز کے گرد جمع تھے۔

"آفریدی نہیں آیا؟" شہنا بھابی نے عائلہ کو کرسی پر بیٹھتے دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں بھابی! وہ کہہ رہے ہیں مصباح نے کھانا نہیں کھایا تو وہ کیسے کھا سکتے ہیں۔ بہت موڈ خراب ہے ان کا۔"

"یہ مصباح کون ہے؟" شاہد بھائی نے حیران نظروں سے عائلہ کو دیکھا۔

"مصباح الحق کی بات کر رہے ہیں۔ میچ جو ہار گئے ہیں۔ غصے میں بیٹھے ہیں اور سختی سے منع کیا ہے کہ ان سے کوئی کھانے کا نہ پوچھے۔"

"ماشاء اللہ۔ یہ ہے آپ کی اولاد۔" اسرار صاحب نے طنزیہ انداز میں بیگم کو مخاطب کیا۔

"بیٹا ہمارا کون سا جی چاہ رہا ہے کھانے کو۔ بس دو نوالے زہر مار کر رہے ہیں۔ دودھ کا گلاس ہی دے آؤ اسے۔" بیگم اسرار نے شوہر کے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے عائلہ سے کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اس نالائق کے پیچھے اپنی بھوک خراب کرنے کی۔ کھانا کھاؤ بیٹھ کر۔ ہوش کی دنیا میں آئیں گے تو خود ہی نعمتوں کی قدر آئے گی۔" اسرار صاحب کی تیز آواز پر کرسی سے اٹھتی ہوئی عائلہ واپس بیٹھ گئی۔ شاہد بھائی نے حیرت سے ساری گفتگو سنی۔ بھلا آفریدی اتنا جذباتی کب سے ہو گیا تھا۔ پھر سر جھٹک کر کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

✵ ✵ ✵

شہنا بھابی نے میز پر ناشتہ رکھتے ہوئے آفریدی کی آواز سنی جو تیز رفتاری سے اپنے کمرے سے نکلا تھا۔ پیچھے عائلہ بھی تھی جو ناشتہ کرنے پر اصرار کر رہی تھی۔

"مسئلہ کیا ہے آپ کے ساتھ۔"

"کہا تو ہے نہیں دل چاہ رہا۔ نہیں کرنا ناشتہ۔"

"وہ آپ نے رات کو بھی کھانا نہیں کھایا اس لیے میں۔" عائلہ منمنائی۔

"مہربانی آپ کی میرا جب دل چاہے گا میں کھا لوں گا۔ خدا حافظ۔" آفریدی کو جاتے دیکھ کر عائلہ مڑی۔ شہنا بھابی پر نظر پڑتے ہی سلام کیا۔

"یہ آفریدی کو کیا ہوا ہے۔ ایسے تو کبھی نہیں کیا اس نے۔ کم از کم میچ ہارنے پر۔"

"پتا نہیں بھابی میں نے تو ایسے ہی دیکھا ہے۔" عائلہ نے پراٹھا آملیٹ اپنی طرف کرتے ہوئے لاپروا انداز میں کہا شہنا بھابی اسے ذوق و شوق سے ناشتہ کرتے دیکھ کر خود بھی ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

✵ ✵ ✵

شہنا بھابی سبزی اور چھری لیے لاؤنج کے صوفے پر آبیٹھیں جہاں عائلہ اخبار ہاتھ میں لیے ساس صاحبہ کو خبریں سنا رہی تھی۔

"کل کا میچ ہارنے پر ایک دس سالہ بچے کی حرکت قلب بند ہو گئی۔ ماں باپ غم سے نڈھال۔"

"ہائے اللہ۔" ساس صاحبہ نے دل پر ہاتھ رکھ لیا۔ عائلہ نے پڑھنا جاری رکھا۔ شہنا بھابی بھی متوجہ تھیں۔

"ماہر نفسیات کا کہنا ہے کہ گھر کا ماحول بچوں پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ ہر چھوٹی بات پر جذباتیت ان کے لیے نقصان کا باعث ہو سکتی ہے۔ جو پختگی ان کے ذہنوں کو درکار ہوتی ہے وہ نہیں مل پاتی جس پر ان کے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں اور حالات کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رہتی۔" عائلہ نے خبر مکمل کر کے دونوں خواتین کی طرف دیکھا۔

"بس بیٹا رہنے دو اور خبروں کو۔" ساس صاحبہ نے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

عائلہ کو روکا جو نئی خبر شروع کر رہی تھی۔
"جاؤ بیٹا! آفریدی کو فون کرو۔ رات کو کھانا نہیں کھایا... صبح ناشتہ نہیں کر کے گیا بھوکا پیاسا کام کر رہا ہو گا میرا بچہ۔"
"جی۔" عائلہ سر ہلاتی ہوئی فون کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے فون اٹھانے سے پہلے ہی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ فون سن کر وہ بدحواس سی بھاگتی ہوئی شہنا بھابی اور بیگم اسرار تک پہنچی۔
"کیا ہوا عائلہ کس کا فون تھا؟" شہنا بھابی اس کا چہرہ دیکھ کر پریشان ہوئیں۔
"آفریدی کے دفتر سے فون تھا۔ ان کی طبیعت خراب ہے۔"
"اللہ خیر ہو کیا ہے؟" بیگم اسرار نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔
"وہ بے ہوش ہو گئے ہیں۔" ساس صاحبہ کو نڈھال ہوتے دیکھ کر عائلہ پانی لینے کے لیے بھاگی۔ شہنا بھابی تسلی دینے کی کوشش کرنے لگیں۔ انہیں تو حیرت سے کچھ سجھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

"بیڑا غرق کر دیا ہے آپ نے اپنی اولاد کا... ایسی بھی کیا آفت پڑی تھی جو موصوف نے کھانے کا بائیکاٹ کر دیا... یہ کیا پاگل پن ہے۔" اسرار صاحب غصے میں بھرے بیٹھے تھے۔
"بچہ ہے' ہو گئی غلطی اب معاف بھی کر دیں... سو رہا ہے۔ آپ کی آواز سے جاگ جائے گا۔" بیگم اسرار نے بے چارگی سے اپنے فرزند کی حمایت کی۔ قریبی صوفے پر شاہد بھائی ہونق چہرہ لیے بیٹھے تھے جیسے ابھی بھی انہیں یقین نہ آیا ہو۔
"پتا نہیں کچھ پلے بھی پڑ رہا ہے یا نہیں۔" عائلہ نے ان کی کیفیت دیکھ کر سوچا۔
"بچہ ہے... سو رہا ہے... ہماری نیندیں اڑا کر سو رہا ہے نالائق... یہی ماحول رہا گھر کا تو سوچا ہے آپ نے کتنا برا اثر پڑے گا فہد اور فاطمہ کے معصوم ذہنوں پر... خبردار جو کسی نے میچ کا ذکر بھی کیا گھر میں۔"
"یہاں میچ کا کیا ذکر... بس کریں آپ بھی۔ میں سمجھا دوں گی بچے کو... کیا خبر دفتر کی پریشانی ہو۔" بیگم اسرار کی بات پر شہنا بھابی نے دل ہی دل میں اتفاق کیا اور اسرار صاحب منہ بنائے کمرے میں چلے گئے۔

☆ ☆ ☆

"اماں! شاہد کا فون آیا تھا میٹنگ ہے... لیٹ ہو جائیں گے۔" شہنا بھابی نے ساس کو مطلع کیا۔ بیگم اسرار نے سر ہلایا۔ اسی وقت آفریدی سلام کرتا ہوا لاؤنج میں داخل ہوا اور پریشان سا صوفے پر بیٹھ گیا۔
"کیا بات ہے بیٹا پریشان ہو؟" بیگم اسرار کو اپنے لاڈلے کی فکر ہوئی۔
"جی امی! بہت بری خبر سن کر آ رہا ہوں اپنے دوست سے۔" آفریدی کی بات سن کر باورچی خانے کا رخ کرتی شہنا بھابی وہیں رک گئیں۔ فہد اور فاطمہ جو کھلونا ٹھیک کرنے میں مصروف تھے آفریدی کو دیکھنے لگے۔
"اللہ خیر کرے کیا خبر سن لی۔" بیگم اسرار کا حلق تک خشک ہو گیا۔ "مصباح الحق کا پاؤں فریکچر ہو گیا ہے پریکٹس کے دوران۔"
"میں نے کہا پتا نہیں کیا ہو گیا ہے... بیٹا اللہ اس بچے کو صحت دے تم کیوں اتنے پریشان ہو رہے ہو۔" بیگم اسرار نے سکون کا سانس لیا اور بیٹے کی صورت دیکھی۔
"پریشانی کی ہی تو بات ہے امی... دو دن بعد میچ ہے نیوزی لینڈ کے ساتھ... مصباح کے ساتھ دو اور بھی تھے جن کا فریکچر ہوا ہے۔ نام ابھی پتا نہیں چل سکے۔" عائلہ نے مسکراہٹ چھپانے کے لیے فہد کا کھلونا اٹھا لیا۔
"چاچو اب کیا ہو گا... کیا ہم ہار جائیں گے۔" فہد نے آفریدی کی ٹانگ ہلاتے ہوئے معصومیت سے پوچھا۔ "اچھا بس چھوڑو اس ذکر کو... جاؤ آفریدی! کپڑے بدلو۔ کھانا کھاتے ہیں... اچھا ہوا تم جلدی آ گئے۔ تمہاری پسند کے کوفتے بنے ہیں۔" بیگم اسرار نے دونوں کا دھیان ہٹانا چاہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"آپ لوگ کھالیں امی! میرا دل نہیں چاہ رہا... میں آرام کرنے جارہا ہوں۔"

"ارے... یہ کیا آفریدی بیٹا! کچھ تو کھالو۔" بیگم اسرار بوکھلا گئیں۔

"آپ لوگ کھائیں۔" آفریدی مزید کچھ سنے بغیر کمرے میں چلا گیا۔

"عائلہ جاؤ، کھانا کمرے میں ہی لے جاؤ۔" بیگم اسرار کی حیرت زدہ آواز پر عائلہ نے سر اٹھایا۔ "امی! ناراض ہوں گے۔ منع کرکے گئے ہیں۔"

"نہیں ہوتا ناراض۔ تم لے جاؤ اس کے سامنے بیٹھ کر کھاؤ گی تو خود ہی دیکھ کر کھالے گا۔" عائلہ مزید کچھ کہے بغیر باورچی خانے کی جانب چل دی تاکہ کھانا کمرے میں لے جاسکے۔

"کھانا کھالیا آفریدی نے" عائلہ جو ٹرے لیے

باورچی خانے کا رُخ کررہی تھی بیگم اسرار کی آواز پر رک گئی۔ "نہیں امی! میں اُن کے سامنے ڈھائی روٹی کھاگئی۔ انہوں نے کھائی ہی نہیں۔"

"بیٹا! اصرار ہی کرلیتیں۔" انہوں نے افسوس سے اپنی معصوم بہو کو دیکھا۔

"ناراض ہوتے ہیں اصرار کرنے پر' بھائی سے پوچھیں۔ اس دن ناشتے والی بات پر کس قدر ہنگامہ مچایا تھا۔" عائلہ اپنی بات مکمل کرکے مڑ گئی۔ بیگم اسرار اور شہنا بھابی پرسوچ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

✡ ✡ ✡

"کتنا شرمندہ کرواتے ہیں آپ... کیا سوچتی ہوں گی امی اور بھابی ڈھائی روٹی کھاگئی میں۔" آفریدی نے مسکراتے ہوئے چائے کی پیالی اٹھائی۔

"کوئی بات نہیں اچھے مقصد کے لیے شرمندہ ہونا پڑے تو ہوجانا چاہیے اور ویسے بھی اس میں شرمندگی کی کیا بات ہے۔ بھوک لگے تو اتنا تو بندہ کھا ہی سکتا ہے۔"

"لیکن... ہی روٹی کھاتی ہوں میں۔ اتنے دنوں میں یہ بات شہنا بھابی اور امی کو پتا چل ہی چکی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ آپ کے ان ڈراموں سے سب بدل جائیں گے۔" عائلہ نے اپنا کپ لبوں سے لگاتے ہوئے آفریدی کو دیکھا جو موبائل پر مصروف تھے۔

"احساس تو ہو ہی جائے گا کہ ان کی جذباتیت نقصان دہ ہے۔ کسی چیز کو حواسوں پر سوار کرلینا کہاں کی دانشمندی ہے۔"

"اللہ کرے جو آپ سوچ رہے ہیں' وہی ہو۔" عائلہ نے پرامید لہجے میں کہا۔

✡ ✡ ✡

"یہ کیا؟ میچ شروع ہونے والا ہے اور کسی نے ٹی وی نہیں لگایا۔" آفریدی نے لاؤنج کے صوفے پر بیٹھتے ہوئے سب پر ایک نظر ڈالی۔ فہد نے بیگم اسرار کو دیکھا اور ہلکی آواز میں آفریدی سے مخاطب ہوا۔

"منع کیا ہے دادو نے۔"

"امی ٹی وی لگالوں۔ ریموٹ دے دیں۔" آفریدی نے ان کے قریب پڑے ریموٹ کو دیکھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ تم دفتر سے اتنی جلدی کیوں آگئے ہو... دفتر کے اوقات پورے ہونے پر ہی گھر آیا کرو۔" آفریدی نے اپنی حیرت چھپاتے ہوئے ان کے غصیلے تاثرات دیکھے۔

"جی امی... ریموٹ تو دے دیں۔ میچ شروع ہوگیا ہے۔"

"کوئی میچ نہیں دیکھے گا... جتنا شرمندہ تم مجھے اپنے باپ کے سامنے کرواچکے ہو' وہ کافی ہے۔ مزید کی ضرورت نہیں ہے۔" امی کے طنز کو آفریدی نے پوری طرح محسوس کیا۔

"امی! یہ باتیں بعد میں کرلیں گے میچ تو دیکھنے دیں۔"

"بس بہت ہوگیا ہے آفریدی... پچھلے دنوں جو ڈرامے تم نے لگائے ہیں۔ سب سمجھتی ہوں میں... ماں ہوں تمہاری... ماں کو سبق پڑھانے چلے تھے۔" عائلہ کے ہاتھ سے ٹرے گرتے گرتے بچی۔ آفریدی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نے سوکھے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"اسرار روز طعنے دیتے ہیں۔ تمہاری وجہ سے شرمندہ کرتے ہیں۔ اب میں انہیں کیا بتاؤں کہ یہ ڈرامے ان کی اولاد کے ہیں... یقین تھوڑی کریں گے وہ... دل تو چاہتا ہے تمہارے خوب کان کھینچوں... خوب سبق دیا ہے ناں کو۔" آفریدی اٹھ کر ان کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

"کان کھینچ لیں مگر ناراض نہ ہوں امی... ابو کی آپ فکر نہ کریں۔ وہ بھی ہمارے ساتھ اس ڈرامے میں شامل تھے۔"

"اس لیے انہوں نے اس سچویشن سے خوب فائدہ اٹھایا ہے... آنے دو ذرا بات کرتی ہوں ان سے بھی۔" بیگم اسرار پرسکون ہوئیں۔

"سوری امی... میرا مقصد آپ کو تکلیف دینا نہیں تھا۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ غیر ضروری جذباتیت سے باز آجائیں آپ سب۔ اس دن کھانا نہ کھانے سے آپ کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ فہد اور فاطمہ کا بی پی لو ہو گیا تھا... میں پریشان ہو گیا تھا یہ سب دیکھ کر۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو بیٹا اور پھر بچے تو بڑوں سے ہی سیکھتے ہیں۔"

"میچ شروع ہوئے آدھا گھنٹہ ہو چکا ہے... اب ٹی وی لگا لیں امی۔" شہنا بھابی نے چائے سامنے رکھتے ہوئے آس بھرے لہجے میں پوچھا۔

"اب کسی قسم کی فضول حرکت نہیں ہو گی میری طرف سے۔" آفریدی نے یقین دلایا۔

"واؤ پلیز۔" فہد اور فاطمہ اکٹھے بولے تو بیگم اسرار نے مسکراتے ہوئے ٹی وی لگا دیا۔

✲ ✲ ✲

اسرار ہاؤس کا باورچی خانہ خوشبوؤں سے مہک رہا ہے۔ عائلہ احمد پکوڑوں سے بھری پلیٹ ٹرے میں رکھ رہی ہیں۔

"کتنی دیر ہے بھابی؟"

"سب کچھ تیار ہے۔" شہنا بھابی نے چنا چاٹ اور چپس کی پلیٹ ٹرے میں رکھی۔

"تم ٹرے لے جاؤ میں چائے لاتی ہوں۔" عائلہ سر ہلاتی ہوئی ٹرے اٹھا کر لاؤنج کی طرف بڑھ گئی۔

لاؤنج میں ایک ہنگامہ برپا ہے۔ آج اتوار کا دن ہے اور تمام گھر والے میچ انجوائے کر رہے ہیں۔ اسرار صاحب بھی آج گھر پر نظر آ رہے ہیں۔

"شکر ہے کچھ کھانے کے لیے بھی آیا۔" آفریدی نے ٹرے لے کر آتی عائلہ کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"بیٹا چائے کا بھی انتظام کرو۔" اسرار صاحب نے بھی ٹی وی پر سے نظر ہٹائی۔

"جی ابو بھابی لا رہی ہیں۔"

"اگر ہم میچ جیت گئے تو میری طرف سے ڈنر ہو گا۔" شاہد بھائی نے پکوڑا کھاتے ہوئے آفر کی۔

"ہار گئے تو ڈنر میری طرف سے۔" آفریدی نے بھی فیاضی دکھائی۔

"چاچو... آئس کریم بھی۔" فاطمہ نے بھی فرمائش نوٹ کروائی۔

"دونوں صورتوں میں آئس کریم میری طرف سے ہو گی۔" اسرار صاحب نے حصہ لیا۔

"ویسے مجھے تو اپنے پروموشن کی ٹریٹ دینی تھی تم کس کھاتے میں اتنی فیاضی دکھا رہے ہو۔" شاہد بھائی نے آفریدی کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"اپنی نئی گاڑی کی خوشی میں۔" آفریدی نے مسکراتے ہوئے اصل وجہ بتائی۔ شاہد بھائی ہنستے ہوئے میچ کی طرف متوجہ ہوئے۔ عائلہ نے مسکراتے ہوئے سب پر نظر ڈالی اور رسالہ کھولتے ہوئے دل ہی دل میں سوچا۔

"واقعی جیت ہماری ہے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

فرزانہ کھرل

حسب معمول کھڑکی کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کے قدم سست پڑجاتے۔ کمرے سے آتی آوازیں۔۔۔ کوئی ایک آدھ جملہ اس کے کانوں میں پڑتا۔ اندر روزانہ کی طرح انا کے شکوے گلے اور ارمان کی جھوٹی دل جوئیاں وہ سوچتی کہ اگر چچی بیوی کے قدموں میں بیٹھا بیٹا دیکھ لیں تو مارے دکھ کے اگلا سانس بھی نہ لے سکیں۔ اوپر والے پورشن کا بیرونی زینہ جہاں ختم ہوتا تھا وہاں ذرا سا موڑ مڑتے ہی بیڈ روم کی عقبی کھڑکی کے ساتھ گزرگاہ تھی۔ اور معمول کے مطابق ایک تلخ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پہ بیرونی گیٹ عبور کرنے تک جیسے چپک جاتی تھی۔

اس نے آسمان کی جانب نگاہ کی آج موسم کے رنگ ڈھنگ بدلے ہوئے تھے، ہوا بدلتی رت کا سندیسہ لیے درختوں کی شاخوں سے راز و نیاز میں مصروف تھی۔ اس کا موڈ ایک دم خوش گوار ہو گیا۔ موسم اس کے مزاج پہ بڑی حد تک اثر انداز ہوتے تھے۔ پورچ میں کھڑی آلٹو کو گڈ بائے کہتی وہ کسی اور ہی ترنگ میں تھی، بے دھیانی میں اس کا کندھا پورچ کے مرمریں ستون سے ٹکرا گیا۔ اسے ٹھیک ٹھاک پتا چل گیا کہ دن میں تارے کیسے نظر آتے ہیں۔ اس نے

مکمل ناول

Downloaded From
Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

دائیں ہاتھ سے اپنے کندھے کو سہلایا اور سامنے آتے سبحان کو دیکھا جو یقیناً" یہ حادثہ دیکھ چکا تھا' وہ قریب آنے پر رک گیا۔

"اردگرد سے لاپروائی برتنا تکلیف کا باعث بن جاتا ہے.... لہٰذا اگرد و نواح پہ نظر رکھا کرو....." اس کا ذو معنی لہجہ بہت کچھ جتاتا ہوا تھا۔ عشنا نے اس کے متبسم چہرے پہ ایک اڑتی پڑتی نظر ڈالی اور زمین بوس فائل اٹھانے کو جھکی جو کہ سبحان نے اس سے پہلے ہی اچک لی....

"ویسے صبح صبح کہاں کا پروگرام ہے؟" اس نے فائل پکڑاتے ہوئے عشنا کی سوجی سوجی آنکھوں اور دھلے دھلائے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"لائبریری کھنگالنے کے بعد تایا ابو کی میڈیسن لینی ہیں۔" عشنا نے اس کے قریب سے گزرتے ہوئے مختصر جواب دیا۔ سبحان نے یونہی بے ارادہ ذرا سا مڑ کے دیکھا۔ چھوٹے گیٹ کے باہر کھڑی طیبہ کی ہلکی سی جھلک دکھائی دی تو اس کے دل کو بڑی تسلی سی ہوئی۔

"سبحان! وہاں کھڑے ہو کر کون سا وظیفہ پڑھ رہے ہو؟" رافعہ کے لہجے کی کاٹ سے وہ جان چکا تھا کہ انہوں نے اسے عشنا سے بات کرتے دیکھ لیا تھا۔" آہ .... ان دونوں خواتین کی جنگ میں پتا نہیں میں غازی کا رتبہ پاؤں گا یا شہادت نصیب ہوگی۔" اس نے ٹھنڈی سانس لی اور سست روی سے اندرونی دروازے کی جانب بڑھا۔

☼ ☼ ☼

دو گھنٹے لائبریری میں گزارنے کے بعد وہ دونوں باہر آئیں تو بوندا باندی ہو رہی تھی۔

"یہ تم نے آٹو کس خوشی میں نہیں لی؟" طیبہ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر جمائی روکتے ہوئے پوچھا۔

"موسم کس قدر دلفریب ہو رہا ہے بدذوق لڑکی۔ واک کے لیے ایک دم آئیڈیل۔" عشنا نے ہتھیلی پھیلا کر کچھ بوندوں کو مٹھی میں قید کیا۔

"آئیڈیل کی خالہ' سنڈے کو بھی سونے نہیں دیتی ہو' تم سے تو بہتر تھا' کام والی ماسی سے دوستی کر لیتی جو چھٹی کے دن تو آرام کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔" جواباً" عشنا کے بے ساختہ قہقہے پر طیبہ نے اسے جی بھر کے کوسا۔"

"سحر خیزی صحت کے لیے اچھی ہوتی ہے موٹی چوزی۔۔۔ ہم نو بجے گھر سے نکلے تھے پورے دو گھنٹے لائبریری میں تم نے سو کر گزارے ہیں۔" عشنا نے میڈیکل اسٹور کا دروازہ کھولتے ہوئے طیبہ کو اپنے ساتھ اندر گھسیٹا۔ طیبہ نے اپنے بازو میں گڑی اس کی انگلیاں ہٹائیں اور ایک جھٹکے سے آگے بڑھ کر کاؤنٹر کے ساتھ رکھا اسٹول سنبھالا اور سامنے پڑے چائے کے کپ کو ندیدوں کی طرح گھورا.... عشنا نے نسخہ نکال کر سیلز مین کو پکڑایا۔ اس نے باری باری تمام دوائیں کاؤنٹر پہ رکھیں تمام دوائیں چیک کیں پھر بل پہ اک نظر ڈالی۔

"ان میں سے ایک دوا آپ نے مس کر دی ہے۔" وہ سیلز مین سے مخاطب ہوئی۔

"میڈم! یہ میڈیسن پچھلے ایک ہفتے سے غائب ہے اس کے لیے آپ کو تمام شہر کھنگالنا پڑے گا۔" سیلز مین نے پیشہ ورانہ مسکراہٹ چہرے پہ سجا کر کہا۔

"چلیں جی ایک اور مسئلہ۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی.... پیسے دے کر نسخہ اور بقایا پیسے اس نے بیگ میں ڈالے۔ اور طیبہ کو باہر کی جانب کھینچا۔

"عشنا تم جانتی ہو' صبح میں جب تک تین چار کپ چائے نہ پی لوں میری سستی دور نہیں ہوتی۔" طیبہ نے آنکھیں ملتے ہوئے معصومیت سے کہا۔

"ہاں.... ہاں گھر تو چلو' نہ صرف چائے بلکہ پکوڑے بھی ٹھونس لینا۔" عشنا نے قریب سے گزرتے ہوئے خالی رکشے کو ہاتھ کے اشارے سے روکا جس پہ طیبہ نے سکھ کا سانس لیا۔

"شکریہ مجھ سے خالی پیٹ بالکل نہیں چلا جاتا۔" عشنا کا دھیان تیز ہوتی بارش پہ تھا ورنہ وہ طیبہ کو

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ضرور کرارا سا جواب دیتی۔

وہ جب گھر پہنچیں تو دھواں دھار بارش ہو رہی تھی پورچ میں پہنچنے تک وہ دونوں اچھا خاصا بھیگ چکی تھیں۔ سو وہیں رک کر کپڑے جھاڑنے لگیں پورچ سے ملحقہ لاؤنج میں زندگی پوری رفتار سے رواں دواں تھی۔ اور دیوار گیر کھڑکی سے نظر آتا اندرونی منظر کسی ڈرامے کا حصہ لگ رہا تھا۔ اجمل چچا پچاس انچ کی ایل ای ڈی پہ نظریں جمائے دنیا و مافیہا سے بے خبر کسی ایکشن فلم میں پوری آنکھیں اور آدھا منہ کھولے محو تھے' فون پہ با آواز بلند گپیں مارتی رافعہ چچی جلیبیاں کھانے کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑ رہی تھیں جبکہ ارمان بھائی نہ فلم دیکھ رہے تھے نہ جلیبیاں کھا رہے تھے' بس ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کبھی مسکراتے تو کبھی سنجیدہ شکل بنا لیتے۔ سامنے صوفے پہ بیٹھا سبحان اپنے سامنے اخبار پھیلائے پورے انہماک سے پڑھ رہا تھا اس نے جو نظر اٹھائی تو موسم کی تمام دلکشی ایک

چہرے کی اوٹ میں چھپ گئی لان میں لگے' پھول پودے جو تھوڑی دیر پہلے محض ایک منظر تھے اب ایک وجود اپنا کر کسی وجدی کیفیت میں جھوم جھوم کر ایک ہستی پہ فدا ہونے لگے' چہار سو سرسبز منظروں کو ایک چہرے نے سنہری چھب دکھلا کر روشن ہالے میں مقید کر دیا تھا سبحان کی آنکھیں اس ہالے میں اپنے آپ کو بے بس و بے اختیار محسوس ہونے لگیں عشنا نے اندرونی منظر سے نظر چرا کر راہداری کی طرف بھاگتے ہوئے قدم بڑھائے اور اس کے پیچھے گرتی پڑتی طیبہ نے اس کی تقلید کی۔ وہ جب اوپر پہنچیں تو آمنہ نے ان کی اچھی خاصی کلاس لی۔

"خراب موسم میں پیدل جانے کی کوئی تک بنتی ہے۔ گاڑی کیوں نہیں لے گئیں' خوامخواہ کی ٹینشن 'عشنا! کچھ تو عقل کا استعمال کر لیا کرو۔" امی کی ہر ڈانٹ پہ طیبہ نے سرہلانا ضروری سمجھا۔

"امی پلیز! آپ وہم کرنا چھوڑ دیں بس ذرا سی بارش ہی ہوئی ہے کوئی سونامی نہیں تھا جو ہمیں کہیں سے کہیں بہا لے جاتا۔"

"ہاں بھئی میں تو وہموں کی ماری ماں ہوں' تم عقل کل ہو۔۔۔ طیبہ بیٹا! تم ہی اسے کچھ سمجھایا کرو کیونکہ تم تو سمجھ دار ہو۔۔۔" ماں کی بات سن کر منہ بسورتی عشنا کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"امی پلیز ٹی وی آن کیجئے گا بریکنگ نیوز ہے۔ طیبہ بی بی اور سمجھ دار؟" عشنا ہنستے' ہنستے بے حال ہونے لگی جس پہ طیبہ کا چہرہ غصے سے لال بھبھوکا ہو گیا۔

"بس میں جا رہی ہوں۔" وہ باہر کی جانب لپکی۔

"اچھا' سوری بابا چلو آؤ کپڑے چینج کریں پھر دونوں مل کر پکوڑے بنائیں گے۔۔۔" عشنا اسے کلائی سے پکڑ کر اپنے کمرے میں لے جانے لگی۔

"میرا ہاتھ تو چھوڑو ہٹلر کی ملکہ۔" طیبہ نے دہائی دی۔

"چلو پھر گیلے کپڑوں کے ساتھ صوفے پہ مرو ہٹلر کی بیوہ۔" عشنا ادھار رکھنے کی قائل نہیں تھی۔ ان دونوں کی تکرار دیکھ کر آمنہ کچن میں جا کر پکوڑے تلنے لگیں۔

"امی زندہ باد۔" عشنا نے مڑ کے نعرہ لگایا۔ وہ دونوں جب کپڑے بدل کر آئیں تو آمنہ چائے بھی بنا چکی تھیں۔

"قسم سے آنٹی! آپ کی اکلوتی بیٹی پچھلے جنم میں ضرور کڈنیپر رہی ہے۔" طیبہ نے پکوڑا منہ میں ڈال کر شکوہ کیا عشنا نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

"میں اتنی بدذوق نہیں کہ تمہارے جیسے لوگوں کو اغوا کرتی پھروں یہ خوش فہمی دل سے نکال دو۔" وہ ہنسی کے دوران بولی۔

"امی! میں ذرا تایا ابو کو پکوڑے دے آؤں آپ میری دوست کا خوب دھیان رکھیے گا۔" اس نے پلیٹ اٹھا کر کن اکھیوں سے منہ بناتی طیبہ کو دیکھا اور سیڑھیاں اترنے لگی۔

✡ ✡ ✡

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

وہ تایا ابو کے کندھوں اور گردن کا مساج کر رہی تھی ایک سکون آور ماحول تھا پرندوں کی آوازیں اور دوپہر کی خاموشی آپس میں راز و نیاز کر رہے تھے' بیتے موسم سے بچھڑنے کا تازہ تازہ دکھ ڈھلتے سایوں نے اپنے تن پہ لپیٹ رکھا تھا اور خوش ہوتے پرندوں سے خفگی بھری چپ میں بے وفائی کا ہرجانہ مانگتے نظر آتے تھے' ایسے سرنہیوڑائے چپ کی بکل مارے بدلتے موسموں کو دیکھ کر تایا ابو دھیمے سروں میں ہیر یا بلھے شاہ کا کلام پڑھتے کم گنگناتے زیادہ تھے وہ عموماً نیم دراز رہتے تھے اس لیے عشنا روزانہ ان کی گردن کا مساج کرتی اور ساتھ ساتھ ان سے کافیاں سنتی تھی' اب بھی وہ دونوں گزرتی دوپہر کے سازوں میں اپنی آواز کا سر ملا کر آنے والے موسم کو خوش آمدید کہہ رہے تھے کہ یک لخت ماحول کے فسوں کا بیڑا غرق کرتی رافعہ چچی کی آواز آئی۔

"چار گھنٹوں میں میں ہزاروں کام نپٹا کر آ گئی ہوں اور مہارانی سے ابھی تک گھر کی صفائی نہیں ہو سکی.... ذرا ارمان کو آلینے دو پھر دیکھنا میں تیرا کیا حشر کرواتی ہوں

...." تایا کی گردن پہ مساج کرتی عشنا کی انگلیاں رک چکی تھیں۔

"اب چھوڑ یہ جھاڑ پونچھ اور کچن میں چل کر روٹیاں پکا' بھوک سے برا حال ہے۔" تایا نے اپنے کندھوں پہ رکھے عشنا کے ساکت ہاتھوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھاما اور اسے اپنے سامنے والی کرسی پہ بٹھایا۔

"کیا ہوا یہ تو روز کا معمول ہے۔" تایا نے پرسکون لہجے میں کہا' جواباً عشنا نے انہیں شکایتی نظروں سے دیکھا تایا نے کندھے اچکائے۔

"مجال ہے کہ اس بے حس پر ذرا اثر ہو' کل چار گھنٹے میں اسے لیکچر دیتی رہی ہوں کہ خدا کی بندی جواب میں کچھ تو بولا کرو کوئی ایک لفظ' جملہ یا پھر ایک غصے بھری نظر ہی ڈال لیا کرو' اپنے زندہ ہونے کا ثبوت تو دو۔" عشنا جیسے پھٹ پڑی تھی۔

"مگر یہ ایسی ڈھیٹ ہے کہ بس' کیا ہو گا زیادہ سے زیادہ چچی اسے اپنے گھر سے بے دخل کر دیں گی۔"

عشنا نے تیل کی بوتل کا ڈھکن زور سے بند کیا تایا بس مبہم سا مسکرائے تھے۔

"اچھا بتاؤ... اگر انا بولے گی جھگڑا کرے گی تو بھابی سدھر جائیں گی' نہیں عشنا بی بی! حالات اور بگڑ جائیں گے اور انا کے لیے زندگی اور مشکل ہو جائے گی کیونکہ بھابی کبھی بھی نہیں بدلیں گی۔" تایا کے لہجے ٹھوس حقیقت عشنا کا منہ چڑا رہی تھی۔

"اگر ارمان بھائی بیوی کی عزت نہیں کروا سکتے تو سب کے سامنے اس کی بے عزتی تو نہ کروائیں۔"

عشنا کی سوئی ہنوز ہی اٹکی ہوئی تھی۔

"جب تم اس طرح کی باتیں کرتی ہو تو یوں لگتا ہے جیسے میرے سامنے لال آن بیٹھی ہیں۔" تایا کی آنکھوں میں گزری کہانیوں نے کئی اوراق پلٹنے چاہے تھے مگر عشنا ان بند کتابوں کو ایک خوب صورت ربن میں باندھ کے یادوں کے سب سے الگ تھلگ کونے میں رکھ چکی تھی....

"دادی بہت بہادر تھیں میں تو ان کا پاسنگ بھی نہیں ہوں۔" عشنا نے ماضی کا پلو تایا کے ہاتھ سے فوراً ہی چھڑا لیا تھا ورنہ وہ کئی دنوں تک اپنے آپ سے غافل رہتے۔

"آپ کے پسندیدہ پروگرام کے ریپیٹ ہونے کا ٹائم ہو رہا ہے۔" اس نے ٹی وی آن کیا اور چھوٹی موٹی چیزوں کو ان کی جگہ پہ رکھا۔

"میں امی کو بھیجتی ہوں۔" وہ تایا سے کہتی باہر کی طرف بڑھی... چچی کھانا کھا رہی تھیں اس نے انہیں سلام کیا اور کچن کی جانب آئی' سارا کچن پھیلا ہوا تھا "کس قدر کباڑ بھر رکھا ہے۔" اس نے دھیمی آواز میں کہا... انا نے گھبرا کے دروازے کی طرف نگاہ کی۔

"فکر مت کرو وہ سب کچھ بھلا کر کھانا کھاتی ہیں مگر تم بتاؤ یہ صفائی دھلائی وہ بھی تفصیلی' ماجرا کیا ہے؟"

عشنا نے انا کے تھکے تھکے وجود سے نظر چرا کر برتنوں کے ڈھیر کی طرف دیکھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"بارہ سال بعد امی کی بہن دوبئی سے بمعہ فیملی آرہی ہیں یہ سب ان کے اعزاز میں ہو رہا ہے۔" انا نے برتن صاف کرنے والا کپڑا دوسرے ہاتھ میں شفٹ کرتے ہوئے انتہائی دھیمے لہجے میں بتایا۔

"پھر تو تمہاری سزا کا دورانیہ کافی لمبا لگتا ہے۔" عشنا نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"مگر جب تک تم خود نہیں چاہو گی تمہاری ساس کا رویہ اور سلوک ایسا ہی رہے گا۔" وہ اپنی بات کہہ کر پلٹی تو پیچھے ارمان کھڑا تھا۔

"اب تو تمہارا بہادر شوہر آگیا ہے بھائی اس کی سیوا میں جت جاؤ۔" عشنا نے کھا جانے والی نظروں سے ارمان کو دیکھا۔

"ارے انا! بچہ کب سے آیا ہوا ہے کچھ خبر بھی ہے کہ نہیں۔" چچی کی زوردار آواز نے کچن میں تہلکہ مچا دیا تھا دو تین برتن انا کے ہاتھ سے گرے۔

"آئے ہائے' اب کیا توڑ دیا۔ تین چار وقت کھاتی ہے پھر بھی تیرے ہاتھوں میں طاقت نہیں۔"

"چچی! وہ بیچاری کیا کریں جس چیز کی جتنی عمر ہوتی ہے وہ اتنا وقت ہی گزارتی ہے۔" عشنا نے مدبرانہ انداز اپناتے ہوئے ٹکڑا لگایا اور پہلی سیڑھی پہ قدم رکھا۔

"ہمارے گھر کی چیزیں ہی کم عمر لاتی ہیں جو روز' روز ٹوٹتی رہتی ہیں اوپر سے تو کبھی چھناکے کی آواز نہیں آئی۔ اور تم میری بہو کو پٹیاں مت پڑھایا کرو۔" چچی کا لہجہ آگ برساتا ہوا تھا' وہ چھٹی سیڑھی پہ پہنچ چکی تھی ایک سیڑھی نیچے اتری اور چچی کی آنکھوں میں جھانک کر پراعتماد لہجے میں بولی۔

"جب ہاتھ کپکپاتے ہیں تو کچھ گرتا ہے ٹوٹتا ہے لہٰذا اوپر سے کبھی چھناکے کی آواز نہیں آئے گی۔" اندر آتا سبحان داخلی دروازے میں رک چکا تھا۔

"اور رہی بات آپ کی بہو کو پٹیاں پڑھانے کی تو وہ پتا نہیں کون سی زبان سمجھتی ہے ورنہ۔" وہ ادھورا جملہ چھوڑ کر تن فن کرتی سیڑھیاں پھلانگ گئی۔

"توبہ توبہ کیسی قینچی کی طرح اس کی زبان چلتی ہے نہ دیدوں میں شرم نہ حیا۔" رافعہ نے کانوں کو ہاتھ لگائے اور سبحان سوچ رہا تھا کہ ان دونوں کے درمیان ہونے والی سرد جنگ اب گرما گرم میدان میں ہونے لگی تھی یہ کوئی اچھی علامت نہیں تھی کم از کم اس کے لیے تو بالکل بھی نہیں۔

✲ ✲ ✲

"اچھا شافی یہ بتا لڑکی زیادہ پڑھی لکھی تو نہیں ہے نا؟" چچی کی پاٹ دار آواز پورے گھر میں باآسانی سنی جاسکتی تھی وہ تایا ابو کے کمرے میں ان کے کپڑے پریس کر رہی تھی۔

"ارے نہیں آپا! میری عقل کیا گھاس چرنے گئی ہے 'صرف دس جماعتیں مشکل سے پڑھی ہیں مگر شکل کی اچھی ہے۔" شافعہ نے بسکٹ چائے میں ڈبوتے ہوئے وضاحت کی۔

"شکل کی تو چلو خیر ہے مگر یہ پڑھی لکھی لڑکیاں ساری زندگی شوہروں سے اپنے جوتے سیدھے کرواتی ہیں۔" چچی نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"ہاں رافعہ! تمہاری ساس بھی بڑی اونچی نوکری کرتی تھیں اور کیا اونچا ہاتھ مارا تھا' ساری برادری حیران پریشان رہ گئی تھی۔" عشنا کے دل پہ جیسے کسی نے گرم دہکتی ہوئی سلاخ رکھ دی تھی۔

"اور تیری جٹھانی کا کیا حال چال ہے۔" چچی کی بہن نے لہجہ دھیما رکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا حال ہونا ہے' راج کر رہی ہے اوپر نیچے دونوں پورشنز میں اس کا قبضہ ہے بس سب میری ساس کے کمال ہیں خود بھی دوسرا خصم کیا اور بیوہ بہو کو بجائے اس کے اماں باوا کے پاس بھیجنے کے معذور بیٹے کی لاٹھی بنا دیا۔ دونوں ماں بیٹیاں اوپر نیچے دندناتی میرے سینے پہ مونگ دلتی رہتی ہیں اگر میری ساس آمنہ اور عشنا کو اس کے میکے بھیج دیتیں تو سب ہمارا ہوتا' عاصم کا کیا تھا معذور انسان ایک کمرے میں پڑا رہتا۔" چچی آج اپنے اندر کا زہر اگل رہی تھیں..... جسے سن کر عشنا کے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

احساسات منجمد ہوئے جا رہے تھے اس کی ہتھیلیاں ٹھنڈی ہو چکی تھیں۔

"کیا اب تک عشنا کا رشتہ ___ نہیں ہوا۔" شافعہ نے بہن کی طرف جھک کر رازداری سے پوچھا۔

"کہاں کا رشتہ، ابھی تک پڑھ رہی ہے' کہتی ہے بڑی افسر بنوں گی۔" چچی نے جیسے دانت کچکچائے تھے۔

"ماں اور تایا نے اسے کھلی چھٹی دے رکھی ہے سارا دن شتر بے مہار سڑکوں پہ گاڑی بھگاتی ہے۔" چچی آج دوبئی پلٹ بہن کے سامنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھیں۔

"اور میرا شوہر مجال ہے ان کے خلاف ایک لفظ بولتا ہو... میں بول بول کے ہانپ جاتی ہوں اور وہ گونگے کا گڑ کھا کے بیٹھا رہتا ہے۔"

"اچھا چل چھوڑ اس قصے کو مجھے بتا اب میرے ساتھ شاپنگ کب شروع کرنی ہے۔" شافعہ نے جیسے بور ہو کر کہا تھا۔

"شاپنگ کی تو کوئی الجھن نہیں بس یہ اتنا کا مسئلہ ہے، پھر سارا دن عشنا اس کے کان بھرے گی۔" چچی کے لہجے سے بے زاری ٹپک رہی تھی' عشنا کے ہونٹوں پہ بڑی انوکھی سی مسکراہٹ آئی۔ شافعہ جی بھر کے ہنسیں۔

"ارے رافعہ! تو کب سے کسی سے ڈرنے لگی ہے وہ بھی ایک لڑکی سے۔" وہ پھر سے کھلکھلائی۔

"ارے نہ پوچھ وہ لڑکی وڑکی نہیں لوہے کا ستون ہے ناکوں چنے چبواتی ہے اور پھر سبحان..." چچی نے ایک دم اپنی زبان کو بریک لگائے۔

"کیا ہوا سبحان کو؟" شافعہ نے بہن کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

"ارے کچھ نہیں، اب تم آگئی ہو تو مل کر سوچیں گے۔" رافعہ نے تمام گفتگو میں پہلی مرتبہ احتیاط کے ساتھ رازداری برتی تھی۔

☆ ☆ ☆
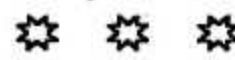
"ایک تو یہ میرا حافظہ بھی نالااماں... امی آپ نے میرا موبائل دیکھا ہے؟" عشنا نے کچن میں جھانک کر پوچھا۔

"ہاں مگر اتنا خوار ہونے کے بعد اب پوچھنے کا فائدہ۔" آمنہ کے لہجے میں ہلکی سی ڈانٹ کا عنصر تھا۔

"اب بتا بھی چکیں ___ مجھے ضروری کال کرنی ہے۔" عشنا جھنجلائی۔

"تمہارے تایا کے بیڈ سائیڈ ٹیبل کی دراز میں ہو گا۔"

"یعنی کہ ہو گا... سو فیصد نہیں۔" اس نے کنگھا ڈریسنگ پہ تقریباً" پٹخا اور لمبے سلکی بالوں کو لپیٹ کر جوڑا بنا کر کیچر میں قید کیا اور پھر لاؤنج میں آ کر کچھ سوچتے ہوئے دوبارہ کچن میں گئی۔

"امی! آج اکیڈمی کے بعد مجھے شہر جانا پڑے گا تو ذرا لیٹ آؤں گی۔" اس نے بیگ کی کھلی زپ میں جھانک کر نسخہ اور گاڑی کی چابی چیک کی' دونوں چیزیں اندر رہی تھیں۔

"آپ کو کچھ منگوانا تو نہیں..." آمنہ نے جو پیالیوں میں چائے چھان رہی تھیں' مڑ کر سر تاپا اسے بغور دیکھا... ہلکے سنہری رنگ کے شیفون کے سوٹ میں اس کی سنہری رنگت عجب لو دے رہی تھی۔

"شہر جانا ہے... وہ بھی اتنا لیٹ۔" اب آمنہ پوری کی پوری پلٹ کر اس کی جانب آئیں۔

"تایا ابو کی پین کلر نہیں مل رہی ہے وہی لینے جاؤں گی۔"

"اکیلی؟" آمنہ نے اسے ٹرے تھمائی جس میں تین کپ چائے تھی... عشنا نے بیگ کندھے پہ ڈال کر ٹرے تھامی۔

"یہ نیچے لے جاؤ تایا کے ساتھ ہی چائے پی لینا' صبح سے تمہارا پوچھ رہے ہیں... اور ہاں طیبہ یا اس کے چھوٹے بھائی ہپو کو ساتھ لے کر جانا۔"

"ہاں وہ تو جیسے ہر وقت میرے لیے فارغ بیٹھے ہوتے ہیں۔" وہ دھیمی آواز میں بڑبڑائی اور سیڑھیوں کی طرف بڑھی... وہ جانتی تھی کہ تیسرا کپ کس کے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لیے ہے.... وہ عموماً" اس وقت تایا کے کمرے میں
جانے سے پرہیز کرتی تھی کیونکہ اس وقت سبحان وہاں
موجود ہوتا تھا' خیر سامنا تو کرنا پڑے گا ڈونٹ وری....
عشنا بی بی! اس نے خود ہی اپنی پیٹھ ٹھونکی اور
دروازے پر پہنچ کر ہلکا سا کھنکھاری۔

"السلام علیکم۔" اس نے بشاش لہجے میں کہتے
ہوئے دونوں کو باری باری مسکرا کر دیکھا۔

"شکر ہے آج میری بیٹی نے شام سے ذرا پہلے ہی
سہی مگر چہرہ تو دکھایا۔"

"آج کا دن بے حد مصروف گزرا' کل آپ کی بیٹی
سورج نکلنے کے ذرا دیر بعد آپ کو چہرہ دکھا جائے گی۔"
عشنا نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہتے ہوئے سبحان کو
چائے کا کپ تھمایا۔ اس کی آنکھوں کے ساتھ میچ
کرتا کھرا سوٹ اس کی شخصیت میں عجب سی دلکشی کا
باعث بن رہا تھا اس کی پلکیں وا ہونے سے پہلے عشنا
نے نظر ہٹالی۔

"شکریہ۔" وہ مدھم لہجے میں بولا۔ جبکہ وہ اپنا کپ
لے کر تایا کے پاس ہی بیٹھ چکی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ
اگر وہ سچ کہہ رہی ہے تو کل سورج نکلنے کے ذرا دیر بعد
تایا کے کمرے میں وہ چہرہ دیکھنے کے لیے تمام رات اس
دروازے کی چوکھٹ پہ کھڑا ہو کر گزار سکتا ہے۔ آج
کافی عرصے بعد وہ اس کے سامنے اس طرح ٹک کر
بیٹھی تھی اس نے چھوٹے چھوٹے لیتے ہوئے
بڑی فرصت سے عشنا کے چہرے کو فوکس کیا۔

آج دیکھا ہے تجھ کو دیر کے بعد
آج کا دن گزر نہ جائے کہیں

اس کی مفلس آنکھیں لمحہ لمحہ شوق دید کے سکوں
سے مالا مال ہونے لگیں۔

"کیسی ہے؟"

تایا نے ..... مگر کچھ ذومعنی لہجہ اپناتے ہوئے
مسکراہٹ لبوں تلے دبا کر پوچھا۔

"جی..." وہ گڑبڑایا۔

"تم کیا سمجھے میں تو چائے کی بات کر رہا ہوں؟"

"میری مصروفیت کی نوعیت اس قدر محویت لیے
ہوئے تھی .... کہ چائے کے ذائقے کی خیر خبر یاد
نہیں۔" سبحان نے قدرے سنبھل کر انہیں جواب
بھی ذومعنی دیا۔ تایا کے بے اختیار قہقہے میں دھان کی
کچی پکی فصل جیسی خوشبو تھی۔ سبحان اور وہ بڑے
رازدار قسم کے دوست تھے' عشنا کو سبحان کی مطلب
و معنی سے پرہیز گفتگو ایک ایسے راستے پہ لا کھڑا کرتی
تھی جہاں پیچھے پھولوں کے لاتعداد پودے تھے اور
آگے تپتا صحرا.... وہ اس کی نظروں کے پہرے توڑتی
ایک دم کھڑی ہوئی اور گھوم کر دوسری جانب کی دراز
کھول کر اپنا موبائل اٹھایا اور تایا ابو کو اللہ حافظ کہتی
باہر نکل گئی اور حسب عادت سبحان نے اس کی ایڑی پہ
نمایاں تل کو غروب ہوتے سورج کی طرح دیکھا۔ تایا
نے اس کو بڑی جانچتی نظروں سے دیکھا اور آنکھیں
بند کر کے دھیمے سروں میں گنگنانے لگے۔

☆ ☆ ☆

پارکنگ کی جگہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے آٹھ بج چکے
تھے اس کے بعد ایک میڈیکل اسٹور سے دوسرے اور
پھر کئی میڈیکل اسٹور کھنگال ڈالے مگر وہ دوا ہنوز نہیں
ملی تھی' آخر کار ایک اسٹور میں براجمان بزرگ نے
اسے مشورہ دیا کہ آگے تھوک کی مارکیٹ ہے وہاں
سے وہ دوا ضرور مل جائے گی۔ بمشکل وہ وہاں تک
پہنچ ہی گئی۔ ارد گرد نظر دوڑائی تو احساس ہوا کہ بھرے
بازار میں وہ واحد عورت ہے' دل بڑے زور سے دھڑکا
... بڑے بڑے کرٹن لوڈ کرتے لوگ ایک دوسرے
سے سبقت لے جانے کی کوشش میں تھے' لوڈنگ
سواریاں' چنگھاڑتے ہارن .... حقیقتاً" وہاں کھوے
سے کھوا چھل رہا تھا' مردوں کا ایک سیل رواں تھا اس
قدر افراتفری اور شور کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی
تھی وہ جہاں سے گزرتی' کچھ فارغ چہرے نظروں میں
حیرانی سمو کر اسے دیکھتے تو وہ کچھ گھبرا جاتی وہ مسلسل
آیت الکرسی کا ورد کر رہی تھی' اسے دادی کی نصیحت
یاد آئی' بھرے مجمعے میں چہرے پہ سختی اور متانت کا

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

امتزاج سجا کر مضبوط قدموں سے چلتے رہو تو تمام مو تمہاری خود اعتمادی کے آگے پانی بھرتے نظر آئیں گے سو وہ اسی نصیحت کا عملی جامہ نظر آرہی تھی۔۔۔ اللہ اللہ کر کے مطلوبہ دکان نظر آنے پر اس نے پرسکون ہو کر شیشے کا دروازہ دھکیلا۔۔۔ اور سامنے نظر اٹھاتے ہی تھوک مارکیٹ کے تمام لوڈنگ کرنٹ جیسے اس کے اوپر آگرے تھے وہاں بیٹھے چار مردوں میں ایک چہرہ یقیناً" سبحان کا تھا اور رات کے نو بجے عشنا کو وہاں دیکھ کر زمین آسمان اس کی آنکھوں کے آگے گھوم گئے تھے مغرب کے بعد تایا نے اسے اپنی دواؤں کے متعلق بتایا تھا تو وہ اپنے دوست کے ساتھ کافی خواری کے بعد یہاں تک پہنچا تھا اور یہ عشنا۔۔۔ ؟اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ کس کے دو تھپڑ تو اس کے منہ پہ ضرور مارے کاؤنٹر پہ بیٹھے آدمی نے اسے میڈیا کی بندی سمجھا تھا اس لیے وہ وضاحتیں دینے لگا۔

"دیکھیے بی بی ہماری میڈیسن دو نمبر نہیں ہوتیں' یقیناً" خفیہ کیمرے کہیں سے ہمیں دیکھ رہے ہوں گے آپ تسلی کرلیں آدھا بازار تو بند ہو چکا ہے بس ہم بھی ابھی نکلنے ہی والے تھے۔"

اس کی لمبی چوڑی تقریر سن کر عشنا اپنے حواسوں میں آئی۔

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں اصل میں ہمیں تو۔"

"جی یہ میرے ساتھ آئی ہیں۔" سبحان کرسی دھکیل کر ایک طرف کرتا ہوا کاؤنٹر کی جانب بڑھا اور وہاں موجود لفافہ اٹھا کر اس کے قریب سے گزر کر باہر نکل گیا اس کا دوست بھی بہ عجلت اس کے پیچھے نکلا' عشنا کو مجبوراً" اس کی تقلید کرنا پڑی پتا نہیں ان دونوں کے درمیان کیا طے ہوا' دوسرا لڑکا سبحان کو ہاتھ ہلاتا پارکنگ کی طرف بڑھ گیا۔" عشنا نے کن اکھیوں سے اس کی طرف دیکھا سبحان نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ رکھے تھے اور جب وہ شدید غصے میں ہوتا تھا تو اپنے راستے میں آنے والی ہر شے کو ٹھوکر سے اڑا دیا کرتا تھا۔

"لو میں ایسے ہی اس سے ڈر رہی ہوں میں نے ایسا کیا کیا ہے۔" وہ دل ہی دل میں ڈھارس بندھا رہی تھی وہ تیز' تیز چلتا ایک دم رکا اور فوراً" مڑا عشنا جو اس سے دو قدم پیچھے تھی اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔۔۔ اور رہا تھے پہ بل ڈال کر اسے گھورا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ اپنی پرانی جون میں لوٹ آئی۔

"مجھے گاڑی کی چابی دو۔" وہ بھی جواباً" کڑے تیوروں سے ہلکا سا غرایا۔

"تو یہ بات آرام سے بھی ہو سکتی ہے۔" عشنا نے بیگ سے چابی نکالتے ہوئے محتاط لہجے میں کہا۔

"اس وقت ہم گھر کے لان میں نہیں کھڑے عشنا منیر۔۔۔" وہ زہر خند لہجے میں گویا ہوا۔

"آپ کا گھر یہاں سے ایک گھنٹے کی ڈرائیو پر ہے۔" وہ اپنے سابقہ لہجے میں تپ کر بولا اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ تایا ابو بھی ناں کیا ضرورت تھی سبحان کو بتانے کی۔" اس کے قریب گاڑی کے ٹائر چرچرائے۔۔۔ اور چاروناچار اسے بیٹھنا پڑا' سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ ان دونوں میں سے کوئی بات کرتا مگر جس رفتار سے وہ گاڑی بھگا رہا تھا آخر کار اسے بولنا ہی پڑا۔

"میں ابھی زندہ رہنا چاہتی ہوں۔۔۔" سبحان کا دل چاہا کہ وہ کہہ دے میں تمہارے ساتھ مرنا چاہتا ہوں مگر وہ اس سے شدید ناراضگی کا اظہار کر رہا تھا اس لیے خاموش رہا پھر قدرے توقف سے کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"زندہ رہنے کی وجہ۔۔۔"

"زندگی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے میں یہ رٹا رٹایا جملہ نہیں بولوں گی مجھے اپنی ماں اور تایا کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا ہے' پڑھ پڑھ کے دماغ ماؤف ہو چکا ہے اپنا سی ایس ایس کلیئر کرنا ہے۔"

"اور۔۔۔" وہ تکرار پہ اتر آیا۔

"اور بہت سے کمال کرنے ہیں۔" وہ بھی چڑ کر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
READING Section

بولی۔

"جن میں سے ایک تازہ کمال کا مظاہرہ ابھی ہوا ہے۔" سبحان نے لہجے میں بدستور اجنبیت استوار رکھی۔

"یہ میرا کمال نہیں ضرورت ہے۔" عشنا نے بھی اجنبی لہجے میں جتایا۔۔۔ ایک دم اس کا پاؤں بریک پر گیا گاڑی رک گئی۔

"تایا جان سے صرف تمہارا رشتہ ہے کیا؟" افسردگی سے اس کا لہجہ چٹخا۔

"وہ میری ذمہ داری ہیں۔" عشنا نے پُراعتماد لہجے میں وضاحت دی۔

"وہ ہم سب کی ذمہ داری ہیں۔" وہ تیز لہجے میں کہتا اب دوبارہ گاڑی بھگا رہا تھا۔ عشنا کو جتنی آیتیں یاد تھیں وہ پڑھنے لگی۔

"تم کیوں مرنا چاہتے ہو۔" سبحان کے لب لمحہ بھر کو مسکراہٹ سے آشنا ہوئے۔

"نہیں میں اس وقت صرف گم ہونا چاہتا ہوں۔" اس کا بھاری لہجہ سرگوشی کرتا ہوا تھا۔

"وہ بھی تمہارے ساتھ۔" اس کے لب نرم ہوا سے اڑنے والی خشک ریت کی طرح سرسرائے تھے مگر عشنا کو خواب آگیں لہجوں کے زیر اثر نہیں رہنا تھا کسی بھی طلب کو اپنے لہجے سے کھرچ کر پھینک دینے کی صلاحیت وہ رکھتی تھی۔

"میرا پوری دنیا میں کسی سے کوئی مقابلہ نہیں۔" وہ بلاوجہ ہی ہنسی گاڑی سگنل پہ رک چکی تھی ایک بارہ تیرہ سالہ بچے نے کھڑکی کے ساتھ منہ چپکا کر گجرے دکھائے۔ سبحان نے دونوں طرف کے شیشے نیچے کر لیے۔

"صاحب اللہ جوڑی سلامت رکھے۔۔۔ لے لو صاحب۔"

"میں کوئی ناول کی یا ڈراموں کی ہیروئن کی طرح تمہاری دعا پہ شرما کر یہ گجرے نہیں خریدوں گی۔ کیوں کہ اس کی جوڑی میرے ساتھ نہیں بنے گی پھر بھی سارے گجرے مجھے دے دو۔" عشنا نے بیگ سے پیسے نکال کر اسے پکڑائے سبحان جو سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے عشنا کو جواب دینا چاہتا تھا لب بھینچ کر رہ گیا۔ پھر اسے زچ کرنے کے لیے بولا۔

"تمہاری پیش گوئی کی سزا یہ ہے کہ ایک گجرا میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے پہناؤں گا۔"

"منہ دھو رکھو۔" عشنا نے لاپروائی سے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے تمام رات یہیں کھلتے بند ہوتے سگنل دیکھیں گے۔" اب پورا گھوم کر اس نے لفافے سے ایک گجرا اٹھا لیا سگنل کھل گیا تھا ہارن پہ ہارن بجنے لگے عشنا نے بوکھلا کر اس کا چہرہ دیکھا جہاں ایک معصوم سی خواہش کی جستجو نے چلنے والی ساعتوں کا راستہ روک دیا تھا۔

"سوچ لو ٹریفک جام ہو جائے گا پھر میڈیا والے اور پھر۔۔۔" عشنا نے کلائی آگے کر دی۔ سبحان نے خوشبو کے سنگ محبت باندھ کر ایک انمٹ گھڑی کو کلائی پہ ثبت کر دیا۔ باقی سارا سفر خوشبو اور محبت نے کاٹا وہ دونوں خاموش رہے گیٹ پر پہنچ کر عشنا نے گجرا اتار لیا تھا۔۔۔ چوکیدار نے مستعدی سے گیٹ کھولا وہ گاڑی زن سے اندر لے آیا اترنے سے پہلے عشنا نے وہ گجرا سیٹ پر رکھ دیا اور پچھلے زینے کی جانب اس کے قدم سفر کرنے لگے اس بے قدری اور بے اعتنائی پر سبحان کے دل نے بڑا شور کیا وہ کتنی ہی دیر وہیں بیٹھا رہ گیا اس کے جی میں آیا کہ گجرا اٹھا کر دور پھینک دے اس نے جنونی سا ہو کر اٹھایا ضرور مگر پھینکنے کی جسارت نہ کر سکا۔ اسے لگا یہ اس کے وجود کا ایک حصہ ہے جو وہ اسے دان کر گئی ہے۔

☆ ☆ ☆

عشنا نے آہستگی سے دروازہ کھولا ہلکی سی آواز پہ صوفے پہ لیٹی آمنہ کی آنکھ کھل گئی عشنا نے آہستہ آواز میں سلام کیا اور کوفت زدہ لہجے میں بولی۔

"امی! آپ نے بھی ضرور مجھے پریشان کرنا ہوتا ہے ابھی تک کیوں جاگ رہی ہیں۔" عشنا نے سینڈلوں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سے اپنے پیروں کو آزاد کیا۔
"الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔" آمنہ نے اس کا موڈ دیکھتے ہوئے لہجہ نرم رکھا۔
"میں کون سا آؤٹنگ پہ گئی ہوئی تھی چل چل کے پاؤں بھی سوج گئے ہیں۔" وہ ہاتھ سے پاؤں کی انگلیاں سہلاتے ہوئے بولی۔
"میں تمہیں غلط نہیں کہہ رہی ہوں مگر فون کس مرض کی دوا ہوتا ہے۔"
"یہاں میں غلط ہوں کیونکہ اس قدر شور میں مجھے آواز سنائی نہیں دی۔" اس نے بیگ میں سے موبائل نکالا' تایا اور امی' طیبہ کی بھی لاتعداد مسڈ کالز تھیں" آمنہ بے تاثر چہرہ لیے بیٹھی تھیں عشنا کو اپنی ماں پہ ڈھیروں ترس آیا وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ان کے پہلو سے جڑ کر سر ان کے شانے پر ٹکا دیا۔
"جن لڑکیوں کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ جاتا ہے اور قسمت سے وہ اکلوتی بھی ہوں تو ان کے اندر سے عام لڑکیوں جیسی نزاکت اور جذباتیت ختم ہو جاتی ہے میں کل کو آفیسر بنوں گی' دن کی روشنی یا رات کا اندھیرا میرے لیے ایک جیسے ہیں اور پھر آپ کی بیٹی بزدل ہرگز بھی نہیں' مجھے اف بھی کہنے والے یا والیاں اپنے تلوے چاٹتے رہ جاتے ہیں۔" عشنا نے جان بوجھ کر پھنے خاں جیسے انداز میں کہا تو آمنہ بے ساختہ ہنس دیں۔
"اور آپ چچی کی وجہ سے مت پریشان ہوا کریں بلکہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا کریں ایسے لوگ اندر سے بڑے بزدل ہوتے ہیں۔"
"دوسروں کی ٹوہ میں رہنے والے اپنے گریبان میں جھانکنا پسند نہیں کرتے۔" آمنہ نے ٹھنڈی آہ بھر کے کہا۔
"یقیناً" کئی مرتبہ میرے بارے میں پوچھ چکی ہوں گی؟" عشنا نے تائیدی انداز میں ماں کی طرف دیکھا۔ آمنہ نے بے دھیانی میں ہی سر ہلا دیا۔
"چچی کا بس چلے تو پچھلے زینے پہ پہرے دار بٹھا دیں

ہضم سے حورم سلطان کے سارے جراثیم ان کے اندر موجود ہیں۔" عشنا نے ہنستے ہوئے اچانک منہ پہ ہاتھ رکھا کہ مبادا آواز نیچے تک نہ جائے۔
"اچھا آپ جائیں تایا ابو جاگ رہے ہوں گے میں بھی نماز پڑھ لوں' صبح ملاقات ہوگی انشاء اللہ۔" اس نے ماں کی پیشانی پہ بوسہ دیتے ہوئے انہیں شب بخیر کہا اور اپنے کمرے میں چلی آئی' نماز پڑھنے کے بعد اس نے ادھ کھلے دروازے سے باہر جھانکا امی نیچے جا چکی تھیں۔ وہ تمام غیر ضروری بتیاں بند کر کے مڑی ہی تھی کہ اس کی چیخ نکلتے' نکلتے رہ گئی اس کے پیچھے سے گزر کر خاصا موٹا چوہا الماری کے نیچے چھپ گیا۔۔۔ ہم لڑکیاں بڑے سے بڑے حالات کا مقابلہ کر سکتی ہیں مگر ایک چوہا ہمارے دل ہلا کر رکھ دیتا ہے" وہ دل ہی دل میں بے تحاشا ہنسی اور کمرہ لاک کر کے بیڈ پہ لیٹ گئی' کروٹ بدل کر کلائی رخسار کے نیچے رکھی تو گلاب اور موتیا کی ملی جلی مہک پتہ نہیں کیا کیا یاد دلا گئی "میرے آشنا میں تم کہیں بھی نہیں ہو سبحان اجمل۔۔۔ اور میں عہد گزشتہ میں جینے والی لڑکی نہیں بنوں گی تم اپنی بے چینیاں مجھ پر ظاہر کر کے مجھے کمزور کرنے کی کوششیں ترک کیوں نہیں کر دیتے' وہ بالکل چت لیٹ گئی مگر خوشبو کا تو کام ہی مہکنا ہوتا ہے وہ اس سے دامن کیونکر چھڑاتی۔

✡ ✡ ✡

"تایا ابو! کبھی کبھار باہر بھی نکلا کریں ہرے بھرے منظر اور رنگ برنگے پھول آنکھوں کو تراوٹ بخشتے ہیں۔" عشنا نے اخبار ان کے ہاتھ سے پکڑ کر چھوٹی تپائی پہ رکھا اور کرسی گھسیٹ کر عین ان کے سامنے بیٹھ گئی۔
"مجھے اپنے حصے کا آسمان کھڑکی سے نظر آجاتا ہے۔" انہوں نے بند آنکھوں کے ساتھ آہستہ سے جواب دیا۔
"عجیب بات ہے' آسمان کوئی پراپرٹی تو نہیں۔۔۔" عشنا نے جیسے خود کلامی کی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"آسمان' چاند' رشتے' محبتیں جس کے نصیب میں جتنا ہوتا ہے اسے اتنا ہی ملتا ہے اتنا ہی دکھتا ہے' جن کو اللہ تا عمر صحت مند رکھتا ہے وہ پورا آسمان دیکھتے ہیں اور ہر موسم کی ہوا کا لمس چکھتے ہیں اور کچھ میرے جیسے کبھی باہر نکلیں تو ہوا کا لمس بھیک کی طرح مانگتے ہیں پھر ان کی آنکھیں پورے آسمان کی وسعتوں کی عادی نہیں رہتیں۔" ماحول پہ عجیب سا بوجھل پن طاری ہو گیا وہ کچھ دیر کے لیے کچھ بھی بول نہ پائی ابھی اس نے منہ کھولا ہی تھا کہ باہر طیبہ کی آواز سنی... وہ اناسے باتیں کر رہی تھی۔

"آپ یہ مت سمجھیے گا کہ میرے پاس آپ کے سوالوں کا جواب نہیں۔" عشنا نے تپائی سے اخبار اٹھا کر انہیں پکڑاتے ہوئے کہا۔

"مگر میں نے تو سوال کیا ہی نہیں۔" تایا نے حیرت سے اسے دیکھا... وہ تھوڑا جز بز ہوئی اور پھر خوشگواری سے بولی۔

"چلیں سوال نہ سہی میرے پاس آپ کی باتوں کے جواب بھی موجود ہیں۔" اب کے تایا کا شفاف قہقہہ نومبر کی ہلکی خنک ہوا نے کھڑکی کے پاس رک کر دل سے سنا تھا۔ عشنا کا چہرہ خوشی کے رنگوں سے چمک گیا اس کا مقصد انہیں اس یاسیت بھری کیفیت سے نکالنا تھا جس میں اسے کامیابی ہوئی۔ طیبہ نے کھلے دروازے سے نا صرف جھانکا بلکہ پوری کی پوری اندر چلی آئی تایا نے اس سلام کا جواب انتہائی محبت سے دیا اور ساتھ ہلکا سا شکوہ کر ڈالا۔

"کہاں غائب ہو؟"

"ابھی تو موجود ہوں۔" طیبہ نے برجستہ جواب دیا۔ تایا اس کے برجستہ جواب پہ کھل کے مسکرائے۔

"ہاں البتہ آپ کی بیٹی غائب ہونے کے تمام ریکارڈ توڑ چکی ہے۔" طیبہ نے آنکھوں میں شرارت بھر کے عشنا کی طرف دیکھا۔

"باتیں بعد میں' بتاؤ کہاں جانا ہے؟" عشنا نے انتہائی چالاکی سے اس کی توپوں کا رخ موڑ دیا تھا۔

"پہلے شاپنگ' پھر واپسی پہ آنٹی کی طرف تھوڑی دیر رکیں گے۔"

"کیوں بھئی؟" عشنا نے تیوری چڑھا کر پوچھا۔ اور بیڈ پہ پڑا شولڈر بیگ اٹھایا۔

"وہ عظمیٰ کو چند سوٹ سلوانے کے لیے دیے تھے وہ تیار ہیں... بس جاتے ہی لے لیں گے۔"

"بس جاتے ہی لے لیں گے۔" عشنا نے اس کی نقل اتاری۔

"تمہاری خالہ محترمہ جیسے جھٹ سے پکڑا دیں گی... قسم سے چائے کے ساتھ اتنا تکلف کرتی ہیں... اور زبردستی باقاعدہ ٹھنسواتی ہیں۔" عشنا سچ مچ روہانسی ہو کر بولی۔

"ایک تو میڈم کے اعزاز میں خرچا کرو' پھر محبت سے کھلاؤ اور اس کا رویہ تو دیکھیں تایا ابو۔" طیبہ جان بوجھ کر سنجیدہ ہوئی ورنہ عشنا کے انداز پر تو ہنس ہنس کر دوہرا ہوا جا سکتا تھا' تایا ان دونوں کی نوک جھونک دلچسپی سے سن رہے تھے اسی لمحے آمنہ اندر داخل ہوئیں۔

"تو تم دونوں ابھی تک یہیں ہو' پھر اندھیرا کر کے لوٹو گی۔"

"ارے امی اندھیروں کی بات رہنے ہی دیں' آپ کی بیٹی جہاں جاتی ہے' پھر چراغوں میں روشنی نہ رہی' جیسے حالات ہو جاتے ہیں۔" عشنا نے طیبہ کے غبارے جیسے پھولے ہوئے منہ سے ہوا نکالنا چاہی اور جو فوراً" نکل بھی گئی۔

"یہ بالکل سچ کہہ رہی ہے کیونکہ چراغوں کو پھونک مار کر بجھانے کے لیے تو یہ مجھے ہر وقت ساتھ رکھتی ہے۔" اور طیبہ کی اس بات پر تایا کا کمرہ زعفران کا کھیت بن چکا تھا۔

★ ★ ★

طیبہ نے اسے کہنی ماری۔ "کیا ہے؟" وہ تپ گئی۔

"وہ دیکھو ساتھ والی دکان پہ منہا!"

"تو یہ بات بغیر تشدد کے نہیں بتائی جا سکتی تھی۔"

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

عشنا نے اس کی نظروں کی تقلید میں دیکھ کر کہا۔

"توبہ ہے عشنا بالکل میڈیا کی بندی لگتی ہو' ہر بات میں تشدد کا پہلو نکال لیتی ہو۔" طیبہ اب کھڑی ہو چکی تھی۔

"تم پے منٹ کرو میں منہا سے مل لوں۔" وہ تینوں کالج میں بیسٹ فرینڈ تھیں' پھر تھرڈ ایئر میں اچانک اچھا رشتہ آنے پر اس کی شادی ہو گئی وہ بیاہ کر کراچی چلی گئی۔ آج چار سال بعد اچانک ہی اس سے ملاقات ہو گئی اب وہ تینوں —— شاپنگ مال کے پرسکون حصے میں فون نمبر کا تبادلہ کر رہی تھیں پھر جلد ہی ملاقات کا وعدہ کر کے اپنی اپنی راہ ہو لیں۔

"میرا سوال ابھی اپنی جگہ قائم و دائم ہے۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی طیبہ نے گجروں کے ڈھیر کے بارے میں استفسار کیا۔

"اور میرا جواب بھی محفوظ و ممنون رہے گا۔" عشنا نے ہلکا پھلکا لہجہ اپنایا۔

"تمہارا جواب کوئی دودھ پیتا بچہ نہیں جو ماں کی گود میں ممنون و محفوظ رہے۔" طیبہ نے ترخ کر تیزی سے کہا۔۔۔ عشنا پچھتا رہی تھی کہ اترتے وقت لفافہ اندر کیوں چھوڑ گئی اس نے بریک لگائے۔

"ہاں جی طیبہ مجاہد آپ کی خالہ عرف ساس کا گھر حاضر ہے قدم رنجہ فرما کر انہیں شرف ملاقات سے نوازیے۔" مسکراہٹ عشنا کی آنکھوں میں رقص کر رہی تھی۔

"اب تو مجھے یقین ہے کہ رات کچھ ایسا ضرور ہوا ہے جس نے تمہارے دماغ کی چولیں ڈھیلی کر دی ہیں۔"

وہ باتوں میں ملن لاؤنج کے داخلی دروازے سے اندر چلی آئیں۔

"چلو پہلے تایا ابو کو تمہارے سسرال کی روداد سناتے ہیں۔" عشنا پرجوش ہو کر بولی طیبہ نے اس کی تقلید میں قدم بڑھائے ابھی وہ لاؤنج میں پہنچی تھیں کہ رافعہ چچی کی کرخت آواز نے عشنا کو جیسے کٹہرے میں کھڑا کر دیا۔

"رات تم سبحان کے ساتھ تھیں؟" عشنا کے چہرے کی رنگت متغیر ہوئی اور اس کا اٹھا ہوا قدم کچھ لمحے ہوا میں ہی معلق رہا۔ یک لخت غصے کی شدید لہر سے اس کے جسم نے ایک جھٹکا کھایا تھا اس نے مضبوطی سے اپنے قدم زمین پر جمائے اور کاٹ دار لہجے میں بولی۔

"اپنے جملے کی تصحیح کیجئے میں اس کے ساتھ نہیں تھی بلکہ آپ کے بیٹے نے مجھ سے لفٹ لی تھی۔" جہاں کی تہاں کھڑی طیبہ ہونقوں کی طرح ان دونوں کا منہ تک رہی تھی' رافعہ کے چہرے پہ بڑی شاطر سی مسکان جمی ہوئی تھی حالانکہ سبحان صبح ہی انہیں من و عن تمام واقعہ سنا چکا تھا۔

"تم اسے لفٹ دینا چھوڑ دو۔" رافعہ کا سرد لہجے میں کہا گیا جملہ اس کا دماغ بھک سے اڑا گیا اسے سنبھلنے میں کچھ دیر لگی۔

"اس سے کہیں کہ وہ مجھ سے لفٹ مانگنا چھوڑ دے۔" وہ پرسکون ہو کر بولی اس کے جواب پہ رافعہ کا رنگ اڑا ضرور مگر وہ بھی جوابا" تحمل سے گویا ہوئیں۔

"تم اس کے راستوں میں سفر کرنا تو چھوڑ سکتی ہو۔"

"معاف کیجئے گا رافعہ چچی! اگر کہیں ذرا دیر کو بھی گاڑی رکے تو مانگنے والوں کا مجمع لگ جاتا ہے۔" وہ استہزائیہ ہنسی' رافعہ چچی نے خود کو دھواں دھواں ہوتے محسوس کیا۔

"مجھے آپ کے بیٹے میں نہ کل دلچسپی تھی اور نہ آنے والے کل میں ہو گی آئندہ آپ کی کوئی بھی بات برداشت نہیں کروں گی۔" عشنا نے انگلی اٹھا کر انہیں سخت لہجے میں تنبیہہ کی اور ہموار قدم رکھتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ گئی سب سے اوپر والی سیڑھی پہ آمنہ سپاٹ چہرہ لیے کھڑی تھیں۔ عشنا ٹھٹکی ضرور مگر پھر نارمل سے انداز میں ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں کچن میں لائی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"جلدی سے کھانا گرم کریں، شدید بھوک لگ رہی ہے میں ذرا طیبہ کی خیر خبر لیتی ہوں۔" آمنہ نے رخ موڑ کر اسے روکنا چاہا پھر کچھ سوچ کر چپ کر گئیں۔
عشنا نے نیچے جھانکا تو طیبہ ہنوز پہلی سیڑھی پہ بت بنی کھڑی تھی۔
"او ہو... طیبہ بی بی یہ لاری اڈا نہیں... اب کون سی بس کا انتظار کر رہی ہو؟" طیبہ کو اپنی سماعتوں پہ دھوکے کا گمان گزرا... عشنا کی آواز اور اس قدر بشاش...
"جلدی آؤ کھانا لگ چکا ہے۔" عشنا نے جان بوجھ کر آواز اونچی کی۔
"ہونہہ... دادی کی طرح ڈھیٹ جان۔" رافعہ نے زہر خند ہنکارا ابھرا اور کھا جانے والی نظروں سے انا کو گھورا۔
"یہاں کھڑی میرا منہ تک رہی ہو، دودھ پتی بنالاؤ اور ساتھ میں نان ختائی بھی لانا۔" طیبہ کو نہ اوپر والے پورشن کے کھانے کی طلب تھی نہ نیچے والوں کی چائے بسکٹ سے دلچسپی وہ سبحان کے لیے فکر مند تھی جو عشنا اور اپنی ماں کی تمام گفتگو سن کر دروازے سے لوٹ گیا تھا۔ کاش الہ دین کے چراغ کا جن کہیں سے برآمد ہو اور مجھے یہیں سے غائب کرکے اڑا لے جائے طیبہ کو تایا جان کا کمرہ ہی قریب لگا سو وہ اسی میں گھس گئی۔ دونوں خواتین کمال کا حوصلہ رکھتی تھیں، پتا نہیں وقت کے ہاتھوں کس کا مہو پٹنا تھا۔

☆ ☆ ☆

کل کے واقعے کا شائبہ تک اس کے چہرے پہ نہیں تھا انا نے ٹیرس پہ دھرے گملوں کی کانٹ چھانٹ کرتی عشنا کو سراہا ـــــــ اور وہیں چلی آئی۔ عشنا اسے دیکھ کر مسکرائی۔
"لگتا ہے آج تمہاری ساس کی کوئی منت بر آئی ہے جو اپنی کبوتری کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔" مگر انا کے چہرے پہ سنجیدگی کے ڈیرے جمائے ہوئے تھی۔
"کیا بات ہے؟" عشنا بھی قینچی رکھ کر اس کی طرف رخ موڑ کر بیٹھ گئی۔
"ارمان سے جھگڑا ہوا ہے؟"
"نہیں۔" اس کا سر نفی میں ہلا۔
"او ہو تو پھر تمہارا منہ کس خوشی میں لٹکا ہوا ہے۔"
عشنا نے تلملا کر پوچھا۔
"جھگڑا تو ہوا ہے مگر امی اور سبحان کا..."
"اچھا..." وہ چونکی۔
"مگر کیوں...؟" اس نے خوامخواہ ادھر ادھر دیکھا۔
"اس نے کل آپ دونوں کو لڑتا دیکھ لیا تھا۔" انا کے لہجے میں افسردگی تھی۔
"ہونا... سدا کی بے وقوف ہم لڑ تو نہیں رہے تھے۔ کچھ باتیں تھیں جو وضاحت طلب تھیں... بس جب ایک دوسرے پہ کھل گئے تو قصہ ختم۔" عشنا نے مٹی ہاتھوں سے جھاڑتے انا کی بات کا سیدھا سا

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے خوب صورت ناولز

ساری بھول ہماری تھی	راحت جبیں	300/-
او بے پروا سجن	راحت جبیں	300/-
ایک میں اور ایک تم	تنزیلہ ریاض	350/-
بڑا آدمی	نسیم سحر قریشی	350/-
دیمک زدہ محبت	صائمہ اکرم چوہدری	300/-
کسی راستے کی تلاش میں	میمونہ خورشید علی	350/-
ہستی کا آہنگ	ثمرہ بخاری	300/-
دل موم کا دیا	سائرہ رضا	300/-
ساڈا چڑیا دا چنبا	نفیسہ سعید	300/-
ستارہ شام	آمنہ ریاض	500/-
مصحف	نمرہ احمد	300/-
دست کوزہ گر	فوزیہ یاسمین	750/-
محبت من محرم	سمیرا حمید	300/-

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لیے
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جواب دیا۔

"تم کچھ نہیں جانتیں، کچھ بھی نہیں، چچی کے ساتھ میرا بچپن اور جوانی گزری ہے میں ان کی رگ رگ سے واقف ہوں ان کی کسی بھی بات کا کیسے جواب دینا ہے اچھی طرح جانتی ہوں۔" عشنا ٹھہر ٹھہر کر بولی۔

"اچھا چلو تمہاری آزادی کی خوشی میں تمہیں اچھی سی چائے پلاؤں۔" اس نے انا کو لاؤنج میں بٹھایا اور خود کچن میں چلی آئی وہ چائے اور سینڈوچ لائی تو انا کی خاموشی اسے کھلی۔۔۔۔ وہ دونوں اپنے اپنے کپ لیے پتا نہیں کن سوچوں میں گم تھیں آج کے۔ ایک اداس کر دینے والا وحشت زدہ سکوت سورج کی کرنوں کے ساتھ ہی دھرتی پہ اتر آیا تھا ہر منظر کے چہرے اترے ہوئے لگ رہے تھے ایک جامد چپ انا کے ہونٹوں پہ قفل ڈال کے جانے کس طرف جا نکلی تھی۔

"جو کہنا چاہتی ہو کہہ دو۔" عشنا نے اتنی دھیمی آواز میں کہا کہ شاید اس کی سماعتوں نے بھی بمشکل سنا ہو۔

"سبحان کا دل ٹوٹ جائے گا۔" انا نے نظر اٹھا کے سیدھا اس کی آنکھوں میں جھانکا، عشنا کو اس کی التجا کرتی آنکھوں میں بس خالی پن نظر آیا تھا۔

"اپنا حشر بھول گئی ہو۔ تم نے بھی تو ارمان کا دل جوڑنے میں اپنی ہستی کو تیاگ ڈالا پھر کیا ملا۔" وہ چپ ہوئی پھر قدرے توقف سے بولی۔

"سارے رشتے عورت کو نبھانے پڑتے ہیں، وہ بھی جو پیچھے چھوڑ کر آتی ہے۔ اور وہ بھی جو نئے گھر میں اس کے منتظر ہوتے ہیں، مگر بد قسمتی سے وہ خوش فہمیوں کی نرم ڈوریوں سے خود کو باندھے رکھتی ہے نہ پیچھے اس کا انتظار ہوتا ہے اور نہ آگے خبر گیری ہوتی ہے، وہ خود ہی لوٹ کے جاتی ہے اور پھر خود ہی پلٹتی ہے وہ اس نمک کی طرح ہو جاتی ہے جو آٹے میں کم ہو جائے تو بے مزہ روٹی اور زیادہ ہو جائے تو۔۔۔ منہ سے نکل کر پلیٹ میں پڑی رہ جاتی ہے ہاں مگر سو میں تین ایسے بھی ہوتے ہوں گے جو بے مزہ بھی اور تیز نمک بھی سہ لیتے ہیں مگر تم جس گھر میں آئی ہو بس پلیٹ میں پڑی ہو، تم سے محبتوں کے دعوے کرنے والا اپنے ہر اقرار سے مکر چکا ہے، کم از کم سب کے سامنے بند کمرے کی محبت معتبری کا درجہ حاصل نہیں کرتی، اگر بند کمرے میں مرد جوتا بھی مار دے تو عورت اپنی نظروں میں ہلکی پڑ بھی جائے، مگر دنیا کے سامنے سر اٹھا کر چل لیتی ہے، لیکن لوگوں کے سامنے مرد کا اونچی آواز میں بولنا بھی عورت کی ہستی کو تنکے جیسا کر دیتا ہے، میری دادی کہتی تھیں جو عورت اپنے شوہر سے مار کھاتی ہے، وہ رنگین کپڑوں میں بھی جب، جب آئینہ دیکھے خود کو کفن میں لپٹا دیکھتی ہے، کیونکہ وہ اندر سے مر جاتی ہے میں تم کو عشنا بنانا چاہتی ہوں۔۔۔ اور تم مجھے انا کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہو۔" عشنا ایک کھوکھلی ہنسی ہنس کر انا کے تاثرات اس کے سپاٹ چہرے پہ کھوجنے لگی۔۔۔۔

"تم نے سچ کہا، عورت خود ہی لوٹ کے جاتی ہے۔۔۔ اور پھر خود ہی پلٹتی ہے۔" لفظ جیسے انا کے سرد ہونٹوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر گئے تھے۔

"میری ماں کہتی ہے اب تمہارا گھر وہ ہے اور میری ساس کہتی ہے اگر میرے سامنے سر اٹھایا تو گھر بھیج دوں گی۔" وہ جیسے گہری نیند میں بول رہی تھی، کبھی تو میرا شوہر ماں سے کہے یہ میرا گھر بھی تو اس کا ہی ہے کبھی کسی کے لیے میرا بھی تو مان بنے۔" وہ جو سبحان کی جنگ لڑنے آئی تھی اپنی ہی کہانی کے پیچ و خم میں الجھ کر رہ گئی۔

"وقت ایک سا نہیں رہتا وقت کے ساتھ کچھ تبدیلی ضرور آئے گی۔" عشنا نے اس کے سرد ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر حرارت بخشی۔

"چچی کے بھانجے کی شادی کب ہے؟" اس نے انا کو افسردہ کیفیت سے نکالنا چاہا۔

"دو ہفتے بعد شاید۔۔۔" آج وہ کسی عجیب ہی رنگ میں تھی۔

اسی لمحے ارمان کی آواز نے رنگ میں بھنگ ڈالا۔

"آپ کی مسز کو میں نے اغوا کر لیا ہے۔" عشنا با

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

آواز بلند بولی۔

"بھاری تلوان لائیے گا۔"

"وہ کہہ رہا ہے اوپر ہی رکھو۔" دھپ' دھپ کر کے سیڑھیاں چڑھتی طیبہ نے لقمہ دیا۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا....." ماں کو گھر میں نہ پا کر ارہان ایک دم گیدڑ سے شیر بن جایا کرتا تھا۔

"جاؤ بھئی بہادری کے رتبے پہ فائز شوہر کو جی بھر کے دیکھ لو۔" عشنا نے لہجے میں شرارت سمو کر کہا۔ اور پھر انا کے نیچے جانے کے بعد سیڑھیوں سے جھانک کر ارہان سے مخاطب ہوئی۔

"چچی کے سامنے تو تم پورے فرعون بن جاتے ہو۔"

"ماں کا دل خوش کرتا ہوں ثواب کا کام ہے۔"

"ہاں بھئی تم مردوں نے ثواب کمانے کا اچھا طریقہ ڈھونڈ لیا ہے۔ نہ توبہ استغفار نہ اللہ اللہ' ماں کے کندھے سے کندھا ملا کر بیوی سے دو' دو ہاتھ کر لیے۔ماں نے بھی فوراً جنت کی چابی پلو سے کھول کر بیٹے کے ہاتھ پہ رکھ دی۔" عشنا نے باقاعدہ لڑاکا عورتوں کی طرح ہاتھ اٹھا اٹھا کر ارہان کی درگت بنائی۔

"میں معافی مانگ لیتا ہوں۔" اس نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا تب ہی آمنہ اپنے کمرے سے باہر نکلیں اور تاسف سے سیڑھیوں پہ کھڑی طیبہ اور عشنا کی طرف دیکھا۔ دونوں فوراً" اوپر کی جانب لپکیں۔

"ہاں جی۔طیبہ صاحبہ! نہ سندیسہ گیا' نہ پالکی بھیجی گئی تو اپنی آمد کی وجہ ظل الٰہی کے سامنے پیش کی جائے۔"

"ظل الٰہی کی بھتیجی! منہا بی بی کا فون آیا تھا۔کل آپ کے محل میں قدم رنجہ فرمانے کی جسارت کریں گی اگر حضور کا حکم ہو تو اجازت نامہ بھیجوں۔" طیبہ نے سینے پہ ہاتھ رکھ اسی کے اسٹائل میں کہا تو دونوں ہی بے ساختہ کھلکھلائیں اوپر آتی آمنہ سوچ رہی تھیں کہ آج کے دور کی لڑکیاں ہر فکر سے پرے' لمحوں میں ہمت و حوصلے کی بستیاں آباد کر لیتی ہیں۔ایک ہم تھے کہ ایک ایک کو لے کر مہینوں بتا دیتے تھے۔

☆ ☆ ☆

رافعہ اور سبحان کے بیچ بات چیت بالکل بند تھی۔ اجمل نے ان دونوں کے درمیان کھنچاؤ کو محسوس کر لیا تھا۔ چند دنوں کے لیے انہوں نے دونوں کو ان کے حال پر چھوڑے رکھا۔ سبحان کبھی ناشتے کی ٹیبل سے غائب تو کبھی ڈنر پر موجود نہیں ہوتا تھا۔ آج وہ جمعہ کی نماز پڑھ کر آئے تو دونوں کو مقابل بٹھا کر بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر پہلے وہ بیوی سے اکیلے میں کچھ باتوں کی وضاحت کرنا چاہتے تھے۔

"آجائیں ارہان کے ابا! کھانا لگ گیا ہے۔" رافعہ نے دروازے میں کھڑے ہو کر آواز دی۔

"آپ تھوڑی دیر کے لیے اندر آسکتی ہیں۔" شوہر کی سپاٹ آواز اور ٹھنڈے لہجے۔ رافعہ کا ماتھا ٹھنکا.... وہ دل ہی دل میں مقابلے کی ٹھان کر ان کے سامنے بیٹھ گئیں۔

"تمہارے اور سبحان کے درمیان کس بات پہ جھگڑا ہوا ہے۔" انہوں نے بغور رافعہ کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"عشنا اور وہ رات کے بارہ بجے گھر آئے تھے۔ میں نے پوچھ گچھ کی تو دونوں ہتھے سے اکھڑ گئے بس

بہنوں کے لیے خوشخبری
خواتین ڈائجسٹ کے ناولوں پر
40% رعایت
یہ رعایت صرف ہماری دکان
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37 - اردو بازار، کراچی پر دستیاب ہے

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہی بات ہے۔" رافعہ نے لاپروائی سے ماتھا چڑھا کر کہا۔

"دونوں کے ایک ساتھ اتنا لیٹ آنے کی کوئی ٹھوس وجہ ہوگی۔۔۔ ورنہ عشنا بہت محتاط بچی ہے۔" اجمل نے سوچتے ہوئے بڑے سبھاؤ سے بات سنبھالی۔

"ہاں کہہ رہا تھا 'بابا کی دوائیاں لینی تھیں تو اتفاقاً میڈیکل سٹور پہ ٹاکرا ہو گیا بس۔۔۔" رافعہ نے بات آگے بڑھائی۔ "اب دیکھو نا ہمیں تو پتا ہے اپنے بچوں کے مزاج و عادات کا مگر دنیا والوں کا بھی دھیان رکھنا پڑتا ہے۔ سوچو اتنی رات کو گلی محلے والے انہیں گاڑی میں پھرتا دیکھیں گے تو ہزار باتیں بنائیں گے۔ سبحان کی تو چلو خیر مگر جوان یتیم لڑکی پہ سو سو انگلیاں اٹھیں گی ۔ بس تمہارا بیٹا اتنی سی بات کا بتنگڑ بنا کر بیٹھ گیا ہے۔" رافعہ نے اپنی طرف سے انہیں مطمئن کر دیا تھا مگر وہ بھی زندگی کا ایک حصہ ان کے ساتھ گزار چکے تھے۔ اتنا تو اسے سمجھ ہی سکتے تھے کہ وہ عشنا کو ۔۔۔ پسند نہیں کرتیں۔

"خیر جو بھی ہے۔ تمہارا لہجہ سب کے ساتھ ہتک آمیز ہوتا ہے اسے کچھ درست کرو۔۔۔ کل کو عشنا نے ہماری بہو بننا ہے۔ سوچ لو پھر وقت کا پہیہ کس اور گھومے گا۔۔۔ عشنا کے امتحانوں کے بعد باقاعدہ رشتہ ڈالیں گے۔ ہر طرح سے اس رشتے کے لیے خود کو تیار رکھو۔۔۔ میں نہیں چاہتا ہمارا کاروبار اور گھر الگ الگ ہوں کیونکہ بھائی صاحب بھی اپنی جائیداد اسی کو دیں گے۔ مجھے الجھنوں میں ڈالنے کے بجائے ہوش کے ناخن لو۔ اس میں تمہارے بیٹے کی ہی بھلائی ہے۔" اجمل نے اپنے لب و لہجے کو قدرے درشت ہی رکھا تھا۔

"ہاں تو میں نے کبھی آپ سے کہا ہے کہ سبحان کے لیے میں اپنی بھانجی یا بھتیجی بیاہ لاؤں گی۔ میری طرف سے ابھی رشتہ مانگنے چلیں۔" اپنے دل میں برپا ہونے والی قیامت وہی جانتی تھیں مگر اجمل نے نظر جما کر انہیں دیکھا جس سے وہ تھوڑا جزبز ہوئیں۔

"اچھا اب اٹھو بھی 'کھانا دوبارہ گرم کرنا پڑے گا اور ہاں اتنا پہ بھی کچھ ہاتھ ہولا رکھا کرو۔ میں تمام دن گھر پہ نہیں ہوتا اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں کچھ نہیں جانتا۔" وہ اٹھتے ہوئے بولے اور بیوی سے پہلے کمرے سے نکل گئے۔۔۔ اور وہ جانتی تھیں کہ اجمل کچھ نہیں جانتے 'خالی خولی دعوے کرتے ہیں۔ وہ شطرنج کھیلنا نہیں جانتی تھیں مگر بازی پلٹنا انہیں آتا تھا۔

☼ ☼ ☼

جب منہا صاحبہ کی تشریف آوری ہوئی تو وہ دونوں تقریباً" کچن کا کام ختم کر چکی تھیں۔ کھانا کھانے کے دوران وہ تینوں کالج کے مزید واقعات ۔۔۔ دہرا کر خوب گزرے وقت کو یاد کرتی رہیں۔۔۔ ان دونوں کو منہا کچھ الجھی 'کچھ اداس سی لگی۔ کھانے کے بعد چائے کے کپ لے کر وہ عشنا کے کمرے میں آگئیں۔

"ہاں اب کھل کر بتاؤ کیا الجھن ہے؟" عشنا نے اتنے وثوق سے پوچھا کہ منہا ششدر رہ گئی۔

"بس یار! کیا بتاؤں۔ بظاہر تو بہت اچھی گزر رہی ہے مگر اندر ہی اندر نری گڑبڑ ہے۔" وہ ٹھنڈی آہ بھر کر بولی۔

"کیوں۔۔۔ ساس یا نندوں کا مسئلہ ہے؟" طیبہ نے منہا کے اداس چہرے کو افسردگی سے دیکھا۔

"اوں۔۔۔ ہوں۔" اس نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

"خاور کا رویہ بہت ہی پراسرار سا ہے۔" اس نے بولنا شروع کیا تو ان دونوں نے چپ سادھ لی۔

"ہر ماہ گھریلو اخراجات کے لیے اچھی خاصی رقم بھی دیتا ہے۔ عاشر کا بھی خیال رکھتا ہے۔ سب کے سامنے پھر بھی بات چیت کر لیتا ہے مگر ہمارے بیڈ روم میں بالکل انجان بن جاتا ہے اور اکثر تو دو تین ہفتے گزر جاتے ہیں۔ ہوں 'ہاں کے سوا کچھ نہیں بولتا۔ میرے کچھ بھی پہننے اوڑھنے پہ اس کا کوئی رسپانس نہیں ہوتا ۔ عاشر کے لیے شاپنگ کرتا ہے مگر میرے لیے کبھی چھلا تک نہیں لایا۔ اسے مجھ سمیت میرے کسی بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

معاملے میں کوئی دلچسپی نہیں۔ میں اس کے لیے کمرے میں موجود سامان کی طرح ہوں۔" وہ دھیمے لہجے میں بولتی اپنا سارا دکھ ان سے کہہ گئی۔

"گھر کے باقی لوگوں کے ساتھ اس کا رویّہ کیسا ہے۔" طیبہ کا دل۔ برا ہو رہا تھا۔

"گھر والوں کے ساتھ بس نارمل ہی ہوتا ہے مگر یار دوستوں میں بہت خوش مزاج' جناب کے قہقہے ہی نہیں رکتے۔" منہا جیسے جل کر بولی تھی۔

"بس یا کچھ اور..." عشنا نے بڑا عجیب سا لہجہ اپنا کر اس کی طرف دیکھا۔

جیسے کہہ رہی ہو "تیرا کوئی حال نہیں منہا خاور۔"

"تو کیا اس کا مجھ سے اس قسم کا رویہ پریشان کن نہیں؟" الٹا منہا نے سوال داغا۔

"او ہو اللہ کی بندی! میں کب کہہ رہی ہوں ٹھیک ہے... اس کا رویہ نائنٹی! پرسینٹ غلط ہے اور تمہاری سوچ ہنڈرڈ پرسینٹ۔"

"کیا مطلب؟" منہا نے ماتھے پہ بل ڈالے۔

"اب میری بات مکمل ہونے تک بیچ میں ٹوکنا مت۔" عشنا نے سیانی بوڑھیوں کی طرح انگلی اٹھا کر اسے تنبیہہ کی...

"وہ تمہارا مجازی خدا ہے۔ تم پر اس کا ادب و احترام واجب اور بیوی ہونے کے ناتے اس پر تمہارا نان نفقہ فرض... تم اس کا گھر اور اس کا بچہ سنبھال رہی ہو' وہ تم دونوں ماں بیٹے کو معاشی اور گھریلو تحفظ دے رہا ہے' اب تم پریشان ہو کہ وہ تم سے بات نہیں کرتا... تمہاری طرف دیکھتا نہیں' تمہیں سراہتا نہیں اور یقیناً" تمہاری سنتا بھی نہیں ہو گا۔ خدا نے اسے مجازی خدا کا درجہ دیا ہے۔ اپنی جگہ اسے عرش معلّی پہ نہیں بٹھا دیا کہ تم تڑپ رہی ہو... ارے بھائی نہیں دیکھتا تو نہ دیکھے' نہ بات کرے اور نہ سنے کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ ہماری طرح کا ایک انسان ہی ہے۔ جس رب کریم نے ہمیں پیدا کیا ہے وہ ہماری طرف دیکھتا بھی ہے' ہماری دعائیں سنتا بھی ہے اور ہم سے باتیں بھی کرتا ہے۔ کیا یہ ہماری تسکین کے لیے کافی نہیں ہے منہا ڈیر عمیرہ احمد نے اپنے ناول میں لکھا تھا کہ مرد نے عورت کا راستہ روک رکھا ہے۔ وہ اسے اللہ کی طرف جانے ہی نہیں دیتا دروازے میں بیٹھا ہے' آگے راستہ نہیں دیتا۔ ہم 1857ء کی نہیں بلکہ 2015ء کی عورتیں ہیں' ہمیں راستہ چاہیے اللہ کی طرف جانے کا' اپنی ذات کے اندر جھانکنے کا خود سے ملنے کا اور ہم ہیں کہ مرد کے معاملوں میں اپنی زندگی الجھا کر بیٹھی رو دھو رہی ہیں۔ اگر وہ تمہاری ناقدری کر رہا ہے تو اللہ کے آگے خود جوابدہ ہو گا۔ اگر دوسری عورت کے چکر میں ہے تو اپنی آخرت خراب کر رہا ہے' جو تمہارا حق ہے وہ کسی اور پہ نچھاور کر رہا ہے تو اپنی عاقبت خراب کر رہا ہے۔ سوچو! ایک بے وفائی کے نتیجے میں ساری خرابیاں اس کے حصے میں آ رہی ہیں اور تم خوامخواہ اپنی زندگی کو دیمک لگا کے بیٹھی ہو' پانچ وقت نماز پڑھا کرو' اچھی کتابوں کا مطالعہ کرو' رات کو ڈرامہ وغیرہ دیکھ لو یا اپنی دوستوں سے ملو یا ان سے فون پہ گپ شپ لگایا کرو' اگر پھر بھی وقت بچ جائے تو بیٹے کے لیے کچن میں کچھ خاص پکا لیا کرو۔ اپنی زندگی اس ایک شخص کے لیے کڑھ کڑھ کے ضائع مت کرو... جب وہ تمہیں اپنے خراب رویے پر نارمل اور پرسکون زندگی گزارتے دیکھے گا تو تمہارے بارے میں سوچے گا ضرور اور جب تم یونہی بلاوجہ خود پر دھیان دو گی تو وہ الو اپنے دھیان میں وجہ ضرور ڈھونڈے گا۔ اگر تم اسی طرح اس کے پیچھے بے حال ہو گی تو تمہیں اور بدحال کرے گا۔ اس بات کی ہمیں فکر نہیں کہ اللہ ہماری طرف دیکھے' بلکہ دن رات یہ فکر ستاتی ہے کہ شوہر ٹکٹکی باندھ کر پوچھے۔" بیگم لپ اسٹک سوئس ٹچ کی ہے یا لوریئل والوں کی۔" عشنا نے آخری بات کچھ اس انداز سے کی کہ طیبہ اور منہا جو حق دق اس کا لیکچر سن رہی تھیں ان کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"عشنا! تم میں سارے جراثیم شادی نہ کرنے والی لڑکیوں کے پائے جاتے ہیں۔ تمہاری باتیں سن کر میں تو پریشان ہو گئی ہوں... شادی شدہ زندگی میں شوہر سے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

اس قدر غفلت نہیں برتی جاتی میری جان۔۔۔" منہا نے اسے کچھ سمجھانا چاہا۔

"کچھ بھی ہو میں تو اپنے شوہر کی بے اعتنائی پہ اپنی ہستی فنا نہیں کروں گی۔" عشنا نے ناک سکیڑ کر ایک دلبرانہ ادا سے کہا۔

"کیونکہ تمہیں پتا ہے وہ تم پہ مرمٹے گا۔" طیبہ نے دانت نکالے۔

"تم اپنی نجومیہ کو اپنے اندر ہی دفن رہنے دو۔ مارننگ شو سے تمہیں آفر نہیں آنے والی۔" منہا نے اس کی بات کا خوب مزہ لیا۔

"ارے ہاں وہ تمہارے دو کزن بھی ہوتے تھے ان کا کیا بنا۔"

"بننا کیا ہے۔ ابھی تک انسان ہی ہیں۔ ایک آباد مگر ناشاد ہے اور دوسرے کا دل ناکام و برباد ہے۔" عشنا کے بجائے طیبہ نے رنجیدہ لہجہ اپنا کر آہ بھری۔

"ہیں! مگر اس قدر تنگی حالات کیوں؟" منہا بھی اپنی پرانی جون میں آگئی۔

"بڑے کی بیگم پہ ساس نے مکمل قبضہ جمایا ہوا ہے۔ اکثر راتوں کو بھی اس کے کمرے میں سوتی ہے کہ میرا میاں خراٹے لیتا ہے تو نیند پوری نہیں ہوتی سو ان کو نیند بھی پوری کرنے کا موقع دیتی ہیں اور اپنی بھی۔" طیبہ نے آنکھ دبا کر خاصے لوفرانہ انداز اپنایا۔

"اور چھوٹا سمجھو انڈیا اور پاکستان کے درمیانی باڈر پہ تعینات ہے۔ ادھر سے بھی گولی کا خدشہ ادھر سے بھی، سو کسی دن ٹائیں فشاں 'اوئی ہائے۔'" عشنا نے اس کی کمر میں زوردار دھموکا جڑا۔

"بک بک کرنا کوئی تم سے سیکھے۔"

"دیکھ رہی ہو منہا! آج کل یہ۔۔۔ خبرناک، مذاق رات جیسے پروگرام دیکھتی ہے۔ اس کی جگتیں ذرا سنو۔" عشنا کا غصہ کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔

"یاد آیا۔۔۔ منہا تمہارا میاں تم سے اس قدر بے زار اور اوزار اور جتنے بھی زار ہیں سب ہے تو پھر یہ عاشر کس کا ہے۔" طیبہ دور کی کوڑی لائی اور منہا کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

"بے شرم لڑکی!" عشنا نے اس کی گردن دبوچی۔

"ارے ارے یہ کیا ہو رہا ہے؟" آمنہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔ وہ تینوں خجل سی ہو گئیں۔

"کچھ نہیں امی بس کالج کی یادیں تازہ ہو رہی ہیں۔" عشنا نے اٹھ کر باہر کی راہ لی۔

"او! تمہیں تایا ابو سے ملواؤں۔" تو اس کے پیچھے منہا اور طیبہ بھی لپکیں۔

جب شام کو منہا رخصت ہو رہی تھی تو تینوں اداس تھیں۔

"پھر ملیں گے۔" عشنا نے ماحول کا بوجھل پن دور کرنے کو گنگناتے ہوئے کہا۔

"مجھے تمہاری بہت فکر ہو رہی ہے۔ تھوڑی سی لڑکیوں جیسی سوچ رکھو۔ قسم سے اس پورے مردے کون شادی کرے گا۔" منہا کی بات پہ تینوں کا مشترکہ قہقہہ بلند ہوا اور ایک خوب صورت دن کا اختتام ایک انوکھی سی شام نے اولیں ستارے کے ہاتھوں پہ سورج سے چھپا کر رکھا تھا اور سورج کو کیا خبر کہ شام کا اولیں ستارہ کتنے ہی بھیدوں کا امین ہے۔

✲ ✲ ✲

عشنا کے سی ایس ایس کے ایگزامز شروع ہوئے تو وہ دن رات کا حساب کتاب بھول گئی۔ کبھی تایا کے کمرے میں آتے جاتے ہلکی سی نظر ان کے چہرے پہ پڑ جاتی۔ اسے ان کی ناک کی سرخی بتا دیتی تھی کہ وہ روئی روئی سی ہے آج وہ فارغ ہوئی تو پہلے جی بھر کے سونے کا لطف اٹھایا پھر بھاپ اڑاتی چائے لے کر تایا کے کمرے میں آئی۔ آمنہ تکیوں کے غلاف بدل رہی تھیں۔

"امی! رات کو چنے چاول بنایئے گا۔" اس نے تایا ابو کو کپ پکڑایا۔ آمنہ نے مصروف سے انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔

"شکر ہے آج میری بیٹی کے چہرے پہ مسکراہٹ تو

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY READING Section

آئی۔" آج تو عشنا کی آنکھیں بھی ہنس رہی تھیں وہ کچھ یاد آنے پہ بولی۔

"تایا ابو! انا اور چچی کے درمیان کوئی مسئلہ چل رہا ہے کیا؟" آمنہ نے کام روک کر لمحے بھر کو اسے دیکھا۔

"شاید مجھے اتنا علم نہیں۔۔۔ مگر تمہاری چچی کی گھن گرج آج کل ساون بھادوں کو بھی مات دے رہی ہے۔" تایا ابو کے شوخ لہجے پہ اداسی کا رنگ غالب تھا۔

"جو بھی ہے یہ ان کا آپس کا معاملہ ہے۔ تم نے بالکل دخل نہیں دینا۔" آمنہ نے تکیے اور کشن اپنی جگہ پہ سیٹ کیے اور عشنا پہ ایک خاموش نظر ڈال کر چلی گئیں۔ عشنا کے اندر کھلبلی سی مچی ہوئی تھی۔ اس نے دونوں خالی کپ ٹرے میں رکھے اور محتاط انداز میں کمرے سے باہر جھانکا۔ اس کی اس حرکت پہ تایا ابو زیر لب مسکرائے۔

"وہ سبحان کے ساتھ بہن کی طرف گئی ہیں۔" تایا نے اس کی مشکل آسان کی۔ عشنا نے ان کی طرف ممنون نظروں سے دیکھا۔

"میں ذرا انا کی خیر خبر لوں۔" لاؤنج میں آئی تو بالکل خالی کسی مانگنے والے کے کشکول کی طرح۔ سناٹے سے اسے عجیب سی وحشت ہوئی۔ اس نے انا کے بیڈ روم کا دروازہ ہلکے سے بجایا۔

"اندر آجاؤ عشنا۔"

"ہیں! تمہیں کیسے پتا چلا۔" عشنا نے حیران ہوتے ہوئے اس کے زرد چہرے کو دیکھا۔ وہ برسوں کی بیمار لگ رہی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے انا۔" عشنا نے بے چینی سے اس کے ہاتھ تھامے جو بالکل یخ تھے۔ ٹپ ٹپ آنسو اس کے گالوں پہ بہنے لگے۔ تب ہی واش روم کا دروازہ کھلا اور ارمان کا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھ کر عشنا سمجھ گئی کہ معاملہ گمبھیر ہے۔

"پلیز انا! کچھ تو بتاؤ۔ میرے دل میں برے برے وہم آرہے ہیں۔"

"اس کی امی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے وہ کافی دن ہسپتال میں ایڈمٹ رہی ہیں۔ اب گھر شفٹ ہو گئی ہیں۔"

"او۔۔۔ چلو شکر طبیعت سنبھل گئی ہے۔ اللہ خیر کرے گا۔" عشنا نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے تسلی دی۔

"اگلی کہانی بھی سنو۔" ارمان دوبارہ گویا ہوا۔

"امی کے بھانجے کی شادی ہے اور وہ انا کو میکے کے بجائے ایک ہفتہ شادی سے قبل بہن کے گھر لے جانا چاہتی ہیں۔" ارمان کا دل گرفتہ لہجہ عشنا کو بھی رنجیدہ کر گیا۔

"اور آپ بالکل خاموش ہیں۔" عشنا نے خود کو بمشکل کنٹرول کیا۔

"میں کیا کروں۔۔۔ میں کوشش کے باوجود امی کے سامنے نہیں بول سکتا۔ پتا نہیں مجھے کیا ہو جاتا ہے۔"

"اور چچا جان؟" عشنا نے ارمان کو ہمت دلانے والی نظروں سے دیکھا۔

"انہوں نے سمجھایا تھا امی کو' جب وہ نہیں مانیں تو کہنے لگے انا بعد میں چلی جائے گی خواہ مخواہ گھر کا ماحول خراب ہو گا۔۔۔" ارمان کی آواز بالکل دھیمی تھی۔

"میں اب بھی کہتی ہوں' بزدلی کا چولا اتار کر مرد بنو۔ یہ تمہاری بیوی ہے مگر کسی بیوہ کی طرح کا سلوک ہوتا ہے۔ اس کی عزت کرواؤ ٹھیک ہے محبت کمرے میں کرو مگر عزت تو صحن میں اور آنگن میں لگے خوشنما پھولوں کی طرح اپنی خوشبو دیواروں سے پھلانگتی ہوا میں میلوں دور سفر کرتی پھلتی پھولتی اچھی لگتی ہے۔ اسے بند کمرے میں تمہاری ہمدردی نہیں چاہیے۔ پیار کے دو بول' تسلی کے تین لفظ' اپنی ماں اور اس کے عزیز و اقارب کے سامنے بول کر اسے اس کی ذات کی پہچان بخش دو' خدا کے لیے بھی بھرے پرے گھر میں اس کے بہتے آنسو پونچھو' دادی کہتی تھیں بزدل لوگوں کے پاس سے اچھی خوشبو نہیں آتی اور اس وقت تمہارے اس آراستہ بیڈ روم میں میرا دم گھٹ رہا ہے ارمان بھائی۔ انا! میں ضرور کچھ کروں گی تم بے فکر ہو کر سو جاؤ' تم ان کی ملازمہ نہیں ہو کہ ہفتہ پہلے کام کے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لیے پہنچ جاؤ۔" عشنا پھیکا سا ہنسی اور اس کا گال تھپک کر باہر چلی آئی پھر جا کر بابا کو تمام قصہ سنایا۔

"ہے تو بری بات مگر عشنا بیٹا! ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

"کیوں نہیں کر سکتے۔" وہ تنک کر بولی۔

"بس آپ دیکھتے جائیں۔" وہ ایک عزم سے وہاں سے اٹھی' آج دن میں وہ خوب سوئی تھی سو اب نیند اس کی آنکھوں سے دور تھی۔ وہ ٹیرس پہ ٹہلنے لگی۔ نومبر کے آخری دن تھے۔ خنکی نے اپنے ہونے کا یقین دلایا مگر اسے سردی انجوائے کرنے میں مزہ آتا تھا۔ آمنہ حسب معمول سونے سے پہلے ایک چکر اوپر کا لگا کے جا چکی تھیں۔ اس نے اپنے کمرے کی لائٹ بند کی ہوئی تھی۔ پہلے بارہ پھر ایک بج گیا۔ ٹہل ٹہل کے اس کے پاؤں دکھنے لگے اس نے پہلی جماہی کو ناپسندیدہ مہمان کی طرح روکا تب ہی گیٹ پہ گاڑی کا ہارن بجا۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی رکنے کی اور صرف ایک دروازہ کھلنے کی آواز آئی اس کا دل خوشی سے جھوما یعنی چچی نہیں آئیں۔ اس نے اپنی انگلیوں کو ہتھیلی پہ جمایا اور پھر وہ دبے پاؤں سیڑھیاں اتری۔ صبح بات کر لوں گی صبح؟ اس نے کچھ سوچا امی' چچا سب ہوں گے اور کیا خبر صبح' صبح چچی آجائیں۔ اب وہ آخری زینے پہ تھی جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ وہ بے آواز چل کر اس کے دروازے تک آئی پھر ہلکے سے دروازہ بجایا۔

"آجائیں ارمان بھائی۔" اس نے اتنا دروازہ وا کیا کہ با آسانی وہاں سے گزر سکے۔ وہ سائیڈ ٹیبل پہ گلاس رکھ رہا تھا۔ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی عشنا نے اپنے پیچھے آہستگی سے دروازہ بند کیا۔۔۔ وہ جونہی مڑا اس کی بھاری ہوتی بوجھل آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں۔ وہ گمان کے آخری کنارے پہ بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ رات ایک بجے وہ اس کے کمرے میں آئے گی۔ وہ تو دن کو کہیں بھولے سے نظر آنے پر اس کی نظروں کے پہرے توڑتی' پلک جھپکنے میں ادھر ادھر ہو جایا کرتی تھی۔ کئی لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے دھیرے دھیرے اس کے حواس بحال ہوئے تو دو قدم آگے بڑھا۔

"زہے نصیب' رات ہے نیند کا عالم ہے خواب بھی ہو سکتا ہے کہو تو چھو کر دیکھوں اس کے متبسم چہرے پہ اک کیف آگیں رنگ ٹھہرا۔

"لیکن میں نہ نیند کے عالم میں ہوں نہ خواب دیکھ رہی ہوں۔" وہ بھی چار قدم آگے بڑھی اور اس کے عین سامنے ٹھہر گئی۔

"تمہارے ٹھکانے چاند پہ ہوتے ہیں۔ تم بہت اونچی شے ہو۔ ہم زمین پہ بسنے والے گنہگار بندے تم سے بخشش کی آرزو بھی نہیں۔۔۔" سبحان کا بوجھل لہجہ تپ کر کندن ہو رہا تھا اور وہ بڑے دھیان سے عشنا کے سوئے جاگے چہرے کو والہانہ نظروں سے تک رہا تھا۔ عشنا نے بری طرح اسے گھورا۔

"تم نے پوچھا نہیں میں کیوں آئی ہوں۔" وہ دھیمے مگر تیز لہجے میں بولی۔

"میں جانتا ہوں۔ تم عشنا ہو اور بڑی با کمال ہو۔" وہ بھی لہجے میں شرارت سمو کر بولا۔

"مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" وہ صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"میں تمہاری غیر ضروری بات بھی بڑی محبت اور توجہ سے سن سکتا ہوں۔" وہ اس کے عین سامنے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ اس کے کلون کی مہک عشنا کی سانسوں سے الجھنے لگی عشنا نے اس وقت کو کوسا جب اس نے' اس کے کمرے میں آنے کا فیصلہ کیا تھا۔

"مجھے انا کے بارے میں بات کرنی ہے۔" اس نے چہار سو پھیلی خوشبو کی حدود سے نکلنا چاہا اور نگاہیں اپنے ہاتھوں پر ٹکا کر بات کی۔ وہ بالکل خاموش بیٹھا تھا جیسے اسے بولنے کا موقع دے رہا ہو۔ "چچی اسے اپنے ساتھ تمہاری خالہ کے گھر لے جانا چاہتی ہیں جبکہ وہ ماں کے گھر جانا چاہتی ہے۔" عشنا نے اپنی جانب محویت سے تکتے سبحان کو لمحہ بھر کے لیے دیکھا۔

"اور تم کیا چاہتی ہو؟" سبحان نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی اور بیڈ پر پڑی سگریٹ کی ڈبیا اٹھائی۔ عشنا نے اچنبھے سے اس کی طرف بے ساختہ دیکھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

وہ دھیمے سروں میں ہنسا اور سگریٹ سلگائی۔ اس نے جلد ہی خود کو سنبھالا اور اپنے مقصد کی طرف آئی۔

"میں چاہتی ہوں وہ اپنی ماں کے گھر جائے۔" عشنا اس کو پہلی دفعہ سگریٹ پیتا دیکھ رہی تھی اور اس کا دل بڑا عجیب سا ہو رہا تھا۔ سبحان نے ایک لمبا کش لیا اور دھواں اس کے چہرے پہ چھوڑا۔

"کسی لڑکی کے سامنے اس طرح سگریٹ پینا بد تمیزی کے زمرے میں آتا ہے۔" وہ جیسے تپ کر بولی تھی۔

"کسی لڑکی کا رات کے دس بجے کسی جوان آدمی کے کمرے میں آنا کیا کہلاتا ہے۔" شرارتی لہجے میں کہتا آگے کو جھک کر بولا۔

"مجھے اخلاقیات مت پڑھاؤ۔ بتاؤ پھر آنا کی مدد کرو گے نا..." وہ پھر دھیمی ہوئی۔ بہرحال اسے اپنا کام نکلوانا تھا۔

"پلیز سبحان! آنا بہت ڈسٹرب ہے۔ وہ کئی دنوں سے ڈسٹرب ہے۔" عشنا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کس طرح سمجھائے دوسروں کے لیے پریشان ہوتی، دوسروں کی جنگ لڑتی بظاہر نازک سی مگر چٹانوں جیسی مضبوطی رکھنے والی اس لڑکی پہ اسے ڈھیروں پیار آیا۔

"ساری دنیا کی پریشانی تمہیں نظر آ جاتی ہے سوائے میرے۔" سبحان نے غور سے اسے دیکھا۔ وہ اچانک کھڑی ہو گئی۔

"پھر کیا خیال ہے۔" وہ اس کا سوال نظر انداز کر کے بولی۔

"میرے خیال کے بارے میں نہ ہی پوچھو۔" وہ پھر پٹڑی سے اترنے لگا۔ پھر ہنس کر بولا۔ "کچھ بھی مانگ لو نہ دوں تو بات کرنا۔" مگر وہ نظر انداز کر کے دروازے کی جانب بڑھی "عشنا!" اس کا نام اس کے ہونٹوں پہ رات کے آخری پہر کی گئی سرگوشی کی طرح سرسرایا۔ دروازہ کھولتے اس کے ہاتھ وہیں تھم گئے۔ اس کے بے چین لہجے نے سفر کو فنا کرتے ہوا میں معلق کر دیا۔ وہ آہستہ قدم اٹھاتا اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔

"تم میرے لیے بہت معتبر ہو، میری نظر میں بہت بلند اور مجھے بہت محبوب ہو۔ آئندہ اگر جان جا رہی ہو تو بھی میرے کمرے میں اس طرح کبھی مت آنا۔ میں بہت عام سا انسان ہوں۔" اس نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور اس کے گال پر گری لٹ کو نرمی سے کان کے پیچھے اڑسا، عشنا نے دروازہ کھولنے میں ایک پل کی تاخیر نہیں کی تھی۔ وہ آئی تو بے پاؤں تھی مگر جاتے وقت وہ کسی اور ہی ترنگ میں تھی جیسے اپنے پاؤں میں ان دیکھی سی جھانجھر چھنکنے --- کاؤڈر ہو اس کے وجود سے اٹھنے والی سبحان کے کلون کی خوشبو نے اسے پتا نہیں کب تک جگائے رکھا۔

اس کے ہونٹوں پہ کچھ کانپتا رہ گیا
آتے آتے میرا نام سا رہ گیا

✡ ✡ ✡

آج تایا کو ہلکا سا بخار تھا تو وقتاً فوقتاً سب ہی ان کے کمرے میں آ جا رہے تھے اور عشنا تو ان کی پائنتی سے لگ کر بیٹھی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ سبحان کے آنے سے پہلے کا تمام وقت وہ ان کے پاس گزارے۔ عشنا کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر تایا اسے کتنی ہی دفعہ خفگی سے ڈانٹ چکے تھے مگر اس کی حالت ان کی بیماری میں ایسے ہی غیر ہو جایا کرتی تھی۔ کچھ دیر پہلے چچی ہو کے جا چکی تھیں جن کے تنے ہوئے چہرے پہ ہزاروں بل اندھوں کو بھی نظر آ سکتے تھے۔ عشنا نے دل ہی دل میں یاہو کا نعرہ لگایا گویا سبحان بازی پلٹ چکا تھا۔ وہ خود بخود ہی مسکرائے جا رہی تھی۔

تایا نے اس کے ہونٹوں سے چپکی مسکراہٹ کو تعجب سے دیکھا اور سر جھٹک کر ہنس دیے۔

"کس کے دھیان میں میری بیٹی کا چہرہ گل و گلزار بنا ہوا ہے؟" اس نے ایک دم چہرہ سپاٹ کیا۔

"تایا ابو! آپ بھی بال کی کھال نکالنے میں ماہر ہیں۔"

"ہاں وہ تو ہوں۔ آخر تایا کس کا ہوں۔" ان کے ہونٹوں کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی اور ان کے اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

طرح مسکرانے کے انداز پر عشنا ہمیشہ چڑ جاتی تھی۔
"تو کیا میں سچ سمجھا ہوں' توپوں کے رخ دیرینہ رقیب کی طرف ہیں۔"
"کس کے نصیب کی بات ہو رہی ہے؟" انا نے اندر آکر بڑے موڈ میں پوچھا۔
"ہم دونوں کے۔" عشنا نے ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ جما کر انا کا ہنستا مسکراتا چہرہ دیکھا۔ تایا نے بھی انا کی خوشیوں کی ہمیشگی کے لیے دل سے دعا کی۔
"میں کل امی کی طرف جا رہی ہوں۔" آج انا پوری کی پوری کھلکھلا رہی تھی۔
"اور اس خوشی میں بقول میری اماں کے تمہاری سہیلی ہمیں اچھی سی چائے پلائے گی۔" وہ اندر آکر گھوم کے بیڈ کی دوسری جانب گیا اور تایا کے ساتھ نیم دراز ہوتے ہوئے انا کی طرف نگاہ کی جو اپنا رخ موڑ چکی تھی۔
"راتوں رات بھابی کی کایا کیسے پلٹی؟ کل تک تو انا کی ڈیمانڈ پہ اس گھر میں گرما گرم جنگ جاری تھی۔" تایا جو خاندانی سیاست سے ذرا دور ہی رہتے تھے۔ پوچھ بیٹھے۔
"اس بات کو نہ ہی چھیڑیں تو اچھا ہے۔" سبحان کے لہجے میں جیسے روشنی سی لپکی تھی اس نے باہر جاتی عشنا کی ہلکی سی جھلک ہی دیکھی۔
"وہ میرے سامنے ہی گیا اور میں' راستے کی طرح دیکھتا رہ گیا۔" اس کے لب بے ساختہ دھیمے سے گنگنائے تھے۔" تایا نے بھرپور نظروں سے ذرا سا اس کا جائزہ لیا۔
"راستوں کی بھی تو ہمت دیکھو نا محبوب کے نقش پا ہی ان کا مقدر ہیں۔" انہوں نے اس کی ہمت بندھائی تھی۔
"یار تایا۔ اگر نقش پا پہ گزارہ نہ ہو تو؟" وہ سیدھا ہو کر تھوڑا ان کے قریب ہوا۔
"یہ تو عشق کی شدت پہ منحصر ہے کہ نقش پا پہ ہی ہمارا سر جھک جائے بس' زیادہ کی طلب کی تو خاک۔" تایا لبوں ہی لبوں میں مسکرائے۔ سبحان نے اپنی شہادت کی انگلی اپنے سامنے کی اور اس کی پور کو بڑے جذب سے دیکھا جہاں لمحے بھر کا لمس الاؤ کی صورت دہک رہا تھا۔ وہ مسکرا بھی نہ سکا۔
"ہمیشہ محبت کی شدت جدائی ناپتی ہے۔ وصال سارے پیمانے توڑ دیتا ہے اور ٹوٹی ہوئی چیزوں کو تو ہم ہمدردی سے بھی نہیں دیکھتے بس اس چھناکے کی آواز پہ چونکتے ہیں۔" اپنے تئیں تایا اسے پتا نہیں کیا سمجھانا چاہ رہے تھے شاید وہ اس کے دل کی سرزمین کو بنجر نہیں کرنا چاہتے تھے۔
اگر عشق تھا تو ہجر میں بھی سبز ٹہنیوں کے پیراہن اوڑھے گلابوں کی فصل ترو تازہ رکھ سکتا تھا اور اگر خواہش تھی' طلب تھی تو بے بہا بارشوں میں بھی زمین کلر زدہ رہتی تھی جہاں کچھ نمو نہیں پاتا' کیونکہ وہ عشنا کی رگ' رگ سے واقف تھا۔ وہ خواب دکھانے والوں میں سے نہیں تھی' وہ خواب دیکھنے والوں میں سے بھی نہیں تھی۔
"لیجیے میری سہیلی کے ہاتھ کی بنی مزیدار سی چائے۔" انا نے ان کی گفتگو میں خلل ڈالتے ہوئے بڑے خوشگوار لہجے میں کہا۔ سبحان کی حالت ایسی تھی جیسے بہت دور تک سفر کرنے کے بعد کسی نے اسے جتایا ہو کہ جناب آپ وہ گھر پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔
"انا! آ بھی چکو' دیر ہو رہی ہے۔" ارمان نے اونچی آواز میں ہانک لگائی۔
"بس ایک منٹ۔" وہ دونوں کو کپ تھما کر چلتی بنی چائے کی خوشبو اور رنگ اس کا ذائقہ بتا رہے تھے۔
"تم نے صرف چائے کی فرمائش کی تھی' یہ نہیں کہا تھا کہ بنانے والی خود لے کر آئے۔" تایا نے اس کی حالت دیکھتے ہوئے جیسے اندر ہی اندر سانس لی تھی۔
سبحان نے گرم چائے کا بڑا سا گھونٹ بھرا۔ اس کی تنی پیشانی پہ سلوٹیں دیکھ کر وہ بجھ سے گئے۔
"اگر یہی گھونٹ ذائقے اور چاشنی کو محسوس کرتے ہوئے لیا ہوتا تو نہ تمہیں کوئی شکوہ ہوتا اور نہ ہی تمہارا منہ جلتا۔" تایا نے بجھے بجھے انداز میں بات کی تو سبحان جو چائے کو گھور رہا تھا ششدر سا انہیں دیکھتا رہ گیا اور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ان کی بات کی گہرائی میں جھانکا تو ماتھے پہ سلوٹوں کی جگہ پسینہ اتر آیا۔ وہ ان کے چہرے کی طرف دیکھنے کی ہمت بھی نہ کر سکا۔

☼ ☼ ☼

اس نے جونہی لاؤنج میں قدم رکھا تو ناک کی سیدھ میں طیبہ بیٹھی تھی۔ دائیں طرف نظر پڑی تو طیبہ کی مما کو دیکھ کر ٹھٹکی جو تایا ابو اور اجمل چچا سے دھیمے دھیمے لہجے میں کچھ کہہ رہی تھیں جبکہ امی اپنی ہتھیلیوں پہ نظر جمائے کسی خیال میں گم تھیں۔ چچی یقیناً "بہن کے گھر تشریف لے جا چکی تھیں" عشنا کو تمام صورت حال کافی گمبھیر لگی اس لیے وہ سب کو سلام کر کے رکی نہیں تھی بلکہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گئی۔ اسے پتا تھا طیبہ کے پیٹ میں مروڑ اٹھ رہے ہوں گے اور وہی ہوا ابھی وہ اپنی سانس بحال کر رہی تھی کہ طیبہ دانت نکوستی اس کے سامنے آ گئی۔

"ایسا کیا ہوا ہے، قلعی زدہ برات لگ رہی ہو۔" عشنا نے گلاس میں پانی ڈالا اور غٹا غٹ چڑھا گئی۔

"تمہیں میرا سسرال پسند آیا تھا نا....."

"تو؟" عشنا نے اس کی سسپنس بھری آنکھوں میں جھانکا۔ "تو جناب وہاں سے تمہارے لیے پروپوزل آیا ہے۔"

"کہیں سے تو چلی تھی وہ بھی نومبر میں۔ اس نے پانی کا بھرا ایک اور گلاس لبوں سے لگا لیا۔

"اب بک بھی چکو۔" وہ پاس دھرے صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"آپ کے تایا ابو نے سوچنے کے لیے وقت مانگا ہے۔"

"اور اجمل چچا؟" یونہی اس کے لبوں سے پھسلا۔

"انہوں نے بات کرنا چاہی تھی مگر تایا نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روک دیا یہ کہہ کر کہ پھر بات کریں گے۔" طیبہ نے ذرا سنجیدگی کا چولا اوڑھا۔ عشنا اٹھی اور گلاس میں پانی ڈالا اور واپس صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"اگر ایک پروپوزل پہ پورے لاہور کا پانی پی جاؤ گی تو دوسرے پہ راوی کنارے بیٹھنا ہو گا۔" طیبہ نے کچھ تلخی سے کہا اور اس کے جواب سنے بغیر نیچے چلی گئی۔ پتا نہیں کیوں عشنا اسے روک نہ سکی اور ایک ہی سانس میں گلاس خالی کر گئی۔

شام کو عجب واقعہ ہوا اجمل چچا، چچی کو لے آئے' ایک بار پھر ڈیرہ جما۔ جگہ بدل گئی۔ اب مسکن تایا کا کمرہ تھا۔ ایک ہی دن میں یہ عشنا کے لیے آنے والا دوسرا پروپوزل تھا۔

"ہم نے سوچا یتیم بچی ہے پتا نہیں کیسی سسرال ملے۔ ہم اجمل کے بھائی کو کیا منہ دکھائیں گے۔" چچی نے جان بوجھ کے آواز کا سُر اونچا رکھا۔

"یہ تو گھر کی بات ہے۔ اب باہر کے لوگ کہاں نوکری کرتی لڑکیوں کو پسند کرتے ہیں ان کے خیال میں تو ایسی لڑکیاں گھر بسا ہی نہیں سکتیں۔ اللہ بخشے اب اماں کی ہی مثال لے لو۔"

"دیکھیے بھائی صاحب! عشنا اور بھائی کا مزاج بالکل نہیں ملتا۔ کچھ ماہ بعد وہ افسر بن جائے گی اس کے آنے جانے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہو گا۔ وہ گھر پہ توجہ نہیں دے سکے گی۔ فی الحال تو وہ پانچ چھ سال تک شادی کرنا ہی نہیں چاہتی' اس لیے آپ کوئی اچھی سی لڑکی دیکھ کے سبحان کا رشتہ طے کر دیں۔ ہم سب کے لیے یہ بہتر ہو گا' رہی بات جائیداد کی تو سبحان بھی میرا بیٹا ہے میں اپنا گھر اور پراپرٹی عشنا اور سبحان دونوں میں برابر تقسیم کروں گا اللہ بچوں کے نصیب اچھے کرے اور ہاں بھائی جہاں تک اماں کی بات ہے' آپ انہیں اپنی گفتگو میں مت گھسیٹا کریں' وہ جیسی بھی تھیں اپنی بہوؤں کی عزت کرتی تھیں۔" انہوں نے دزدیدہ نظروں سے رافعہ کو دیکھا۔

"معاف کیجیے گا بھائی صاحب عشنا میں سارے گن دادی جیسے ہیں مانو اپنا آپ گھول کر اسے پلا گئی ہیں۔" رافعہ نے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھتے ہوئے بڑی فاتح نظروں سے ان دونوں میاں بیوی کو دیکھا۔ اجمل دل ہی دل میں کھول کر رہ گئے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

وہ صحیح معنوں میں پریشان تھے کیونکہ انہیں عشنا بے حد عزیز تھی مگر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ رافعہ اور اس کا ایک دن بھی گزارا نہیں ہو سکتا۔ وہ ست ست قدموں سے بیوی کے پیچھے ہو لیے۔

آمنہ کی مسلسل خاموشی عاصم کو کھٹک رہی تھی۔ انہوں نے بغور ان کی طرف دیکھا۔

"میرا فیصلہ تمہیں اچھا نہیں لگا؟ کیا تم ایسا نہیں چاہتی تھیں؟ میں جانتا ہوں عام ماؤں کی طرح تمہارا بھی یہی خواب ہوگا کہ بیٹی آنکھوں کے سامنے رہے اور پھر پچکار، پچکار کر تم اسے ایک ایسی ساس کی خدمت پہ مجبور کرو جو عزت کے معنوں سے بھی ناواقف ہے۔" آخر میں ان کا لہجہ زہر اگلنے لگا تھا۔

"اب اپنا یہ جذباتی پن عشنا پہ مت ظاہر کرنا۔ بچی خواہ پریشان ہوگی۔"

"مگر سبحان تو اچھا..." بالآخر انہوں نے چپ کا روزہ توڑا۔

"وہ مجھے بھی بہت پسند ہے مگر صرف شوہر کے ساتھ گزارہ نہیں کرنا ہوتا..." وہ ان کی بات کاٹ کر تیز لہجے میں بولے۔ "آئندہ ہمارے بیچ اس موضوع پہ کبھی بات نہیں ہوگی۔" ان کا لہجہ دوٹوک تھا آمنہ نے بمشکل سکون کا سانس لینے کی کوشش کی۔

"خود کو ریلیکس کر کے اوپر جانا۔ ہم نے جو کچھ کرنا تھا وہ کر لیا اب انتظار کرو کہ وہ اپنے لیے کیا فیصلہ کرتی ہے۔" عاصم نے سائیڈ ٹیبل سے عینک اور میگزین اٹھا لیا۔

"کبھی کبھی دل مار کر خود کو زندہ رکھنے پر انسان مجبور ہو جاتا ہے۔" ان کی سرد و سپاٹ آواز نے آمنہ کا وجود گلیشیر میں بدل دیا تھا۔

ادھر ارمان نے گھر میں قدم رکھا ادھر رافعہ کے اندر جانے کب سے ابلتا لاوا جیسے پھٹ پڑا تھا۔

"اب تم دونوں بھائیوں کے دل میں ٹھنڈ پڑ گئی ہوگی۔ تیری بیوی بھی سکون سے رہ رہی ہوگی اور اس نے بھی ماں کی بے عزتی کروا کے جیسے کوئی تمغہ جیت لیا ہے۔" انہوں نے اندر آتے سبحان کی طرف اشارہ کیا۔

"اب آتے ہی میں نے کیا کر دیا ہے؟" وہ ناراضی سے گویا ہوا۔ "آپ نے تو ادھر رہنا تھا۔" اس نے جیسے یاد آنے پر حیرانی سے ماں کو دیکھا۔

"تیرا باپ یوں مجھے عجلت میں گھر لے آیا جیسے رشتہ آنے پر وہ اسی کے ساتھ بھاگی جا رہی تھی۔" اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

"کس رشتے کی بات کر رہی ہیں۔" اس کے دل میں خطرے کا الارم بجنے لگا۔

"تو بے خبر ہی رہنا میرے بچے! ادھر تجھے دیوانہ بنایا ہوا ہے ادھر کسی اور سے محبت کی پینگیں بڑھا رکھی ہیں۔"

"امی عشنا ایسی بالکل بھی نہیں اور نہ اس نے مجھے دیوانہ بنایا ہوا ہے۔" وہ بھی تڑخ کر اونچی آواز میں بولا۔

"سن رکھ، اگر تجھ سے اس کا بیاہ ہو بھی جاتا تو دوسرے کو مٹھی میں رکھتی، دادی کی طرح۔"

"خدا کے لیے امی مرے ہوؤں کو تو بخش دیں۔" سبحان کا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچا ہوا تھا سو وہ اپنی آواز ہلکی نہ رکھ سکا۔

"اور ہو بھی جاتا سے کیا مطلب۔" وہ الجھ کر بولا۔

"جھٹ، صفا انکار کر دیا ہے تیرے تایا نے۔" رافعہ نے بیٹے کے دل پہ ہاتھ ڈالا تھا جیسے ساتوں آسمان اس کے اوپر آ گرے تھے۔

"ہاں ہاں... ہو گیا نا چہرہ فق... ہوش اڑ گئے۔ اس کے لیے ماں سے لڑتا تھا، اس کا کہا حرف آخر میں سب سمجھتی تھی انجان نہیں تھی۔ تیری خاطر تیرے ماں باپ نے سوالی بن کے بھی دیکھ لیا۔ آخر ٹھکرا دیا نا اس نے تمہیں۔" مگر وہ اپنے حواسوں میں کہاں تھا۔ دکھ کا ایک سیل رواں تھا جو اسے اپنے ساتھ بہائے لیے جا رہا تھا۔ باوجود کوشش کے وہ خود کو ہلا بھی نہ سکا۔

"اے سبحان! میں کہتی ہوں اب ہوش میں آ جا... ایک مہینے کے اندر، اندر تیرے لیے چاند سی دلہن نہ لائی تو پھر کہنا..." وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور گھر سے ہی

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

باہر چلا گیا۔

"ارے کہاں جا رہا ہے۔ بات تو سن۔" وہ اس کے پیچھے لپکیں۔ ارہان نے انہیں پکڑ کر صوفے پہ بٹھا لیا۔

"اے ہے دیکھ لینا اب بھجوں بن کر اس کی چوکھٹ پہ بیٹھ جائے گا۔" وہ باآواز بلند دہائیاں دینے لگیں۔

اوپر میگزین کی ورق گردانی کرتی عشنا کے لیے یہ سب سننا ناقابل برداشت ہو چکا تھا۔ وہ اوف ذہن کے ساتھ ننگے پاؤں ہی دھڑا دھڑ سیڑھیاں اتر آئی۔

"خدا کے لیے چچی! میرے دل میں جو آپ کی ذرا سی عزت ہے وہ تو قائم رہنے دیں۔ میں کس طرح سمجھاؤں کہ مجھے آپ کے بیٹے میں کوئی دلچسپی نہیں مجھے وہ کبھی بھی نہیں چاہیے۔ میرے دل میں اس کی کوئی خواہش نہیں۔ یہ میری اور آپ کی جنگ برسوں پرانی ہے۔ درمیان میں سبحان کو مت لایا کریں۔ کم از کم میری آنکھوں میں آنسو دیکھنے کی حسرت لیے آپ اس دنیا سے رخصت ہوں گی۔" اس نے رافعہ سے پرانا حساب بے باق کیا۔" وہ بدکیں ضرور مگر ڈھیٹ بنی بیٹھی رہیں۔

"آپ جتنا بھی واویلا کرلیں' نہ تو میں یہاں سے جاؤں گی اور نہ آپ کی باتوں سے خوفزدہ ہو کر اوپر بیٹھ کر تھر تھر کانپوں گی۔ آپ چاہے سات دنوں کے اندر اس کی سات شادیاں کرلیں۔ مجھے رتی برابر فرق نہیں پڑنے والا کیوں میں عشنا منیر ہوں' رافعہ اجمل نہیں۔" اور عشنا کا اتنا کہہ دینا جلتی پہ تیل کا کام کر گیا۔

"لیکن وہ کچھ کہہ نہ سکیں۔ اس کے تیور ہی ایسے تھے۔ وہ رکی نہیں بتن فن کرتی اوپر چلی گئی اور رافعہ مٹی کا ڈھیر بنی بیٹھی رہ گئیں۔

☼ ☼ ☼

آمنہ عشا کی نماز پڑھ رہی تھیں جب انہوں نے سلام پھیرا تو عشنا ان کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ آمنہ مسکرائیں اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو وہ بچپن میں بھی ایسا ہی کرتی تھی۔ جائے نماز پہ اپنے لیے ذرا سا جگہ بنا لیتی اور ماں کے ساتھ جڑ کر بیٹھ جاتی۔ آمنہ نے دعا ختم کر کے بازو پھیلایا اور اسے مزید اپنے ساتھ لگا لیا۔

"ایسے لوگوں کے ساتھ الجھنا اچھی بات نہیں ہوتی۔ تم ان کے منہ مت لگا کرو۔ اماں بھی ان سے مقابلہ کرنے کی روادار نہیں تھیں' یہ منہ پھٹ اور بدلحاظ لوگ ہوتے ہی ایسے ہیں۔" دھیرے دھیرے کلام کرتی آمنہ نرمی سے اس کا بازو سہلا رہی تھیں۔

"کیوں امی؟" وہ ان کے بازو کے حصار سے نکلی۔

"آخر کیوں امی؟" وہ جیسے جرح پہ اتر آئی تھی۔ "آپ جیسے لوگوں نے ہی انہیں ڈھیل دے کر ان کا دماغ خراب کیا ہوتا ہے اگر اتنے ہی عقل سے پیدل ہیں تو انہیں باندھ کے رکھنا چاہیے۔" عشنا غم و غصے کی ملی جلی کیفیت میں جب دل کا غبار جی بھر کے نکال چکی تو چپ کر گئی۔

"بس!" آمنہ نے بیٹی کے شفاف اور غصیلے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" وہ ماں کے ایک لفظ پہ چڑ کر بولی۔

"اگر چچی اپنے گریبان میں جھانک لیں تو دادی یا میرے اوپر تہمتیں لگانی چھوڑ دیں مگر بقول آپ کے ایسے لوگ آئینہ دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اتنے سالوں سے کبھی ان کا راز ہم نے ان کے منہ پہ مارا ہے؟" دکھ کے مارے عشنا کا چہرہ سیاہ پڑ رہا تھا۔ پتا نہیں وہ اپنے اندر سے کون کون سے دکھ کھرچ کے نکال پھینکنا چاہتی تھی۔

"شش..." آمنہ نے ہونٹوں پر انگلی رکھی اور اسے تنبیہہ کرتی نظروں سے دیکھا۔ پھر توقف کے ساتھ سادہ و سپاٹ لہجے میں بولیں۔

"اگر صبر کر ہی لیا ہے تو ضبط کی انتہا کرو۔ اب اس میں ہی سب کی بچت اور عزت ہے۔" بات کے اختتام پر وہ بنا اسے دیکھے کچن میں چلی گئیں۔ عشنا نے ماں کی بات پر دل میں چلنے والے جھکڑوں کو تھمتے محسوس کیا تھا۔ کوئی گرد سی گرد تھی جو بگولوں کی صورت کانٹوں کو بھر بھر کے اس کی آنکھوں میں چبھو رہی تھی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

اور وہ آنکھیں مل بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ ضبط لازم ٹھہرا تھا۔ امیر شہر نے پھولوں کے ڈھیر جانے کن پستیوں میں بٹوا دیے تھے۔ تہی داماں پیڑ پودے ہوا کے خالی ہاتھوں کو کرب سے تک رہے تھے۔

✡ ✡ ✡

سبحان نے اپنے گھر کو اجنبی نظروں سے دیکھا۔ وہ دل ہی دل میں اندر کسی کے بھی موجود نہ ہونے کی دعا کر رہا تھا' سنسان لاؤنج کو دیکھ کر اس کے تمام وجود میں تلخی سی بھر گئی۔ پتا نہیں قبولیت کی کونسی گھڑی تھی' وہ جیسے اپنے آپ پہ ہنسا اور کمرے کا دروازہ آہستگی سے کھولا۔ وہ فی الحال کسی کا بھی سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا سوائے عشنا کے اسے کسی سے کوئی شکوہ نہیں تھا۔ تایا سے بھی نہیں۔ اندر پہنچ کر اس نے کمرہ لاک کیا اور بیڈ پہ اوندھا لیٹ گیا۔ وہ تمام رات کا جاگا ہوا تھا' جلد ہی نیند اس پہ مہربان ہو گئی۔ وہ آنکھیں بند کرنے سے پہلے' غنودگی میں جانے سے پہلے نیند میں اترنے سے پہلے بھی اس کا چہرہ تک رہا تھا تمام رات اس نے پچھلے زمانوں کے خواب دیکھے۔ ایک چھوٹی سی بچی' بڑی سی پونی جھلا جھلا کر اس کے آگے پیچھے بھاگتی ہوئی' اس سے اپنی گڑیا چھینتی ہوئی' پچھلے زینے کی سب سے نچلی سیڑھی پہ وہ دونوں سوکھی ٹہنیوں اور پتوں سے گھر بنایا کرتے تھے اور پھولوں کی سرخ و زرد پتیوں سے اسے سجایا کرتے تھے۔ اس کی نیند ٹوٹی تھی۔ اس نے بے چینی سے کروٹ بدلی۔

شاید وہ بخار میں تپ رہا تھا اس نے اپنے خشک ہوتے حلق کو تر کرنا چاہا.... بچی کے ہاتھ میں ٹھنڈے پانی کی بوتل تھی۔ وہ اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا پھر اس نے اسے پکڑ لیا تھا اور پانی کی بوتل اس سے چھین لی' وہ روتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھی پھر رک گئی۔ اس نے مڑ کے دیکھا اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں بچے نے بوتل کا ڈھکن کھولا' ابھی وہ منہ تک لے جا رہا تھا کہ وہ بول پڑی۔

"پانی پیا تو میں یہ گھر توڑ دوں گی؟" بچی نے مسکرا کے پاؤں اٹھایا۔ بچے نے پھرتی سے بوتل واپس کر دی۔

"نہیں نہیں اسے مت توڑنا۔ یہ ہمارا گھر ہے اسے ہم دونوں نے محنت سے بنایا ہے' کہیں سے شاخیں' کہیں سے پتے' کہیں سے پھول توڑے ہیں۔" وہ کرلاتا رہ گیا۔ اس نے گھر پہ اپنا پاؤں رکھا اور اسے روندتی چلی گئی۔

"نہیں' نہیں۔" وہ یکلخت جیسے چیخا تھا پھر اپنی چیخ سے ہی بیدار ہوا۔ اس کے حلق میں کانٹے اگ رہے تھے۔ وہ پسینے میں نہایا ہوا تھا۔ اس نے اپنی شرٹ کے بٹن ایک جھٹکے سے کھولے اور سائیڈ ٹیبل پہ پڑے پانی کے جگ کو دیکھا' وہ کناروں تک بھرا ہوا تھا۔ اس نے گلاس میں انڈیلا پھر گلاس کو ہاتھ میں پکڑ کر دیکھتا رہا... دیکھتا ہی رہا لبوں تک لے جانے کی کوشش کی لب ذرا سے نم ہوئے اس نے گلاس ہٹایا اور دیوار پہ دے مارا پھر اس نے جگ اٹھایا اور اسے بھی گلاس کی طرح توڑ دیا۔

"مجھے پانی نہیں چاہیے۔" وہ بلند آواز سے رویا۔

"گھر پہ گھر مت توڑو یہ ہمارا ہے.... ہم دونوں کا ہے۔" وہ ہچکیوں سے رو رہا تھا.... روتے روتے جانے کب وہ غنودگی میں یا بے ہوشی کی حالت میں چلا گیا۔ کرچیاں دیوار و در کو اور وہ انہیں دیکھتی ہی رہ گئیں۔

✡ ✡ ✡

"آمنہ!" — عاصم نے بے چینی سے اسے پکارا۔

"جی۔" وہ الماری بند کر کے پلٹیں۔

"باقی سب تو شافعہ کے گھر ہوں گے۔ ارمان سے فون کر کے پوچھو۔ کیا سبحان بھی وہیں ہے دو دنوں سے گھر نہیں آیا" انہوں نے خشک ہوتے ہونٹوں پہ زبان پھیر کر پیشانی کو ملا۔ آمنہ نمبر ملانے لگیں۔ دوسری طرف کی بات سننے کے بعد ان کے ماتھے پہ بھی تفکر کی لکیریں نمودار ہوئیں۔ وہ ان کے پاس آ کر بیٹھ گئیں۔

"نہ وہ مارٹ گیا ہے اور نہ ان کے ساتھ ہے۔" آمنہ

READ Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کا لہجہ کانپ رہا تھا۔

"میرے موبائل پہ اس کا نمبر ملاؤ۔" عاصم کی آواز جیسے گہری کھائی سے آئی تھی۔ بیل جارہی ہے۔ آمنہ نے فون انہیں پکڑایا کال ریسیو کرلی گئی تھی۔

"سبحان بیٹا! کہاں ہو؟" اندر آتی عشنا دروازے کے پاس رک گئی۔

"میں پوچھ رہا ہوں' کہاں ہو؟" تایا جیسے منت کر رہے تھے۔

"شاید یہیں سے کیا مراد۔" تایا نے جملہ دہرایا۔

"یہیں' مطلب گھر پہ ہو؟ کمرے میں ہو؟" انہوں نے فون پٹخا۔

"آمنہ! وہ اپنے کمرے میں ہے مگر مجھے ٹھیک نہیں لگ رہا۔ مجھے اس کے پاس لے چلو۔" عشنا جلدی سے واپس مڑی تھی اور آمنہ نے ان کی وہیل چیئر کو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔ دروازہ لاکڈ تھا۔ آمنہ کچن سے چابیوں کا گچھا لے آئیں۔

"خدا کرے چٹخنی نہ لگی ہو۔" ان کا انداز دعائیہ تھا شکر ہے چابی گھماتے ہی دروازہ کھل گیا۔۔۔ اور عاصم کی جان میں جان آئی مگر سامنے کا منظر دیکھ کر بس وہ کرچیوں میں بٹ گئے اوندھا لیٹا سبحان تکیے پہ ذرا ترچھا ہوا اس کے پپوٹے اس قدر سوجے ہوئے تھے کہ بمشکل آنکھیں کھلیں۔

"آمنہ! اسے تو شدید بخار ہے۔ مجھے ٹھنڈا پانی اور پٹیاں دو۔ تم ذرا ڈاکٹر کو فون کرو۔" عاصم نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔ تھوڑی دیر بعد اس کا بخار اترنا شروع ہوگیا۔ ڈاکٹر نے اسے چیک کرنے کے بعد شدید ڈپریشن بتایا تھا۔

"کل تک بخار اتر جائے گا۔ انہیں یہ میڈیسن دیتے رہیں ان کا ذہن کچھ پرسکون ہوگا۔ فی الحال میں انہیں ڈرپ لگا رہا ہوں' پانچ بجے پھر چکر لگاؤں گا ضروری ہدایات کے بعد ڈاکٹر چلا گیا تو عاصم اور آمنہ نے شدید دکھ کے عالم میں ایک دوسرے کو دیکھا۔۔۔ آدھی ڈرپ کے بعد اسے کچھ ہوش آنا شروع ہوا اس نے ارد گرد نگاہ کی۔۔۔ ان دونوں کے مغموم چہرے دیکھ کر شرمندگی نے اسے گھیرا جبکہ ان دونوں نے اسے ہوش میں آتے دیکھ کر خدا کا شکر کیا' پانچ بجے ڈاکٹر نے ڈرپ بند کر کے دو انجکشن لگائے۔ "انہیں کچھ کھلائیے پلائیے اور خوش رکھیں۔" ڈاکٹر نے سبحان کے نڈھال سے وجود کو پرسوچ نظروں سے دیکھا وہ اچھا خاصا جاذب نظر اور وجیہہ تھا۔

"ینگ مین! زندگی ٹیڑھی میڑھی راہوں پہ سفر کرنے کا نام ہے۔ سیدھا راستہ صرف خدا کی طرف جاتا ہے اور ہمیں جہاں بھی جانا ہے' بلاوے پہ جانا چاہیے۔ خاص کر خدا کے پاس تو اس کی رضا سے جائیں ہوں۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا۔" ڈاکٹر نے اس کا کندھا تھپکا۔ کپڑے تبدیل کرنے کے بعد وہ کچھ بہتر محسوس کررہا تھا۔ آمنہ وقفے وقفے سے اسے کبھی یخنی تو کبھی جوس پلاتی رہیں۔ رات تک کمزوری محسوس نہیں ہورہی تھی مگر بخار ہنوز تھا۔

"بھئی! اب ہم بوڑھے تھک گئے ہیں۔ اب ڈیوٹی چینج کرتے ہیں۔ کیوں آمنہ؟" عاصم نے آمنہ سے تائید چاہی۔

"کہہ تو آپ ٹھیک رہے ہیں۔ اب ہم بھی کچھ پیٹ پوجا کرلیں۔" وہ دونوں اپنے کمرے میں آگئے۔

"عشنا کو میرے پاس بھیجو پلیز۔" ان کی آنکھیں بند تھیں اور وہ اپنی کنپٹی کی رگ کو بار بار دبا رہے تھے۔ عاصم کے انگ انگ سے اضطراری حالت نمایاں تھی۔ آمنہ نے سرہلایا۔

تھوڑی دیر بعد عشنا ان کے پاس تھی۔ "وہ تمہارے جتنا مضبوط نہیں۔۔۔ بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ اسے کچھ نارمل کرو کسی بھی طرح سمجھا بجھا کر ورنہ کوئی نئی کہانی ضرور جنم لے گی۔" تایا نے مناسب لفظوں کا چناؤ کیا سفید بے داغ سوٹ میں عشنا کھلتے گلاب کی مانند لگ رہی تھی۔ تایا نے بے ساختہ نظر چرائی۔

"دو کپ اچھی سی چائے بنا کر لے جانا۔" عشنا کے چہرے اور آنکھوں میں خاموشی کا راج تھا وہ ویسی ہی حالت میں اٹھ آئی' پہلے اس نے چائے بنائی پھر اوپر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

کا سارا پورشن لاک کر کے نیچے چلی آئی۔ تایا کے کمرے کی لائٹ آف ہو چکی تھی گو کہ اس کے اندر کافی ہمت تھی مگر سبحان کے ری ایکشن کا سوچ کر اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ لیٹا ہوا ہو گا مگر سوچ کے برعکس وہ کمرے میں کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔ اس کی آمد پہ بھی اس نے وہی مصروفیت جاری رکھی۔ عشنا نے ٹرے ٹیبل پہ رکھی اور اس کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔

"صبح سے میرے اماں ابا کو خوار کیا ہوا ہے۔ اچھے بھلے تو ہو۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔ وہ تیزی سے مڑا اس کے ہاتھ میں سگریٹ کا پیکٹ تھا یقیناً "وہ وہی ڈھونڈ رہا تھا۔ پیکٹ بیڈ پہ اچھالا۔۔۔ وہ اسے دیکھ کر دنگ رہ گئی نڈھال چہرہ، بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ عجب مجنوں سا لگ رہا تھا عشنا نے اراوتاً" نظر چرائی۔ سبحان کی آنکھیں سرخ انگارے کی طرح جل رہی تھیں۔ وہ اس کی جانب بڑھا اور قریب آ کر رک گیا۔

"منع کیا تھا نا کہ آئندہ میرے کمرے میں مت آنا" وہ لفظ چبا چبا کر بولا۔

"تو۔۔۔" عشنا نے بھنویں چڑھائیں۔

"تو۔" اس نے زیر لب دہرایا اور اس کے دونوں ہاتھ اپنے رخساروں پہ دھرے۔

"میرے اندر الاؤ دہک رہا ہے۔ جل رہا ہوں میں تم میری تیمارداری کی غرض سے آئی ہو تو جا سکتی ہو مجھے ہمدردی نہیں چاہیے۔" وہ اس کی کلائیوں کو جھٹک کر بولا۔ عشنا نے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے صوفے پر بٹھا کر تھوڑی ترچھی ہو کر اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی اس کا تپتا ہاتھ عشنا کی ہتھیلی بھگو گیا۔ عشنا نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی ملائمت سے پکڑ لیا اس کے اس انداز نے اسے مزید تپا دیا، اس کے ہاتھوں میں موجود تمازت اس کی بے چینیوں کی غماز تھی۔

"نہ تیمارداری نہ ہمدردی۔۔۔ میں تمہیں دیکھنے آئی ہوں اور بچپن کے بعد پہلی دفعہ تم سے ملنے آئی ہوں۔"

"بس۔" سبحان نے بپھر کر اسے ٹوکا۔ "ان عنایتوں کی وجہ سمجھ سکتا ہوں؟ نہ میں نے پہلے تم سے ہاتھ چھڑائے ہیں نہ اب چھڑاؤں گا اب بھی تم میرے ہاتھ چھوڑو اور جاؤ۔" وہ سلوٹ زدہ لہجے میں بولا "مجھے تمہارا ترحم آمیز لمس نہیں چاہیے۔" عشنا نے خود کو بے بسی کی انتہا پہ پایا وہ بس لب کاٹ کر رہ گئی۔

"سبحان تمہارا بخار تیز ہو رہا ہے۔ تم لیٹ جاؤ۔" وہ انتہائی نرمی سے بولی۔

"یہ میری زندگی ہے۔ اور اپنی زندگی اس میں سے تم مجھے بے دخل کر چکی ہو عشنا۔" اس نے دکھ سے آنکھیں بند کی تھیں۔

اف میں اسے کیسے سنبھالوں کیسے سمجھاؤں۔ اس کے اندر دھڑکنوں نے اودھم مچا رکھا تھا بہر حال اسے کچھ تو کہنا تھا۔

"مان لیا کہ میں نے اپنی زندگی سے تمہیں بے دخل کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ تم کیا چاہتے ہو۔" اور وہ اس کی بات پہ گنگ رہ گیا۔

"کسی کے جسم سے روح کھینچ کر کوئی پوچھے کہ تم کیا چاہتے ہو؟" غضب کا دکھ، انتہائی ملامت اس کے لہجے سے ٹپک رہی تھی۔

"مگر سبحان! تمہارا بخار۔"

"اگر بخار میں مرنا ہوتا تو کل یا پرسوں رات مر چکا ہوتا۔" وہ پھنکارا اور اٹھ کر بیڈ پہ جا گیا۔ "۔۔ مما کہہ رہی تھیں یہ میڈیسن تم نے لینی ہے۔ وہ بیڈ کے قریب ۔۔۔۔۔۔ کرسی گھسیٹ کر بولی اور گلاس میں پانی ڈالا، اس نے خاموشی سے عشنا کی ہتھیلی سے چھوٹی سی ٹیبلٹ اٹھائی اور پانی کے ساتھ نگل لی۔

"اب میں سونا چاہتا ہوں۔" وہ خفگی کی حدیں عبور کر رہا تھا۔

"تو سو جاؤ۔" عشنا نے کرسی سے ٹیک لگائی "میں اپنی ڈیوٹی پر ہوں۔" وہ زیر لب مسکرائی۔ جب سے وہ کمرے میں آئی تھی وہ غصے کے عالم میں مسلسل اسے نظر انداز کر رہا تھا۔ اب اس نے انتہائی دھیان سے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا سفید لباس میں وہ اسے بے حد ملول اور دل گرفتہ سی لگی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"تمہاری تکلیف مجھے بھی دکھ دیتی ہے سبحان۔" اس نے سیدھا اس کی آنکھوں میں جھانک کر سرگوشی کی۔ اس کا نرم مدھم لہجہ سبحان کے دل کی دنیا کو تہہ و بالا کر گیا۔

"پلیز خود کو سنبھالو.... مجھے اس طرح رسوا مت کرو۔ اس طرح تو میں تماشا بن کر رہ جاؤں گی۔ آج تایا ابو نے مجھے جن نظروں سے دیکھا تھا میرا دل چاہا زمین میں گڑ جاؤں۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔

"جاب اسٹارٹ ہو گئی تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی مجھے میری ہی نظروں میں مت گراؤ.... جو لوگ دل میں بستے ہیں، وہ کبھی جدا نہیں ہوتے۔ میں تمہاری زندگی میں آ گئی تو دل سے نکل جاؤں گی.... اور میں تمہارے دل میں رہنا چاہتی ہوں۔ مجھے یہیں رہنے دو پلیز...." عشنا کے کہنے پر سبحان نے اپنے آپ کو بے بس محسوس کیا۔

"عشنا مجھے مت چھوڑو۔ میں ساری زندگی تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں" وہ ہاتھ کو اپنے لبوں سے مس کر کے جیسے کرلایا تھا "میں تمہیں الگ گھر میں رکھوں گا۔ ہم بہت دور چلے جائیں گے۔ بہت دور تم جیسے کہو گی میں.... ل.... ل...." اس کا ذہن غنودگی میں ڈوبتا جا رہا تھا شاید وہ سکون آور ٹیبلیٹ تھی عشنا نے سوئے سبحان کو ازبر کرنا چاہا۔

تمہاری خواہش کی مٹھیاں
بے دھیانیوں میں کبھی کھلیں تو یقین کرنا
کہ تیرے ہاتھوں کے لمس تازہ کی خواہشوں میں
ہماری چاہت کے جگنوؤں نے بڑے گھنیرے
اندھیرے کاٹے

کاش تم رافعہ چچی کے بیٹے نہ ہوتے تو میں تم سے کھل کے اپنی چاہت کی شدتوں کا اظہار کرتی، میں تمہاری خواہشوں کے گھر کبھی بھی نہ مسمار کرتی.... میں جانتی ہوں یہ لمحے پھر کبھی ہماری زندگی میں نہیں آئیں گے۔ میں باوجود چاہنے کے کبھی تمہیں اتنی فرصت سے نہیں دیکھ پاؤں گی۔" اس نے سبحان کا بازو ذرا سا کھینچا اور اس پہ اپنا سر ٹکا دیا۔

"میں آخری بار اپنی دادی کی موت پہ روئی تھی اور اب.... بار تم سے جدا ہونے کا دکھ مجھے رلا رہا ہے۔" اس کے آنسو سبحان کا پہلو بھگو رہے تھے سبحان کے لبوں پہ بڑی خفیف سی مسکراہٹ عود آئی۔ عشنا نے اس سے نظر چرا کر وال کلاک کی طرف دیکھا۔ سات بج رہے تھے۔

✡ ✡ ✡

ایک ہفتے بعد رافعہ کی واپسی ہوئی تھی سب کچھ معمول کے مطابق تھا۔ انہوں نے وہاں موجود تمام افراد کے چہروں پہ بہتیرا کچھ کھوجنے کی کوشش کی مگر کوئی بھی نتیجہ اخذ نہ کر سکیں۔ سبحان بھی معمول کے انداز میں بالکل پہلے کی طرح مصروف و مگن تھا۔ عشنا بھی حسب معمول تایا کے کمرے میں آ جا رہی تھی اور آمنہ تو تھیں ہی سدا کی بدھو۔ یا شاید انہوں نے اپنے تئیں انہیں بے وقوف سمجھا ہوا تھا۔ مگر رافعہ عشنا کی اس دن کی گفتگو کے بعد محتاط ہو گئی تھیں۔ وہ اتنے عرصے تک یہ سمجھتی رہیں کہ وہ راز صرف ان کی ساس تک محدود تھا مگر اس دن عشنا کی پھنکار نے ان پہ بہت کچھ واضح کر دیا تھا۔ شادی میں بھی وہ بے دلی سے تمام فنکشن بھگتاتی رہیں اور انا بارات اور ولیمہ پر وہاں آئی بھی تو رافعہ نے بس اسے سرسری سا لیا۔

انا نے آتے جاتے گم صم بیٹھی ساس کا چہرہ دیکھا جو سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

"امی رات کے کھانے پہ کیا بناؤں؟" بہو کی آواز اسے حال میں واپس لے آئی۔

"ارمان سے فون کر کے پوچھ لو...." رافعہ نے جان چھڑانے والے لہجے میں کہا تو انا نے اپنے کمرے کا رخ کیا۔

"اب مجھے سبحان کی شادی میں مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے ورنہ بہت کچھ غلط ہونے کا خدشہ ہے" ان کے بے چین و بے قرار دل نے کئی امکان و جواز گھڑنے شروع کر دیے تھے۔

نہیں، مجھے خود کو کمزور ظاہر نہیں کرنا چاہیے....

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

بالشت بھر کی چھوکری خود کو 'اپنے جذبات کو ڈھانپ چھپا کر کسی خزانے کی طرح رکھ سکتی ہے تو میں تو زمانہ ساز عورت ہوں' دنیا کو اپنی انگلیوں پہ نچایا ہوا ہے اگر میں اپنی پرانی جون میں نالوٹی تو سب کھٹک جائیں گے اور سبحان پھر سے اس چھپکلی کا طلب گار بن بیٹھے گا گھر انا کا راج قائم ہو جائے گا سب کچھ گڑبڑ ہو جائے گا اگر آج تک میرا دل سکون نہیں پا سکا تو میں کسی کو بھی دل کی حسرت پوری نہیں کرنے دوں گی' اندر کی چھڑی جنگ سے ان کا منہ لال انگارہ بنا ہوا تھا میں اگر ساری دنیا کو بھی جڑ سے کھینچ کر نکال پھینکوں تو بھی میرا وجود شانت نہیں ہو سکتا۔

"ارے انا کہاں کھپ گئی ہو جگ بھر کے پانی لاؤ برف بھی ڈالنا۔"

"جی امی۔" وہ بوکھلائی ہوئی کہیں سے نکلی تھی مگر ساس کی خواہش سن کر وہ مزید بدحواس ہوئی نومبر کا آخری ہفتہ چل رہا تھا۔۔۔ ٹھنڈے پانی کی طلب کوئی جواز نہیں رکھتی تھی۔۔۔ اس نے کندھے اچکائے اور کچن کا رخ کیا۔۔۔ رافعہ نے ہاتھ سے اپنے دل کی جگہ کو مسلا تھا دل وہاں نہیں تھا کئی سالوں سے وہاں ایک گڑھا بن چکا تھا خالی کھنڈر دل تو اس حادثے میں مرنے والے کے ساتھ دفن ہو گیا تھا۔ انا نے پانی کا جگ ٹیبل پہ رکھا اور گلاس بھر کے انہیں تھمایا خود وہاں سے کھسکنے میں عافیت جانی۔۔۔ کچھ لمحوں بعد وہ وہاں سے گزری تو جگ خالی تھا اب وہ حیرت زدہ نہیں تھی کیونکہ اکثر اس کی ساس ایک ہی وقت میں اسی طرح جگ خالی کرتی تھیں 'پتا نہیں کونسی تلخی ان کے اندر اتر آتی تھی۔

☆ ☆ ☆

رات کے کسی بھی پہر جب کبھی اس کا دل گھبراتا تھا تو وہ اٹھ کر باہر آجاتی اور سب سے اوپر والی سیڑھی پہ بیٹھ کر اسے خود پہ دادی کا گمان ہوتا تھا پتا نہیں دل اتنا خاموش کیوں ہے چار سو ہُو کا عالم تھا یوں لگتا تھا دستک دینے والے ہاتھ بھٹک کر ویرانوں کی طرف جا چکے تھے دروازے منتظر جا مد نگاہوں سے قدموں کی دوری ہوتی

آوازوں کو' آہٹوں کو پکارنا چاہتے تھے مگر ان کے لب کسی انہونی نے سی دیے تھے کہیں کوئی ارتعاش برپا ہو کوئی پتا ہی کھٹکے اس کے دل نے عجب سی خواہش کی۔۔۔ کسی نے زینے کی پہلی سیڑھی پہ قدم رکھا۔۔۔ کوئی خشک پتا اس کے پاؤں کے نیچے چرمرایا تھا خواہش یوں بھی پوری ہوتی ہے۔ باوجود کوشش کے بھی اس کے لب مسکرانے سے عاری رہے۔۔۔ کوئی اس کے ساتھ آکر بیٹھ گیا ہمہ تن گوش لمحے انہیں تکنے لگے خاموشی کا اصرار بڑھنے لگا کوئی تو بولے کچھ تو کہے "آنے" نے بھی چپ سادھ لی تھی۔

"ٹریننگ کے لیے کب جا رہی ہو؟" آنے والے نے کچھ تو کہنا ہی تھا۔۔۔

"اسی ہفتے میں کسی دن۔" وہ انگوٹھے سے انگشت شہادت کا ناخن کھرچنے میں مصروف رہی۔

"تم نے رخت سفر باندھ لیا ہے۔" اس کا لہجہ کسمسایا' کسی پرندے نے اڑان بھری تھی' پروں کی پھڑپھڑاہٹ سے سکوت شب میں ہلچل سی مچی تھی' عشنا نے پرندے کو دیکھنے کے لیے چاروں اور نگاہ کی جواندھیروں سے ٹکرا کر لوٹ آئی۔۔۔ چاند تو مفقود تھا ہی تارے بھی شب سیاہ کی گھونگھٹ میں چھپ گئے تھے۔

"ہاں۔۔۔" کچھ دیر بعد اس نے جواب دیا۔۔۔ سبحان جب سے آیا تھا اس سے نظر چرا رہی تھی۔

"تم نے ایک بار صرف ایک بار مجھے اوپر آنے سے منع کیا تھا اور میں نے چار سال بعد یہ زینہ طے کیا ضرور ہے مگر تمہارے گھر کی حدود نہیں پھلانگیں۔۔۔ میں کبھی نہیں چاہتا تھا' تمہاری عزت پہ کوئی حرف آئے۔۔۔ اور پھر تم خود کو مجھ سے چھپا' چھپا کر رکھنے لگی تھیں' کبھی گزرتے ہوئے سر راہ تم پہ نظر پڑ جاتی تھی' کبھی تایا کے کمرے میں تمہاری آدھی ادھوری جھلک دکھ جاتی تھی' تمہاری رضا اور خوشی کی خاطر میں نے ہمیشہ اپنی زبان اور جذبوں پہ بند باندھے رکھا اس دن کے بعد سے میں اب بھی تمہارا سامنا نہیں کر پا رہا تمہیں اب بھی نہیں دیکھ پا رہا ہوں پتا نہیں روشنی نے خود کو کس

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
READING Section

جہان میں گم کرلیا ہے۔" اس نے بے چینی سے آسمان کو تکا۔ "تم نے اپنے راستے اپنی گزرگاہیں تک بدل ڈالی ہیں گھر میں میرے موجود ہونے کے اوقات میں اپنی آواز تک دھیمی کرلیتی ہو' تین ماہ سے میں تمہاری ہلکی سی جھلک دیکھنے کو ترس گیا ہوں میری نظریں تمہاری ایڑی کا تل تک دیکھنے کو ترس رہی ہیں۔" اس کے دھیمے سلگتے ہوئے لہجے میں صحرا بول رہے تھے کچھ دیر پہلے تک وہ چاہتی تھی کہ کہیں کوئی ارتعاش برپا ہو۔ اور اب اس کا جسم ارتعاش کی زد میں تھا۔

"میں نے تمہارا عشق رکھ لیا ہے' تمہیں پانے کی خواہش سے دستبردار ہوتا ہوں۔" عشنا کے دل اور سبحان کے لہجے نے مرنے والوں کی طرح آخری ہچکی لی تھی کہیں سے یخ بستہ سرد ہوا کے جھونکے نے ان کے جسموں کو چھو کر پر حرارت روحوں کو برفیلے احساس تلے منجمد کردیا تھا۔۔۔ کتنے ہی پل اسی عالم میں گزر گئے' کسی خواہش کی موت پہ اسی جھونکے نے بین ڈالے تھے اس کی کراہتی بین ڈالتی آواز میں شوریدہ پتے بھی ماتم کناں تھے۔ بس نہیں تھے تو وہ دونوں۔۔۔

"میں یہ راز جان گیا ہوں کہ آج کی رات اس قدر سیاہ کیوں ہے۔" سبحان نے پہلی مرتبہ زینے سے نظر اٹھا کر اس کی طرف رخ موڑا۔

"کیونکہ۔۔۔" وہ رکا "میرا پہلو روشن ہے۔" اس کا آنچ دیتا لہجہ اس کے کان کے پاس ستارے کی طرح چمکا تھا۔۔۔ سبحان نے اس کا ہاتھ ملائمت سے تھاما۔

"کسی بھولے بھٹکے جھونکے کی طرح کبھی پاس سے گزر جایا کرو۔۔۔ کبھی اچانک برسنے والی بارش میں ڈھل جایا کرو۔ آنسو کی طرح پلکوں پہ ٹھہر جایا کرو' کبھی لمحہ بھر کو اپنی خوشبو میرے وجود کو دان کردیا کرو۔۔۔" وہ اس کا ہاتھ ہلکا سا دبا کر ہنسا تھا۔ اس کے ہاتھوں کی حرارت سے ہتھیلی پہ تپش اترنے لگی تھی برف باری کا موسم جا چکا تھا' چہار سو پانی تھا۔۔۔ سیلاب تھا جس میں وہ بہہ رہی تھی ہلکورے لے رہی تھی عشنا نے بلا ارادہ اس کی طرف چہرہ موڑا اس کے قرب کا سحر اس قدر دل فریب تھا کہ سانس بھی مہکنے لگی تھی مگر اسے خود کو مدہوشی سے بچانا تھا۔۔۔ سنبھالنا تھا ماحول کو اس پرفسوں کیفیت سے آزاد کرنا تھا۔۔۔ وہ حواس بحال کرنے لگی۔

"جب خواہشوں سے بے دخل کردیا ہے تو رعایت کیوں مانگ رہے ہو۔" عشنا نے اس کی طرف سے رخ موڑا سادہ سپاٹ نارمل سا لہجہ سبحان کو جیسے کسی نے کند چھری سے ذبح کیا تھا۔

"سات پردوں میں خود کو چھپا کر رکھو۔۔۔ مت رعایت دو۔" وہ تند و تیز لہجے میں بولا۔۔۔ اور وہ یہی چاہتی تھی کہ ماحول کا رنگ بدلے۔۔۔ وہ اس کی خوشبو سے پہلو چھڑا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"تم کبھی کبھی اوپر آجایا کرنا کھانا کھلا دیا کروں گی پانی بھی ساتھ ملے گا اس سے زیادہ کی توقع مت رکھنا۔" وہ روکھی ہو کر بولی اور اس کے ساتھ ہی کھڑی ہوئی۔

"جلد ہی چچی تمہارا ایسا بندوبست کریں گی کہ میری شکل تو کیا آواز تک بھول جاؤ گے۔" اس نے سبحان کے کالر سے ان دیکھی گرد جھاڑی۔

"جو تم نے چاہا وہ ہو گیا۔ اب میری زندگی میں وہ ہو گا جو میں چاہوں گا۔" وہ برہم ہو کر بولا۔

"نہ خود شادی کروں گا نہ تمہیں کرنے دوں گا۔" وہ دو ٹوک لہجہ اپنا کر دھیمے سے گرجا تھا' عشنا کے سر پہ جیسے کسی نے بم پھوڑا تھا وہ دھپ' دھپ کرتا تیزی سے سیڑھیاں اتر گیا اور وہ کتنی ہی دیر تک ہل بھی نہ سکی۔

☼ ☼ ☼

کمرے میں آنے کے بعد بھی وہ تادیر جاگتی رہی۔۔۔ اس کی بند مٹھی میں ایک لمس تازہ کی خوشبو مہک رہی تھی اس نے مٹھی کھول کر ہتھیلی کو لبوں سے چھوا "اک ہجر تیری خوشبو سے پرے کوئی شہر بسانے والا ہے۔" نیند کا موسم بھی روٹھ چکا تھا وہ دل کی دھک دھک سے تنگ آکر ٹیرس پہ آگئی نیچے نظر گئی تو دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ وہ لان میں چہل قدمی کرتے ہوئے سگریٹ پینے میں مشغول تھا۔۔۔ وہ بے دھیانی میں اس کو دیکھتی رہی "تم کچھ بھی نہیں جانتے ہو سبحان۔۔۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

آگہی کا عذاب تو میں نے جھیلا ہے۔" وہ سرد آہ بھر کر رہ گئی، تاریک خالی آسمان کی طرح وہ بھی اندر سے بالکل خالی تھی، جس کے اندر کوئی جذبہ نہیں تھا۔ اگلی پچھلی کتنی ہی بے چینیوں نے اسے گھیرا تھا وہ آہستہ سے اپنے پیچھے ٹیرس کا دروازہ بند کرتی اندر آئی۔ کروٹیں بدل بدل کر نیند تو نہ آئی مگر اس کا ماضی دبے پاؤں دروازہ کھول کر اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

وہ نو سال کی تھی جب اس کے ابو کا ایکسیڈنٹ میں انتقال ہوا تھا۔ اس کی ماں روتی رہتی مگر دادی خشک آنکھوں سے انہیں روتا دیکھتی رہتیں وہ بھی ماں کو روتا دیکھ کر ان کے ساتھ آنسو بہاتی تھی اس کی ماں زیادہ تر کمرے میں بند رہتی تب وہ عورت کے معنی نہیں سمجھتی تھی مگر وہ دادی سے سوال کرتی تھی کہ اس کی ماں اب اسے باہر لے کر کیوں نہیں جاتی اسے اپنا باپ یاد آتا تھا وہ ان کے لیے اداس تھی دادی نے اسے خود سے قریب کر لیا تھا۔ وہ سبحان سے کھیلنے نیچے جاتی تو چچی اسے عجیب نظروں سے گھورتی رہتیں یا ڈانٹ کر وہاں سے بھگا دیتیں وہ ان کے رویوں پہ حیران ہوتی کہ ابو کی زندگی میں تو چچی کا رویہ اچھا ہوتا تھا وہ اس کی امی کے پاس اکثر اوپر ہی وقت گزارتی تھیں مگر اب نہ تو وہ اوپر آتیں اور نہ ہی امی اور دادی نیچے جاتیں ان کے درمیان عجیب سا تناؤ پیدا ہو گیا تھا۔

"دادی مسبحان مجھے اپنی سائیکل پہ نہیں بیٹھنے دیتا۔" اس نے منہ بسور کر شکایت لگائی۔

"نہیں بیٹھنے دیتا تو خواہش چھوڑ دو... روز روز کی شکایت ختم کرو۔" دادی نے خفگی سے ڈانٹ کر کہا اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ تسبیح کرتی دادی نے اس کی آنسوؤں بھری آنکھوں کو دیکھا پھر اسے اپنے پاس بٹھایا اور نرمی سے بولیں۔

"روتے ہوئے بچوں کے بابا ان سے ملنے نہیں آتے نہ خواب میں نہ گھر میں...." اس نے جھٹ سے آنسو پونچھ ڈالے "ویسے بھی عشنا بزدل لوگوں سے اچھی خوشبو نہیں آتی اور پھر سب ان سے دور، دور بیٹھتے ہیں" دادی نے ناک سکوڑ کے اسے دور کیا وہ

پھر ان سے جڑ کر بیٹھ گئی۔

"تو پھر میں کیسے بہادر بنوں؟" وہ اپنی خوب صورت لانبی پلکوں کو جھپکا کر بولی۔

دادی کو اس پہ ڈھیروں پیار آگیا... انہوں نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا۔

"بہادر لوگ خواہشوں کے غلام نہیں ہوتے بلکہ ان سے دامن چھڑا کر بھاگتے ہیں اب اگر سبحان تمہیں سائیکل پہ بیٹھنے کی آفر کرے بھی تو انکار کر دینا یہ بہادری ہو گی۔

"اگر اس نے آواز دی تو...؟" عشنا ان کی بات کاٹ کر بولی۔

"جب انکار کر دو تو مڑ کر دیکھنا یہ بھی تمہاری بہادری ہو گی۔" اس نے معصومیت سے ان کی بات سمجھ کر سر ہلا دیا تھا اتنا وہ جان چکی تھی چچی انہیں پسند نہیں کرتیں اور دادی ان کے ذکر پہ تنفر سے سر جھٹک دیتی تھیں، سبحان اور وہ ایک ہی اسکول جاتے تھے پہلے وہ ایک ہی گاڑی میں آتے جاتے تھے اب وہ الگ الگ آنے جانے لگے تھے اس بات نے عشنا کو کافی پریشان کیا تھا۔

"دادی اکیلے ڈرائیور کے ساتھ مجھے ڈر لگتا ہے۔" عشنا نے ایک اور مسئلہ کھڑا کر دیا۔ اب وہ دادی کے کمرے میں آئی۔

"سبحان کی ماں نہیں چاہتی کہ وہ آپ کے ساتھ آئے جائے..." دادی نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔ "جب کوئی ہمیں پسند نہ کرے تو ہمیں بھی اپنے دل سے اس کے لیے نرم گوشہ ختم کر دینا چاہیے اگر وہ تمہیں پسند نہیں کرتی تو تم بھی اس سے محبت نہیں کرو سبحان اس کا بیٹا ہے وہ اس کے لیے کوئی بھی فیصلہ کر سکتی ہے کھیلنے کو دل چاہے تو طیبہ کے گھر چلی جایا کرو۔"

"یہ ٹھیک ہے۔" وہ دادی کے مشورے پہ خوش ہو کر بولی۔ اس کی ماں کی عدت پوری ہو چکی تھی مگر اب وہ دادی کے ساتھ سونا پسند کرتی تھی دادی اسے روز کہانی سناتی تھیں، جب عشنا کی آنکھ کھلتی تو کمرے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

میں دادی کو موجود نہ پا کر وہ باہر آتی تو پچھلے زینے کی سب سے اوپر والی سیڑھی پہ وہ اسے بیٹھا دیکھتی تھیں۔ دادی اسے بتاتیں کہ "جانے والے رات کے پچھلے پہر تاروں پہ سفر کر کے آتے ہیں اور ملتے ہیں۔" پھر وہ ان کے ساتھ ہی بیٹھی بیٹھی سو جاتی وقت سرکتا رہا اب وہ گیارہ برس کی ہو چکی تھی اب وہ رویوں کو جانچنے لگی تھی۔ عاصم تایا دوسرے شہر میں رہتے تھے۔ کبھی کبھی ہی گھر آتے تو وہ بھی ان کے ساتھ کراچی جانے کی ضد کرتی وہ ہر بار اگلی دفعہ لے جانے کا وعدہ کر کے چلے جاتے۔ ایک دن وہ اسکول سے آئی تو دادی اور چچی کی لڑائی ہو رہی تھی۔ دادی کی دھیمی آواز تھی تو چچی کی آواز پورا محلہ سن رہا تھا عشنا پوری بات تو نہیں سمجھ سکی مگر اسے اتنا پتا ضرور چل گیا تھا کہ چچی کچھ اچھی گفتگو نہیں کر رہی تھیں۔ جس سے دادی کی دل آزاری ہو رہی تھی۔ اجمل چچا گھر میں بہت کم دکھائی دیتے، صبح سویرے جاتے اور رات گئے واپس آتے چھٹی والے دن وہ ان کے پورشن میں بھی آتے تھے عشنا سے بھی بہت محبت سے ملتے تھے۔ آج کل دادی ہر وقت عاصم تایا کی شادی کی باتیں کرتیں سنا تھا کہ تایا کراچی میں شادی کرنا چاہتے تھے گھر کے اداس و سپاٹ ماحول تبدیلی کا احساس ہو رہا تھا عاصم تایا بھی آئے ہوئے تھے اس دن جمعہ تھا اور وہ مسجد میں نماز پڑھنے گئے تھے وہاں بم بلاسٹ ہوا تھا اور وہ بھی کافی لوگوں کے ساتھ ملبے کے نیچے دب گئے تھے مگر زندہ بچ گئے وہ ماں کے ساتھ انہیں دیکھنے ہسپتال گئی تو اس کی چیخیں نکل گئیں، تایا کا تمام وجود سفید پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ کچھ دنوں بعد اس نے سنا کہ ان کی ایک ٹانگ گھٹنے کے اوپر سے کاٹ دی گئی ہے ان دنوں گھر میں اداسی اور چپ نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے صرف چچی مسکراتی دکھائی دیتیں دادی اور امی ہر وقت ہسپتال میں رہتی تھیں سو وہ رافعہ چچی کے رحم و کرم پہ تھی اس نے بارہ سال کی عمر میں ہی دادی کی نصیحتوں پہ عمل کرنا شروع کر دیا تھا۔ پندرہ سالہ سبحان اب اس کا دھیان رکھنے لگا تھا روزانہ ناشتے کی ٹیبل پہ رافعہ اس کے لیے انڈہ بنانا بھول جاتیں اور اگر بناتیں بھی تو جلا ہوا کبھی دودھ میں نمک ملا دیتیں کبھی جان بوجھ کر دودھ کا گلاس ٹیبل پہ گرا دیتیں مگر عشنا صبر کے ساتھ ہر بات سہہ جاتی بھوک بھی برداشت کر لیتی۔ ان کی آنکھوں میں عشنا کے لیے نفرت ہوتی وہ اکیلی سونے کی عادی نہیں تھی مگر اب وہ اکیلے سونے پہ مجبور تھی۔ ایک دن وہ نہا رہی تھی کہ پانی ختم ہو گیا چچی نے کتنی ہی دیر بعد پانی کی موٹر چلائی تھی آنکھوں میں شیمپو جانے کی وجہ سے اس کی آنکھیں کتنے ہی دن خراب رہی تھیں، سبحان کے لاکھ پوچھنے پر بھی اس نے سچ نہیں بتایا تھا وہ آمنہ کی بیٹی کو روتا سسکتا ہوا دیکھنا چاہتی تھیں مگر مجال ہے کہ ہر سختی کے باوجود اس کی آنکھیں نم بھی ہوتی ہوں۔ ایک دفعہ عشنا ان کو چائے پکڑانے لگی تو رافعہ نے جان بوجھ کر اس کے ہاتھ پہ گرا دی اس کی سسکاری نکل گئی سبحان جلدی سے برنال لے آیا مگر عشنا نے لگانے سے انکار کر دیا تھا اس کی یہ حرکت رافعہ کو حیران کر گئی تھی۔ دن میں کبھی آمنہ تو کبھی دادی ایک چکر ضرور لگاتی تھیں اور عشنا کا بجھا ہوا چہرہ دیکھ کر وہ بہت کچھ سمجھ جاتی تھیں۔

تایا تین ماہ بعد گھر واپس آئے تھے تو عشنا نے سکھ کا سانس لیا وہ سوکھ کر ڈھانچہ بن چکی تھی۔ دادی نے رافعہ کو خوب کھری کھری سنائی تھیں انہوں نے بھی ادھار نہیں رکھا تھا۔ امی اکثر اسے تایا کے کمرے میں بٹھا کر جاتیں، وہ خاموش خلاؤں میں تکتے رہتے تھے ان کے ہونٹوں سے مسکراہٹ چھن گئی تھی اور ان کی آنکھوں کی قندیلیں بجھ گئی تھیں ہاں البتہ کبھی کبھار عشنا کی طرف دیکھ کر مسکرا لیتے تھے۔ وہ اور سبحان اکثر ان کے کمرے میں بیٹھ کر لڈو کھیل لیتے تھے ارمان اب کالج جانے لگا تھا وہ بالکل ماں کے اشاروں پہ چلتا تھا اور عشنا کو اہمیت نہیں دیتا تھا البتہ سبحان کا رویہ ہمیشہ نرم ہوتا اور وہ ماں سے ارمان کی طرح نہیں دبتا تھا۔

✿ ✿ ✿

وہ جاڑوں کی ایک سرد رات تھی وہ دادی کے بستر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں دبکی ہوئی تھی آمنہ کمرے میں آئیں۔ وہ دونوں عشنا کو سوتا سمجھ رہی تھیں۔

"آمنہ میں تم پہ چند باتیں واضح کرنا چاہتی ہوں تاکہ تمہارے دل میں میرے لیے شکوک و شبہات نہ رہیں۔" وہ دھیمے لہجے میں بولیں۔

"امی ایسا مت کہیں میں آپ کے بارے میں ایسا ویسا سوچ بھی نہیں سکتی۔" آمنہ نے محبت سے ان کے ہاتھ تھامے۔

"میں ماضی پہ پڑی گرد جھاڑنے کی قائل نہیں مگر اب چھپانا ممکن نہیں رہا۔ شادی سے پہلے میں یونیورسٹی میں لیکچرار تھی' وہیں ہمارے پروفیسر ہارون مجھ میں دلچسپی رکھتے تھے مگر میں ان کے بارے میں ایسا کچھ نہیں سوچتی تھی میرے لیے ایک بڑے زمیندار گھرانے سے باسط کا رشتہ آیا میرے اماں ابا نے چند مہینوں کے اندر' میری شادی طے کردی باسط اچھا شوہر تھا مگر بہت رنگین مزاج تھا شروع کے سات آٹھ برس اچھے گزر گئے پھر وہ ایک ناچنے والی عورت کے چکروں میں پڑ گیا اور تب تک میں تین بیٹوں کی ماں بن چکی تھی اب اس نے پراپرٹی بیچنی شروع کردی وہ گھر میں بہت کم آتا تھا میں نے اسے جائیداد فروخت کرنے سے روکا تو مجھ سے گالم گلوچ شروع کردی' ہمارے درمیان آئے دن جھگڑا ہونے لگا میرے بیٹے بڑے ہو رہے تھے میں نہیں چاہتی تھی کہ انہیں باپ کے کرتوتوں کی خبر ہو' ایک دن میرے شوہر نے مجھ پہ ہاتھ اٹھایا دوسرے دن میں اپنے بیٹوں کو لے کر لاہور اپنے باپ کے گھر چلی آئی تمام صورت حال جاننے کے بعد میرے ابا نے مجھے دوبارہ جاب کرنے کا مشورہ دیا' ہم ایک مڈل کلاس فیملی سے تھے میں اکلوتی تھی بوڑھے باپ پہ بوجھ بننے سے بہتر تھا کہ میں جاب کر لیتی۔

ایک دن میں اسی یونیورسٹی میں جاب کے لیے گئی جہاں میں پہلے لیکچرار تھی میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہاں پروفیسر ہارون اب پرنسپل کے عہدے پہ ہوں گے' انہوں نے مجھے وہاں دوبارہ رکھ لیا شب و روز اس طرح گزرنے لگے باسط نے ساری زمینیں بیچ دی تھیں اور اب اس عورت کے گھر پہ رہ رہا تھا ایک دن اس کی طرف سے طلاق نامہ موصول ہوا میں شروع سے ہی ہر طرح کا مقابلہ کرنے کی ہمت اپنے اندر رکھتی تھی میں نے اپنے غم سے نڈھال ماں باپ کو بھی حوصلہ دیا اور اپنے بیٹوں کو اچھے تعلیمی اداروں میں داخل کرا دیا تھا' ہارون نے یونیورسٹی میں کبھی مجھ سے میری گھریلو زندگی کے بارے میں نہیں پوچھا تھا ایک دن ان کی بہن میرے لیے شادی کا پیغام لائیں میری والدہ نے سوچنے کا وقت مانگا میرے انکار پہ مجھے زمانے کی اونچ نیچ سے آگاہ کیا مجھے سمجھایا کہ اپنے بیٹوں کے اچھے مستقبل کے لیے ہارون کا ہاتھ تھام لو' ہارون کی ایک ہی بہن تھیں میں دوسری شادی نہ کرنے کا تہیہ کر چکی تھی مگر اپنے بچوں کے لیے مجھے یہ قدم اٹھانا پڑا یوں میں ایک دن سادگی سے ہارون کی زندگی میں شامل ہوگئی۔

وہ بہت اچھے انسان تھے چند دن بعد وہ میرے بیٹوں کو بھی لے آئے' پھر ہم دونوں نے اپنی مرضی سے یہ گھر بنوایا تھا' عاصم کے لیے اوپر والا پورشن اور منیر اجمل کے لیے نیچے دو پورشن جو ایک ساتھ جڑے ہوئے تھے۔ ہارون ایک اچھی اور خوشحال فیملی سے تعلق رکھتے تھے شہر میں انہوں نے اپنی دکانیں بیچ کر وہ نیو مارٹ بنایا جو بہت جلد ترقی کر گیا' انہوں نے وہ میرے تینوں بیٹوں کے نام کر دیا' وہ مجھ سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور میرے بیٹے جب جوان ہوگئے' منیر اپنے باپ کی طرح کا مزاج رکھتا تھا سو میں نے اس کے لیے تمہارا انتخاب کیا اجمل نے لڑکی پسند کرنے کا مرحلہ خود ہی طے کر لیا تھا جب میں رشتہ دیکھنے گئی تو مجھے رافعہ کے اطوار پسند نہیں آئے تھے' بوڑھا نشئی باپ اور دو بہنیں ایک پرانے سے گھر میں رہتے تھے یہ اجمل کے مارٹ پہ آتی جاتی تھی خاصی خوب صورت تھی' پتا نہیں کس طرح اس نے اجمل کو پھانس لیا' خیر ہارون کے سمجھانے پر میں رشتہ طے کر آئی تھی مگر شادی سے پہلے ہی ایک دن اچانک سینے میں اٹھنے والے درد نے انہیں اگلا سانس بھی لینے کی مہلت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نہیں دی میرے بیٹے ہارون کی بہت عزت کرتے تھے
اور وہ ان سب سے محبت کرتے تھے پھر میں نے دونوں
بیٹوں کی ایک ساتھ شادیاں کردیں' عاصم جس سے
شادی کرنا چاہتا تھا اس کی فیملی والے ابھی رضامند
نہیں تھے وہ کاروبار کے بجائے جاب کو ترجیح دیتا تھا اس
لیے کراچی میں اچھی جاب ملی تو وہیں مقیم ہوگیا اور پھر
شادی کے بعد کی تمام صورت حال تمہارے سامنے
ہے۔" دادی نے اپنی کہانی ختم کرکے عشنا کے منہ
سے لحاف ہٹا کر دیکھا وہ گہری نیند میں سوتی بن گئی۔
تو انہوں نے اطمینان سے گہرا سانس لیا۔

"آمنہ تم بہت خوب صورت تھیں میں جانتی تھی
منیر حسن پرست ہے اس لیے میں نے تمہیں چنا تھا مگر
میں یہ نہیں جانتی تھی کہ تم حد سے زیادہ سادہ دل اور
سادہ نظر ہو' میرا منیر بھی بہت خوبرو اور وجیہہ تھا جہاں
سے گزرتا تھا لوگ رک رک کے دیکھتے تھے' شادی
کے دوسرے دن ہی اسے دیکھ کے جو چمک رافعہ کی
آنکھوں میں اتری تھی اس نے مجھے چونکا دیا تھا اور پھر
میں وقتاً" فوقتاً" تمہیں رافعہ کی طرف سے ہوشیار
رہنے کی تاکید کرتی رہتی تھی مگر میرے اشاروں
کنایوں کو تم جان ہی نہ سکیں۔" دادی کا لہجہ دکھ کی انتہا
کو چھو رہا تھا گرم لحاف کے اندر بھی عشنا کا جسم سرد پڑ
چکا تھا جیسے وہ پتھر بن گئی تھی۔

"امی وہ بہت ہوشیار ہے میں سمجھتی رہی وہ میری
محبت میں اوپر کے چکر لگاتی ہے اور منیر بھتیجوں کا دیوانہ
ہے اس لیے نیچے گھسا رہتا تھا۔" آمنہ کرچی کرچی ہو
کر بول رہی تھیں۔

"کیسا شب خون مارا تھا اس عورت نے کہ ہم لٹ
گئے برباد ہوگئے۔" دادی دہائیاں دے رہی تھیں۔
میرا اجمل سدا کا سیدھا کبھی کچھ سمجھ ہی نہ پایا کہ
اس کی ناک تلے کیا کھیل کھیلا جارہا ہے۔"

"ایک بات تو بتائیں امی! رافعہ کو کیسے پتا چلا کہ
سر ہارون اور آپ شادی سے پہلے ایک ہی یونیورسٹی
میں تھے۔" آمنہ کے لہجے میں تجسس تھا۔

"یہ اتفاقاً" کچھ عرصہ قبل اپنی کسی دوست کے
ساتھ ہارون کے گھر گئی تھی تو ہارون کی بہن نے باتوں
باتوں میں بتادیا کہ میرا بھائی اس وجہ سے شادی میں تاخیر
کرتا رہا اس بات کا اسے اپنی شادی کے بعد پتا چلا تھا۔"
دادی تلخ و ترش لہجے میں بولیں "کچھ لوگ ایسے ہوتے
ہیں جو اپنے عیبوں پہ پردہ رکھنے کے لیے کسی پہ کیچڑ
اچھالنا شروع کردیتے ہیں انہیں ڈر رہتا ہے ہم سے
اس لیے حفاظتی بند باندھ لیتی ہے میں ڈرتی ہوں کہ
میرے پوتے رل نہ جائیں ورنہ ایسی عورت کو میں
ایک منٹ بھی گھر میں برداشت نہ کرتی۔" دادی کا لہجہ
دکھ سے سنسنا رہا تھا "مگر خدا نے بھرم رکھ لیا" اگر اس
دن میں اسے شافعہ سے باتیں کرتے سن نہ لیتی تو سوچو
کیا قیامت گزرتی ہم پہ پھر لوگ میرے منہ پہ تھوکتے
کہ سلطانہ جہاں کا بیٹا بھاوج کو بھگا لے گیا۔" آخری
بات انہوں نے نہایت دھیمی آواز میں کی تھی کہ
عشنا بمشکل کان لگا کے سن پائی' وہ دکھ کے باوجود رو
بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی کوئی ہچکی پہ عیاں نہ کر
دے کہ وہ جاگ رہی ہے۔

"سوچتی ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے جب رافعہ
بھاگنے کے بعد اجمل سے یہ کہہ کر طلاق کا مطالبہ کرتی
کہ منیر اور میں شادی کررہے ہیں' میرے معصوم بچے
کا تو دل ہی بند ہوجاتا۔" آمنہ کی آنکھوں سے ٹپ
ٹپ آنسو رواں تھے۔

"ڈائن میرے بچے کو کھاگئی۔۔۔ مگر قدرت نے اسے
بھائی کی عزت پہ ہاتھ صاف کرنے کی سزا بھی تو دینی
تھی' مجھے میری تربیت میری ممتا کو سرخرو بھی کرنا تھا
'ہارون سے شادی کے فیصلے پر شکرانے کے نفل پڑھتی
تھی کہ میرے بیٹوں کو اچھا ٹھکانہ اور بہترین مستقبل
مل گیا اور منیر کے جانے کے بعد شکرانے کے نفل
پڑھتی ہوں کہ پتا نہیں میری کس نیکی کے عوض اللہ
نے ہماری عزت رکھ لی۔" آمنہ اب ہچکیوں سے رو
رہی تھیں۔

"رونا کمزوری کی علامت ہے اور کمزور لوگ اللہ کو
پسند نہیں' آمنہ بہادر بنو۔" دادی کی آواز میں لوہے
جیسی کاٹ تھی۔۔۔ ٹھہراؤ تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"اجمل آج تک یہی سمجھتا رہا کہ اس دن رافعہ لڑنے کے ساتھ میکے جارہی تھی مگر عاصم کو کچھ شک تھا وہ آتا تھا تو بھائی بھائی کے رنگ ڈھنگ اسے کھٹکتے تھے پوچھتا تھا مجھ سے کہ اماں کوئی گڑبڑ ضرور ہے' میرا جوان بیٹا کیسے معذور ہو کر پلنگ سے لگ گیا ہے اللہ میرے دل کو صبر و قرار سے نوازے۔" وہ اندر سے ٹوٹ چکی تھیں مگر ان کے چہرے پہ بردباری اور چٹانوں کی سختی تھی' دادی کی شخصیت شانت و وقار کا ملا جلا امتزاج تھی' آمنہ ان جیسی کبھی نہیں بن سکتی تھیں مگر عشنا میں سارے گن ان ہی جیسے تھے' یہ بات آمنہ کے لیے طمانیت کا باعث تھی۔

"آمنہ۔" کچھ لمحوں بعد دادی نے پکارا۔ "اس سے پہلے کہ رافعہ کوئی بڑی تہمت لگا کر تمہیں اور عشنا کو بے دخل کرے' تم خود کو عاصم کے نکاح کے لیے رضامند کرلو۔ کیونکہ میں اندر سے کھوکھلے درخت کی طرح ہو چکی ہوں نہ جانے کب گر جاؤں۔"

"جی۔!" آمنہ کے سر پہ جیسے پہاڑ ٹوٹا تھا وہ گنگ سی انہیں پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہیں۔

"میں عاصم سے بات کروں گی اسے منالوں گی تم خود کو ذہنی طور پر تیار کرو۔"

"عاصم کے اپنے خواب ہیں امی۔" آمنہ مرے مرے لہجے میں روہانسی ہو کر بولیں۔

"اس کے خواب ٹوٹ کر چکنا چور ہو چکے ہیں وہ لڑکی ایک معذور کا ہاتھ نہیں تھامے گی۔ بیٹا میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور عشنا بچی ہے' عاصم کی ذمہ داری صرف تم اٹھا سکتی ہو مگر ایک محرم رشتے میں اور آمنہ اس کام کا اجر تمہیں اللہ روز قیامت ضرور دے گا۔" دادی نے ان کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

"اب جاؤ سو جاؤ رات بیت چکی ہے۔" اور ان دو عورتوں کے ساتھ وہ رات عشنا نے بھی آنکھوں میں کاٹی تھی۔

پتا نہیں دادی نے تایا کو کیسے راضی کیا تھا اور آمنہ نے خود کو کیسے منایا تھا' یہ تو اللہ جانتا تھا اجمل سے مشورہ کرنے کے بعد ایک انتہائی سرد کہر سے بھری شام کو آمنہ کا نکاح عاصم سے کر دیا گیا اور عشنا کی خشک آنکھیں خشک ترین ہو گئی تھیں اب وہ اور دادی ایک دوسرے کی دوست ہم راز اور ہم زباں بن چکی تھیں۔ اسے دادی کی تمام باتیں ازبر تھیں انہوں نے اسے کوٹ کوٹ کر مضبوط سکہ بنا دیا تھا' عشنا نے ماں اور باپ دونوں کا رنگ و روپ چرا لیا تھا وہ بلاشبہ حسین تھی اسمارٹ تھی ایک آہنی دیوار کی مانند تھی' دادی کہتی تھیں۔

"رافعہ کے ہوتے اس گھر میں کوئی بندہ خوش نہیں رہ سکتا وہ صرف دکھ اور آنسو دینا جانتی ہے۔" عشنا پندرہ سال کی تھی جب دادی اسے دائمی جدائی دے گئیں وہ زار و قطار رو رہی تھی جب رافعہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔

"بس کرو عشنا آنسو سنبھال لو آئندہ کے لیے۔" وہ مسکرا رہی تھیں۔ "ابھی تمہیں بہت رونا ہے۔" رافعہ کی آنکھیں ہنس رہی تھیں عشنا کے آنسو رک گئے اور وہ حیرت سے ان کا منہ تک رہی تھی۔ عشنا نے اس عورت کے سامنے نہ رونے کی قسم کھائی مجھے اس سے جیتنا ہے زندگی کے ہر موڑ پہ اور پھر اس نے رافعہ کی ہر اوچھی حرکت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔

سبحان اور وہ شعور کی عمر میں آئے تو عشنا نے محسوس کیا وہ اسے بہت دھیان اور توجہ سے دیکھتا ہے اس کی بے چینی پہ بے چین ہوتا ہے اس کی ہر ضرورت پوری کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے وہ دونوں اکٹھے بیٹھے ہوتے تو رافعہ کی نظروں کے حصار میں رہتے' وہ بیٹے کی پسند سے واقف ہو چکی تھیں' وہ اکثر ان کے پورشن میں گھسا رہتا تھا عشنا اسے کھل کے روکتی بھی نہیں تھی ایک دن وہ تایا کے لیے پانی لینے ان کے کچن میں آئی تو رافعہ نے اسے سبحان سے دور رہنے کی تنبیہہ کی' کچھ عرصہ بعد عشنا نے اسے اوپر آنے سے منع کر دیا تھا' ان دنوں وہ تھرڈ ایئر میں تھی سبحان کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی بہت کچھ سمجھ گیا تھا وہ اپنی ماں اور عشنا کے بیچ تعلقات استوار نہ کر سکا' وقت گزرنے کے ساتھ وہ اسے مکمل نظر انداز کرنے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لگی تھی اور وہ اب بے باکی سے اپنے جذبوں کا اظہار کرنے لگا تھا۔

ارمان کی شادی کے بعد عشنا اور رافعہ کی اکثر جھڑپ ہو جاتی تھی پہلے ان دونوں کے درمیان کھنچاؤ رہتا تھا آمنہ ' رافعہ سے زیادہ بات چیت نہیں کرتی تھیں' بیٹوں کے جوان ہونے پر اجمل نے بھی فرصت کا منہ دیکھا تھا سبحان کو تایا سے دلی لگاؤ تھا وہ ان کے ساتھ وقت گزار کر خوش رہتا تھا وہ فرصت نکال کر روز ان کو وقت دیتا تھا جبکہ ارمان باپ کی طرح بالکل سرد مزاج رکھتا تھا وہ ماں سے ہمیشہ دب کر رہا تھا اور بیوی کے معاملے میں بھی ماں کی حمایت کرتا تھا' عشنا اسے سخت ناپسند کرتی تھی ارمان بھی اس کے سامنے مطمئن نہیں رہتا تھا اس لیے عشنا سے اس کا سامنا کم ہی ہوتا ... انا' رافعہ کے عتاب کا نشانہ بنی رہتی' پتا نہیں وہ کن کن دکھوں کے حساب اس سے لیتی تھیں' وہ اتنا چیخ چلا کر عشنا کو باور کراتی تھیں کہ میری بہو بننے کے خواب دیکھنا چھوڑ دو ورنہ تمہارا حشر اس سے بھی برا ہوگا' عشنا اگر سبحان سے شادی کی ہامی بھر لیتی تو وہ اسے الگ گھر میں بھی رکھ سکتا تھا مگر اسے رافعہ سے کوئی بھی رشتہ روا رکھنا گوارا نہیں تھا' وہ اس کے باپ کو ستا کر گناہ گار کر گئی تھیں۔

★ ★

وہ ٹریننگ سے لوٹی تو طیبہ کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو چکی تھی سو تایا کے پاس بیٹھنے کا بھی کم کم موقع ملتا تھا ۔وہ اور طیبہ تمام دن بازاروں کے چکر کاٹتی تھیں۔ دوسرے دن بنا بتائے طیبہ کی خالہ باقاعدہ رشتہ لے کر آگئیں' تایا نے سوچنے کے لیے کچھ دنوں کی مہلت مانگی۔ اس معاملے میں عشنا نے مکمل خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ وہ اب سبحان سے سامنا کرنے سے کتراتی تھی۔ وہ ہتھے سے اکھڑ جاتا تھا یا پھر پٹڑی سے اترنے لگتا تھا۔ اب جلد ہی اس کی پوسٹنگ ہونے والی تھی۔ اس کا ارادہ تایا ابو اور امی کو بھی اپنے ساتھ لے جانے کا تھا۔ طیبہ کی مہندی میں دو دن رہ گئے تھے۔ وہ کپڑوں کو الماری میں رکھ کر پلٹی تب ہی ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر وہ دندناتا ہوا اندر آیا۔ وہ ایک عرصے بعد اس کے کمرے میں آیا تھا۔ امی اور طیبہ کی ماں زیور خریدنے گئی ہوئی تھیں' وہ اس کے سامنے تن کر کھڑا ہو گیا۔ عشنا نے گم صم انداز میں اس کے جارحانہ تیور دیکھے۔

"میں نے کہا تھا نا کہ تم کسی سے بھی شادی نہیں کرو گی۔" وہ انگشت شہادت اٹھا کر بولا۔ "پھر ان لوگوں کو صاف انکار کیوں نہیں کیا گیا۔" اس کا تپا ہوا لہجہ بلند تر تھا۔

"آہستہ بولو۔" عشنا کے دھیمے لہجے نے بھی چنگاریاں چھوڑیں۔

"پہلے مجھے جواب دو۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر ناگواری سے بولا۔

"میں نہیں جانتی' تایا ابو سے پوچھو۔" وہ روہانسی ہو کر رخ موڑ گئی اور یونہی الماری میں سر گھسا دیا۔

"عشنا..." سبحان نے کندھے سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

"پہلے مجھے مر لینے دو پھر اپنا نام کسی اور کے ساتھ جوڑنا۔" وہ ہونٹ چباتا ہوا ہنوز درشت لہجے میں بولا۔

"چلو پھر یوں کرتے ہیں' پہلے تم شادی کر لو بعد میں میری باری آئے گی۔" وہ کندھے اچکا کر پرسکون انداز میں بولی۔

"نہ میں' نہ تم۔" وہ عشنا کی پیشانی کے بیچ انگلی لگا کر وارن کرتی نظروں سے اسے دیکھ کر بالکل سرد سپاٹ اور ہلکی آواز میں بولا۔

"سبحان' تم پی کر تو نہیں آئے؟" عشنا نے اس کی انگلی پکڑ کر حد درجہ ناراضی و بے اختیاری سے اسے دیکھا۔ وہ کئی ثانیے اسے دیکھتا ہی رہا... وہ یہ چہرہ' رک کر' ٹھہر کر سالوں بلکہ صدیوں یونہی کھڑا' کھڑا دیکھ سکتا تھا۔ جس ہاتھ میں عشنا نے اس کی انگلی کو پکڑ رکھا تھا اس نے وہ ہاتھ بیدردی سے کھینچ کر اپنے سینے پہ رکھا۔

"کل سے میرے دل نے میرے سینے کے اندر رہ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

طوفان برپا کر رکھا ہے کہ ایک پل کا سکون بھی نہیں لینے دیا یا تو اس پرپوزل سے انکار کر دو یا پھر میرے دل سے کہو وہ دھڑکنا بھول جائے۔" اس کے چہرے پہ پسینے کے قطرے نمودار ہو رہے تھے۔ وہ الجھی ہوئی سانسوں سے دل کو سنبھالنے میں حد درجہ ناکام ہو رہا تھا۔

"جب تم مجھے میرے حوالے کر چکے ہو تو خدا کے لیے مجھے میرے حال پہ چھوڑ دو۔" وہ ہاتھ جوڑ کر منت آمیز لہجے میں بے بسی کی چادر اوڑھ کر بولی تھی۔

"تم میرے ساتھ اتنا ظلم کیسے کر سکتی ہو۔ تم میرے سامنے کسی دوسرے شخص کے ساتھ چلی جاؤ گی۔ میرے ہوتے ہوئے میرے سامنے۔" وہ اپنے لفظوں کو بار' بار دہرا رہا تھا وہ بے یقینی سے اس کا چہرہ تک رہا تھا۔

"اف میرے اللہ۔" عشنا نے گہرا سانس لیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے سامنے نہیں بلکہ کسی دوسرے شہر میں جا کر شادی کر لوں گی۔" اب وہ حیرت اور بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا جیسے عشنا کے اندر سے کسی اور کی آواز آ رہی ہو۔ اس کے چہرے پہ تغیر تھا اس کی آنکھیں دھواں دھواں سی ہو رہی تھیں اس کے ہونٹ بالکل سیاہ پڑ چکے تھے۔ عشنا کو لگا وہ ابھی اس کے سامنے گر جائے گا اسے کچھ ہو جائے گا۔

"سبحان...!" عشنا نے اس کے ہاتھ پکڑے۔ اس نے ایک لمحے میں چھڑا لیے... عشنا نے اس کے کندھے کو چھوا۔ سبحان نے اس کا ہاتھ نخوت سے جھٹک دیا۔

"میں تمہیں بددعا دیتا ہوں عشنا منیر کہ پوری دنیا میں تمہیں میرا چہرہ کبھی نظر نہ آئے۔" ان الفاظ سے اس کے دل کو ایک جھٹکا سا لگا... "اور تم یہ چہرہ دیکھنے کے لیے تاعمر ترسو۔" اب وہ پیچھے ہٹنے لگا تھا۔ عشنا کا رنگ فق ہو گیا۔ کیا تھا جو اس لمحے عزرائیل ہاتھ سے کھینچ کر روح نکال لیتا اور یہ جسم خالی رہ جاتا۔ کیا تھا جو اسرافیل صور پھونک دیتا عشنا کے دل سے وظائف کی طرح دعا جاری تھی۔ وہ جھٹکے سے دروازہ کھول کر چلا گیا تھا اور وہ اپنے پیروں پہ کھڑی نہیں رہ سکی تھی اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرے کے مرغولے سے بن رہے تھے۔ دوسرے ہی پل وہ زمین بوس ہو چکی تھی۔

راوی اسے آوازیں دے رہی تھی۔ کہیں گرد اڑ رہی تھی کہیں لوگ کراہ رہے تھے۔ وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر چیخ چیخ کر رو رہی تھی۔

"عشنا' اٹھو عشنا۔" طیبہ نے اسے جھنجوڑ کر اس کے چہرے پہ پانی کے چھپاکے مارے تھے۔

"اسے کہو اپنی بددعا واپس لے لے۔ اسے کہو۔ اس نے نیم وا آنکھوں سے طیبہ کو دیکھا طیبہ نے اس کے ہونٹوں سے پانی کا گلاس لگایا۔

"اسے کہو اپنی بددعا واپس لے۔"

"خدا کے لیے ہوش میں آؤ۔" طیبہ نے پورا گلاس اس کے چہرے پہ الٹ دیا۔ اسے ہوش آ رہا تھا وہ لحہ بہ لحہ حواسوں میں آنے لگی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" طیبہ نے اسے تھام کر بیڈ پہ بٹھایا۔

"کچھ نہیں۔" وہ محض اتنا ہی بول پائی۔

"میں آئی تو تم بے ہوش تھیں۔"

"طیبہ تم اپنی خالہ کو انکار کر دو۔"

"نہیں..." طیبہ کے چودہ طبق روشن ہوئے۔

"تین دنوں بعد میری شادی ہے۔" اس نے سٹپٹا کے عشنا کو دیکھا۔

"بے وقوف! میں اپنی بات کر رہی ہوں۔" وہ پژمردہ سی مسکرائی۔

"کیوں؟" طیبہ سنجیدہ ہوئی۔

فی الحال کچھ عرصہ تک میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔" اس کا چہرہ لٹھے کی طرح سفید ہو رہا تھا۔ طیبہ نے اسے غور سے دیکھا۔

"طیبہ! چلو راوی کنارے چلتے ہیں۔" وہ کسی اور ہی دنیا کی مخلوق لگ رہی تھی۔ "میں سارے لاہور کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پانی پی چکی ہوں پھر بھی میرا حلق تر نہیں ہوتا۔" طیبہ نے اسے اپنے ساتھ لگالیا۔

"ٹھیک ہے میں گھر جا کر فون کردوں گی۔ تم پریشان مت ہو۔" طیبہ نے اسے تسلی دی "میں تمہیں بلاوا دینے آئی تھی۔ ابو بھی آئی ہوئی ہے۔ آج سب نے ڈھولکی رکھی ہے آؤ گی نا؟"

"کل آؤں گی۔ وہ آہستگی سے بولی طیبہ نے سر ہلا دیا۔

"اوکے۔"

"آؤ عشنا' تایا ابو کے کمرے میں چلیں پتا نہیں پھر یہ فرصتیں کب نصیب ہوں۔" طیبہ نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ تو وہ اس کے ساتھ کھنچتی چلی گئی۔ تایا نے ان دونوں کے افسردہ چہروں کو غور سے دیکھا۔

"اتنی اداس کیوں ہو دونوں شادی تو خوشی کا نام ہے۔ ہم تو ہنس ہنس کے قربان ہوئے تھے۔" تایا نے انہیں ہنسانا چاہا۔

"اگر قسمت میں ہوا تو دونوں اکٹھی ہی رہو گی انشاء اللہ۔" انہوں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ "یہ جدائی' بچھڑنا اور پھر اس دکھ پہ ماتم کناں ہونا' یہ سب ذہنی خرافات ہیں۔ سر پہ سوار کر لیتے ہیں ہم ہر سوچ ہر جذبہ۔ بھئی! سب کچھ جھٹک دو' ہر جذبے پہ خوشی اور سکون کو حاوی رکھو۔ خدا کی رضا پہ خوش' اپنے کیے گئے فیصلوں پہ خوش' دل کے اندر تھمی محبت پہ خوش' محبوب کی جدائی پہ خوش تو بس غم بھاگ جائیں گے۔" انہوں نے کچھ ایسے منہ بنایا کہ وہ دونوں کھلکھلا دیں۔

"اب جاؤ شاباش! خوب اچھے گیت گانا۔" تایا نے عشنا کے کندھے کو پیار سے تھپکا۔ وہ طیبہ کے ساتھ کھڑی ہوگئی۔

"ہاں چلو! آج دکھ پہ مطلب دکھ کے لیے خوشی منائیں۔" تایا نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر ہونٹ بھینچ کر سر جھکالیا۔ ان کے لبوں سے بے ساختہ آہ برآمد ہوئی تھی۔

"کچھ چھوڑ دیتے ہیں.... کچھ چھوڑ جاتے ہیں محبت نہیں چھوڑتی اندر موجود رہتی ہے۔

آج وہ طیبہ کی مہندی پہ دل سے تیار ہونا چاہتی تھی۔ وہ دکھ کے ہر احساس سے عاری ہونا چاہتی تھی۔ دن میں اس نے اچھی نیند لی تھی۔ اب وہ بالکل فریش تھی۔ اس نے ایک عرصے بعد دل جمعی سے میک اپ کیا۔ پھر سرخ و سبز امتزاج لیے بڑا نفیس سا سوٹ پہنا' ساتھ میچنگ جیولری' آج اس کی سرخ و سفید رنگت خوب دمک رہی تھی۔ وہ ماں سے اجازت لے کر لاؤنج کے راستے ہی باہر آئی۔ اندر بیٹھی رافعہ نے اس کا سنہرا رنگ و روپ بل کھاتی ناگن کی طرح دیکھا۔ عشنا نے ان کی طرف خوب صورت سی مسکراہٹ اچھالی تھی.... وہ گیٹ کے پاس پہنچی تو سبحان اندر آرہا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا' دونوں ہی نظر نہیں چرا پائے۔

"تم ولی اللہ نہیں ہو کہ تمہاری دعائیں قبول ہوں۔" عشنا لبوں پہ شرارت سجا کر بڑے جتانے والے لہجے میں بولی۔ اس نے کترا کے نکلنا چاہا تو عشنا نے کلائی تھام لی۔

"کردیا ہے انکار تو اب خوش ہو جاؤ' آؤ میرے ساتھ! آج دل سے ہنسیں گے' دل سے دیکھیں گے۔" عشنا کے ہاتھ میں اس کی کلائی تھی۔ اس کا رخ باہر کی جانب تھا' سبحان کا اندر کی جانب تھا' اس نے واپسی کے لیے قدم پیچھے کیے' وہ مسکرادی۔ وہ یونہی اس کی کلائی تھامے طیبہ کے گھر تک پہنچی۔

"آگے بڑھو۔" وہ اس سے دو قدم آگے تھا' سبحان نے اسے جی بھر کے دیکھا اور اس نے یہ موقع فراہم کیا تھا۔ وہ ہنسا بھی مسکرایا بھی کھلکھلایا بھی۔ وہ ڈھیر ساری خوشیاں اپنے دامن میں اکٹھی کیے رات تا دیر لوٹے۔ لان میں پہنچے تو وہ بیچ میں رک گئی۔

"تایا ابو کہتے ہیں' کچھ چھوڑ دیتے ہیں' کچھ چھوڑ جاتے ہیں.... محبت رہ جاتی ہے' وہ کہیں نہیں جاتی پھر دکھ کیسا؟" "میں چھوڑ جاتی ہوں.... تم مجھے چھوڑ دو محبت رہے گی۔" اس نے اس کے دل پہ ہاتھ رکھا

"یہاں بھی' پھر.... ہاتھ اپنے دل پہ رکھا اور یہاں بھی۔"

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

وہ اسے وہیں سراسیمہ چھوڑ کر اپنی رہ گزر سے ہوتی ہوئی زینہ طے کر گئی۔۔۔ اس نے بے اختیار دل پہ ہاتھ رکھا۔

"وہ یہیں ہے یہیں رہے گی۔ دل بے خبر میری بات سن وہ کہیں نہیں مگر پھر بھی ہے۔"

اس کی پوسٹنگ کے آرڈر آگئے تھے۔ وہ رات سے سامان پیک کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ آج پھر چچی پہ لڑائی کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ نیچے چیخ و پکار جاری تھی۔ جب وہ فارغ ہوئی تو نیچے جانا چاہا۔" ارمان بھی آج انا کو آنکھیں دکھا رہا تھا اور چچی اس بات پہ پھولے نہیں سما رہی تھیں۔ انا نظریں جھکائے کسی مجرم کی طرح ان دونوں کے سامنے کھڑی تھی عشنا کے اندر غصے کی تند و تیز لہر نے سر اٹھایا۔ وہ پلک جھپکتے وہاں پہنچی۔

"میں خان پور جا رہی ہوں کیونکہ میری پوسٹنگ وہیں ہوئی ہے میں تم سب کو اللہ حافظ کہنے آئی ہوں۔" وہ انا کے پاس گئی اور اسے گلے سے لگا لیا" ارمان! بند کمرے میں اس کے پیر پکڑ کر معافیاں مانگتے ہو بھیگی بلی بھی بن جاتے ہو کیوں کہ بند کمرے میں عورت تمہارے لیے تسکین کا باعث ہوتی ہے اور سب کے سامنے شیر بن کر۔ اس پہ دھاڑتے ہوئے بے عزتی کرتے ہو تم مرد یہ دہرا روپ چھوڑ دو۔ اسے تم سے اور کچھ نہیں چاہیے صرف دو وقت کی روٹی ایک چھت اور چند ملبوسات اس کے بدلے وہ تم پر اپنا وجود اپنا آپ دان کرتی ہے۔ تمہارے ساتھ تمہارے رشتوں کو نباہتی ہے اور بدلے میں تم اسے کیا دیتے ہو؟ اسے سب کے سامنے جھڑک کر بے لباس کر دیتے ہو۔ تم جو اس کے لباس ہو۔ عورت جی لیتی ہے محبت کے بغیر۔۔۔ آسائشوں کے بغیر اولاد کے بغیر مگر۔" وہ گہرے سانس لینے کو رکی پھر بولی۔

"وہ عزت کے بغیر نہیں جی سکتی۔ سانس لیتی بھی رہے تو کھڑے کھڑے ہی مر جاتی ہے۔ محبت ساتھ چھوڑ دے تو اس دکھ سے زندہ رہ سکتی ہے۔ عزت ساتھ چھوڑ دے تو اس دکھ سے اپنی ہی ذات کے قبرستان میں دفن ہو جاتی ہے اور کوئی افسوس کے لیے آتا ہے نا فاتحہ پڑھتا ہے۔ اسے عزت دو۔۔۔ مان دو۔ اپنے ہونے کا پرتحفظ احساس بخشو۔ یہ پھر سے جی اٹھے گی اس کا جھکا ہوا سر فخر سے تن جائے گا۔" بات ختم کر کے وہ مسکرائی اور حیرت سے اسے تکتے ماں بیٹے کی کھلی آنکھوں میں دیکھ کر اپنی منزل کی جانب جانے والی راہ پہ ہولی۔ وہ پر غرور چال چل رہی تھی کہ وہ محبت اور عزت دونوں سے مالا مال ہو کر جا رہی تھی۔ وہ سر اٹھا کر جا رہی تھی۔

محبت مانگتی ہے جو
کوئی رستہ نہیں ہوتا
وہ منزل بھی نہیں ہوتی
کسی کی آنکھ میں گم عکس سا
سپنا نہیں ہوتا
محبت مانگتی ہے جو
وہ سب اپنا نہیں ہوتا
ستاروں سے سجی اک رہ گزر
سا دھیان ہوتا
محبت مانگتی ہے جو
وہ بس اک مان ہوتا ہے
کسی بھی عہد سے دامن چھڑاتی
پریت ہوتی ہے
کسی بھی ہار سے
نظریں چراتی جیت ہوتی ہے
جو رستے میں ٹھہر جائے
مسافر تو نہیں ہوتا
اسے یہ ساتھ رکھتی ہے
جو پل بھر کو نہیں ہوتا
اسے ہی دیکھتی ہے یہ
جو اس کا دھیان رکھتا ہے
جو اس کا مان رکھتا ہے
محبت مانگتی ہے جو
وہ پل اک خاص ہوتا ہے
وہ بس احساس ہوتا ہے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

نادیہ صدیقہ

کامیاب عورت

خواہ انہوں نے مارا میر کو خواہ آپ موا
جانے دو یارو جو ہونا تھا ہوا مت پوچھو

اس کا جسم شدید دکھ رہا تھا اور سر تو جیسے پھٹنے کو تھا۔ وہ اپنے کمرے میں آکر صوفے پہ ڈھے سی گئی۔ اس کی نظر سامنے پڑے "میگزین" پر گئی۔ ہائے یہ پڑھنے کا شوق۔۔۔ اس نے یونہی میگزین اٹھایا تو صفحہ نمبر 30 کھل گیا۔

"اپنے پرابلمز اپنے شوہر کے ساتھ شیئر کیجیے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

بڑا بڑا لکھا ہوا تھا۔ درد سے اس کا سر پھٹ رہا تھا۔ سو پڑھا نہ گیا اور اس نے میگزین میز پہ ہی رکھ دیا۔

ملیحہ کی شادی کو کچھ ہی عرصہ ہوا تھا۔ یہی کوئی سات آٹھ ماہ۔ پانچ نندیں تھیں ملیحہ کی اور دو جیٹھ۔ سب شادی شدہ تھے۔ سب ایک ہی شہر میں رہتے تھے۔ البتہ گھر الگ الگ تھے۔

"تم یہاں بیٹھی ہو میں تمہیں سارے گھر میں ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔ وہ نعیمہ آپی آئی ہوئی ہیں۔ انہیں کمپنی دو اور کچھ چائے وائے کا بھی پوچھ لینا۔" احمر باہر سے چہکتا ہوا آیا اور آتے ہی حکم چلایا۔

ملیحہ نے دبے دبے لہجے میں اپنے دکھ سکھ کے ساتھی سے صرف اتنا کہا۔ "مجھے ٹمپریچر محسوس ہو رہا ہے۔ سر بھی بھاری ہو رہا ہے۔"

نرم انگلیوں سے سر دبانے والی بیوی کو جو جواب ملا۔ وہ اس کی سوچ سے بڑھ کر۔ اس کے گمان سے آگے تھا۔

"یہ سر اور جسم درد شہنا اور نازو بھابھی والا تو نہیں۔" احمر ماتھے پر بل ڈال کر ناگواری سے بولا تھا۔

شہنا اور نازو بھابھی، ملیحہ کی جیٹھانیاں تھیں۔ دونوں ہی ــــــ سسرال میں دو سال بھی نہ گزار سکی تھیں۔ سو کئی معرکہ آرائیوں کے بعد انہیں الگ کر دیا گیا۔

"یہ بات اچھی طرح ذہن میں بٹھا لو ملیحہ! کہ مجھے نازو بھابھی جیسی عورتیں سخت ناپسند ہیں جنہیں مہمانوں کو دیکھتے ہی کوئی نہ کوئی بیماری آگھیرتی ہے۔ سو تمہیں اگر میرے دل میں جگہ بنانی ہے تو میرے تمام گھر والوں کو خوش رکھنا ہو گا۔ میں کبھی کسی سے یہ نہ سنوں کہ تمہاری بیوی ایسی اور تمہاری بیوی ویسی۔"

احمر کے ماتھے کے بل مزید گہرے ہو گئے تھے۔ سخت لہجے میں اپنا حکم نامہ سنا کر منہ پھلاتا، کروٹ بدل کر لیٹ گیا تھا۔

اس نے ٹھیک وہی باتیں کی تھیں جو شادی سے پہلے اس کی تمام بہنوں نے اسے ازبر کروائی تھیں۔ وہ بہنیں جو شادی کے بعد اپنے اپنے سسرال سے الگ رہتی تھیں، لیکن اپنے میکے والے گھر میں تمام بہن بھائیوں کو جڑا ہوا دیکھنا چاہتی تھیں۔ انہیں نازو اور شہنا بھابھی سے کوئی امید نہ رہی تھی۔ سو تمام توقعات احمر سے جڑ گئیں۔ انہیں اس پہ پورا بھروسا تھا ملیحہ ضبط سے سرخ ہوتا چہرہ لیے باہر چلی گئی۔

اور اس رات وہ نجانے کتنی دیر تک جاگتی رہی۔ احمر سو چکا تھا۔ وہ آہستگی سے اٹھی۔ الماری تک آئی اور اس میں رکھی ہوئی اپنی ایم ایس سی نفسیات کی ڈگری کو دیکھا۔ چھوٹا سا مخملی ڈبہ کھولا۔ جس میں اس کے دو گولڈ میڈل پڑے تھے۔ جنہیں وہ اپنی زندگی کا حاصل سمجھتی تھی۔ تو یہ کچھ بھی نہیں تھے۔ اصل زندگی تو کچھ اور تھی۔ یہ گولڈ میڈل، یہ ڈگریاں یہ کامیابیاں، کئی طرح کے سرٹیفکیٹس۔ ذہن میں ایک پرانا منظر لہرایا۔

جب اسے پہلا گولڈ میڈل ملا تھا اور وہ خوشی خوشی اسے گلے میں ڈالے ادھر سے ادھر اڑتی پھر رہی تھی۔ اماں پھولی نہیں سما رہی تھیں۔ ان کے چہرے پر تو ایسی چمک دیکھی تھی آج اس نے۔ اماں بار بار بیٹی کی تعریفیں کر رہی تھیں جب اس کی دوسری دونوں شادی شدہ بہنیں جنہوں نے ایف اے بمشکل پاس کیا تھا۔ بولیں۔

"یہ گولڈ میڈل کس کام کے اماں! اسے کچھ گھرداری سکھاؤ۔ وہی کام آئے گی۔"

"دیکھنا تم لوگ جب میری بیٹی سسرال جائے گی وہاں بھی یہ چھا ہی جائے گی۔ ہاں!" اماں نے بہت محبت اور فخر سے ملیحہ کی طرف دیکھا تھا۔

وہ ماضی سے حال کی طرف لوٹ آئی۔

اس نے اپنی تمام ڈگریوں، تمام ڈاکومنٹس اور دونوں گولڈ میڈلز کو الماری کے سب سے (نچلے) اندر خانے میں رکھ دیا اور لاک لگا دیا۔ اب ان سب کی کوئی ضرورت نہ رہی تھی۔ کیوں کہ اس نے ایک اور ڈگری میں، ایک اور کورس میں داخلہ لے لیا تھا۔ ایسے کورس میں جس میں ساری زندگی اسے امتحان دینے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ساری زندگی نتیجے سننے تھے۔ ایک فائل جسے اس نے لاکر میں نہ رکھا تھا وہ کھولی۔ وہ اس کی سی وی تھی۔ لیکچرر بننے کے لیے اس نے اپلائی کرنا تھا۔ پڑھانا اس کا دیرینہ خواب تھا۔ مگر احمر نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ مجھے جاب کرنے والی نہیں بلکہ گھریلو بیوی چاہیے۔

اس نے اپنی وہ سی وی اٹھائی اور اسے دو تین حصوں میں تقسیم کرکے کچرا دان میں ڈال دیا۔ اسے اب یہاں اپنا آپ منوانا تھا۔ کبھی نہ ختم ہونے والے کاموں کو نہایت خوش اسلوبی سے نپٹاتے ہوئے' خندہ پیشانی سے سب کچھ سہتے ہوئے۔

اندر دل بولا کہ میرا کیا؟ میرے خواب' میرے ارمان!

دماغ نے بھی دبی دبی سی آواز میں دل کی حمایت کرنی چاہی' مگر مصلحت کے تحت چپ ہو گیا اور اس کے بعد ملیحہ نے جیسے اپنے دل کو ہمیشہ کے لیے چپ کرا دیا تھا۔ اسے سمجھا دیا تھا کہ آج سے تمہارا کام صرف خون پمپ کرنا ہے جب تک زندگی ہے دھڑکتے جاؤ اور اپنا کام کرتے جاؤ اور میرے رستے سے ہٹ جاؤ۔۔۔

✡ ✡ ✡

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یونہی تمام ہوتی ہے

لاؤنج میں حسب معمول چہل پہل تھی۔ ملیحہ کچن میں کام کر رہی تھی۔ آج رات کو فرزانہ آپا نے اپنے سسرال واپس چلے جانا تھا تو اسی لیے سب بہنیں آئی ہوئی تھیں۔

فرزانہ آپا کے چار بچے تھے۔ وہ ملیحہ سے عمر میں کافی بڑی تھیں' مگر ملیحہ کی شادی سے صرف ایک سال پہلے بیاہی گئی تھیں تو چاروں بچوں کی دفعہ ان کا بڑا آپریشن ہوا۔ فرزانہ آپا ہر بچے کی پیدائش سے ایک دو ماہ پہلے ہی بھائی کے گھر آجاتیں اور پھر بچوں کے پیدا ہونے کے چالیس دن بعد ہی سسرال جاتیں۔ گھر کے سب کام ملیحہ ہی کرتی۔

اپنا تو اس کا ایک ہی آٹھ سالہ اکلوتا بیٹا تھا۔ ملیحہ کی شادی کو اب دس سال ہو چکے تھے۔ اس کا بچہ بہت ہی پیارا اور بیبا تھا۔ ماں کو ہر دم کاموں میں مصروف دیکھتا رہتا جس کے پاس اپنے لیے تو کیا اپنے اکلوتے بیٹے کو دینے کے لیے چند منٹ نہیں ہوتے تھے۔ وہ ضد نہیں کرتا تھا' مگر چاہتا تھا کہ ماں اسے وقت دے۔ ملیحہ خود ایم ایس سی نفسیات تھی۔ سمجھتی تھی اپنے بیٹے کی نفسیات کو' مگر۔۔۔ کیا کیا جاسکتا تھا۔ وہ ایک بھرے پرے خاندان کی بہو تھی۔ کام تھے کہ سارا سارا دن ختم ہونے میں نہیں آتے تھے۔ احمر سے تو کچھ بھی کہنا فضول تھا۔ وہ بڑے آرام سے کہتا کہ "میں اپنا فرض ادا کر رہا ہوں تم جانو اور تمہاری گھرداری۔۔۔"

لاؤنج سے کچن تک آوازیں باآسانی سنائی دے رہی تھیں۔ ملیحہ تیز تیز ہاتھ چلا رہی تھی تب ہی چھوٹی' اپنے روتے چیختے بیٹے کو اٹھائے کچن میں چلی آئی۔ چھوٹی بھی اپنے بچے کی پیدائش کے دنوں میں ملیحہ کے گھر پہ ہی رکی ہوئی تھی تاکہ آسانی رہے۔

لاؤنج میں اس وقت "چھوٹی" کے پسندیدہ موضوع پہ بات ہو رہی تھی اور یہ بدتمیز شایان روئے جا رہا تھا۔

"ملیحہ! پلیز شایان کو پکڑنا ذرا۔ مجھ سے چپ نہیں ہو رہا۔" چھوٹی نے لاڈ بھرے انداز سے کہا۔ ملیحہ نے شایان کو گود میں اٹھایا۔ اسے کیبنٹ سے ٹافیاں نکال کر دیں۔ وہ چپ ہو گیا۔

"تم کیسے سب کچھ سنبھال لیتی ہو ملیحہ! میرا تو اتنا اسٹیمنا نہیں ہے بھئی۔" چھوٹی نے ستائشی انداز میں اسے دیکھا۔ پھر اس نے دو سالہ شایان کی طرف دیکھ کر اس سے پوچھا۔ "شایان کی سب سے اچھی والی آنٹی کون سی ہے؟" "مایا آنی" اس نے ملیحہ کی طرف اشارہ کیا جو اسے اسٹول پہ بٹھا کر اب ساتھ ساتھ کام کر رہی تھی۔

"اچھا تو پھر آپ ادھر اپنی آنی کے ساتھ ساتھ کھیلو' مزے مزے کی باتیں کرو' اوکے! مجھے تنگ نہیں کرنا اب۔" پھر ملیحہ کی طرف دیکھ کر بولی۔ "ملیحہ پلیز! اسے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کچھ کھلا پلا دو۔ صبح سے اس نے کچھ بھی صحیح سے نہیں کھایا اسی لیے شاید بار بار ضد کیے جا رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" اب ملیحہ کیا کہتی بھلا۔

چھوٹی بے فکر ہو گئی۔ شایان کا گال تھپتھپا کر لاؤنج میں چلی گئی جہاں سب بہنیں جمع تھیں۔

وہ سب اکٹھی ہوتی تھیں تو اپنے بچوں کو بھی فراموش کر دیتیں۔ اس وقت گھر بالکل مچھلی بازار کا سا منظر پیش کر رہا تھا۔ بچے پورے گھر میں دندناتے پھر رہے تھے۔ ملیحہ کو کھانے پکانے کی فکر کے ساتھ ساتھ ان کے بچوں کو بھی روکنا پڑ رہا تھا۔ پچکار پچکار کر اس کے جبڑے دکھنے لگے۔ کیوں کہ آخر کو اس کا گھر تھا تو اسے ہی فکر ہونا تھی۔ لاؤنج میں "غیبتیں" ہو رہی تھیں۔ پورے زور و شور سے۔ موضوع گفتگو کبھی نازو بھابھی تو کبھی شینا بھابھی۔ پھر اپنے اپنے سسرال کے دکھڑے رونے لگ جاتیں۔

وہ سب الگ الگ گھروں میں رہتی تھیں۔ صرف چھوٹی ہی ابھی تک سسرال کے ساتھ تھی۔ کیوں کہ اس کا شوہر تبریز اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھا۔ سو وہ اسے الگ نہیں کر سکتے تھے تو چھوٹی سب سے زیادہ مظلوم بنی ہوئی تھی۔ اسے نت نئے مشوروں سے نوازا جاتا۔ اکلوتے ہونے کے نقصانات پہ سیر حاصل تبصرے ہوتے۔ رہی بات ملیحہ کی، تو اس نے جو نفسیات میں ماسٹرز کیا تھا تو وہ ان سب کی نفسیات سمجھنے سے قاصر تھی، اس کی بے پناہ ذہانت اور قابلیت جس سے احمر اور اس کے تمام گھر والے متاثر تھے وہ تو کب کا قصۂ پارینہ بن چکی تھی۔

☆ ☆ ☆

وقت گزرتا رہا

پر سانس تھمی سی تھی
مسکرا رہے تھے ہم
پر آنکھوں میں کچھ نمی سی تھی
ساتھ ہمارے یہ جہاں تھا سارا
مگر ہر طرف کچھ کمی سی تھی

شام کی چائے پی جا رہی تھی۔ احمر نے فرمائش کر کے چپس اور پالک کے پکوڑے بنوائے تھے جو اسے بہت پسند تھے۔

آٹھ سالہ اکلوتے لاڈلے بیٹے سفیان کو ملیحہ نے ٹوڈلز بنا کر دیے تھے۔ اور اب وہ اسے انگلش کا سبق یاد کروا رہی تھی۔

"ہفتہ ہو گیا ہے، چھوٹی نے چکر نہیں لگایا۔" احمر نے ملیحہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اسی وقت اس کا فون بجا۔ احمر نے فون اٹھایا۔ تو اسی کا فون تھا۔ چھوٹی بولی۔

"بھائی! ہم سب بہنوں نے پروگرام بنایا ہے کہ یہ ویک اینڈ اماں ابا کے گھر مطلب آپ کے گھر گزارا جائے۔ آج شام کو آ رہے ہیں ہم سب مل کے۔" وہ ایک ہی سانس میں بولتی گئی۔ وہ مسکراتا ہوا سر ہلاتا رہا۔

چھوٹی کی گفتگو میں دوسرے بندے کو صرف ہوں ہاں کرنے کا موقع بھی بمشکل ملتا تھا۔

"اور ہاں احمر بھائی، وہ دراصل.... میری دو نندیں بھی ساتھ آ رہی ہیں.... انہوں نے ملیحہ بھابھی کے ہاتھ کی مٹن بریانی اور شامی کباب کھانے کی فرمائش کی ہے۔ ایکچوئلی، وہ.... میں بہت تعریف کرتی تھی نا بھابھی کے ہاتھ کے کھانوں کی تو انہوں نے بھی میرے ساتھ آنے کو کہا ہے۔ آخر انہیں بھی تو پتا چلے کہ ہماری بھابھی کیا چیز ہیں۔" اسپیکر آن تھا۔ ملیحہ بھی سن رہی تھی۔ احمر اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہنس کر بولا۔

"ہم ابھی تمہیں ہی یاد کر رہے تھے۔ تم لوگوں کا اپنا گھر ہے یوں فون پہ پہلے پوچھنے، بتانے کی بھلا کیا ضرورت ہے؟ جب چاہے آؤ۔"

وہ بدستور ملیحہ کی طرف ہی دیکھتے مسکرا کر بولا۔ وہ

بھی جواباً پھیکا سا مسکرا کر شام کے کھانے کی تیاری کرنے کے لیے کچن میں آ گئی۔ فون پر بتانے کی ضرورت اس لیے ہے کہ فرمائشیں پہنچائی جا سکیں۔

دو گھنٹے بعد وہ سب اکٹھے ہو گئے۔ گھر پہ خوب رونق

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نظر آنے لگی۔ اس دوران شام کی اذان ہوئی۔ اس کی نماز رہ گئی۔ نجانے کتنی ہی نمازیں ان ہی چکروں میں رہ جاتی تھیں۔ لاؤنج بھرا ہوا تھا۔ ملیحہ مسکراتی ہوئی، اکیلی بھاگ بھاگ کر ڈشز رکھ رہی تھی۔ احمر خوب چہک رہا تھا۔ سب خوش نظر آرہے تھے۔ یوں ان کے یہاں اکٹھے ہونا سالوں کا دستور تھا۔ مرد حضرات کے لیے ملیحہ نے الگ کمرے میں کھانا لگایا تھا۔ کچن میں کھڑے ہو کر گرمی میں سب کچھ پکاتی وہ شدید تھک چکی تھی۔ خود اس کی بھوک تو پکا پکا کر ختم ہو چکی تھی۔ مگر پھر بھی وہ چہرے پہ بشاشت طاری کرتے ہوئے ان سب کے درمیان آکر بیٹھ گئی۔ وہ ابھی بیٹھی ہی تھی کہ شامی کباب سے بھری ہوئی دونوں ٹرے منٹوں میں ختم ہو گئیں۔ سارے بچوں نے کباب، کباب کی رٹ لگادی۔ کباب تو اب کچن میں بھی نہیں بچے تھے۔ سو اس نے بچوں کو اور چیزیں دے دے کر بمشکل بہلایا اور مٹن بریانی لینے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ابھی دروازے سے باہر ہی نکلی تھی کہ فرزانہ آپا کا قصداً اونچی آواز میں کہا گیا تعریفی جملہ کان سے ٹکرایا۔ ان کی عادت تھی کہ زور و شور سے تعریف کر کے مطلب نکالتی تھیں۔

"اس میں شک نہیں کہ ملیحہ کھانا بہت مزے دار پکاتی ہے۔"

"ارے آج کل کھانا پکانا کوئی ایسا "آرٹ" نہیں ہے۔ ڈھیروں کوکنگ چینلز اور ڈھیروں ریسیپیز انٹرنیٹ کی آسانیاں ہی آسانیاں۔" چھوٹی فوراً بولی تھی۔

"کوکنگ شوز، زندہ باد۔" نازو بھابھی نے بھی ہنستے ہوئے ٹکڑا لگایا۔

"ہاں کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو۔" باقی سب بھی فوراً متفق ہو گئیں۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھ گئی۔ دل میں

آیا تھا کہ کہہ دے کہ کیا وہ کوکنگ چینلز ڈشز بنا سجا کر گھروں میں بھی دے جاتے ہیں کہ دعوتیں نمٹاؤ، مگر کچھ کہنے کا مطلب تھا مزید دس باتیں سننا سو خاموشی ہی کو بہتر سمجھا۔

سب کچھ ہمیشہ کی طرح اس نے خوش اسلوبی سے نمٹایا۔ سب نے ہی کھانے کی تعریف کی۔ اس کے جیٹھ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ "آج ہمارے خاندان میں اگر کوئی عورت ہر لحاظ سے کامیاب ہے تو وہ ملیحہ بھابھی ہیں۔"

ان کی بات سن کر شمینا بھابھی نے جل کر نازو بھابھی کے کان میں جو کچھ کہا، وہ تو ملیحہ کو سنائی نہ دیا۔ البتہ نازو بھابھی کی بڑبڑاہٹ صاف سنائی دی کہ

"ہاں کامیاب عورت کا حلیہ بھی تو دیکھو۔ تم کرلوگی سارا سارا دن ماسیوں کی طرح کام۔" شمینا بھابھی نے جواباً "جو کہا" وہ سن نہ سکی۔

چائے، کافی پیتے ہی سب اپنے اپنے گھروں کو چل دیے۔ چھوٹی کو گھر چھوڑنے احمر گیا تھا۔ نعیمہ آپی جو آج کی دعوت میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکی تھیں۔ انہوں نے واپسی پہ احمر کے ساتھ آنا تھا۔ "بقول نعیمہ آپی کے، بچے بہت اداس ہو رہے ہیں۔" سب نے خوب مزے کیے۔

رہی بات ملیحہ کی تو اس کے لیے ایک دو تعریفوں کے بعد اب پورا بکھرا ہوا گھر، کچن میں جھوٹے برتنوں کا ڈھیر۔ اوپر سے شدید تھکن۔۔۔ نوکر وہ لوگ اس قدر مہنگائی میں بالکل بھی افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔ ناچار وہ جلدی جلدی سب سمیٹنے لگی۔

آدھے گھنٹے کی مزید محنت کے بعد اب گھر کچھ سمٹا ہوا نظر آنے لگا تھا۔ استری کرنے والے کپڑوں کے ڈھیر کو نظر انداز کر کے اس نے صرف احمر کے آفس کے لیے ایک سوٹ استری کر کے لٹکایا اور پھر کچن میں آگئی۔ برتنوں کا ڈھیر دیکھ کر وہ پاگل ہونے کو تھی۔ وہ کچن میں سب یونہی چھوڑ چھاڑ کر اپنے کمرے میں آگئی۔ اب اس میں مزید ہمت نہیں بچی تھی۔ وہ بیڈ پہ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

ذہن اس وقت مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اسے کچھ دیر قبل جیٹھ صاحب کے کہے الفاظ یاد

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

آئے۔

"کامیاب عورت۔" وہ طنزیہ مسکرائی۔ "میں کامیاب عورت" اس بات کے ساتھ ہی اسے نازو بھابھی کے الفاظ یاد آئے۔

"حلیہ دیکھا ہے اس کا اور سارا سارا دن ماسیوں کی طرح کام۔"

اس کی نظر ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑی تو وہ چلتی ہوئی اس تک آئی۔ آئینے میں اپنا عکس دیکھا' بال جو اسے جان سے بڑھ کر عزیز تھے اور جن کی دیکھ بھال وہ باقاعدگی کے ساتھ کرتی تھی۔ اب اپنی پہلے والی چمک دمک کھو چکے تھے اور چار دن سے بے حد الجھے پڑے تھے۔ سو اس نے اوپر اوپر سے کنگھا کر کے جوڑا بنا لیا تھا۔ اس کی نظروں کے سامنے شہنا بھابھی کے بالکل نئے انداز سے کٹوائے گئے' سیاہ چمکتے بال لہرائے۔ بالوں سے ہوتی ہوئی اس کی نظریں اپنی آنکھوں اور جلد پہ پڑیں۔ ویران آنکھیں اور خشک ہونٹ اور جلد' جلد صاف تو تھی مگر کہیں بھی شادابی نہیں تھی۔ کام کر کر کے جسم پہ غیر ضروری چربی تو نہیں چڑھی تھی۔ شکن آلودہ عام سے گھریلو کپڑے' اسے آج دعوت پہ آنے والی تمام خواتین کے کپڑے یاد آئے جنہوں نے جدید تراش خراش کے لباس زیب تن کیے ہوئے تھے۔ وہ ملیحہ جسے شادی سے پہلے یونیورسٹی میں لڑکیاں "حسن کی دیوی" کہا کرتی تھیں۔ آج جب وہ صرف اکتیس سال کی تھی تو اس کے سراپے میں کوئی دلکشی باقی نہیں رہی تھی۔

وہ پھر بیڈ پہ آکر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ سوچنے لگی کہ میں کیوں رو رہی ہوں۔ مجھے تو خوش ہونا چاہیے تھا کہ مجھے "کامیاب عورت" کہا جا رہا ہے۔ پورے خاندان میں مجھے گھرداری میں طاق سمجھا جاتا ہے۔ "ہر فن مولا" کہا جاتا ہے۔ ہر طرف میری مثالیں دی جاتی ہیں۔ خاندان میں اتنی مقبولیت ہے۔ اس سب کے باوجود یہ آنسو کیوں ہیں؟ تب ہی اندر کہیں سینے کے نہاں خانوں سے ایک دبی ہوئی آواز آئی' سسکتی ہوئی۔

وہ تنہا تھی۔ سو آج اس نے وہ آواز سنی تھی جسے اس نے ہمیشہ نظر انداز کیا تھا۔

دس سال بعد۔۔۔ دل مبہم سا مسکرایا بارہ سال بعد تو "روڑی" (سب کے کوڑا پھینکنے کی جگہ) کی بھی سنی ہی جاتی ہے تو وہ تو پھر دل تھا۔ اس کے جسم ہی کا ایک حصہ' دل کرلایا اور ایک جان لیوا سوال کیا۔

"ملیحہ! کیا تیرے کامیاب ہونے کے لیے مس پرفیکٹ بننے کے لیے ایک مثال سے بے مثال تک کے ٹرین جیسے سفر میں کیا ضروری تھا کہ مجھے ہی پٹڑی پہ بچھا دیا جاتا اور اس پٹڑی پہ ساری زندگی چلنے والی ٹرین کے نیچے مجھے روندنا اتنا ضروری تھا۔ سب کو خوش کرنے کے چکروں میں مجھے کیوں پس پشت ڈال دیا۔ ایک کونے میں مجھے میرے خوابوں سمیت کیوں دفن کر دیا گیا۔۔۔ کیا مجھے مارنا اتنا ضروری تھا۔۔۔ میرا خون کرنا اتنا ضروری تھا۔"

وہ ششدر بیٹھی ہوئی تھی۔ ہر ایک کا دل اور اس کے ارمان مختلف ہوتے ہیں اور دل ایسی چیز ہے کہ اگر اس کے ارمان پورے نہ ہوں تو اس کے آگے دنیا کی نعمتوں کے انبار بھی لگا دو تب بھی یہ خوش نہیں ہوتا۔

وہ ساکت بیٹھی تھی۔ افسردہ اور ست سی۔ تب ہی گھنٹی کی آواز پر چونک گئی۔ لگتا ہے احمر آگئے۔

چلو جی' دل صاحب آپ کا ٹائم ختم۔

اس نے چہرے کے تاثرات ٹھیک کیے۔ مسکراہٹ سجائی اور دروازہ کھول دیا۔ احمر کے ساتھ آئے نعیمہ آپی اور ان کے بچوں کا والہانہ استقبال کیا۔ ان کو لاؤنج میں آرام دہ صوفوں پہ بٹھا کر وہ ایک دفعہ پھر کچن کی طرف چلی گئی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

صائمہ اکرم چوہدری

Downloaded From
Paksociety.com

سیاہ حاشیہ پار مت کرو۔ "پچھتاؤ گی۔ ایک نادیدہ آواز روکتی رہی لیکن وہ لڑکی نہ رکی۔ سیاہ حاشیہ عبور کر گئی اور تب اسے احساس ہوا کہ اپنے لیے جہنم خرید چکی ہے۔

✡ ✡ ✡

عدینہ کاٹھ کباڑ میں اپنی پرانی ڈائریاں تلاش کر رہی ہے تو اسے ایک کتبہ ملتا ہے۔ جس پر اس کی والدہ صالحہ رفیق کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات درج ہوتی ہے۔ وہ بری طرح الجھ جاتی ہے۔ اس کی والدہ تو زندہ ہیں پھر یہ کتبہ کس نے اور کیوں بنوایا ہے۔ تب ہی اس کی والدہ صالحہ آجاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ڈائریاں تو انہوں نے ردی والے کو دے دی ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

عدینہ کو بہت دکھ ہوتا ہے پھر اسے کتبہ یاد آتا ہے تو وہ سوچتی ہے کہ عبداللہ سے اس کے متعلق پوچھے گی۔
عبداللہ پابند صوم وصلوٰۃ وہ مسجد کا موذن بھی ہے اور اس نے عربی میں ایم فل کر رکھا ہے عدینہ کی اس کے ساتھ منگنی ہو چکی ہے۔ عدینہ ہاسٹل میں رہتی ہے اور میڈیکل کی تعلیم حاصل کر رہی ہے۔
عدینہ کے والد مولوی رفیق کا انتقال ہو چکا ہے۔ وہ اپنی ماں سے زیادہ دادی سے قریب ہے مونا اس کی کزن ہے۔ وہ حویلیاں شہر سے قرآن حفظ کرنے ان کے گھر آئی ہے۔

ناولٹ

Downloaded From
Paksociety.com

عدینہ عبداللہ سے بہت محبت کرتی ہے۔ عبداللہ بھی اسے چاہتا ہے لیکن شرعی اصولوں کے تحت زندگی گزارنے والی صالحہ آپا نے منگنی ہونے کے باوجود انہیں آپس میں بات چیت کی اجازت نہیں دی۔
شانزے ماڈل بننا چاہتی ہے۔ ریمپ پر واک کرتے ہوئے اس کا پاؤں مڑ جاتا ہے اور وہ گر جاتی ہے۔
ڈاکٹر بینش نیلی کوٹھی میں اپنے بیٹے ارحم کے ساتھ رہتی ہیں۔ ان کے شوہر کرنل جاوید کا انتقال ہو چکا ہے۔
نیلی کوٹھی کے دوسرے حصے میں ان کے پاپا ڈاکٹر جلال اپنی بیوی اور پوتی اوریدا کے ساتھ رہتے ہیں۔ ان کی دو شادی شدہ بیٹیاں ہیں اور اکلوتا بیٹا تیمور لندن میں مقیم ہے۔ بیوی کی وفات کے بعد تیمور نے اوریدا کو پاکستان اپنے باپ کے پاس بھجوا دیا ہے۔ بیٹا ماہیران کے پاس لندن میں ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اوریدا اور ارصم کی بہت دوستی ہے، جو ڈاکٹر بینش کو بالکل پسند نہیں۔ ڈاکٹر بینش تیمور کے نام سے بھی نفرت کرتی ہیں۔
عبداللہ عدینہ کو اپنا سیل نمبر بھجواتا ہے۔ صالحہ آپا دیکھ لیتی ہیں۔ وہ شدید غصہ ہوتی ہیں اور نمبر پھاڑ کر پھینک دیتی ہیں۔
سرمد اپنے دوست کے پروڈکشن ہاؤس میں جاتا ہے تو وہاں شانزے کو دیکھتا ہے۔ شانزے اس کی منتیں کر رہی ہے کہ وہ ایک چانس اسے دے کر دیکھے۔

شانزے سخت مایوسی کا شکار ہے۔ رباب اس کی روم میٹ اسے تسلی دیتی ہے تو وہ بتاتی ہے کہ اس کا دنیا میں کوئی نہیں ہے صرف ایک پھوپھی ہیں جن کے گھر میں اسے کوئی پسند نہیں کرتا۔ اس کی ماں اسے پھینک کر چلی گئی تھی اور باپ کو کسی مذہبی جنونی نے قتل کر دیا۔ شانزے کا خاندان مسلمان ہے لیکن وہ کسی مذہب کو نہیں مانتی۔ ہاسٹل میں رہنے کے لیے اس نے کالج میں داخلہ لے رکھا ہے۔ وہ شوبز میں اپنا نام بنانا چاہتی ہے۔

آپا صالحہ نے عدینہ کی عبداللہ سے منگنی توڑ دی ہے۔ عبداللہ عدینہ سے ایک بار بات کرنا چاہتا ہے۔ عدینہ چھت پر جاتی ہے تو عبداللہ وہاں آجاتا ہے۔ آپا دیکھ لیتی ہیں۔ وہ عدینہ کو برا بھلا کہتی ہیں اور اللہ کے عذاب سے ڈراتی ہیں۔

اوریدا ارصم کے ساتھ پیپر دینے جاتی ہے۔ ارصم باہر اس کا انتظار کرتا ہے۔ وہ اوریدا کو واپس لے کر آتا ہے تو ڈاکٹر بینش اسے بہت ڈانٹتی ہیں کیونکہ وہ ان کی گاڑی لے کر جاتا ہے۔ اوریدا اپنے باپ تیمور کو یہ بات بتاتی ہے تو وہ اس کو نئی گاڑی خرید کر دے دیتے ہیں۔ آغاجی کو یہ بات بری لگتی ہے۔

ٹی وی پر ایک مذہبی پروگرام دیکھتے ہوئے صالحہ آپا شدید جذباتی ہو کر رونے لگتی ہیں۔ عدینہ کو اسٹور روم کی صفائی کے دوران ایک تصویر ملتی ہے جو کسی مرد کی ہے۔

ارصم اوریدا کو گاڑی چلانا سکھاتا ہے۔ اوریدا کے امتحان میں کم نمبر آتے ہیں تو وہ پریشان ہو جاتی ہے۔
مونا عدینہ کو بتاتی ہے کہ آپا نے اس کی منگنی اس لیے توڑی کہ وہ چاہتی تھیں کہ عبداللہ عدینہ سے فوراً" شادی کرلے۔ عبداللہ نے فوراً" شادی سے انکار کر دیا تھا۔

عبداللہ تبلیغی دورے پر جاتا ہے تو اس کا جہاز کریش ہو جاتا ہے۔ اور اس کے مرنے کی خبر آجاتی ہے۔
عدینہ پر عبداللہ کی موت کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ وہ اپنی ماں سے بری طرح بدظن ہو جاتی ہے۔
شانزے جب بھی کوئی غلط کام کرنا چاہتی ہے کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے۔ رباب اسے سمجھاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے غلط راستوں سے بچانا چاہتا ہے۔
ارسل، شانزے کو زخمی ہونے پر تسلی دیتا ہے، وہ بتاتا ہے کہ ایڈ میں کام کے لیے اس نے سفارش کی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ شانزے اسے اپنا بھائی سمجھے۔
ارصم بہت اچھے نمبروں سے ایف ایس سی کر لیتا ہے۔ ڈاکٹر بینش اس خوشی میں ڈنر دیتی ہیں۔
عدینہ فیصلہ سنا دیتی ہے کہ اسے ڈاکٹر نہیں بننا۔ یہ سنتے ہی آپا صالحہ شدید پریشان ہو جاتی ہیں۔

بارہویں قسط

"یہ تم کیا کر رہی ہو.....؟" ہاشم ناراض نظروں سے دیکھتا ہوا اس کی جانب بڑھا۔ جب کہ بختاور کے چہرے پر اس وقت اشتعال ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔
"یہ گھٹیا کتاب تمہارے پاس کیا کر رہی ہے؟" اس نے بھنویں اچکا کر غصے سے اپنے شوہر کی طرف دیکھا، جو اس وقت حواس باختہ لگ رہا تھا۔

"چھوڑو تم اسے، ہزار دفعہ کہا ہے، میری چیزوں کو بغیر پوچھے ہاتھ مت لگایا کرو۔" وہ گڑبڑا سا گیا۔
"میں یہ ہرگز نہیں دوں گی۔" اس کی آنکھوں میں ایک محسوس کی جانے والی خفگی اور بغاوت تھی۔
"کیا مطلب ہے تمہارا؟ تم پڑھو گی اسے؟" وہ سخت حیران ہوا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"میرے دماغ کا کوئی پرزہ ڈھیلا نہیں ہوا اور نہ ہی شیطان اتنا غالب ہوا ہے مجھ پر کہ میں یہ تھرڈ کلاس لٹریچر پڑھنا شروع کردوں۔" اس نے بے تحاشا غصے سے ٹرنک بند کرکے اس کی طرف دیکھا' جو اس وقت ایسے کھڑا تھا جیسے رنگے ہاتھوں چوری کرتا ہوا پکڑا گیا ہو۔

"یہ میری نہیں' میرے ایک دوست کی ۔۔۔ ہے۔" ہاشم نے کچھ سوچ کر صفائی دینے کی کوشش کی۔

"میری ایسی کوئی دوست ہوتی تو خدا کی قسم میں اسے گولی مار دیتی۔" وہ جذباتی ہوئی' کتاب ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھی۔

"اس میں اتنا حساس ہونے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔؟" اس نے حیرانی سے اپنی بیوی کا یہ نیا روپ دیکھا۔

"اس میں کیا کچھ بکواس نہیں کی گئی' میں اپنے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسا لکھنے والے کو کیسے چھوڑ سکتی ہوں۔" وہ غصے سے کچن کی طرف بڑھی۔

"آزادی تحریر اور آزادی اظہار ہر انسان کا فطری حق ہے۔۔۔" وہ اس کے پیچھے لپکا۔

"تم نے پڑھا ہے اسے۔۔۔؟" بختاور کی آنکھوں سے شعلے نکلے۔

"ہاں۔۔۔" اس نے ڈھٹائی سے جواب دیا۔

"تمہیں ذرہ برابر بھی شرم نہیں آئی' تم نے اتنی بکواس باتیں پڑھ کیسے لیں۔۔۔؟" وہ خفگی میں ہاشم کو "آپ" کے بجائے "تم" ۔۔۔۔ پر لے آئی تھی۔

"یہ ایک انسان کی ذاتی سوچ ہے' میری نہیں۔۔۔" وہ بیزار لہجے میں گویا ہوا۔

"یہ انسان نہیں شیطان ہے' جو اس خبیث کی شکل میں دنیا میں گھوم رہا ہے۔" وہ تڑخ کر بولی۔

"تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا' کسی پر ایسے تنقید کرنے کا۔" اسے بھی غصہ آگیا۔

"تو کیا اسے حق ہے کہ وہ کروڑوں مسلمانوں کے جذبات سے کھیلے' مجھے تو تم پر حیرانی ہو رہی ہے کہ تم کیسے ایسا چیپ مواد سنبھال کر اپنے بکس میں رکھ سکتے ہو۔۔۔" بختاور کا غصہ کسی صورت بھی کم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔

"بتایا ناں' کچھ سال پہلے میرا ایک دوست بھول گیا تھا میرے پاس' میں نے پرانی چیزوں کے ساتھ اسے بھی رکھ دیا۔" وہ ہلکا سا جھنجلا کر اسے دیکھنے لگا جو کچن میں داخل ہو کر چولہا جلا رہی تھی' ہاشم کو ابھی تک اس کے ارادوں کی خبر نہیں ہوئی۔

"تمہیں پتا ہے' اس کتاب کی اصل جگہ کہاں ہے؟" وہ عجیب سی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"کہاں۔۔۔؟" وہ واقعی ہی نہیں سمجھا۔

"یہاں۔۔۔" بختاور نے جلدی سے وہ کتاب جلتے چولہے کے اوپر رکھ دی۔ ہاشم کو کرنٹ سا لگا۔

"یہ کیا کر رہی ہو تم۔۔۔" وہ فوراً" لپک کر چولہے کے پاس پہنچا' کتاب کے صفحات ادھر ادھر جل رہے تھے۔

"دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا۔۔۔" اس نے آگ کے شعلوں سے اس کتاب کو بچانے کی کوشش کی' اس کوشش میں اس کا ہاتھ ہلکا سا جھلس گیا اور تکلیف کے احساس سے اس نے فوراً" ہی کتاب زمین پر پھینک دی۔۔۔ اور نل کھول کر ٹھنڈا پانی اپنے ہاتھ پر ڈالنے لگا۔ ایک آگ زمین پر بھڑک رہی تھی اور دوسری ہاشم کے دل میں' اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنی بیوی کو اٹھا کر باہر گلی میں پھینک دے۔

"بے وقوف عورت! میرا ہاتھ اچھا خاصا جلا دیا۔" وہ آبلوں کے اوپر پھونکیں مار کر اپنی جلن کو کم کرنے لگا۔

"ہلکی سی تپش سے تمہارا یہ حال ہے' ذرا سوچو جہنم کی آگ سے کیسے بچو گے۔۔۔" بختاور نے اس کا ضمیر جگانے کی ناکام کوشش کی۔

"شٹ اپ۔۔۔!" وہ غصے سے پلٹا۔ "بیٹیوں کی سوت نے تمہارا دماغ گھما دیا ہے' جو تم ایسی پگلوں جیسی حرکتیں کر رہی ہو۔" اس نے بھی جو منہ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں آیا کہہ دیا۔

"اور شیطان تم پر حاوی ہو چکا ہے' جو تم ایسی چیزیں پڑھتے ہو۔" اس نے بھی جواباً "حساب پورا کیا۔

"آئندہ میری چیزوں کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔" وہ غضب ناک نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

"اور اگر ایسی کوئی چیز دوبارہ مجھے اس گھر میں نظر آئی تو اس کا انجام بھی ایسا ہی ہوگا۔" بختاور نے نفرت آمیز نظروں سے زمین پر ادھ جلی کتاب کی طرف اشارہ کر کے دوبدو جواب دیا۔ ہاشم کا دماغ گھوما اور اس کے ساتھ ہی اس کا ہاتھ بھی چٹاخ سے بختاور کے دائیں گال پر پڑا۔ وہ اس اچانک حملے سے سنبھلتے ہوئے بھی شیلف سے جا ٹکرائی۔ اذیت کی ایک لہر اس کے پورے وجود میں دوڑ گئی۔

وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے سامنے کھڑے اس اجنبی شخص کو دیکھ رہی تھی جس کی وجہ سے وہ اپنا گھر بار' عزیز رشتے دار سب کچھ چھوڑ آئی تھی۔ ان میں سب سے مہنگی چیز اس کے والدین کی عزت تھی' جسے اس نے کوڑیوں کے بھاؤ بیچتے ہوئے ایک لمحے کو بھی نہیں سوچا تھا اور جس شخص کی خاطر اس نے یہ سب کیا' اس نے بھی ایک پل میں اسے سر سے اتار پھینکا تھا۔

☆ ☆ ☆

"وہ شخص گمراہ ہے' اس نے اپنے اوپر نقاب چڑھا رکھا ہے۔" اگلے دن وہ نیلم کو فون کر کے دھواں دھار رونے لگی۔

"تمہیں کیا ضرورت تھی اس کی کتابوں کو ہاتھ لگانے کی۔" دوسری طرف وہ بھی صدمے بھرے انداز میں بولی۔

"وہ حد درجہ گمراہ ہو چکا ہے اور ان سب کے پیچھے' ایسے ہی لٹریچر کا ہاتھ ہے۔" وہ بلند آواز میں روتے ہوئے نیلم کو پریشان کر رہی تھی۔

"بڑے بڑے لوگ گمراہ ہو کر واپس پلٹ آتے ہیں اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔" اس کی دوست نے اسے دلاسا دینے کی کوشش کی۔

"میں حیران ہوں' اس قدر نیک' پرہیزگار' مذہبی انسان سے کون سی ایسی غلطی ہو گئی جس کے نتیجے میں اللہ نے اسے ایسی اولاد سے نوازا۔" وہ بھیگے لہجے میں ہاشم کے والد کے بارے میں بات کرتے ہوئے بولی۔

"ضروری نہیں یہ کسی غلطی کی سزا ہو' اللہ نیک بندوں کی آزمائش بھی تو کرتا ہے اور اولاد کے ذریعے بھی انسان کو آزماتا ہے۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا' لیکن بختاور کو بالکل بھی سکون نہیں آ رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے اللہ نے مجھے بھی والدین کی نافرمانی کی سزا دی ہے۔" وہ ایک دفعہ پھر رو دی۔

"حوصلہ کرو بختاور! ایسا کچھ نہیں ہے' تم پیار اور محبت سے ہاشم بھائی کو بدلنے کی کوشش کرو۔" نیلم نے خلوص دل سے اسے مشورہ دیا۔

"اللہ جس شخص کے دل پر مہر لگا دے' اس پر کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا' ورنہ اس کے ۔۔۔ باپ نے کیا کوشش نہیں کی ہوگی۔" وہ مایوسی کی انتہا پر تھی۔

"ہدایت دینا اللہ کا کام ہے تم بس اپنی کوشش جاری رکھو۔" دوسری طرف نیلم کو پورا یقین تھا کہ وہ اسے راہ راست پر لے آئے گی۔ تب ہی اس نے نیلم کو خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔ اس کی سمجھ میں آگیا تھا کہ یہ خسارے کا سودا اس نے اکیلے کیا تھا اور اسے تنہا ہی اس آزمائش سے نبٹنا تھا۔

☆ ☆ ☆

موسم کافی حد تک بدل گیا تھا۔ سردی کی شدت میں کمی کے بعد بہار کی آمد آمد تھی' تبھی فضا میں ایک خوشگوار سی مہک رچ بس سی گئی تھی۔۔۔ کھلا کھلا سا یہ موسم مزاجوں پر اچھے اثرات مرتب کر رہا تھا۔ عدینہ کی بے رخی اور بے نیازی' عبداللہ کے لیے پریشانی کا موجب بن رہی تھی' اس لیے وہ کچھ سوچ کر اس کے کالج چلا آیا۔ اور یدا سے' اسے پتا چل گیا تھا کہ وہ آج اکیلی ہی کالج آئی ہے۔ اس سے بہتر کوئی اور موقع نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھا تب ہی تو وہ وہاں چلا آیا۔ اس کی ایک کلاس فیلو نے بتایا تھا کہ وہ اسپورٹس گراؤنڈ میں موجود ہے' وہ ایک نسبتاً" سنسان گوشے میں بلند سی جگہ پر ٹانگیں لٹکائے اکیلی بیٹھی تھی۔ وہ خاموشی سے اس سے تھوڑا فاصلے پر بیٹھ گیا تھا۔ عدینہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور ہلکی سی ناگواری کا تاثر اس کے چہرے پر نمایاں ہوا' لیکن اس کی دھڑکنیں حسب معمول بغاوت کر چکی تھیں۔

آخر اس شخص کو دیکھ کر میری دھڑکنیں بے ربط ہونا کب چھوڑیں گی؟ اس کے چہرے پر جھنجلاہٹ نے بسیرا کیا۔

"کیوں آئے ہیں آپ یہاں۔۔۔؟" اس کے لہجے میں چھپی خفگی بے ساختہ چھلکی۔

"تم سے ملنے۔۔۔" وہ معصوم انداز میں گویا ہوا۔

"کیوں۔۔۔؟" اس نے بے زاری سے سر جھٹکا۔

"آخر' مجھے تمہاری طرف ہی آنا تھا۔" عبداللہ کا سر جھکا ہوا تھا اور عدینہ اس کی طرف دیکھے بغیر بتا سکتی تھی کہ وہ مسکرا رہا ہے۔

"مجھ پر اب یہ باتیں اثر نہیں کرتیں۔۔۔" وہ چڑ کر گویا ہوئی۔

"اچھا' پھر کیا چیز اثر کرتی ہے۔۔۔؟" عبداللہ نے پہلی دفعہ اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ عدینہ کے چھکے چھوٹ گئے' وہ گڑبڑا کر ایک قدم اور پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر پھیلی سرخی سے عبداللہ نے دانستہ نظریں چرائیں۔

"کوئی بھی نہیں۔۔۔" وہ اسپورٹس گراؤنڈ میں کھیلتے۔۔۔ لڑکوں کو دیکھنے لگی۔

"میں بہت شرمندہ ہوں تم سے' لیکن تم سے رابطہ کرنے کا کوئی اور ذریعہ نہیں تھا میرے پاس۔" وہ آہستگی سے گویا ہوا۔

"کیوں' آپا کا نمبر بھی ڈیلیٹ کر دیا تھا آپ نے؟" اس نے طنز کیا۔

"میں آپا سے خفا تھا' انہوں نے اس رات مجھے میری نظروں سے گرا دیا تھا۔" اس کے ہر انداز میں دکھ اور شکوے کا رنگ نمایاں تھا۔

"اور پھر اس بات کی سزا دینے کے لیے آپ نے مجھے چن لیا۔" وہ اپنی کتابیں سمیٹتے ہوئے ناراضی سے گویا ہوئی۔

"میں اپنی پی ایچ ڈی کے بعد تم سے رابطہ کرنا چاہتا تھا۔" عبداللہ نے ہلکا سا جھجک کر اپنی صفائی دینے کی کوشش کی۔

"تو پھر ہو گئی پی ایچ ڈی۔۔۔؟" اس کے لہجے میں طنز کی آمیزش شامل ہوئی۔

"نہیں' تھیسس آخری مراحل میں ہے' میں ملائیشیا کی ایک یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کر رہا ہوں۔" اس نے سادگی سے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"تو ٹھیک ہے' پھر پی ایچ ڈی کر ہی لیں سکون سے اور مجھے بھی پڑھنے دیں۔" وہ اپنی فائل اٹھا کر جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"عدینہ! کیوں کر رہی ہو تم میرے ساتھ ایسا۔۔۔؟" اب کہ وہ پریشان ہوا۔

"آپ کیا چاہتے ہیں مجھ سے۔۔۔؟" اس کا لہجہ سپاٹ ہوا۔

"میں چاہتا ہوں' تم اپنی ساری ناراضی' گلے شکوے سب کچھ ختم کر دو۔" وہ بے چارگی سے گویا ہوا۔

"ٹھیک ہے' ختم کر دیے۔۔۔ اب۔۔۔؟" وہ اسے لحہ لحہ حیران کر رہی تھی۔

"میرا تھیسس نیکسٹ چھ مہینوں میں ختم ہو جائے گا' میں پھر آپا کے پاس آؤں گا۔" وہ اپنا اگلا پروگرام اسے بتا رہا تھا۔

"ٹھیک ہے' پھر تب ملاقات ہو گی۔۔۔" وہ اپنی کتابیں اور فائل اٹھا کر چل پڑی' عبداللہ کو جھٹکا لگا' وہ کئی لمحے تک اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔

"میرا خیال ہے' تمہیں شاید اب میری ضرورت نہیں رہی۔۔۔" وہ اس کے پیچھے لپکا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"دیکھیں عبداللہ! میرا کالج میں ایک امیج ہے اور میرے کلاس فیلوز میری بہت ریسپیکٹ کرتے ہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"کیا مطلب...؟" وہ اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"آپ کا اس طرح روز روز آنا' میرے لیے مسائل کا موجب بن سکتا ہے۔" اس نے صاف گوئی سے کہا تو عبداللہ کے دل پر گھونسا سا پڑا۔

"عدینہ! تمہاری عزت و وقار پر میں نے آج تک آنچ نہیں آنے دی' تم نے یہ سوچا بھی کیسے کہ میں تمہارے لیے کوئی مسئلہ کھڑا کروں گا۔" وہ اب افسردگی سے اپنے سامنے کھڑی اس ناراض لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جس کے کردار کی مضبوطی کی گواہی وہ آنکھ بند کر کے دے سکتا تھا۔ وہ بھلا کیسے اسے میلا کر سکتا تھا۔

"میں آپا کو بتائے بغیر آپ سے رابطہ نہیں رکھنا چاہتی..." اس نے سر جھکا کر سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اور میں اس بات کے لیے تمہیں مجبور بھی نہیں کروں گا۔" سچائی بھی نمایاں وصف تھی۔

"پھر...؟" عدینہ نے ایک دفعہ پھر اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی لیکن اس دفعہ اسے مایوسی ہوئی' وہ سر جھکائے اس طرح سے کھڑا تھا کہ افسردگی اس کے سارے وجود پر چھائی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"کچھ نہیں..." وہ تھوک نگل کر بمشکل بولا "میں چاہتا ہوں اور کوشش کروں گا کہ دوبارہ یہاں نہ آؤں۔" وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دوسری طرف چل دیا۔ عدینہ نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھا' اس کا دل گویا بغاوت پر اتر آیا' جسم کی ساری رگوں میں ایک حشر سا برپا ہو گیا۔ وہ خوف زدہ نگاہوں سے عبداللہ کی پشت کی طرف دیکھنے لگی' وہ سر جھکائے اس طرح سے چل رہا تھا جیسے کوئی شخص اپنی کل کائنات لٹا کر جا رہا ہو۔

ایک لمحے کو عدینہ کا دل چاہا کہ وہ اسے آواز دے دے' لیکن جلد ہی' اس نے خود کو سنبھال لیا۔ اپنی عزت اور اپنا وقار اسے ہر چیز سے زیادہ عزیز تھا' اس لیے وہ خود پر جبر کرتی ہوئی بمشکل اپنی کلاس کی طرف چل پڑی' لیکن اب تھکن اور اداسی اس کے سارے وجود کا احاطہ کر چکی تھی۔

"تمہیں اس سے بات کر لینی چاہیے تھی..." شام کو اورِیدا نے سارا قصہ سن کر سادگی سے کہا۔

"پتا نہیں کیوں' اس کی طرف دیکھتے ہی میرے سارے زخموں کے ٹانکے ادھڑنے لگتے ہیں۔" وہ بے چارگی سے گویا ہوئی۔

"ایسا ہی ہوتا ہے' جس شخص کو ہم نے زمانے میں سب سے زیادہ چاہا ہو' اس کی ایک سرد نگاہ بھی دل میں قیامت برپا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور اس نے تو تمہیں اتنا عرصہ رلایا ہے۔" اورِیدا اس کا دکھ سمجھ سکتی تھی۔

"وہ سامنے آتا ہے تو یقین مانو' اپنی بے قدری کا دکھ مجھے نشتر کی طرح کاٹنے لگتا ہے۔" عدینہ نے اپنی مشکل بیان کی۔

"اسے اور خود کو ٹائم دو' وقت بہت سے زخموں پر مرہم رکھ دیتا ہے..." اورِیدا نے اسے خلوص دل سے مشورہ دیا' جو اس کی سمجھ میں آ بھی گیا تھا' اس لیے اس دفعہ وہ سر ہلا کر خاموش ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

آپا صالحہ کو اب اکثر ہی بخار رہنے لگا تھا۔ اس دن وہ بے جی کے بار بار کہنے پر اپنے کچھ ٹیسٹ کروانے کے لیے "نوری اسپتال" آئی تھیں۔ حسب معمول مونا ان کے ساتھ تھی۔ انہوں نے ٹیسٹ کے نمونے دیے اور اب آپا صالحہ ڈاکٹر کے پاس گئی ہوئی تھیں اور مونا باہر... اردگرد بیٹھے لوگوں کے چہرے پڑھنے میں مصروف ہو گئی۔ ہر چہرے پر دکھ اور غم کی ایک علیحدہ تحریر تھی۔ مونا کا دل ہمدردی کے جذبات سے بھر گیا۔ آپا صالحہ کو ڈاکٹر کے کمرے میں گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی۔ ان کا سیل فون بھی مونا کے پاس تھا۔ اچانک اس کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف عدینہ تھی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"السلام علیکم عدینہ باجی ...." مونا فون لے کر کوریڈور سے باہر لان کی طرف آگئی۔
"کیسی ہو مونا؟" عدینہ کا انداز اسے کچھ بجھا بجھا سا لگا۔
"میں ٹھیک ہوں' آپ کیسی ہیں ....؟" اس نے جوابا" پوچھا۔
"فائن ....! آپا کہاں ہیں؟ ان کا سیل فون تمہارے پاس کیسے آگیا؟"
"آپا ٹھیک نہیں ہیں عدینہ باجی ...." مونا نے دائیں بائیں دیکھ کر قدرے آہستگی سے سرگوشی کی' دوسری طرف عدینہ کا دل اندیشوں سے بھر گیا۔
"کیوں کیا ہوا مونا؟ میری بات کرواؤ آپا سے ...." وہ بے تاب ہوئی۔
"وہ سو رہی ہیں' اس لیے بات نہیں کرواسکتی۔" مونا نے جھوٹ بولا وہ اسے بتانا نہیں چاہتی تھی کہ وہ آپا کے ساتھ اسلام آباد میں ہے۔
"لیکن ہوا کیا ہے انہیں ....؟" وہ پریشان ہوئی۔
"ہر دوسرے دن بخار ہو جاتا ہے اور پیٹ بھی اکثر خراب رہنے لگا ہے۔" مونا نے محتاط انداز میں بتایا۔
"میں اس ویک اینڈ پر گھر آتی ہوں' اور پھر لاہور لے کر جاؤں گی انہیں۔" عدینہ نے اپنے ارادوں سے اسے آگاہ کیا۔
"ہاں ضرور' لیکن پلیز انہیں مت بتایئے گا کہ یہ بات میں نے آپ کو بتائی ہے ...." اس نے گھبرا کر یاد دہانی کروائی۔
"نہیں بتاؤں گی' لیکن آپا جیسے ہی اٹھیں' میری بات کروانا اور ہاں ان کا بہت زیادہ خیال رکھنا اور میڈیسن ریگولر دیتی رہنا ...." عدینہ نے اسے نصیحت کر کے فورا" فون بند کیا تو مونا نے اطمینان بھرا سانس لیا' اسے یقین تھا کہ عدینہ اس ویک اینڈ پر ضرور گھر آجائے گی' وہ خود بھی اس کے لیے اداس ہو رہی تھی اور کچھ آپا کی گرتی ہوئی صحت نے اسے اور بے جی دونوں کو فکر مند کر دیا تھا۔

آپا صالحہ ڈاکٹر سے ملاقات کے بعد تھکے تھکے انداز میں باہر نکلیں۔ ان کے ہاتھ میں اپنی فائل تھی' انہوں نے اپنا آدھا چہرہ چادر سے چھپا رکھا تھا۔ مونا لپک کر ان کے پاس آئی۔ جب کہ آپا کھوجتی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگیں۔
"کس سے بات کر رہی تھیں تم ....؟" وہ شاید نہیں یقینا" اسے فون کان سے لگائے دیکھ چکی تھیں۔
"عدینہ باجی کی کال تھی ...." اس نے ہلکا سا جھجک کر بتایا۔
"تم نے اسے بتایا تو نہیں' ہم لوگ اسپتال آئے ہوئے ہیں۔" انہوں نے بے چینی سے پوچھا۔
"آپ کی اجازت کے بغیر میں کیسے بتا سکتی تھی۔" مونا کی بات نے انہیں مطمئن کیا۔
"چلو اب نکلتے ہیں۔" انہوں نے اس کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔
"عدینہ باجی' ویک اینڈ پر گھر آ رہی ہیں۔" اس نے آپا کو بے سکون کیا۔
"اچھا میں گھر جا کر بات کرتی ہوں اس سے ...." ان کے اعصاب ہلکے سے تن گئے۔
"آپ ان کو پلیز منع مت کیجئے گا ...." مونا نے نوری اسپتال کے گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے ان سے درخواست کی۔
"میں ابھی اس سے ملنا نہیں چاہتی' وہ میری صحت دیکھ کر پریشان ہو جائے گی۔" آپا صالحہ نے اپنی مجبوری بتائی۔
"لیکن کبھی نہ کبھی تو انہیں بتانا ہی پڑے گا۔" مونا نے محتاط انداز میں کہا۔
"لیکن جب تک اسے علم نہ ہو' یہ اچھا ہی ہے' وہ پرسکون ہو کر اپنی پڑھائی تو کر سکے گی۔" وہ ایک ٹیکسی کی طرف بڑھتے ہوئے بولیں۔ انہیں فیض آباد اڈے پر جانا تھا۔ ٹیکسی والے سے معاملات طے کر کے وہ دونوں بیٹھ گئیں۔
"عدینہ باجی کو جب بھی پتا چلے گا تو وہ بہت خفا ہوں

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

گی آپ سے۔۔۔" مونا نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔
"میں دیکھ لوں گی اسے۔۔۔" وہ لاپروائی سے بولیں۔
"ڈاکٹر نے کیا کہا آپ سے۔۔۔؟" مونا نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔
"وہی ایک بات کہ فوراً" سرجری کروالیں۔" وہ پھیکے سے انداز میں مسکرادیں۔
"تو پھر آپ دیر کیوں کر رہی ہیں آخر۔۔۔؟" وہ خفا ہوئی۔
"عدینہ کے ایگزام ہو جائیں، پھر دیکھتی ہوں۔" وہ ابھی تک اپنی بات پر ڈٹی ہوئی تھیں۔
"آپا اس طرح تو بہت دیر ہو جائے گی۔۔۔" مونا کے لہجے میں احتجاج کا رنگ نمایاں ہوا۔
"کچھ نہیں ہوتا۔۔۔" وہ لاپروائی سے بولتے ہوئے ٹیکسی کی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگیں۔
ان کی ٹیکسی اسلام آباد ایکسپریس وے کے ایک سگنل پر کھڑی تھی، اچانک آپا صالحہ کی نظر ایک بڑے بل بورڈ پر پڑی "انہیں جھٹکا لگا" وہ کسی نئے سیریل کا اشتہار تھا جس کی ہیروئن ایک نئی لڑکی تھی، لیکن اس کے چہرے پر نظر ڈالتے ہی آپا صالحہ کے دل کی دنیا میں ایک تلاطم برپا ہو گیا۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس لڑکی کے جانے پہچانے نقوش دیکھنے لگیں۔ مونا نے بھی ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔
"آپا! اس لڑکی کی شکل آپ سے کتنی ملتی ہے۔" اس کے منہ سے پھسلا۔
"خواہ مخواہ ہی۔۔۔" انہیں کرنٹ لگا۔ "تم ہر لڑکی کو مجھ سے مت ملایا کرو۔۔۔" وہ برا مان گئیں۔
"میں نے تو ایسے ہی کہا تھا۔۔۔" مونا نے خفت بھرے انداز میں سر جھکا لیا۔
سگنل کھل چکا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی آپا صالحہ کے دل و دماغ میں بھی ایک فلم چل پڑی تھی۔ ان کا سارا وجود گویا زلزلوں کی زد میں تھا۔ دائیں بائیں بھاگتی دوڑتی گاڑیوں اور مناظر سے ان کی دلچسپی یک دم ہی ختم ہو گئی اور ذہن میں ایک ہی چہرہ نقش ہو گیا تھا، وہ چہرہ جو اس بڑے بل بورڈ پر ان کی طرف استہزائیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ جس نے ان کا سارا سکون غارت کر دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

اس واقعے کے بعد بختاور کا رو رو کر برا حال تھا، اس نے اپنے بیڈ روم کا دروازہ کل سے لاک کر رکھا تھا اور ہاشم کو رات۔۔۔ ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر سونا پڑا۔ اس وقت بھی وہ وہیں بیٹھا دل ہی دل میں خود کو کوس رہا تھا۔
"مجھے بختاور پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔۔۔" اس کے دماغ میں مسلسل ایک ہی فقرے کی تکرار ہو رہی تھی۔
"لیکن اس نے بھی تو بدتمیزی کی تھی۔۔۔" وہ خود کو مطمئن کرنے کے لیے ایک جواز ڈھونڈ ہی لایا۔
"جو بھی ہو اس طرح کسی عورت پر ہاتھ اٹھانا کہاں کی مردانگی ہے۔"
وہ اٹھ کر بختاور کے کمرے کے باہر آن کھڑا ہوا اس نے ہلکا سا جھجک کر دروازے پر دستک دی۔ اندر بالکل خاموشی تھی۔
"بختاور، آئی ایم سوری یار، دروازہ تو کھولو۔۔۔" وہ ہلکا سا جھجک کر گویا ہوا۔
"دیکھو میں مانتا ہوں، ساری غلطی میری ہے لیکن ہم بیٹھ کر بھی تو اس موضوع پر بات کر سکتے ہیں۔" وہ اس دفعہ دروازہ زور سے بجاتے ہوئے اونچی آواز میں بولا لیکن دوسری طرف بختاور نے بھی شاید آج اس کی کوئی بھی بات نہ سننے کی قسم کھا رکھی تھی۔
"دیکھو تم جو کہو گی میں مان جاؤں گا، لیکن تم دروازہ تو کھولو۔۔۔" وہ نرمی سے اسے لالچ دیتے ہوئے بولا۔
"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔۔۔" اس نے غصے سے کہا۔
"میری جان! ایسے مسئلہ کیسے حل ہو گا۔۔۔؟" وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

پریشان ہوا۔

"مجھے آپ کے خود ساختہ مسائل کو حل کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں۔۔۔" اس نے بھی بے رخی کے ریکارڈ توڑے۔

"اچھا دروازہ تو کھولو۔۔۔" دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔

"پلیز بختاور! دروازہ کھولو' میری ساری میڈیسن کمرے میں ہیں' میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔"

اس دفعہ بختاور نے دروازہ کھول دیا۔ ہاشم کی جیسے ہی اس پر نظر پڑی' اس کا دل شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گرا۔ الجھے بال' متورم آنکھیں اس کے رخسار پر ابھی بھی سرخی نمایاں تھی۔

"آئی ایم سو سوری یار۔۔۔" وہ اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ بختاور کی آنکھوں سے ایک دفعہ پھر آنسو پھسلنے لگے۔

"پلیز بختاور! رونامت' میں بہت شرمندہ ہوں۔۔۔" اس نے محبت سے بختاور کے بازو پر ہاتھ رکھنے کی کوشش کی' اس نے ناراضی سے اپنے بازو کو پرے کیا اور بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔ وہ خفت کا شکار ہوا۔

"پتا نہیں' مجھے کیا ہو گیا تھا۔۔۔؟" وہ اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"شیطان غالب آگیا تھا اور کیا ہونا تھا۔۔۔" بختاور نے دل ہی دل میں تلخی سے سوچا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں' دوبارہ ایسا نہیں کروں گا۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔" اس نے دوبارہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"اپنا ہاتھ ہٹائیں' مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔" وہ بولی نہیں پھنکاری تھی۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں بختاور! تم ایسی تو نہیں تھیں۔" وہ حیرانی سے گویا ہوا۔

"آپ بھی تو "ایسے" نہیں تھے' جو شخص جانوروں کا اتنا خیال رکھتا ہو' وہ کسی انسان کے ساتھ ایسا سلوک کیسے کر سکتا ہے۔" اس نے اسے مزید شرمندہ کیا۔

"یہی بات تو میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔۔۔" وہ الجھن آمیز انداز میں بولتا ہوا' اس کے قریب آکر بیٹھ گیا۔

"لیکن میری سمجھ میں آ گئی ہے۔۔۔" اس نے ناراضی سے سر جھٹکا۔

"کیا۔۔۔؟"

"جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لکھی جانے والی کتابیں پڑھتا ہو' وہ کسی کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہے۔" وہ اس سے ٹھیک ٹھاک خفا تھی۔

"تم بات کو غلط سائیڈ پر لے جا رہی ہو بختاور۔۔۔" وہ جھنجلایا۔

"اور آپ پورے کے پورے غلط سائیڈ پر جا چکے ہیں یہ بات آپ کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی۔" اس نے بھی تلخ لہجے میں دوبدو جواب دیا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے بختاور! میں کسی سے جھوٹ نہیں بولتا' کسی کو دھوکا نہیں دیتا' میرے زندگی گزارنے کے اپنے اصول ہیں۔" وہ خفت زدہ انداز میں اسے صفائی دے رہا تھا۔

"آپ کو اپنے سارے اصول و ضوابط مجھے شادی سے پہلے بتانے چاہیے تھے۔۔۔"

"تو کیا کرتیں تم۔۔۔؟" اس نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"اس کے بعد ہی میں سوچ سمجھ کر شادی کا فیصلہ کرتی۔۔۔" وہ سپاٹ انداز میں کہہ کر کمرے سے نکل گئی' کچھ لمحے تو ہاشم کو یقین ہی نہیں آیا کہ یہ جملہ اس لڑکی نے کہا ہے جو اس کی محبت میں اپنے کروڑپتی باپ کی عیش و عشرت کی زندگی کو ٹھوکر مار آئی تھی۔ جس نے اس کی محبت میں ایک آگ کا دریا پار کیا تھا۔

"میں نے کہا ناں' مجھ سے غلطی ہو گئی۔" وہ کچن میں اس کے پیچھے چلا آیا۔

"تو اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔۔۔؟" وہ نل کھول کر برتن دھونے لگی۔ پورا کچن کل سے بکھرا پڑا تھا۔ اس نے جھانک کر بھی نہیں وہاں دیکھا تھا۔

"تم مجھے معاف کر کے پہلے کی طرح ہو جاؤ۔۔۔"

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس کی فرمائش پر وہ طنزیہ انداز میں مسکرائی۔

"عورت کوئی موم کی گڑیا نہیں ہوتی کہ اسے مرد جب چاہے اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لے۔ اپنی آنکھ کے اشاروں پر چلائے اور اپنے اختیار کے موسم اس پر مسلط کر کے' اس کی سانسوں پر بھی پابندی لگا دے۔" وہ آج ایک نئے ہی رنگ ڈھنگ میں تھی۔

"بختاور پلیز بس کرو اب۔۔۔" اس کے ضبط کا پیمانہ بھی چھلکا۔

"آپ پلیز جائیں یہاں سے اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔" وہ برتن دھوتے ہوئے اجنبیت سے گویا ہوئی تو ہاشم کچھ لمحے تو اسے دیکھتا رہا اور پھر کچھ سوچ کر کچن سے نکل گیا۔ بختاور نے اس کے نکلتے ہی ایک لمبی سانس لی' اسے پہلی دفعہ ہاشم کی موجودگی میں گھٹن کا احساس ہوا تھا اور یہ احساس اسے خوفزدہ کرنے کے لیے کافی تھا۔

آنے والے دنوں میں ان دونوں کے درمیان ایک محسوس کی جانے والی اجنبیت کی دیوار کھڑی ہو گئی تھی' ہاشم نے ان فاصلوں کو ختم کرنے کی پوری کوشش کی لیکن بیٹیوں کی وفات کے بعد بختاور نے بے حسی کی چادر تان لی تھی' وہ گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر گھنٹوں قرآن پاک کھول کر تلاوت کرتی رہتی اور ہاشم ناگواری سے اسے دیکھتا رہتا' لیکن خیریت اس لیے تھی کہ اب ہاشم نے اسے ٹوکنا چھوڑ دیا تھا۔

☆ ☆ ☆

بینش کے گھر سے آنے والی ڈھولک کی آواز اوریدا کے اعصاب کو بری طرح چٹخا رہی تھی۔ اس نے ساری کھڑکیاں' دروازے بند کر رکھے تھے لیکن بینش نے اپنے لان میں فنکشن کا اہتمام کر رکھا تھا' وہ بہانے بہانے سے کئی چکر بڑے ابا کے گھر کے لگا چکی تھیں۔ ان کے انگ انگ سے سرشاری ٹپک رہی تھیں اور بات بات پر لبوں سے ہنسی کے فوارے پھوٹ رہے تھے۔

"بوا آپ نے شام میں ارصم کی منگنی پر ضرور آنا ہے۔۔۔" انہوں نے کن انکھیوں سے اوریدا اور عدینہ کو دیکھتے ہوئے بوا رحمت کو مخاطب کیا۔ اوریدا کا چہرہ ایک لمحے کو تاریک ہوا اور عدینہ نے ناپسندیدہ نظروں سے اپنے سے کچھ فاصلے پر کھڑی اس مغرور عورت کو دیکھا' جس کی گردن آج فخر سے تنی ہوئی اور لہجے میں محسوس کیا جانے والا زعم جھلک رہا تھا۔

"بٹیا! میری طرف سے تو معذرت' آج تو گھٹنوں کے درد نے بے حال کر رکھا ہے۔" بوا رحمت نے انہیں صاف ٹالا۔

"بھئی اوریدا اور عدینہ! تم لوگ تو آؤ گے ناں۔۔۔" انہوں نے جتاتے ہوئے انداز میں دونوں کو دیکھا۔

"نہیں بھئی' آج ان میں سے کوئی بھی نہیں آئے گا' ہم لوگ ایک ڈنر پر انوائیٹڈ ہیں۔۔۔" بڑے ابا نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے اپنی بات سے ان دونوں کو حیران اور بینش کو پریشان کیا۔ وہ ہکا بکا انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگیں۔

"بڑے ابا! آپ ارصم کی انگیجمنٹ میں نہیں آئیں گے کیا۔۔۔؟" بے یقینی ان کے ہر انداز میں نمایاں تھی۔ وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ ڈاکٹر جلال کی طرف سے ایسا فقرہ بھی انہیں سننے کو مل سکتا ہے۔

"نہیں بیٹا! آج ڈاکٹر منصور کے پوتے کا ولیمہ ہے اور اس نے اسپیشلی اوریدا کو لانے کو کہا ہے۔" وہ اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے بینش کا سارا سکون غارت کر گئے۔ اوریدا نے بھی حیرانی سے بڑے ابا کا سنجیدہ چہرہ دیکھا۔

"لیکن وہ اوریدا کو کیسے جانتے ہیں۔۔۔؟" بینش کو یقین نہیں آیا۔

"اوریدا تیمور کی بیٹی ہے اور تیمور' ڈاکٹر منصور کے بیٹے کا بہترین دوست ہے' وہ جب بھی انگلینڈ جائے تو اس کے پاس ہی قیام کرتا ہے۔" بڑے ابا نے خلاف عادت تفصیل سے جواب دیا۔

"لیکن آپ مجھے پہلے بتاتے ناں' میں ارصم کا فنکشن دوپہر میں ارینج کروا لیتی۔۔۔" وہ ٹھیک ٹھاک

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بدمزا ہوئیں۔

"اٹس او کے' آپ لوگ اپنا پروگرام جاری رکھیں' انشاء اللہ ارصم کی شادی پر سارے ارمان پورے کر لیں گے۔" انہوں نے لاپروائی سے کہہ کر ٹی وی کا ریموٹ کنٹرول اٹھایا اور چینل سرچ کرنے لگے۔

"لیکن بڑے ابا! آپ کے بغیر کیا خاک مزا آئے گا۔" بینش پریشانی سے ان کے صوفے پر آن بیٹھیں۔ انہیں اب بڑے ابا کو جذباتی طور پر بلیک میل کرنا تھا جس میں وہ اکثر ہی کامیاب رہتی تھیں۔

"وہ تو ٹھیک ہے بیٹا! لیکن میں ڈاکٹر منصور کو بھی منع نہیں کر سکتا' آپ اچھی طرح جانتی ہیں' میرے ان سے کتنے اچھے تعلقات ہیں۔" انہوں نے بھی نرمی سے اپنی مجبوری بتائی۔

"وہ تو ٹھیک ہے تایا ابا! لیکن آپ بچیوں کو تو مت لے کر جائیں۔ اوریدا کو تو آنا چاہیے ارصم کی منگنی میں' دونوں کی اتنی تو دوستی ہے۔" بینش نے بھی آج اوریدا کے زخموں پر نمک چھڑکنے کا پورا بندوبست کر رکھا تھا۔

"آپ چلے جائیں ناں بچیاں فنکشن اٹینڈ کر لیں گی۔۔۔" انہوں نے مزا لیتے ہوئے مشورہ دیا۔ بڑے ابا نے چونک کر اوریدا کا ہراساں چہرہ دیکھا' وہ شدید اضطراب کا شکار لگ رہی تھی۔ انہیں پہلی دفعہ بینش کی سنگ دلی پر افسوس ہوا۔

"نہیں' اوریدا کو تو میں کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑ سکتا' اس کی بڑی اماں نے اسپیشلی فون کر کے کہا ہے کہ وہ ولیمہ پر ضرور جائے کیونکہ اس کے باپ کی فرمائش ہے یہ۔" بڑے ابا کی بات پر اوریدا نے سکون کا سانس لیا۔

"چلیں مرضی ہے آپ کی۔۔۔" وہ ناراض انداز میں اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"بڑے ابا! گرین ٹی بناؤں آپ کے لیے؟ پھر ایک ٹاپک سمجھنا ہے آپ سے۔" عدینہ نے بے تکلفی سے موضوع تبدیل کرنے کی کوشش کی' اور اس میں کامیاب بھی ہو گئی۔

"ہاں ہاں بیٹا! کیوں نہیں' آج ایک اسپیشل آرٹیکل بھی ڈسکس کرنا تھا آپ سے۔" بڑے ابا کا محبت بھرا انداز بینش کو سلگا کر رکھ گیا۔

"ٹھیک ہے تایا ابا! میں اب چلتی ہوں۔۔۔" وہ روٹھے انداز میں گویا ہوئیں۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں' جا کر انتظامات دیکھو' اور ہاں ارصم کو مبارک باد دینا میری طرف سے۔" بڑے ابا کا لاپروا انداز ان کا دل جلا کر رکھ گیا' انہوں نے بیزاری سے سر ہلایا اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی لاؤنج سے نکل گئیں۔ عدینہ' بڑے ابا کو گرین ٹی دے کر اس کے ساتھ بیڈ روم میں آ گئی تھی۔

"یہ خاتون پاگل تو نہیں ہیں۔۔۔؟" عدینہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ناگواری سے کہا۔

"کون۔۔۔؟" ایک لمحے کو تو اوریدا بالکل نہیں سمجھی۔

"ارصم کی اماں حضور۔۔۔" سخت ٹینشن میں بھی عدینہ کا دل جلا انداز اوریدا کے لبوں پر مسکراہٹ لے آیا۔

"یہ شروع سے ایسی ہی ہیں۔۔۔" اس نے کمرے کے پردے ہٹاتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔

"اگر شروع میں ہی انہیں کسی اچھے سائیکاٹرسٹ کو دکھا دیا جاتا تو کم سے کم بہت سے لوگوں کے مسئلے حل ہو سکتے تھے۔" وہ اس کے پیچھے آن کھڑی ہوئی' جبکہ اوریدا کی نگاہیں لان میں سجائے گئے پنڈال پر جمی ہوئی تھیں۔ اسے ایسا لگتا تھا جیسے سامنے اس کی مقتل گاہ سجی ہو' جہاں آج اس کی چاہت اور محبت کو تختہ دار پر لٹکایا جانا ہو۔

"کیوں' خود کو اذیت دے رہی ہو۔۔۔" عدینہ نے بازو پکڑ کر اسے بیڈ پر بٹھایا اور کھڑکی کے پردے برابر کر دیے۔

"مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا' ارصم میرے ساتھ ایسا بھی کر سکتا ہے۔" اس کی آواز عدینہ کو کسی گہرے کنویں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"محبت کے معاملے میں دنیا کے سارے مرد ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

جیسے ہوتے ہیں اور جب انہیں اس چیز کا ادراک ہو جائے کہ کوئی لڑکی ان کے عشق میں گرفتار ہے تو وہ اس لڑکی کو اپنی آنکھ کے اشاروں پر چلا کر اپنی مردانگی کی تسکین کرتے ہیں۔ مرد ہر معاملے میں صرف حکمرانی چاہتا ہے' جہاں کوئی عورت اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیتی ہے' وہیں اس کا جنون بھی کم ہو جاتا ہے۔" اس کی صاف گوئی اوریدا کا دل دکھا رہی تھی۔

"ارصم ایسا نہیں تھا...." اس نے جھجک کر صفائی دینے کی کوشش کی۔

"رہنے دو تم' اچھی طرح پتا چل گیا ہے مجھے' سخت زہر لگتے ہیں ایسے مرد' جو عورت کے کندھوں پر رکھ کر بندوق چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔" عدینہ نے ناک چڑھا کر اپنی ناپسندیدگی کا برملا اظہار کیا۔

"وہ تو میرے ساتھ آخری حد تک جانے کے لیے تیار تھا۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"کون سی آخری حد؟ کسی لڑکی کو اپنی بزدلی کی سزا دینا کہاں کا انصاف ہے؟" وہ ناراضی سے گویا ہوئی۔

"بزدلی کی....؟" اوریدا نے الجھ کر اس کا بیزار چہرہ دیکھا۔

"جب کوئی مرد' اپنی محبت کے لیے اسٹینڈ نہ لے سکے' اسے اپنے ہی گھر میں وہ مقام نہ دلا سکے' جس کی وہ حق دار ہو' یہ اس کی بزدلی اور ناکامی ہی ہوتی ہے۔" وہ سر جھٹک کر بیزاری سے بولی۔

"لیکن اگر کوئی مرد اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر اسے اپناتا ہے تو یہ اس کی محبت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔" اوریدا نے فوراً اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"یہ میرے نزدیک محبت کا ثبوت نہیں' بزدلی کی دلیل ہے۔" وہ کسی صورت ماننے کو تیار نہیں تھی۔

"وہ کیسے....؟" اوریدا نے بحث کی۔

"کسی لڑکی کو چھپ کر نکاح کی ترغیب دلانا اور پھر اس پر عمل درآمد کروانے کا کام وہی مرد کر سکتا ہے جو اس کی خاطر زمانے والوں سے نہیں لڑ سکتا اور دنیا کی احمق ترین لڑکی وہی ہوتی ہے' جو ایسے شخص کی محبت میں اندھی ہو کر اس کی پیروی کرتی جائے۔ جو اسے اس کا جائز حق ناجائز طریقے سے دلا کر لوگوں کی انگلیوں کا رخ اس کی جانب کروا دیتا ہے۔" اس کی باتیں اوریدا کے دل میں کھب کر رہ گئیں۔

"تمہیں پتا ہے گھر والوں کی مرضی کے خلاف بھاگ کر شادیاں کرنے والوں کا انجام کیا ہوتا ہے' ساری زندگی وہ اس لیبل کو نہیں اتار سکتے' کل کو ان کی اولاد کو بھی اسی پیمانے میں پرکھا جاتا ہے۔" عدینہ کی باتوں نے اس کے لبوں پر خاموشی کی مہر لگا دی۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور بوا رحمت ہانپتی کانپتی داخل ہوئیں۔

"بڑے صاحب کہہ رہے ہیں تیار ہو جائیں' آٹھ بجے نکلنا ہے۔" انہوں نے پیغام پہنچایا۔

"میرا دل نہیں کر رہا بوا۔" اوریدا نے افسردگی سے جواب دیا۔

"یہاں بیٹھ کر دو سروں کے ڈھول ڈھمکے سن کر کون سا دل خوش ہو گا۔" بوا رحمت کے انداز میں کچھ تھا' اوریدا نے چونک کر ان کا بے غرض چہرہ دیکھا' وہ اس کے لیے خاصی فکرمند تھیں۔

"اچھا آپ چلیں' ہم لوگ تیار ہو کر آتے ہیں۔" اس نے بوا کی پریشانی دور کرنے کے لیے کہا۔ اسی وقت اس کے سیل فون پر ماہیر کی کال آ گئی' جو اس نے انتہائی بیزاری سے اٹینڈ کی۔

"تم ٹھیک ہو ناں....؟" ماہیر نے کوئی تیسری دفعہ اس سے پوچھا تو وہ اچھا خاصا چڑ گئی۔

"بھائی کیا پرابلم ہے آپ کے ساتھ؟ آپ کو یقین کیوں نہیں آ رہا کہ میں ٹھیک ہوں۔" وہ برا مان کر بولی تو دوسری جانب ماہیر گڑبڑا گیا۔

"دیکھو اوریدا! ماما کی ڈیتھ کے بعد میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ ہر ممکن تمہارا خیال رکھوں اور مجھے نہیں معلوم' میں اس کوشش میں کتنا کامیاب ہوا ہوں' لیکن بہت سی چیزیں جو مجھے ذاتی طور پر ناپسند بھی تھیں' میں نے صرف اس خیال سے تمہیں نہیں ٹوکا کہ تم ہرٹ ہو گی' اور اب بھی میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
READING Section

تم سے یہی کہوں گا کہ بعض معاملات کو اللہ پر چھوڑ دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔" وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں اسے سمجھانے کی غرض سے بولا۔

"بھائی! میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔۔۔" وہ ایک دم شرمندہ سی ہو گئی۔

"ضروری تھوڑا ہوتا ہے کہ ہر بات لفظوں میں ادا کی جائے۔" وہ لاپروائی سے گویا ہوا۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔۔۔؟" وہ جھنجلا گئی۔

"کسی لڑکی کے لیے اس کی عزت اور وقار سب سے اہم چیز ہونی چاہیے' اور ان دونوں پر سمجھوتا کرنا خود کو دوسروں کی نظروں میں رسوا کرنے کے مترادف ہے۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے بہت کچھ سمجھا گیا۔

"پاپا کی طبیعت کیسی ہے۔۔۔؟" اوریدا نے دانستہ بات کا رخ بدلا۔

"پہلے سے کافی بہتر ہیں اور ہم لوگ بہت جلد واپس آرہے ہیں۔"

"اچھا کب۔۔۔؟" وہ بے تابی سے گویا ہوئی۔

"ابھی کوئی چیز بھی فائنل نہیں ہے' میں بتا دوں گا جیسے ہی کوئی پروگرام کنفرم ہو گا۔" ماہیر نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "یہ لو بڑی اماں سے بات کرو۔" بڑی اماں نے بھی سلام دعا کے بعد چھوٹتے ہی پوچھا۔ "ارصم کی منگنی پر کون کون جا رہا ہے؟"

"کوئی بھی نہیں۔۔۔" اس کی بات نے بڑی اماں کو حیران کیا۔

"خیر تمہارے بڑے ابا تو ضرور ہی جائیں گے' کوئی اور جائے نہ جائے۔۔۔" وہ منہ بنا کر بیزاری سے بولیں۔

"بڑے ابا' میرے اور عدینہ کے ساتھ انکل منصور کے پوتے کے ولیمہ پر جا رہے ہیں۔" اوریدا نے جھٹ سے اطلاع دی۔

"منصور احمد گردیزی کے پوتے کی بات کر رہی ہو ناں۔" انہوں نے تصدیق کے لیے پوچھا۔

"ہاں ایک ہی تو فرینڈ ہیں بڑے ابا کے اس نام کے۔" اس نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"ان کے پوتے کا ولیمہ تو کل رات ہو گیا ہے' میں نے خود مسز منصور کو مبارک باد کا فون کیا تھا۔" بڑی اماں کی بات پر اسے حیرانی کا جھٹکا لگا۔ کئی لمحے تک تو وہ بول ہی نہیں سکی۔

"ہو سکتا ہے' وہ کوئی اور ہوں۔۔۔" اس نے سنبھل کر جواب دیا۔

"لو اب راتوں رات اور کون سا منصور اُگ آیا زمین سے۔۔۔" وہ برا مان گئیں۔

"یہ تو اب بڑے ابا ہی بتا سکتے ہیں۔۔۔" اوریدا نے اپنی جان چھڑانے کی کوشش کی۔

"ہاں ہو سکتا ہے' لیکن یہ بات مجھے ابھی بھی ہضم نہیں ہو رہی' جلال صاحب' ارصم کا فنکشن کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟" بڑی اماں کا لہجہ حیرانی میں ڈوبا ہوا تھا لیکن انہیں یہ بات سمجھ میں آئی ہو یا نہ آئی ہو' اوریدا کو کافی حد تک آگئی تھی۔

وہ رات کو عدینہ اور بڑے ابا کے ساتھ باہر نکلی تو سامنے روشنیوں سے سجے پنڈال کو دیکھ کر اس کے زخم ہرے ہو گئے۔ اس کا خوش فہم دل ابھی بھی کسی انہونی کا منتظر رہا لیکن' وہ انہونی شاید آج کی رات ان کے گھر کا راستہ بھول گئی تھی۔

"ہم نے تو کسی کے ولیمہ پر جانا تھا ناں۔۔۔" عدینہ نے اسلام آباد کلب میں داخل ہوتے ہوئے بڑے تعجب سے ڈاکٹر جلال کا چہرہ دیکھا۔

"میرا موڈ بدل گیا تھا' سوچا آج بیٹھ کر کہیں مزے کا ڈنر کرتے ہیں۔" انہوں نے مینو کارڈ اٹھاتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔ عدینہ کی آنکھوں میں تحیر کے رنگ ابھرے' جبکہ اوریدا تو اپنے ہی غم میں ڈوبی ہوئی تھی۔

کھانے کے دوران بھی عدینہ اور بڑے ابا' میڈیکل سے متعلق چیزوں کو ہی ڈسکس کرتے رہے' دونوں ہی اپنے پروفیشن کے معاملے میں جنونی تھے۔ جب کہ اوریدا کا سارا دھیان اس فنکشن کی طرف تھا۔ جہاں ارصم اپنی زندگی کی نئی شروعات کا پہلا قدم اٹھانے جا رہا تھا۔

"اوریدا! اپنا کھانا ختم کرو۔۔۔" بڑے ابا نے اسے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کسی سوچ میں گم دیکھ کر ٹوکا تو وہ بے دلی سے کھانے لگی۔

"ارے ڈاکٹر جلال آپ۔۔۔؟" بڑے ابا کے ایک کولیگ انہیں اچانک ہی مل گئے تھے' وہ ان کے ہمراہ گفتگو کرتے ہوئے دوسری طرف نکل گئے۔

"اوریدا' کیا ہو گیا ہے یار' بی بریو۔۔۔" عدینہ نے افسردگی سے اس کا سوگوار چہرہ دیکھا۔

"پتا نہیں کیا ہو گیا ہے مجھے۔۔۔" وہ اپنے شدید دکھی ہوئے جذبات پر بمشکل بند باندھ کر کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

"بے وقوف لڑکی! کیوں تماشا بناؤ گی اپنا۔۔۔" اس نے محبت بھرے انداز سے اسے ڈانٹا۔

"مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میرا دماغ پھٹ جائے گا' کیوں کر رہا ہے وہ میرے ساتھ ایسا؟" اس نے ٹشو سے اپنی آنکھوں کو بے دردی سے رگڑا' لیکن آنسو آج بغاوت کے موڈ میں تھے' اس لیے باہر نکل ہی آئے۔

"ٹینشن مت لو' سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔" وہ قدرے نرم لہجے میں اسے تسلی دے رہی تھی۔

"کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو گا' مجھے پتا ہے۔۔۔" بولتے ہوئے ایک دفعہ پھر اس کی آواز بھاری ہوئی۔

"اچھا اب رونا تو بند کرو' بڑے ابا پریشان ہو جائیں گے۔" اس نے فکرمندی سے دوسری طرف دیکھا' ڈاکٹر جلال اپنے دوست کے ساتھ شاید باہر کی طرف نکل گئے تھے۔

"مجھے لگتا ہے' بڑے ابا جان بوجھ کر ہمیں گھر سے نکال کر لائے ہیں' وہ خود بھی اس فنکشن میں نہیں جانا چاہتے تھے۔" عدینہ نے بے تکلفی سے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"ہاں' مجھے اندازہ ہے۔۔۔" اس نے ٹشو سے اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے بوجھل آواز میں کہا۔ "ایک یہی چیز تو میرے دل کو حوصلہ دے رہی ہے۔"

"لیکن' وہ کیوں کر رہے ہیں ایسا۔۔۔" عدینہ اس پہیلی کو بوجھنے سے قاصر تھی۔

"کچھ بھی ہو' خون کے رشتے کہیں نہ کہیں تو اپنا

آپ منوا ہی لیتے ہیں۔" وہ لب کاٹ کر رہ گئی۔

رات ساڑھے گیارہ بجے کے بعد وہ لوگ واپس آئے تو فنکشن اختتام پذیر ہو چکا تھا' اور اب ملازمین ساری چیزیں سمیٹ رہے تھے۔ اوریدا نے دانستہ اس طرف دیکھنے سے پرہیز کیا اور بھرے دل کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف چلی آئی' آج کی رات اس کے لیے بہت بھاری تھی۔

☆ ☆ ☆

"تم نے اچھا نہیں کیا اپنے ساتھ۔۔۔" رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا' جب آغاجی لان کی سیڑھیوں پر اس کے ساتھ آکر بیٹھ گئے۔ رات کے سناٹے میں ان کی آواز ارصم کے اعصاب پر کسی ہتھوڑے کی طرح لگی۔ اس نے زخمی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا اور پھر افسردگی سے سر جھکا لیا۔ چاند کی روشنی میں وہ اس تھکے ہارے مسافر کی طرح لگ رہا تھا جو منزل پر آکر بھٹک گیا ہو۔ اسے پہلی دفعہ احساس ہوا تھا کہ اس نے اپنے پیروں پر خود اپنے ہاتھوں سے کلہاڑی ماری تھی۔ اب دل کو عجیب سی بے چینی لاحق ہو گئی تھی۔ اس لیے وہ کھلی فضا میں آکر بیٹھ گیا۔

"تو کیا کرتا۔۔۔؟" وہ کچھ افسردگی اور بے دلی سے بولا۔

"اگر کسی اور کے لیے اسٹینڈ نہیں لے سکتے تھے تو ارسلہ کے ساتھ انگیجمنٹ پھر بھی نہیں کرنی چاہیے تھی تمہیں۔" وہ ہنوز خشک لہجے میں گویا ہوئے۔

"یہ آپ کہہ رہے ہیں آغاجی۔۔۔" ارصم کو شاک لگا۔

"مجھے تم سے اس قدر کم ہمتی کی توقع نہیں تھی' تمہیں اپنی ماں کو سمجھانا چاہیے تھا۔" آغاجی کی بات پر اس کی پریشانی بڑھ گئی۔

"سب کچھ آپ کے سامنے ہی تو تھا آغاجی' میں نے انکار کیا اور ممی کا بلڈ پریشر شوٹ کر گیا۔" اس نے گھبرا کر وضاحت دی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"تم نے چیک کیا تھا اس کا بی پی۔۔۔؟" انہوں نے خفگی سے اس کی طرف دیکھا۔
"نہیں۔۔۔" وہ بوکھلا گیا۔
"پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو۔۔۔؟" وہ طنزیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔
"وہ ماں ہیں میری' جھوٹ تھوڑا بولیں گی مجھ سے۔" وہ گڑبڑا سا گیا۔
"ٹھیک ہے کل کو وہ کہے گی' ارسلہ کے ساتھ باہر شفٹ ہو جاؤ تو کیا تب بھی چلے جاؤ گے؟" آغاجی نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔
"ہرگز نہیں۔۔۔" اسے کرنٹ لگا۔
"اور تب بھی تمہاری ماں کا بلڈ پریشر شوٹ کر گیا تو؟" وہ آج مکمل طور پر اس کی کلاس لینے کے موڈ میں تھے۔
"آپ نے بھی تو میرا ساتھ نہیں دیا۔" وہ منہ بنا کر بولا۔
"تم نے تو پہلے ہی مرحلے پر ہتھیار ڈال دیے تھے' یہ منگنی اتنی بھی ضروری نہیں تھی' اگر تمہاری پھپھو کو اتنی ہی چاہ تھی تو وہ دوبارہ ابھی پاکستان آسکتی تھیں' لیکن افسوس تم نے سمجھ داری کا مظاہرہ نہیں کیا۔۔۔" انہوں نے صاف گوئی سے کہا۔
"آغاجی! میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا۔۔۔" اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔
"تو ٹھیک ہے اگر یہ فیصلہ کیا ہے تو پھر نبھانا بھی پڑے گا تمہیں۔" وہ سپاٹ لہجے میں کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔
ارصم نے بوکھلا کر ان کی طرف دیکھا' وہ یہ بات ان کو کبھی بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ یہی سوچ تو اس کا سارا سکون غارت کر چکی تھی۔ آغاجی اسے مزید الجھنوں میں مبتلا کر کے اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔ وہ بے چینی سے اٹھ کھڑا ہوا اور ٹہلنے لگا۔ اچانک اس کی نظر بڑے ابا کے پورشن کی طرف گئی' اس نے سر اٹھا کر ان کے فرسٹ فلور کی طرف دیکھا۔ اوریدا کے کمرے کی لائیٹ جل رہی تھی۔ وہ ٹہلتا ہوا ان کی طرف آگیا اور اسی سیڑھی پر آکر بیٹھ گیا' جو اوریدا کی پسندیدہ جگہ تھی۔۔۔ بے شمار سوچوں نے اس کا دامن جکڑ رکھا تھا۔ ابھی تو کسی اور کے ساتھ بندھے تعلق کو چند گھنٹے ہی گزرے تھے' پچھتاوؤں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔
"یہ میں نے کیا کر لیا۔۔۔" وہ بے بسی کے گہرے احساس کے زیر اثر اپنے ہاتھ مسل رہا تھا۔ اسے احساس ہی نہیں ہوا' کب بڑے ابا کے پورشن کا مین دروازہ کھلا اور وہ سگار لیے باہر نکلے۔
"ارصم۔۔۔ تم۔۔۔" انہیں باہر نکلتے ہی جھٹکا لگا۔
"السلام علیکم بڑے ابا۔۔۔" اس نے گھبرا کر خفت زدہ انداز میں انہیں سلام کیا۔
"تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟" ان کا سپاٹ لہجہ ارصم کی روح فنا کر گیا۔
"کچھ نہیں بڑے ابا! نیند نہیں آرہی تھی' اس لیے ٹہلتا ہوا ادھر آگیا۔" اس نے گھبرا کر صفائی دی۔
"نیند نہیں آرہی تو کوئی ٹرینکولائزر لو اور سو جاؤ۔۔۔" ان کا لہجہ بڑا روکھا اور خشک سا تھا' ارصم نے حیرانی سے ان کی طرف دیکھا' جو اپنا سگار لیے لان کی روش پر ٹہل رہے تھے۔ اسے پہلی دفعہ احساس ہوا کہ ان کے انداز میں ایک محسوس کی جانے والی بے رخی ہے۔
"آپ کیوں جاگ رہے ہیں اس وقت۔۔۔؟" وہ کچھ سوچ کر ان کے پاس آکر فکر مندی سے بولا۔
"جن گھروں میں جوان بیٹیاں ہوں' وہاں بوڑھے والدین کی نیندیں ایسے ہی اڑ جاتی ہیں۔ کوئی پتا تھوڑی چلتا ہے' کون کس وقت چور دروازے سے اندر داخل ہو کر آپ کی عزت سے کھیل جائے۔" بڑے ابا کا لہجہ جتاتا ہوا اور آنکھوں میں اس قدر سرد مہری تھی کہ ارصم کے لیے ایک قدم بھی اٹھانا مشکل ہو گیا۔
اس نے بوکھلا کر بڑے ابا کا چہرہ غور سے دیکھا' جہاں آج اس کے لیے اجنبیت بے گانگی اور خفگی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔
"بڑے ابا! آپ مجھ سے خفا ہیں کیا۔۔۔؟" اس کے منہ سے بے اختیار پھسلا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"میں تم سے کیوں خفا ہوں گا.....؟" انہوں نے جواباً" طنزیہ نگاہوں سے اس کی طرف ایسے دیکھا کہ ارصم کو ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اپنے پورشن کی طرف بڑھ گیا۔

"بڑے ابا بھی اس منگنی کی وجہ سے ناراض ہو گئے ہیں مجھ سے....." وہ اپنے پورشن کی طرف بڑھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

"ہائے ارصم....." اس نے جیسے ہی ٹی وی لاؤنج میں قدم رکھا' صوفے کے اندر دھنسی ہوئی ارسلہ اسے دیکھ کر پُرجوش ہوئی۔ اس نے تنگ جینز کے اوپر چھوٹا سا ٹاپ پہن رکھا تھا۔ ارصم نے بے ساختہ اپنی نظریں ٹی وی کی طرح مبذول کیں وہاں انگلش فلم کا ایک بے ہودہ سا منظر چل رہا تھا۔

"استغفراللہ....." اس نے جلدی سے ریموٹ اٹھا کر چینل تبدیل کیا۔ "تم کیا فضولیات دیکھتی رہتی ہو؟" اس نے منہ بنا کر ناگواری کا اظہار کیا۔

"ان تھرڈ کلاس پاکستانی پولیٹیکل شوز سے تو اچھی ہی ہوتی ہیں یہ موویز....." ارسلہ کو بھی غصہ آگیا۔

"مجھے سخت ناپسند ہیں ایسی چیزیں....." اس نے ریموٹ کنٹرول صوفے پر اچھالا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

"جسٹ آ منٹ ارصم....." وہ بھاگ کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"فرمائیے....." اس نے اپنے اندر بے ساختہ اٹھتی ہوئی ناگواری کی لہر کو بمشکل دبایا۔

"میں آج کے فنکشن میں کیسی لگ رہی تھی؟..." وہ اپنی ناراضی بھلائے بڑی دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"اچھی....." اس نے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑانا چاہی۔

"سب کہہ رہے تھے' پرپل کلر مجھ پر بہت سوٹ کر رہا ہے۔" اس نے فخریہ لہجے میں گردن اٹھا کر کہا۔

"تم نے آج پرپل کلر پہنا تھا کیا....." ارصم کے منہ سے بے ساختگی میں نکلنے والا یہ جملہ ارسلہ کا چہرہ تاریک کر گیا۔

"کیا تمہیں یہ بھی نہیں پتا' میں نے آج پرپل کلر کی میکسی پہنی تھی؟؟" وہ جھنجلا گئی۔

"نن..... نہیں تو....." خطرے کی گھنٹی ارصم کے ذہن میں بجی۔

"جھوٹ مت بولو' ممی ٹھیک کہہ رہی تھیں..... تمہارا ذہن کہیں اور تھا پورے فنکشن میں۔" وہ خفا ہوئی۔

"ناٹ ایٹ آل یار' ایسا کچھ نہیں ہے' بس کلرز کے معاملے میں مجھے کچھ پتا نہیں چلتا' سارے ایک جیسے ہی لگتے ہیں۔" اس نے گھبرا کر صفائی دی' دوسری صورت میں اسے پتا تھا کہ ارسلہ اتنی آسانی سے یہ بات ہضم نہیں کرے گی۔

"تم سچ کہہ رہے ہو ناں....." اس نے بے یقین نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"آف کورس یار' بے شک ممی سے پوچھ لینا....." اس نے دانستہ لاپروا انداز اپنایا۔

"اچھا' پھر ٹھیک ہے....." وہ کچھ مطمئن ہوئی تو ارصم نے سکون کا سانس لیا۔

"بات سنو' وہ تمہاری کزن اور اس کے گرینڈ فادر کیوں نہیں آئے تھے فنکشن میں؟" اس کی اگلی بات نے پھر ارصم کا سارا سکون درہم برہم کر دیا۔

"وہ لوگ کہیں اور انوائیٹڈ تھے....." اس نے نظریں چُرا کر وہی بات دہرائی' جو بینش بیگم پورے فنکشن میں سب کے سامنے کہہ رہی تھیں' یہ اور بات وہ پوری تقریب میں بڑے ابا کے نہ آنے پر بری طرح تلملاتی رہی تھیں۔

"یہ کیا بات ہوئی' ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے انہیں سب سے پہلے تمہیں امپورٹینس دینی چاہیے تھی۔" ارسلہ نے برملا اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

"بھئی' اس ٹاپک پر صبح بات کریں گے' میں بہت تھک چکا ہوں۔" ارصم نے اس سے جان چھڑانے کے لیے جمائی لی اور فوراً سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

ارسلہ کو شدید کوفت کا احساس ہوا اور وہ پاؤں پٹختی ہوئی دوبارہ ٹی وی لاؤنج کی طرف بڑھ گئی' ارصم اسے بار بار مایوس کر رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

بادلوں نے صبح سے آسمان پر ڈیرے جما رکھے تھے۔ موسم کی خوب صورتی بھی اس گھر کے مکینوں کے دلوں پر کوئی خوشگوار اثر چھوڑنے سے قاصر تھی۔ بندیا ابھی ابھی اپنے لوہے کے ٹرنک کے ساتھ گاؤں سے دوبارہ شہر پہنچی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک محسوس کی جانے والی کوفت نما بےزاری تھی۔

"خیر ہے تمہاری اماں نے کہیں اس دفعہ پٹائی تو نہیں کردی تمہاری؟" بینش نے اپنے مخصوص تیکھے انداز میں اسے چھیڑا۔

"نہیں...." اس نے اپنے لوہے کے صندوق سے کپڑے نکالتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"منشی چچا بتا رہے تھے' تمہاری منگنی ہوگئی ہے۔" بینش نے وہ خبر بریک کر ہی دی تھی' جو وہ اس سے چھپانا چاہ رہی تھی۔

"ہاں...." اس نے مختصراً" جواب دیا۔

"تمہاری انگیج منٹ رنگ کہاں ہے....؟" بینش تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کے پاس چلی آئی۔

"وہ تو آتے ہوئے اماں نے لے لی تھی...." اس نے بےخیالی میں بتایا۔

"لو منگنی تمہاری ہوئی ہے یا تمہاری اماں کی...." بینش استہزائیہ انداز میں ہنسی۔ "ہاں انہوں نے سوچا ہوگا' اتنی قیمتی چیز شہر میں کہیں گم ہی نہ ہو جائے' گولڈ کی تھی ناں رنگ۔" وہ مزے سے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"ہاں...." وہ افسردگی سے اپنے کپڑے الماری میں لٹکانے لگی۔

"ارے' یہ تمہارا شگن کا جوڑا ہے کیا....؟" اس نے ایک سرخ رنگ کا ٹشو کا دوپٹا اٹھایا جس پر سنہری رنگ کی کرن لگی ہوئی تھی۔

"اوہ مائی گاڈ! تم نے یہ دوپٹا اوڑھا تھا...." وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر زور زور سے ہنسنے لگی' کمرے میں داخل ہوتے تیمور نے یہ منظر بہت ناگواری سے دیکھا۔

بندیا کی آنکھوں میں ٹھہرے ہوئے آنسو اور بینش کا تضحیک آمیز انداز اسے بہت کچھ سمجھا گیا تھا' اسے اندر آتے دیکھ کر بینش کی ہنسی یکدم رکی' وہ بہت دن بعد ان کے پورشن کی طرف آیا تھا۔ بندیا کے دل کی دھڑکنیں بےربط ہوئیں۔ وہ دانستہ رخ موڑ کر کھڑی ہوگئی۔

"ارے تیمور تم....؟" بینش بےتابی سے کھڑی ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں ایک ساتھ کئی جگنو چمکے۔

"بندیا! تمہیں اماں بلا رہی ہیں...." وہ بینش کو نظر انداز کر کے اس سے مخاطب ہوا تو وہ بوکھلا کر مڑی۔

"تمہیں پتا ہے بندیا کی منگنی ہوگئی ہے اور کچھ عرصے بعد شادی۔" بینش نے تیمور کے اعصاب پر بم گرایا۔

"اچھا' مبارک ہو...." وہ خشک انداز میں گویا ہوا تو بینش پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

"میں جا رہا ہوں' کچھ دیر بعد آجانا...." وہ جلدی سے مڑ گیا۔

"تائی اماں کیوں بلا رہی ہیں اسے...." بینش کے کان کھڑے ہوئے۔

"ان کی طبیعت ٹھیک نہیں' دلیہ بنوانا ہے' جو کم از کم تمہیں تو بنانا نہیں آتا ہوگا۔" وہ اس کی طنزیہ بات پر خفت کا شکار ہوئی۔

"ظاہر ہے ایک میڈیکل کی اسٹوڈنٹ کو کہاں آتے ہوں گے ایسے کام۔" اس نے ہلکا سا سنبھل کر صفائی دی۔

"بندیا! جلدی آجانا تم...." وہ مڑے بغیر دوبارہ بولا اور کمرے سے نکل گیا۔

"تھینکس گاڈ' اس کا موڈ کچھ تو بہتر ہوا۔ پتا ہے آج کتنے دنوں کے بعد اس نے مجھ سے بات کی ہے۔" وہ اپنی ہی دھن میں خوشی سے بولی۔

"ہوں...." اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

"ایک تو تم گاؤں چلی گئیں' اوپر سے تیمور کوئی لفٹ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نہیں کروا رہا تھا مجھے' مت پوچھو' کتنی بور ہوئی ہوں میں پچھلے دنوں۔" وہ منہ بنائے گزشتہ دنوں کا احوال بتانے لگی' بندیا نے جلدی جلدی کپڑے سمیٹنے شروع کیے' اس کا تمام تر دھیان تیمور کی طرف تھا۔

"تائی اماں کی طرف جا رہی ہو کیا ۔۔۔؟" وہ دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی' جب بینش نے اسے پیچھے سے پکارا۔

"ہاں ۔۔۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"جلدی واپس آجانا' پھر اکٹھے مل کر چائے پئیں گے۔" بینش کا موڈ آج کافی خوشگوار تھا۔ وہ سر ہلا کر عجلت بھرے انداز میں گھر سے نکل آئی' جیسے ہی وہ اپنا لان عبور کرکے تیمور کی طرف آئی' وہ لان میں کھڑا پائپ سے پودوں کو پانی دے رہا تھا' اسے دیکھ کر اس نے پائپ زمین پر پھینکا' پانی کا نل بند کیا اور اس کے پاس چلا آیا۔

"اماں نے نہیں بلایا' مجھے تم سے ضروری بات کرنی تھی۔" وہ خاصا سنجیدہ لگ رہا تھا۔

"کیا ہوا ۔۔۔؟" بندیا کا دل بری طرح دھڑکا۔

"ادھر آؤ میرے ساتھ ۔۔۔" وہ اس کا بازو پکڑ کر گھر کے پچھلے حصے کی طرف لے آیا' وہاں ایک چھوٹا سا لان تھا' جہاں قطار میں کئی درخت لگے ہوئے تھے' وہ دونوں شیشم کے ایک گھنے درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے۔

"میرے والدین نے میری منگنی کر دی ہے ۔۔۔" وہ اپنے ہاتھوں کو مسلتی ہوئی تیمور کو خاصی پریشان لگی۔

"کوئی بات نہیں' ادھر بابا بھی میرے نکاح کا پروگرام بنا رہے ہیں۔" تیمور کے انکشاف پر اس نے ہراساں نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"پھر اب کیا ہو گا ۔۔۔؟" وہ خوف زدہ ہو گئی۔

"فکر مت کرو' میں آج بڑی اماں سے بات کروں گا۔" اس نے نرم لفظوں سے اسے دلاسا دیا۔

"لیکن میرے امی' ابا تو کبھی بھی نہیں مانیں گے۔" بندیا نے اسے کسی غلط فہمی میں رکھنا مناسب نہیں سمجھا۔

"مجھے معلوم ہے' کیونکہ منشی چاچا جانتے ہیں' میری اور بینش کی بات چیت طے ہے اور وہ مر کر بھی تمہارا رشتہ نہیں دیں گے ہمیں۔" وہ ضرورت سے زیادہ آگاہ تھا' اس کی بات پر بندیا نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔

"پھر سب کچھ کیسے سیٹ ہو گا؟"

"ہمیں کوئی بولڈ اسٹیپ لینا ہو گا ۔۔۔" وہ پُراعتماد انداز میں بولتا ہوا اس کے چھکے چھڑا گیا۔

"میں ڈیزی باجی کی طرح بہادر نہیں ہوں ۔۔۔" وہ گھبرا سی گئی۔

"میں اماں کو اعتماد میں لوں گا ۔۔۔" اس کی بات نے بندیا کو بوکھلا دیا۔

"تائی اماں کو ۔۔۔" اس نے تصدیق کے لیے پوچھا۔

"ہاں ۔۔۔" وہ مطمئن انداز میں اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"پلیز ایسا مت کیجئے گا' وہ میرے بارے میں کیا سوچیں گی ۔۔۔" بندیا کو ایک نئی فکر لاحق ہو گئی۔

"ڈونٹ وری' وہ تمہارے مزاج کو اچھی طرح جانتی ہیں ۔۔۔" اس نے مسکرا کر اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

"لیکن ۔۔۔" وہ ابھی تک حواس باختہ تھی۔

"لیکن ویکن کچھ نہیں' تم مجھ پر بھروسا رکھو بندیا۔ ان شاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے شرارت سے شیشم کا ایک بھاری تنا ہلایا' کئی پتے ایک ساتھ دونوں پر آن گرے' بندیا' ایک دم ڈر کر ہلکا سا پیچھے ہٹی' تیمور قہقہہ لگا کر ہنسا اور ہنستا ہی چلا گیا۔

☼ ☼ ☼

اس ویک اینڈ پر عدینہ بغیر بتائے ہی گھر آ گئی تھی۔ شام کا وقت تھا جب اس نے گھر میں قدم رکھا' فضاؤں میں مغرب کی اذانیں گونج رہی تھیں۔ آپا صالحہ وضو کر کے غسل خانے سے نکلیں اور اندر داخل ہوتی عدینہ کو دیکھ کر انہیں جھٹکا لگا' جبکہ دوسری طرف عدینہ' آپا صالحہ کا نقاہت زدہ وجود دیکھ کر ایک دم حیران ہوئی' اس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نے ہاتھ میں پکڑا بیگ زمین پر پھینکا اور عجلت بھرے انداز میں ان کے پاس پہنچی۔

"آپا کیا ہوا ہے آپ کو' طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" اس نے فکر مندی سے جلدی سے ہاتھ لگا کر ان کا ماتھا چھوا' آپا صالحہ کو مسیحائی کی تاثیر روح تک اترتی محسوس ہوئی۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہوں' معمولی سا نزلہ زکام ہے...." آپا صالحہ نے دانستہ لاپروا انداز اپنایا۔

"لیکن کب سے ہے....؟" وہ ان کا بازو پکڑ کر پریشانی سے برآمدے میں لے آئی۔

"پچھلے ایک ہفتے سے...." عدینہ کے چہرے پر پھیلے تفکر کے سائے دیکھ کر انہوں نے جلدی سے وضاحت دی۔

"موسم بھی تو تبدیل ہو رہا ہے ناں۔"

"آپ کو مجھے بتانا چاہیے تھا' میں اوریدا کے دادا سے اچھی سی میڈیسن لکھوا دیتی۔" وہ ان کے ساتھ برآمدے میں رکھے لکڑی کے تخت پر بیٹھ گئی۔

"اچھا' اب لکھوا لینا' پہلے یہ عبایہ تو اتار لو۔" انہوں نے مسکرا کر اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

"مجھے تو آپ کی شکل دیکھ کر شاک لگا ہے' لگتا ہے آپ کا ایچ بی بھی خاصا کم ہے' رنگ دیکھا ہے آپ نے اپنا۔" وہ بے تکلفی سے اپنا عبایہ اتارتے ہوئے پریشانی کا اظہار کر رہی تھی۔

"ارے عدینہ باجی آپ...." کچن سے نکلتی مونا اسے دیکھ کر ایک دم خوش ہوئی۔

"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں آپا بیمار ہیں...." وہ اس پر خفا ہوئی۔

"میرے ذہن سے نکل گیا تھا...." مونا نے آپا کی تنبیہی نظروں سے گھبرا کر جھوٹ بولا۔

"تمہاری یادداشت دن بہ دن کچھ زیادہ خراب نہیں ہوتی جا رہی ہے' صبح و شام بادام بھگو کر کھایا کرو۔" عدینہ نے اس کی کلاس لی۔

"مونا! عدینہ کے لیے کھانا لاؤ....؟" آپا صالحہ نے اس کی توجہ دوسری جانب مبذول کروانے کے لیے کہا۔

"کھانا نہیں' صرف چائے پیوں گی' وہ بھی کڑک سی۔" عدینہ کا دھیان بٹ گیا تھا۔

"اچھا' پہلے آپ کا بیگ اندر رکھ آؤں۔" مونا نے بھاگ کر اس کا سامان اٹھایا اور اگلے ہی لمحے اس کی کمر دہری ہو گئی۔ "استغفراللہ' عدینہ باجی! کیا اس بیگ میں اینٹیں بھر کر لائی ہیں آپ؟" اس نے غصے سے بیگ زمین پر رکھ دیا۔

"اینٹیں نہیں' میڈیکل کی بھاری بھاری کتابیں ہیں' تم رکھ دو اسے' میں خود اٹھا لوں گی۔" عدینہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

"کتنے دن کے لیے آئی ہو....؟" آپا صالحہ نے ہلکا سا جھجک کر پوچھا۔

"دو دن کے لیے...." اس کے جواب پر وہ کچھ مطمئن ہوئیں۔

کھانا کھا کر اس نے نماز پڑھی اور آپا صالحہ کے کمرے میں چلی آئی' وہ ہلکا سا کھیس اوڑھے لیٹی ہوئی تھیں' اس کے آنے سے پہلے آپا نے اپنی ساری ادویات الماری میں چھپا کر رکھ دی تھیں۔ وہ عدینہ کو اپنی بیماری کے سلسلے میں مشکوک نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

"آپ کی میڈیکل فائل کہاں ہے؟" اس کی بات پر وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھیں۔

"تم نے کیا کرنی ہے؟" انہوں نے کھوجتی نگاہوں سے اپنی بیٹی کا سادہ سا چہرہ دیکھا' وہ ان کے پاس آ بیٹھی تھی۔

"سوچ رہی ہوں' اس دفعہ ساتھ لے جاؤں' اوریدا کے دادا کو دکھاؤں گی۔"

"تو جاتے ہوئے لے جانا' ابھی تو ریسٹ کر لو' سفر کر کے آئی ہو۔" انہوں نے اسے ٹالنے کی کوشش کی۔

"آپ کے پاس لیٹ جاؤں...." اس کے معصومانہ انداز پر وہ مسکرا دیں۔

"مسکرا کیوں رہی ہیں آپ....؟" وہ فوراً مشکوک

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ہوئی۔
"اس لیے کہ ایسی کوئی فرمائش تم نے کبھی بچپن میں بھی نہیں کی تھی' جواب کرنے لگی ہو۔" انہوں نے بھی بغیر کسی لگی لپٹی کے کہا۔
"بچپن میں تو مجھے آپ سے ڈر ہی بہت لگتا تھا....."
وہ جلدی سے ان کے پاس آکر لیٹ گئی' آپا نے اسے اپنے قریب کرلیا۔ وہ ان کے ساتھ تقریباً" لپٹ ہی گئی تھی۔
"کیوں اب نہیں لگتا کیا....؟" انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔
"نہیں' اب نہیں لگتا....." اس نے آپا کا ہاتھ پکڑ کر بوسا لیا۔ آپا کو اس کے لمس نے گہری طمانیت کا احساس بخشا تھا۔ کمرے میں ایک معنی خیز سی خاموشی کے لمحات ڈیرہ ڈال کر بیٹھ گئے۔
"آپا! آپ کو ایک بات بتانی تھی....." وہ ان کے کانوں میں سرگوشی کے انداز میں بولی۔
"ہاں بولو....." انہیں اس کا انداز غیر معمولی سا لگا۔
"پہلے وعدہ کریں' مجھ سے خفا نہیں ہوں گی....." آپا صالحہ بے چین ہوئیں۔
"کیا بات ہے عدینہ! پہیلیاں کیوں بجھوا رہی ہو؟" انہوں نے عجلت بھرے انداز میں کہا۔
"آپ وعدہ کریں....." آپا کو وہ آج پانچ سال کی معصوم بچی لگی تھی۔
"اچھا نہیں ہوتی....." انہوں نے بادل نخواستہ کہا۔ جب کہ عدینہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔
"آپ کو پتا ہے آپا....؟" وہ رکی۔
"کیا' بولو ناں....؟" انہیں عجیب سی بے چینی لاحق ہوئی۔
"عبداللہ زندہ ہے....." عدینہ کے تین لفظی جملے پر انہیں شاک لگا۔ ایک لمحے کو تو انہیں لگا جیسے انہیں سننے میں غلطی ہوئی ہو۔
"کون زندہ ہے....؟" آپا صالحہ کی آواز اسے کنویں میں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی' کمرے میں چائے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوتی مونا بھی تجسس سے مجبور ہو کر دروازے میں رک گئی۔
"عبداللہ....." عدینہ نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔ مونا بوکھلا کر اندر چلی آئی' اسے لگا تھا جیسے چائے کی ٹرے اس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے گی۔ اس نے جلدی سے ٹرے میز پر رکھی اور ان کے پلنگ کے پاس آن کھڑی ہوئی۔
"تمہیں کس نے بتایا؟" آپا صالحہ نے سنبھل کر سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ انہوں نے کوئی خاص ردعمل کا اظہار نہیں کیا تھا' عدینہ کو تھوڑی سی مایوسی ہوئی۔
"ایک سڑک پر اچانک ملاقات ہوئی تھی میری۔"
عدینہ کی بات پر بھی ان کا چہرہ سپاٹ رہا۔
"پھر وہ میرے کالج بھی آیا تھا....." اس بات وہ تھوڑا بے چین ہوئیں۔
"لیکن میں نے اسے سختی سے منع کردیا کہ وہ دوبارہ وہاں نہ آئے۔" اس کے جملے نے آپا کی ڈوبتی ابھرتی نبضوں کو زندگی کا احساس بخشا۔
"میں نے اچھا کیا نا؟" عدینہ نے ڈرتے ڈرتے ان کی طرف دیکھا۔ آپا کے چہرے پر ایک مبہم سی مسکراہٹ جبکہ مونا کا چہرہ ناراضی کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ وہ احتجاجی نگاہوں سے اسے گھور رہی تھی' جواب بڑے مطمئن انداز سے آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔ جبکہ آپا صالحہ کا سارا سکون برباد ہوچکا تھا۔

☼ ☼ ☼

شائستہ بیگم کے لب حیرت کی زیادتی سے کھلے اور پھر بند ہونا بھول گئے۔ ان کی آنکھوں میں خوف' حیرت اور پریشانی کے ملے جلے رنگ تھے' وہ بے یقینی سے تیمور کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ جس نے تھوڑی دیر پہلے ہی ان کی سماعتوں میں صور پھونکا تھا۔
"پاگل تو نہیں ہوگئے ہو۔" وہ بوکھلا کر ننگے پاؤں اٹھیں اور اپنے بیڈ روم کا دروازہ اندر سے لاک کیا' اس پر بھی بس نہیں چلا تو کھڑکیوں کے پردے بھی اچھی طرح آگے کردیے تھے لیکن ابھی بھی ان کے اندر ایک بھونچال برپا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"میں کسی قیمت پر بھی بینش سے شادی نہیں کروں گا۔" اس کا لہجہ بے لچک تھا۔

"لیکن بینش کی جگہ بندیا..." انہیں یہ بات بھی ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ "تمہارا باپ زندہ زمین میں دفن کردے گا تمہیں۔" انہوں نے اسے ڈرانا چاہا۔

"تو ٹھیک ہے' میں پھر لندن میں اپنی ایک انگریز کلاس فیلو سے شادی کرلوں گا۔" تیمور کی اگلی تجویز پر انہیں ایک زوردار کرنٹ لگا۔

"کون سی کلاس فیلو..." وہ ایک دفعہ پھر بوکھلائیں۔

"میرے ساتھ پڑھتی ہے اور پسند کرتی ہے مجھے..." وہ سپاٹ انداز سے گویا ہوا۔

"عیسائی ہے وہ..."

"ہاں..." اس نے نظریں چرا کر کہا۔

"کیا ہوگیا ہے تیمور تمہیں' کیا تم بہن بھائیوں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اپنی ماں کو کوئی خوشی نہیں دو گے؟" وہ خفا ہوئیں۔ "شرم آنی چاہیے تم سب کو..."

"اس گھر میں رہ کر آپ کی کسی اولاد کو کوئی خوشی نہیں ملے گی۔" وہ حد درجہ بدگمان تھا۔

"لیکن بندیا کا باپ' کبھی بھی تمہارے چچا سے وعدہ خلافی نہیں کرے گا۔" انہوں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "اس لیے اس کا خیال بھی دل سے نکال دو۔"

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں... آپ کسی مولوی کو بلوا کر نکاح پڑھوا دیں میرا' ایک ڈیڑھ ماہ میں... میں بندیا کے ڈاکومنٹس تیار کروا کر لے آؤں گا اور ہم لوگ خاموشی سے یہاں سے چلے جائیں گے۔" اس نے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا۔

"دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا؟ میں کسی کی بچی کے ساتھ ایسا کیوں کروں؟" وہ ٹھیک ٹھاک برا منا گئیں۔

"تو پھر ٹھیک ہے' تیار ہوجائیں' آپ کے میاں صاحب نے آپ کی اولاد کے ساتھ برا کرنے کا پورا پروگرام ترتیب دے دیا ہے۔" وہ تلخ انداز میں گویا ہوا تو انہوں نے استفہامیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"آپ کو پتا ہے ابا نے طیبہ کا رشتہ سلیمان چچا کے بڑے بیٹے سے طے کردیا ہے' جو ایف اے فیل ہے۔" تیمور نے ان کی سماعتوں پر ایک اور بم گرایا۔

"کیا صلاح الدین سے...؟" ان کا رنگ فق ہوا۔ صلاح الدین ان کے میاں کے کزن کا بیٹا تھا۔

"ہاں صلاح الدین سے جو طیبہ سے پورے سترہ سال بڑا ہے اور بابا میرے جانے سے پہلے پہلے طیبہ کا نکاح کرنا چاہتے ہیں۔" تیمور ناراضی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ انہیں پہلی دفعہ اس کی پریشانی کھل کر سمجھ میں آئی۔

"تمہیں کس نے بتائی ہیں یہ ساری باتیں..." انہیں یقین نہیں آیا۔

"میں نے خود اپنے کانوں سے سنی ہیں' انہوں نے سلیمان چچا کو کل اپنے اسپتال میں بلوا رکھا تھا۔" وہ بےزاری سے گویا ہوا۔

"کیا سلیمان بھائی مان گئے۔"

"ظاہر ہے ان کے نالائق بیٹے کو گھر بیٹھے ایک ڈاکٹر لڑکی کا رشتہ مل رہا ہے' وہ کیوں انکار کریں گے۔" تیمور نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن تمہارے بابا نے مجھ سے تو کوئی ذکر نہیں کیا اور طیبہ کا بھلا کیا جوڑ بنتا ہے صلاح الدین سے...؟" ان کی تیوری کے بل گہرے ہوئے۔

"اب وہ ڈیزی کی غلطی کی سزا ہم سب لوگوں کی بےجوڑ شادیاں کرکے دیں گے ہمیں اور آپ کو بھی عین ٹائم پر بتائیں گے' تاکہ کوئی احتجاج بھی نہ کرسکے۔" وہ ان سے ٹھیک ٹھاک ناراض تھا۔ اس کا اظہار اس کے لہجے سے بخوبی ہو رہا تھا۔

"دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارے باپ کا' انیس سال کی بیٹی کی شادی اس لفنگے زمین دار سے کریں گے۔" انہیں غصہ آیا۔

"آپ جتنا مرضی شور مچالیں' لیکن ہوگا وہی جو وہ چاہیں گے۔" تیمور نے ان کو تلخ حقیقت سے آگاہ کیا تو وہ تھوڑا نرم ہوئیں' اس بات کا احساس تو انہیں بھی اچھے طریقے سے تھا۔ ڈیزی کے غلط فیصلے کے بعد دونوں میاں بیوی کے درمیان اچھے خاصے فاصلے بڑھ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گئے تھے۔ ڈاکٹر جلال کو لگتا تھا کہ ڈیزی کی تربیت میں جو کمی رہ گئی تھی اس میں سراسر قصور ان کی بیوی کا ہے۔ اس کا اظہار وہ وقتاً "فوقتاً" کرتے رہتے تھے۔

اگلے ہی دن ڈاکٹر جلال نے شائستہ بیگم کو اپنے کمرے میں بلوالیا' وہ ذہنی طور پر تیار تھیں لیکن اس کے باوجود انہیں ایک دفعہ پھر دھچکا لگا تھا۔ وہ دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ شائستہ بیگم کو سنا کر سگار سلگانے لگے' جبکہ شائستہ بیگم کا سارا ہی وجود سلگ کر رہ گیا۔

"طیبہ اور صلاح الدین کی عمروں کا فرق دیکھا ہے۔" وہ ناراضی سے گویا ہوئیں۔

"خاندان میں رشتے کرتے ہوئے ایسی چیزیں نہیں دیکھی جاتیں۔" انہوں نے فوراً" ہی یہ اعتراض رد کردیا۔

"وہ میڈیکل کے پہلے سال میں ہے۔ اسے سکون سے پڑھنے تو دیں۔" اس دفعہ ان کے لہجے میں ناگواری کا عنصر شامل ہوا۔

"تمہارا کیا خیال ہے' اسے بھی موقع دے دوں کہ وہ جب چاہے اپنے باپ کی عزت اپنے پیروں میں روندے اور کسی کے ساتھ منہ کالا کرکے بھاگ جائے۔" وہ مشتعل انداز میں گویا ہوئے۔

"طیبہ ایسی نہیں ہے۔" انہوں نے کمزور لہجے میں اپنی سب سے چھوٹی اولاد کا دفاع کرنا چاہا۔

"تو کیا ڈیزی کے ماتھے پر لکھا ہوا تھا کہ وہ ایسی ہے؟" ان کے لہجے میں طنز کی آمیزش شامل ہوئی۔

"اس کی پڑھائی ڈسٹرب ہوجائے گی اور پھر طیبہ کو کہاں عادت ہے گاؤں کے ماحول میں رہنے کی۔" اس دفعہ انہوں نے محتاط انداز اپنایا۔

"سلیمان نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ طیبہ کو پڑھائی سے منع نہیں کرے گا۔" ان کے پاس سارے سوالوں کے جواب تھے۔

"پھر بھی آپ ایک دفعہ اور سوچ لیں۔" ان کا دل تو برا ہو ہی چکا تھا لیکن وہ پھر بھی مشورہ دینے سے باز نہیں آئیں۔

"میں نے جتنا سوچنا تھا' سوچ لیا' اب مزید سوچنے کی کوئی گنجائش نہیں۔" انہوں نے فوراً" ہی انکار کیا۔

"تو پھر مجھ سے کیوں مشورہ کررہے ہیں۔" ان کو بھی غصہ آیا۔

"مشورہ نہیں کررہا' تمہیں بتا رہا ہوں' جو شاپنگ کرنی ہے' کرلو' مجھے تیمور کے جانے سے پہلے طیبہ کا نکاح کرنا ہے۔" انہوں نے بے لچک لہجے میں کہا تو وہ ناراضی کے اظہار کے طور پر چپ کرگئیں۔

جیسے ہی یہ خبر طیبہ تک پہنچی اسے سن کر شاک ہی تو لگا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کی قوت گویائی سلب ہوگئی ہو' کچھ لمحے صدمے کے زیر اثر رہنے کے بعد اس نے شکوہ کناں نگاہوں سے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔

"اماں' ڈیزی باجی کے کیے کی سزا' بابا مجھے کیوں دے رہے ہیں۔" اس کی آنکھیں نم ہوئیں۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں بیٹا' وہ تو کچھ بھی سننے کو تیار نہیں' میں نے بہت بحث کرکے دیکھ لی ان سے۔" انہوں نے بے بسی سے اپنی ناکامی کا اعتراف کیا۔

"وہ اچھا نہیں کررہے میرے ساتھ۔" طیبہ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

"میں کیا کروں میری بیٹی! ایسا لگتا ہے جیسے یہ زندگی نہیں دو دھاری تلوار ہے' میری ساری کی ساری اولاد ہی بد قسمت نکلی۔" وہ بھی دوپٹا منہ پر رکھ کر رونے لگیں۔ کمرے میں داخل ہوتے تیمور نے ان کا یہ جملہ بغور سنا تھا۔

"میں بتا رہا ہوں اماں! میں اپنی زندگی سے کسی کو بھی کھیلنے نہیں دوں گا۔" وہ خفگی بھرے انداز میں ان کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"تو کیا کرو گے تم۔" انہوں نے بھیگے لہجے میں پوچھا۔

"بتا رہا ہوں' اگر بابا نے میرے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کی تو خدا کی قسم' ان کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی ساری زندگی اپنی شکل نہیں دکھاؤں گا۔" تیمور کے لہجے میں کچھ تھا' جس نے شائستہ بیگم کو اوپر سے لے کر نیچے تک ہلا دیا۔

"اس میں میرا کیا قصور ہے۔" وہ گھبرا گئیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

"جب آپ کے مجازی خدا اپنے بچوں پر اپنے فیصلے زبردستی مسلط کر سکتے ہیں تو آپ میری خوشیوں کی خاطر میرا ساتھ نہیں دے سکتیں۔" وہ زخمی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"تمہارا باپ جان سے مار دے گا مجھے۔" وہ خوف زدہ لہجے میں بولیں۔

"میں نے کہا ناں، آپ کا نام کبھی بھی میرے لبوں پر نہیں آئے گا، میں مر جاؤں گا لیکن یہ راز کبھی نہیں کھولوں گا۔" تیمور نے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

"آپ لوگ کس چیز کے متعلق بات کر رہے ہیں۔" طیبہ اپنا غم بھول کر پریشان ہوئی۔

"بتا دیں گے تمہیں بھی.... فی الحال تم اٹھو اور دو کپ چائے بنا کر لاؤ۔" تیمور نے اپنی چھوٹی بہن کو منظر سے ہٹایا۔

"تم کہو تو میں منشی غلام صابر سے بندیا کے بارے میں بات کر کے دیکھوں....." وہ نیم رضامندی سے بولیں۔

"ہرگز نہیں.... بات کھل جائے گی اور سارا الزام آپ کے سر پر آ جائے گا..... کیونکہ مجھے معلوم ہے منشی چچا کبھی نہیں مانیں گے۔ وہ بینش کے بابا کی بہت عزت کرتے ہیں۔" تیمور نے صاف گوئی سے کہا۔

"لیکن کسی کی بیٹی کے ساتھ ایسا کرنے کو میرا دل نہیں مانتا۔" انہوں نے بے چارگی سے اپنا مسئلہ بتایا۔

"اماں! یہ ہم دو لوگوں کی خوشی کا سوال ہے۔ بندیا کی منگنی بھی زبردستی اس کے والدین نے کر دی ہے، وہ بھی وہاں شادی کرنا نہیں چاہتی۔" تیمور نے التجائیہ نگاہوں سے اپنی ماں کی طرف دیکھا، جو ——— شش و پنج کا شکار تھیں۔

"آپ کیا چاہتی ہیں کہ بینش میری زندگی کو بھی جہنم بنا دے۔ میں اس کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔" تیمور اچھا خاصا پریشان تھا۔

"تم اپنے باپ کے سامنے انکار کر دو....." انہوں نے ایک اور تجویز دی۔

"آپ کا کیا خیال ہے، وہ مان جائیں گے؟" اس نے بے زاری سے سر کو جھٹکا دیا۔ "وہ تو طیبہ کے ساتھ ساتھ میرا بھی زبردستی نکاح پڑھوا کر ہمیشہ کے لیے پاکستان روک لیں گے..... پلیز اماں..... آپ سچویشن کو سمجھنے کی کوشش کریں۔"

"اچھا.... مجھے کچھ سوچنے دو....." وہ کافی حد تک مان چکی تھیں۔

اسی شام وہ طیبہ اور صلاح الدین کے رشتے کے بارے میں مشورہ کرنے کے لیے آغا جی کی طرف نکل آئیں، انہیں امید تھی کہ ان کے دیور حماد صاحب..... ان کی بات سمجھ کر اپنے بڑے بھائی کو قائل کرنے کی کوشش کریں گے، کچھ بھی تھا، ڈاکٹر جلال اپنے چھوٹے بھائی کی رائے کو خاصی اہمیت دیتے تھے، وہ کسی بھی قیمت پر طیبہ کی شادی صلاح الدین سے نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

انہوں نے بینش کے پورشن کی طرف قدم رکھا ٹی وی لاؤنج خالی تھا اور سامنے بینش کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا، بندیا بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی اور بینش اس کے قدموں میں قالین پر اس طرح بیٹھی تھی کہ دونوں کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ بندیا سرسوں کے تیل کا پیالہ پاس رکھے بینش کے سر میں مساج کر رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ شائستہ بیگم ان دونوں کو مخاطب کرتیں، بندیا کی بات نے انہیں خاموش رہنے پر مجبور کر دیا۔

"بیا..... آپ نے صلاح الدین کو دیکھا ہے؟ تایا ابا جس کے ساتھ طیبہ کا نکاح کر رہے ہیں؟"

"وہ بھی بھلا کوئی دیکھنے کی چیز ہے....." بینش استہزائیہ انداز میں ہنسی۔

"کیا مطلب.....؟"

"ایک نمبر کا جاہل، گنوار اور جنگلی بندہ ہے، نہ شکل اچھی اور نہ کرتوت....." اس کا بے تکلفی سے کیا گیا تبصرہ شائستہ بیگم کا دل چیر کر رکھ گیا۔

"تو پھر تایا ابا کیوں کر رہے ہیں طیبہ کی اس کے ساتھ شادی؟" بندیا کا مساج کرتا ہوا ہاتھ پریشانی کی وجہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

سے رک گیا۔

"میں نے ہی مشورہ دیا تھا انہیں۔۔۔" اس نے مزے سے کہا۔

"آپ نے۔۔۔؟" بندیا کے ساتھ ساتھ دروازے میں کھڑی شائستہ بیگم کو بھی جھٹکا لگا۔

"ہاں۔۔۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ طیبہ کی شادی جتنی جلدی کردیں گے تو اچھا ہوگا۔ پڑھائی تو ہوتی رہے گی۔" وہ آنکھیں بند کیے بہت سے لوگوں کی آنکھیں کھول رہی تھی۔

"تو کیا صلاح الدین کا نام آپ نے لیا تھا ان کے سامنے۔۔۔؟" بندیا کو افسوس ہوا۔

"میں نے تو نہیں لیا تھا' وہ تو سلیمان چچا کا فون آیا تھا ان کے پاس' کہ کوئی اچھی لڑکی بتائیں ان کے بیٹے کے لیے۔۔۔ میں بھی وہیں موجود تھی۔" وہ لاپروائی سے سارا قصہ بیان کررہی تھی۔

"پھر۔۔۔؟" بندیا کا سانس رکا۔

"پھر خود ہی وہ بولے کہ طیبہ اور اس کا جوڑ کیسا رہے گا؟"

"آپ کو منع کردینا چاہیے تھا۔" بندیا نے پریشانی سے کہا۔

"میرا دماغ خراب ہے جو تایا ابا کی کسی بات سے انحراف کروں' انہیں میری فرماں برداری اور تابعداری ہی تو بھاتی ہے' یہ علیحدہ بات کہ وہ کرتے وہی ہیں جو میں چاہتی ہوں۔" اس کا زعم بھرا انداز شائستہ بیگم کے لیے نیا نہیں تھا لیکن انہیں حقیقتاً" اس بات کا دکھ ہوا۔

"آپ پلیز تایا ابا کو سمجھائیں نا' طیبہ بے چاری کا رو رو کر برا حال ہے' وہ بندہ ان کے قابل نہیں ہے۔" بندیا نے ہلکا سا جھجک کر کہا۔

"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے پرائی آگ میں کودتی پھروں۔۔۔ اچھا ہے' شادی ہو اس کی وہیں' تمہیں پتا نہیں' جب اس کا میڈیکل میں ایڈمیشن ہوا تھا تائی اماں کتنا اتراتی پھررہی تھیں' انہیں ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی بڑا تیر مار لیا ہو۔" اس کا لہجہ زہر میں ڈوبا ہوا تھا۔

"لیکن اس میں طیبہ بے چاری کا کیا قصور ہے؟" بندیا نے اس کے سر کا مساج کرتے ہوئے ناگواری کا اظہار کیا۔

"مزا آئے گا اسے بھی صلاح الدین سے شادی کرکے' وہ بھلا کہاں پڑھنے دے گا اسے۔ پھر بتاؤں گی میں تائی اماں کو اس خاندان میں صرف ایک ہی لڑکی ڈاکٹر بننے کی صلاحیت رکھتی ہے اور وہ ہے بینش جمال۔۔۔"

اس کا طنزیہ لہجہ اب ناقابل برداشت تھا۔ شائستہ بیگم الٹے قدموں واپس لوٹ آئیں' انہیں احساس ہوگیا تھا کہ ڈاکٹر جلال کو اب دنیا کی کوئی طاقت نہیں سمجھا سکتی۔ اس واقعے کے بعد بینش ان کے دل سے مکمل طور پر اتر گئی تھی اور انہوں نے جذبات میں آکر آخر کار وہ قدم اٹھا ہی لیا جس کے بارے میں سوچتے ہوئے ان کا ضمیر ملامت کرنے لگتا تھا۔ اگلی ہی صبح بینش کے کالج جاتے ہی وہ تیمور اور بندیا کے ساتھ اپنی بہترین دوست فاخرہ کے گھر آگئیں' جہاں چند لوگوں کی موجودگی میں خاموشی سے تیمور اور بندیا کا نکاح پڑھوا دیا گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

ہاشم ایک پرائیویٹ فرم میں انٹرویو دے کر نکلا تو سامنے سے آتی ایک بے قابو بائیک سے ٹکرا گیا' جس کے نتیجے میں اس کی ٹانگ ہلکی سی فریکچر ہوگئی تھی اور ڈاکٹر نے اس کی ٹانگ پر چھ ہفتوں کے لیے پلستر چڑھا دیا تھا۔ ہاشم کو اس کا ایک دوست فلیٹ میں چھوڑنے آیا تو اسے دیکھ کر بختاور ایک دم پریشان ہوگئی۔ وہ اپنی ساری ناراضی بھلائے اب ہاشم کے آگے پیچھے پھر رہی تھی۔

"معلوم ہوتا کہ تمہاری ناراضی ایسے ختم ہوگی تو میں بہت پہلے ہی اپنی کوئی ہڈی تڑوا لیتا۔" وہ اس کے لیے یخنی بنا کر لائی تو ہاشم نے اسے چھیڑا۔ اس نے مسکرا کر پیالہ میز پر رکھ دیا۔ "تم اب کچھ زیادہ ہی چپ چپ نہیں رہنے لگی ہو؟" ہاشم نے کھوجتی نگاہوں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سے اس کے چہرے پر کچھ تلاش کرنے کی کوشش کی۔
"نہیں تو۔۔۔" وہ پھیکے انداز میں مسکرائی۔
"جھوٹ مت بولو بختاور۔۔۔ مجھے اچھی طرح پتا ہے' تم ابھی بھی مجھ سے خفا ہو۔" وہ افسردگی سے گویا ہوا۔
"ایسی بات نہیں ہے' میری سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ میں کیا بات کروں۔" اس نے بے بس انداز میں اعتراف کیا۔
"آئی ایم سوری یار۔۔۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ حالات ایسے ہو جائیں گے۔" اس حادثے کے بعد ہاشم میں کافی تبدیلی آئی تھی لیکن یہ تبدیلی چند روزہ ہی تھی۔
کچھ ہی دن کے بعد ہاشم اور بختاور کو ایک بری خبر ملی' ہاشم کی دکانوں میں شارٹ سرکٹ کی وجہ سے آگ لگ گئی اور سارا ہی سامان جل کر خاک ہو گیا۔ اس خبر نے جہاں بہت سے لوگوں کو پریشان کیا تھا' وہاں ہاشم کے تو ہاتھ پیر پھلا دیے۔ وہ بے روزگار تھا اور اس کا ذریعہ معاش وہی دکانیں تھیں جو جل کر خاکستر ہو گئی تھیں۔
"اب کیا ہو گا بختاور۔۔۔" ہاشم بوکھلا گیا' وہ ابھی چلنے پھرنے سے قاصر تھا اور پلستر کھلنے میں کافی دن تھے' اوپر سے یہ سانحہ ہو گیا۔
"اللہ مالک ہے۔۔۔" اس نے اپنے شوہر کو تسلی دینے کی کوشش کی۔
"اللہ زمین پر آکر ہمیں کھانے کے لیے تھوڑا دے کر جائے گا۔" وہ شدید ذہنی تناؤ کا شکار تھا۔
"اللہ کے بندے دے جائیں گے' ٹینشن لینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے ہاشم۔" وہ اس کے قریب آکر بیٹھ گئی۔
"تمہیں صورت حال کا اندازہ نہیں ہے' ان دونوں دکانوں کی ہر چیز جل گئی ہے' انہیں اپنی صحیح حالت میں لانے کے لیے کافی پیسہ چاہیے' جو میرے پاس نہیں ہے۔" وہ اس وقت اپنے آپ سے بھی خفا لگ رہا تھا۔
"لیکن پریشانی بھی تو کسی چیز کا حل نہیں ہے۔"

بختاور کو پہلی دفعہ اندازہ ہوا تھا کہ وہ بہت کمزور اعصاب کا مالک ہے۔
"میرے پاس اس مہینے صرف پانچ ہزار روپے ہیں' اب تم خود بتاؤ میں کیا کروں؟" بختاور کو پہلی دفعہ صورت حال کی سنگینی کا احساس ہوا۔ ڈاکٹر نے ہاشم کو گوشت اور یخنی زیادہ سے زیادہ پینے کا مشورہ دیا تھا اور یہاں دکانوں کے جلنے سے اگلے دو ماہ کے لیے بھی کرائے کی کوئی امید نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے کچن میں چلی آئی' آٹے کا کنستر خالی ہونے کے قریب تھا اور تیل بھی تقریباً" ختم تھا۔
اس نے ڈبے سے دال نکالی۔ خاموشی سے بیٹھ کر دال چننے لگی۔ دل بے شمار اندیشوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ بیٹیوں کی موت کا دکھ پس پردہ چلا گیا تھا اور معاشی مسائل منہ کھول کر سامنے آن کھڑے ہوئے تھے۔
"ایک کپ چائے کا ملے گا کہ نہیں۔۔۔ سر درد سے پھٹا جا رہا ہے۔" ہاشم اپنے کمرے میں لیٹا ہوا چیخا' اس نے گھبرا کر دال ایک طرف رکھی اور جلدی سے چائے کا پانی چولہے پر رکھا۔ چینی کا مرتبان کھولا تو ایک اور دھچکا لگا' اندر صرف دو چمچہ چینی پڑی تھی' اس نے بوجھل دل کے ساتھ چائے بنائی اور کمرے میں لے آئی۔ وہ بے زار لیٹا ہوا تھا۔
"پتا نہیں کس بات کی سزا ملی ہے مجھے' لولا لنگڑا ہو کر پڑ گیا ہوں بیڈ پر۔" اس نے جلدی سے چائے کا گھونٹ بھرا اور پھر ناگواری سے بختاور کی طرف دیکھا۔
"اس میں تھوڑا دودھ تو ڈال لیتیں' بدمزا سا قہوہ بنا کر لے آئی ہو۔"
"دودھ ختم تھا۔۔۔" اس نے ڈرتے ڈرتے صفائی دی۔
"ہاں۔۔۔ اب تو ہر بات کے جواب میں یہی سننے کو ملے گا' فلاں چیز ختم ہے اور فلاں چیز لانی ہے۔" وہ اپنے اندر کی فرسٹریشن نکالنے کے لیے موقع ڈھونڈ رہا تھا۔ جو اسے بختاور نے فراہم کر دیا تھا۔
"اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں۔" وہ روہانسی ہوئی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"نہیں۔۔۔ میرا قصور ہے' میں نے خود جاکر اپنی دکانوں کو آگ لگائی ہے۔" وہ ہر بات کا الٹا جواب دے رہا تھا۔ اس لیے بختاور نے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی۔ وہ یوں ہی اٹھ کر کمرے کی چیزیں سمیٹنے لگی۔

"سچ سچ بتاؤ تم دل ہی دل میں پچھتاتی تو ہو گی' کس کنگلے سے شادی کرلی اور اپنے باپ کا شان دار بنگلہ چھوڑ کر آگئی۔" وہ کہیں کا غصہ کہیں اور نکال رہا تھا۔ بختاور نے گلہ آمیز نظروں اس کی طرف دیکھا۔

"میری کس بات سے لگا ہے آپ کو۔۔۔؟" وہ ہلکا سا جھنجلا گئی۔

"یہی جو تم اپنے ہونٹوں پر خاموشی کے تالے لگائے پھرتی ہو' یقیناً" دل ہی دل میں مجھے کوستی ہوگی۔"

"بہت ہی افسوس کی بات ہے' اگر آپ ایسا سوچتے ہیں۔" اسے بھی غصہ آگیا۔

"میں حقیقت بتا رہا ہوں تمہیں اور ایک تجویز ہے میرے پاس تمہارے لیے۔" ہاشم کی اگلی بات نے اسے حیران کیا۔

"وہ کیا۔۔۔؟" وہ پریشانی سے اس کا سپاٹ چہرہ دیکھنے لگی۔

"تم اگر چاہو تو اپنے والدین کے گھر واپس جاسکتی ہو' میری طرف سے اجازت ہے تمہیں۔" وہ نظریں چرا کر بولتا ہوا بختاور کو شدید صدمے سے دوچار کر گیا۔ وہ ہونق انداز سے اپنے شریک سفر کو دیکھنے لگی' اسے کہاں توقع تھی کہ وہ اس سے ایسی بات بھی کہہ سکتا ہے۔

٭ ٭ ٭

"عدینہ باجی! سخت خفا ہوں میں آپ سے۔۔۔"

رات کو وہ جیسے ہی اپنے اور مونا کے مشترکہ کمرے میں داخل ہوئی مونا نے اس کی طرف دیکھتے ہی جھٹ سے اپنی ناراضی کا اظہار کیا۔

"ارے وہ کیوں بھلا۔۔۔؟" وہ مسکراتے ہوئے اپنا بیگ کھولنے لگی۔

"آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ عبداللہ بھائی زندہ ہیں۔" وہ برا سامنہ بنا کر بولی۔

"تمہاری ملاقات ہوتی تو تب ہی بتاتی نا۔" عدینہ نے اسے اپنی صفائی دینے کی کوشش کی۔

"اتنی بڑی خوش خبری فون پر بھی تو سنائی جاسکتی تھی۔" مونا جھنجلا کر اٹھ بیٹھی۔

"تو پھر تمہارے چہرے کے اتنے پیارے تاثرات دیکھنے کو کیسے ملتے بھلا؟" عدینہ نے پیار سے اس کی تھوڑی کو ہلایا تو اس کی ساری خفگی بھک کرکے اڑ گئی۔

"ویسے میں مان گئی آپ کی محبت کو۔۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے عدینہ کا ہاتھ پکڑا تو اس نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ساری دنیا کہتی تھی کہ وہ زندہ نہیں ہیں لیکن آپ نے کسی کی بات کا یقین نہیں کیا۔"

"اس لیے کہ میرا دل ہی نہیں مانتا تھا۔" اس نے اپنا رات کو پہننے کے لیے آرام دہ سوٹ نکالا۔

"ان کپڑوں کو چھوڑیں' یہ بتائیں کہ آپ کی کیا فیلنگز تھیں جب آپ نے پہلی دفعہ دیکھا انہیں؟" وہ حد درجہ بے تاب ہو رہی تھی۔

"سچ پوچھو تو میرا دماغ ایک دم بھک کرکے اڑ گیا تھا۔" اس نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

"پھر۔۔۔؟" وہ متجسس ہوئی۔

"اس کے بعد مجھے اس پر بے تحاشا غصہ آیا' میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ میں کچھ کر گزروں۔" وہ مونا کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتی تھی' اس لیے سچ سچ بتا دیا جسے سن کر کم از کم مونا کو دھچکا سا لگا تھا۔

"میں نے کھری کھری سنا دیں اسے اور یہ بھی کہا کہ وہ دوبارہ مجھ سے کوئی رابطہ کرنے کی کوشش نہ کرے مجھے اب اس کی ضرورت نہیں۔"

"یہ تو سراسر ناشکری کی ہے آپ نے۔۔۔" مونا کو غصہ آگیا۔ "پہلے اتنا عرصہ روتی رہیں اور جب وہ مل گئے تو ایسی باتیں کہنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اس لیے کہ وہ خود سے نہیں آیا تھا میرے پاس'

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

وقت نے ملایا تھا ہم دونوں کو۔۔۔" وہ ابھی تک خفا تھی۔

"مجھے تو سخت حیرت ہو رہی ہے کہ آپ عبداللہ بھائی سے اتنا خفا بھی ہو سکتی ہیں۔" مونا کو یقین نہیں آیا۔

"جن سے بے تحاشا محبت ہو' ان سے ناراضی کا تعلق بھی اتنا ہی گہرا ہوتا ہے۔" اس نے سادگی سے کہا۔

"لیکن ان کو کتنا دکھ ہوا ہوگا' آپ کی اس بات پر۔۔۔" مونا افسردہ ہوئی۔ "لیکن اس دکھ سے کم ہوگا' جو اذیت پچھلے ڈھائی سال میں نے برداشت کی' ایسے لگتا تھا جیسے زندگی ہی پل صراط بن گئی ہو۔ بس ہر لمحہ یہی کرب ستاتا تھا کہ وہ مجھ سے خفا ہو کر گیا تھا۔" وہ افسردگی سے نظریں جھکائے بولی۔

"تو اب کیا ہو گیا ہے آپ۔۔۔؟" مونا نے ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔

"اب میں اس خلش اور پچھتاوے کی بستی سے نکل آئی ہوں' محبت اپنی جگہ لیکن اس نے میری انا کو مجروح کیا ہے' وہ ڈھائی سال میری بے بسی سے کھیلتا رہا اسے ایک دفعہ بھی احساس نہیں ہوا کہ وہ کسی کو اذیت کے سمندر میں دھکیل آیا ہے۔" عدینہ کے لہجے میں گلے شکووں کا ایک جہان آباد تھا۔

"ان کے جہاز کو حادثہ پیش نہیں آیا تھا کیا؟" مونا نے حیرانگی سے پوچھا۔

"میں نے تو نہیں پوچھا لیکن میری دوست اور یدا کو بتایا ہے اس نے۔۔۔ اس دن اس کا اور اس کے دوست کا ایرپورٹ آتے ہوئے ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ اس لیے اس کی فلائٹ مس ہو گئی تھی۔"

"او تو۔۔۔ پھر۔۔۔" مونا کی سانس رکی۔

"پھر اس کی ایک ٹانگ اور بازو فریکچر ہو گیا اور اس کے دوست کی اس حادثے میں موت واقع ہو گئی۔" عدینہ نے ایک اور انکشاف کیا۔

"یہ تو بہت برا ہوا ان کے ساتھ۔۔۔" مونا کے منہ سے پھسلا۔

"ہاں بتا رہا تھا کہ پورے چھ مہینے وہ اسپتال میں رہا اور پھر اس نے اپنے ماموں سے رابطہ کر کے انہیں بلایا اور سختی سے منع کر دیا انہیں کہ اس کی ماں کے علاوہ کسی اور کو اس کے زندہ رہنے کا نہ بتائیں۔" عدینہ کا چہرہ تاریک ہوا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔۔۔" مونا کو مایوسی ہوئی۔

"وہ مجھ سے اور آپا سے خفا تھا' اس لیے اس نے اپنی ماں کو بھی ملائیشیا بلوا لیا جہاں وہ پی ایچ ڈی کر رہا تھا۔" اس نے مزید بتایا۔

"یہ کیا بات ہوئی' انہیں کم از کم آپ کو تو بتانا چاہیے تھا۔" اسے ایک دم غصہ آیا۔

"اس کے لیے اس کی والدہ اہم تھیں' اس نے انہیں آگاہ کر دیا' باقی سارے لوگوں سے تو تعلق توڑ چکا تھا وہ۔۔۔" وہ بدگمان ہوئی۔

"خیر تعلق تو نہیں توڑا ہوگا' اگر ایسا ہوتا تو اب کیوں آپ کے پیچھے آ رہے ہیں بار بار۔۔۔" مونا نے فوراً" ہی طرف داری کی۔

"اب ایسی ہی کوئی خلش اسے ستا رہی ہوگی کہ اس نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ۔۔۔" وہ اپنے پلنگ کی چادر ٹھیک کر کے لیٹ گئی۔

"تو اب آپ کیا کریں گی ان سے۔۔۔؟" مونا پریشان ہوئی۔

"وہی جو اس نے میرے ساتھ کیا تھا۔ لاتعلقی کی چادر اوڑھنا صرف اسی کو نہیں آتی۔ سارے ہی لوگوں کو اپنی عزت اور انا عزیز ہوتی ہے۔"

وہ بے لچک لہجے میں اپنے ارادوں سے آگاہ کر کے لیٹ گئی اور مونا ہکا بکا انداز میں اس کی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ عبداللہ واپس آئے گا تو عدینہ اس طرح بے رخی سے اس کا استقبال کرے گی۔

☆ ☆ ☆

شانزے کا ڈراما آن ایر ہوتے ہی دھوم مچ گئی تھی۔ اس کی ابتدائی اقساط نے ہی ریٹنگ چارٹ میں سب سے اوپر اپنی جگہ بنالی تھی۔ اس کے ساتھ ہی شانزے

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

کے پاس آفرز کا ایک طوفان آگیا تھا۔ اس کے انداز میں ایک محسوس کیے جانے والا اعتماد اور بے نیازی آگئی تھی۔

"تم آخر کہاں بزی ہو آج کل۔۔۔" اس دن ماہیر کی اچانک ہی کال آگئی' وہ کچھ اکتایا ہوا لگ رہا تھا۔

"کہیں نہیں۔۔۔" اس نے محتاط انداز میں جواب دیا۔

"مجھے سرمد بتا رہا تھا تم نے ہمارے آفس کی جاب چھوڑ دی ہے؟" اس کے اس سوال نے شانزے کو بوکھلا دیا۔

"ہاں وہ مینیج نہیں کر پا رہی تھی۔" اس نے گول مول سا جواب دیا۔

"تمہاری ایسی کون سی مصروفیت ہوگئی ہے جو تم یہ مینیج نہیں کر پا رہی تھیں۔" وہ حیران ہوا۔

"کوئی خاص نہیں' تم آؤ گے تو بیٹھ کر بات کریں گے۔" اس نے صاف اسے ٹالا تھا۔

"میں نے پاپا سے تمہارے متعلق بات کی ہے۔" ماہیر کی اس بات نے اس کے چھکے اڑا دیے۔

"پھر۔۔۔"

"وہ ملنا چاہ رہے تھے تم سے' تم اپنی پھوپھو سے بات کرو نا' میں پاکستان آتے ہی یہ قصہ نپٹانا چاہتا ہوں۔" وہ اپنی ہی دھن میں بول رہا تھا۔

"ہاں ہاں۔۔۔ کیوں نہیں۔" اس کی زبان لڑکھڑا گئی اور ذہن میں وہ سارے پروجیکٹس گھومنے لگے جو وہ کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس نے جیسے تیسے بات ختم کی اور کچن میں رباب کے پاس آگئی جو فرائیڈ رائس بنا رہی تھی۔

"او مائی گاڈ شانزے! اب کیا ہوگا؟" رباب کا حیرت کی زیادتی سے منہ کھل گیا۔

"یہی تو سمجھ میں نہیں آرہا مجھے۔" وہ بھی پریشان ہو چکی تھی۔

"کب تک آرہا ہے وہ پاکستان۔۔۔" رباب اپنے آپ کو سنبھال کر اب اس کا منہ دیکھنے لگی۔

"کہہ تو یہی رہا تھا کہ جلد ہی آجائے گا۔" وہ منہ بناتے ہوئے چھلے ہوئے مٹر کھانے لگی۔

"تو اب کیا کرو گی تم۔۔۔" اس نے پریشانی سے پوچھا۔

"تم بتاؤ نا' اب تو سرمد بھائی بھی مجھ سے خفا ہیں۔ ان سے بھی مشورہ نہیں کر سکتی میں۔۔۔" اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم نے بہت بڑی بے وقوفی کی ہے انہیں خفا کر کے۔" رباب نے سبزیاں تلتے ہوئے صاف گوئی سے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"مجھے کیا پتا تھا وہ ایسے ناراض ہو جائیں گے' دوبارہ مڑ کر بھی نہیں دیکھیں گے۔" اس نے گاجر کا ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈالا۔

"خیر اب تم یہ تو نہ کہو' تمہیں پتا نہیں تھا' تم نے سب کچھ جان بوجھ کر کیا ہے۔" رباب نے اسے آئینہ دکھایا۔

"ٹرسٹ می رباب' پہلے شوبز میرا شوق تھا لیکن اب مجھے میری مجبوری کھینچ کر لائی ہے اس فیلڈ میں۔" اس نے صفائی دینے کی کوشش کی۔

"ان ساری باتوں پر میں یقین کر سکتی ہوں' ماہیر اور سرمد نہیں۔۔۔" رباب نے اسے مزید پریشان کر دیا۔

"اسی بات کی تو ٹینشن ہے مجھے۔۔۔"

"ابھی بھی وقت ہے شانزے' تم خود ماہیر کو بتا دو' اگر وہ پاکستان آگیا اور اسے یہاں آکر اس بات کا پتا چلا تو وہ بہت ہرٹ ہوگا۔" اس نے اسے سمجھایا۔

"وہ تو ٹھیک ہے یار! لیکن میری ہمت ہی نہیں پڑ رہی' وہ جان سے مار دے گا مجھے۔۔۔" شانزے کو اب معاملے کی سنگینی کا اندازہ ہو رہا تھا۔

"پھر ایسا کرو' سرمد سے بات کرو' وہ کوئی نہ کوئی راستہ نکال لے گا۔" اس نے نیا مشورہ دیا۔

"وہ بھی تو اسی کا کزن ہے' اسی کی طرف داری کرے گا۔" شانزے نے منہ بنا کر اسے یاد دلایا۔

"تو ٹھیک ہے' پھر خود ہی بھگتنا اس ساری سچویشن کو۔۔۔" اس نے بھی ہاتھ جھاڑ کر چاولوں کو دم دیا اور سکون سے کچن سے نکل آئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

"زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا؟" وہ اس کے پیچھے چلی آئی۔

"ماہیر اور تمہارا رشتہ ختم بھی ہو سکتا ہے۔" اس نے محتاط انداز میں اسے ڈرانا چاہا۔

"سوواٹ...." اب کے حیران ہونے کی باری رباب کی تھی۔ اسے شاک لگا' وہ تعجب اور حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی' جس پر نئی دنیاؤں کو تسخیر کرنے کی لگن صاف پڑھی جارہی تھی۔ رباب کو اس کی کم عقلی پر ٹھیک ٹھاک افسوس ہوا۔

"تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا کیا...." وہ ناگوار نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"جب اسے فرق نہیں پڑے گا تو میں نے اکیلے سوگ منانے کا ٹھیکہ تھوڑی اٹھا رکھا ہے۔" وہ مزے سے ڈریسنگ ٹیبل سے نیل پالش اٹھا کر لگانے لگی۔

"اس کا مطلب ہے کل کو میں تمہیں چھوڑ کر چلی جاؤں تو تمہیں اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" رباب کے لہجے میں خفگی چھلکی۔

"میں نے ایسا کب کہا....؟" وہ بوکھلا گئی۔

"مطلب تو تمہارا یہی تھا نا' تمہاری زندگی میں کوئی آئے جائے' تمہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ ٹھیک ٹھاک ناراض ہو کر الماری سے اپنا بیگ نکالنے لگی' اس دفعہ تو شانزے کے حقیقتاً" چھکے چھوٹ گئے۔

"تم کہاں جارہی ہو؟" وہ فوراً" اس کے پاس لپکی۔

"ہوسٹل...." اس نے مختصراً" جواب دیا اور وارڈروب سے اپنے کپڑے نکالنے لگی۔

"دماغ تو نہیں خراب ہوگیا تمہارا؟ کیوں کررہی ہو تم ایسا....؟" رباب کے ارادوں نے اسے خوفزدہ کیا۔

"اس لیے کہ مجھے پتا چل گیا ہے' تمہاری زندگی میں رشتوں کی کوئی اہمیت نہیں' شاید اس لیے کہ تم نے کبھی زندگی میں رشتوں کو برتا ہی نہیں۔" اس کا تلخ لہجہ شانزے کا دل چیر کر رکھ گیا۔

"تم کیسے کہہ سکتی ہو یہ بات...." وہ تھوڑا مدھم ہوئی۔

"اس لیے کہ تم نے اپنی زندگی میں آنے والے کسی مخلص رشتے کی قدر نہیں کی' چاہے وہ سرد ہو یا ماہیر' تم نے محض انہیں اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا ہے' کل کو جب تمہیں میری بھی ضرورت نہیں ہوگی تو تم ایسے ہی الفاظ میرے لیے بھی بول رہی ہوگی۔" وہ سخت الفاظ میں اسے آئینہ دکھاتے ہوئے مزید گویا ہوئی۔ "اور کم از کم میں وہ ٹشو پیپر نہیں بننا چاہتی' جسے تم اپنی ضرورت کے وقت استعمال کرو' اور پھر پھینک دو۔"

اس نے غصے سے اپنے بیگ کی زپ بند کی اور مڑ کر شانزے کا دھواں دھواں چہرہ دیکھا۔ وہ اس طرح رباب کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے اس کی قوت گویائی سلب ہو کر رہ گئی ہو۔

☆ ☆ ☆

عدینہ جیسے ہی اپنے گاؤں سے واپس آئی اوریدا کا بجھا بجھا سا چہرہ' افسردہ آنکھیں اور سست انداز دیکھ کر حیران رہ گئی۔ دو ہی دن میں اوریدا کی شکل بیماروں جیسی ہوگئی تھی۔ وہ خالی نگاہوں اور غیر حاضر دماغ کے ساتھ کلاس روم میں بیٹھی بس پروفیسرز کا چہرہ دیکھتی رہ رہتی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں.... حالت دیکھی ہے تم نے اپنی...." عدینہ اس کا بازو پکڑ کر کیفے ٹیریا میں لے آئی۔

"کیوں' کیا ہوا؟" وہ زبردستی مسکرانے کی کوشش میں عدینہ کو خاصی احمق سی لگی۔

"فار گاڈ سیک' ایسے مت مسکراؤ' مجھے غصہ آرہا ہے تم پر...." وہ ہلکا سا چڑ کر بولی۔

"تو کیسے مسکراؤں؟" اوریدا نے نگاہیں چرا کر پوچھا۔

"میرے سامنے یہ فارمیلٹی نبھانے کی ضرورت نہیں' اٹھو اور میرے ساتھ گھر چلو۔" وہ فوراً" ہی فیصلہ کن انداز میں کھڑی ہوگئی۔

"کس کے گھر؟" اس نے غائب دماغی سے پوچھا۔

"ظاہر ہے تمہارے گھر اور کہاں...." عدینہ کو اس

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پر رحم آیا، اس لیے اس دفعہ اس نے نرمی سے اس کا بازو پکڑا اور باہر لے آئی۔

"ارصم کے گیسٹ چلے گئے کیا؟" گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے دانستہ لاپروا انداز میں اوریدا سے پوچھا۔

"پتا نہیں۔۔۔" اوریدا نے گاڑی کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

"کتنی راتوں سے جاگ رہی ہو تم۔۔۔" عدینہ نے فکرمندی سے دریافت کیا۔

"پچھلی تین راتوں سے۔۔۔" اوریدا کی صاف گوئی پر اسے جھٹکا لگا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ فوراً" اس بات سے مکر جائے گی۔

گاڑی ان کے گھر کے پورچ میں داخل ہو گئی تھی، وہ دونوں جلدی سے باہر نکلیں تو سامنے بڑے ابا کہیں جانے کے لیے عجلت بھرے انداز سے ادھر ہی آرہے تھے۔ انہیں دیکھ کر وہ ایک لمحے کو ٹھٹک کر رک گئے۔

"بڑے ابا! میں آپ سے سخت خفا ہوں۔" عدینہ نے انہیں دیکھتے ہی بے تکلفی سے گلہ کیا، وہ ایک لمحے کو حیران ہوئے۔

"میں دو دن کے لیے اپنے گھر گئی تھی، آپ نے میری غیر موجودگی میں میری دوست کا بالکل بھی خیال نہیں رکھا۔" اس کی بات پر اوریدا سٹپٹا سی گئی، جبکہ بڑے ابا کے ہونٹ بھی تھوڑے سے پھیلے۔

"کیا ہوا اوریدا کو۔۔۔" انہوں نے غور سے اس کے ساتھ کھڑی اپنی پوتی کو دیکھا، جس کی آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے بن چکے تھے۔

"کچھ نہیں ہوا ابا، اسے تو فضول بولنے کی عادت ہے۔" وہ خفت زدہ انداز میں سر جھکائے بولی۔

"میں کچھ ملٹی وٹامنز بھجواتا ہوں ڈرائیور کے ہاتھ، کھانا کھا کر اسے لو اور سو جاؤ۔" انہیں فوراً" ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ شدید قسم کی نیند کی کمی کا شکار ہے۔

"آپ کیسی ہیں بیٹا؟ آپ کی والدہ خیریت سے ہیں۔۔۔؟" بڑے ابا اب عدینہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

"میں ٹھیک ہوں لیکن امی کی طبیعت ٹھیک نہیں، اکثر ہی ٹمپریچر رہنے لگا ہے انہیں۔" عدینہ کو اچانک یاد آیا کہ وہ صبح جلدی میں آپا سے ان کی فائل لینا بھول گئی تھی۔ اسے دل ہی دل میں خاصی شرمندگی ہوئی۔

"آپ ان کی رپورٹس دکھا دیجئے گا مجھے، ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گی وہ۔۔۔" انہوں نے نرم لفظوں میں اسے دلاسا دیا۔ اسی وقت گھر کا گیٹ کھلا اور سرمد کی گاڑی اندر داخل ہوئی۔ وہ تینوں اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ پورچ میں ان کی گاڑی کے پیچھے اپنی کار کھڑی کر چکا تھا۔

"ماہیر۔۔۔" اوریدا کو خوش گوار حیرت کا جھٹکا لگا۔ چونکے تو بڑے ابا بھی تھے لیکن انہوں نے خود کو جلد ہی سنبھال لیا۔

"ارے بڑی اماں۔۔۔ آپ۔" گاڑی کا پچھلا دروازہ کھلا تو اوریدا کو ایک اور سرپرائز ملا۔ وہ بے اختیار ان کی طرف بڑھی اور اس کے ساتھ ہی اس کے قدم زمین نے جکڑ لیے۔ وہ ہکا بکا انداز سے کار سے نکلتے تیسرے فرد کو دیکھ رہی تھی، اس نے بے یقینی سے اپنی آنکھیں ملیں، ایک لمحے کو اسے ایسا لگا جیسے سامنے کا منظر اس کی بصارت کا ایک خوب صورت دھوکا ہو۔

"اوہ مائی گاڈ" حیرت کی زیادتی سے اس نے اپنی آنکھوں کو مسلا۔

"واٹ آ سرپرائز" وہ تیر کی طرح اڑتی ہوئی ان تینوں کی جانب بڑھی۔

جبکہ ان سب سے بے نیاز عدینہ بڑے ابا کا چہرہ دیکھ رہی تھی، جس پر اذیت، دکھ، غم اور ناراضی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ دھواں دھواں نگاہوں سے اپنے سامنے کھڑے اس تیسرے شخص کی طرف دیکھ رہے تھے، ان کے گمان کی آخری سرحدوں پر بھی نہیں تھا کہ قسمت کبھی دوبارہ۔۔۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کے مقابل لا کھڑا کرے گی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بنتِ سحر

جرمن ہال کی سیڑھیوں پر میں بیٹھی تھی اور برف گر رہی تھی۔۔۔ برف۔۔۔ مجھے لگا میں برف سے بنے کسی "تابوت" میں مقید کر دی جاؤں گی۔ میرا اسپھنشس چین ٹوٹ کر آخری سیڑھی پر جا گرا تھا اور سفید برف کے نیچے دبتا ہی جا رہا تھا۔ سب آوازوں پر بھاری ایک آواز۔۔۔ میرے حوصلوں کو توڑتی ہوئی۔۔۔ میری طاقت کو تہس نہس کرتی ہوئی۔

"واٹ اے سرپرائز۔" عالیہ یوسف۔۔۔

Downloaded From paksociety.com

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پلیز۔ اب اپنے کھیل ختم کرو۔۔۔ تم کچھ بھی نہیں کرسکتی ہو۔۔۔ تم ہمیشہ "ہارتی" آئی ہو' قسمت سے لڑنے والے لوگ تم جیسے نہیں ہوتے۔۔۔ تم پاکستان سے محبت کرتے ہوئے اس کا دفاع۔۔۔ کرتی ہو۔ حب الوطنی کے راگ الاپتی ہو۔۔۔ کچھ ہاتھ نہیں آئے گا تمہارے۔۔۔"

"میں اپنے قلم سے سوچ بدلوں گی' ذہن بدلوں گی' میرے لفظ میرے چراغ ہیں' راستہ دکھائیں گے۔"

فریڈرک نے طویل قہقہہ لگایا تھا۔۔۔ جرمن ہال کی دیواروں پر نقارے کی طرح بجتا ہوا ابھرتا ہوا۔

"ایسی بستی بنانے کے خواب نہ دیکھو جہاں ذہن کی کھیتیاں بنجر ہیں۔۔۔ جہاں جذبے کھوکھلے ہیں۔۔۔ مرجاؤ گی یا "مار" دی جاؤ گی۔"

مگر تو اب بھی رہی تھی۔۔۔

خوف کی سیڑھی پر کھڑے ہو کر میں نے فریڈرک کے ہڈ میں برف جمع ہوتی دیکھی تھی۔

"میں پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہوں۔۔۔ ہر دو قدم اٹھانے کے بعد پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتی رہوں گی جس لمحے لگا قافلے کا آخری "مسافر" ہوں تب قلم توڑ دوں گی۔ میں نے اندھیرے کو اجالے میں ڈھالنے کا عہد کیا ہے اور میں عہد سے پھرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" میں نے اپنی ناک پر برف گرتی دیکھی۔۔۔

فریڈرک نے بغور مجھے دیکھا تھا۔ اس کی ہنسی بادل پر برق کی مانند گری تھی۔ دھڑ۔۔۔ دھڑ۔۔۔ چنگاریاں۔۔۔ باغیچوں کو جلانے لگی تھیں۔

"چلو پھر۔۔۔ 23 مارچ کو دیکھیں گے تمہارے لشکر کو۔۔۔ مجھے تمہیں قافلے کا آخری مسافر دیکھ کر بہت دکھ ہوگا۔۔۔ تم جانتی ہو نا یہ بات؟"

"ہاں۔۔۔ جانتی ہوں۔۔۔ نارنجی بالوں والے لڑکے انتظار کرو۔" میں نے کوٹ کی جیبوں میں حرارت محسوس کرتے ہوئے دونوں ہاتھ جیب میں رکھ لیے۔

وہ ڈینیس مارک کے جوتوں سے برف روندتا ہوا میرے قریب آیا اور میرے بالوں پر جمی برف کو جھاڑا تھا۔

"گھنگریالے بالوں والی لڑکی کے لیے ٹشو باکس کا آرڈر دیا جاچکا ہے۔" وہ برف کی بارش میں فرش کے پتھر اڑاتا آگے بڑھ رہا تھا۔ طاقچوں کے چراغ ابھی بھی جل رہے ہیں۔ جلتے رہیں گے اور عالیہ یوسف جلد "بازی" کھیلنے والی ہے۔۔۔ سب سے بھاری بازی۔۔۔ عرب کے پتھروں سے بھی بھاری۔

✡ ✡ ✡

ڈینیل کرسٹل شاپ۔۔۔ میں بکھری روشنیاں بہت گہری اور قیمتی سی لگتی تھیں۔۔۔ وہ کرسٹل پیس کر ترتیب سے رکھ رہا تھا۔۔۔ میں پتھریلی نفیس سی کرسی پر بیٹھی تھی۔۔۔ احمت نے پرکولیٹر کا پلگ آن کیا تھا اور پھر چند ثانیے بعد بھاپ اڑاتی کافی کے دو کپ کاؤنٹر پر رکھے تھے۔

"تم کیا واقعی یہ سب کرلوگی؟" وہ جھجک کر پوچھ رہا تھا۔۔۔ کپ کے کونوں پر بکھری حرارت انگلیاں جھلسانے لگی تھی۔

"قرض ہے میری ذات پر اتارنا ضروری ہے۔۔۔ میں بہت خوف زدہ ہوں احمت۔" وہ خود بھی ڈپریس لگ رہا تھا۔۔۔ گیم شروع ہونے کو تھا۔۔۔ اور میرے سارے مہرے کہیں لڑھک گئے تھے۔

"کرسٹل کورٹ میں سب سوالوں کے جواب مسکرا کر دینے پڑتے ہیں۔۔۔ کچھ سوال تمہیں مشتعل کریں گے۔ کچھ دکھی کریں گے مگر تمہیں ثابت قدم رہنا ہوگا۔۔۔ تمہیں سامعین کو خوش کرنا ہوگا۔" میں جانتی تھی وہ مجھے تسلی دے رہا تھا۔ مجھے مضبوط بنانے کی ناکام کوشش کررہا تھا۔ میں نے کافی کا گھونٹ لیا تھا۔

"میں اپنی ذات کے داغ دیکھ سکتی ہوں مگر اپنے ملک پر چھینٹے میں برداشت نہیں کرسکتی۔۔۔ کبھی نہیں۔۔۔ میں اچھی صحافی نہیں ہوں مگر اچھی محب وطن ہوں۔۔۔ تم جانتے ہو نا؟" دوسروں سے تصدیق چاہنا کتنا وقت طلب ہوتا ہے' میں اچھی طرح جانتی تھی۔ احمت نے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

" Yes I noow " (ہاں میں جانتا ہوں)
میں نے خالی کپ آگے سرکایا تھا۔۔۔ "چلتی ہوں۔۔۔ 23 مارچ کو تم آؤ گے نا؟" میں نے پنک اور زنک رنگ سے بنا اسکارف ٹھیک سے اوڑھا تھا۔ یہ مجھے میرے ایرانی دوست نے گفٹ کیا تھا۔
احمر نے حوصلہ دلاتی ہنسی سے کہا تھا۔
Sure I am always with you
(ہاں میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں)
کرسٹل شاپ سے باہر کی دنیا ہمیشہ مجھے حیران کن لگتی تھی۔ میں ہینڈ بیگ تھامے روڈ پر چلتی جا رہی تھی۔۔۔ آوازیں، قہقہے، لوگ، سب پس پشت ڈالے میں صرف ایک آواز یاد کر رہی تھی۔
"عالیہ سنو۔۔۔ تم نے میڈیا میگ سے صحافت کا امتحان دینا ہے۔۔۔ اور وہاں کا رول ہے کہ وہاں کا ماسٹرز اسٹوڈنٹ پرسنل کورٹ میں پارٹ لیتا ہے اور وہاں کٹہرے میں ہو کر تم نے بھی سوالوں کے جواب دینے ہیں۔۔۔ وہاں مذہب، ملک کے حوالے سے سوال ہوں گے۔۔۔ تم نے ہر سوال کا جواب دینا ہے۔۔۔ جو میں نہیں کر سکا، وہ تم نے کرنا ہے۔۔۔ میں کبھی بھی یہ قرض نہیں اتار پایا مگر تم یہ ضرور کرنا۔۔۔ میں نے مستقبل بچانے کے لیے سودا کر لیا تھا۔ میں "بک" گیا تھا۔ مجھے وہ سب نہیں بھولتا۔۔۔ تم۔۔۔ تم۔۔۔ وہ قرض اتار آنا۔۔۔ تم یہ کرو گی نا عالیہ۔۔۔"
میں نے اپنے صحافی باپ کے ہاتھوں کو بندھا دیکھا تھا۔ جو میڈیا میگ کا ہر دل عزیز گرینڈ ممبر تھا۔۔۔ جو ٹیلی ویژن کے شوز میں دلائل سے بات کرتا تھا مگر میڈیا میگ کے کچھ شرپسند امیدواروں نے اسے "استعمال" کیا تھا اور پھر انہوں نے "قلم" "سوچ" سب بیچ دیا تھا۔ میں نے اسپتال کے فرش کی ٹھنڈک کو پورے وجود میں اترتے ہوئے محسوس کیا تھا۔
"ہاں۔۔۔ میں ضرور یہ قرض اتاروں گی۔۔۔" اور وقت قریب تھا۔۔۔ قرض اتارنے کا۔۔۔

میں نے ہینڈ بیگ کندھے پر ڈالا اور جھک کر فلیٹ لاک کیا تھا۔ کوریڈور کی دوسری جانب جونٹ اپنی بلی کو تھامے کرسی پر جھول رہی تھیں۔۔۔ یقیناً یہ ان کا دلچسپ مشغلہ تھا اور میں یہ بات جانتی تھی۔ کوریڈور کے کناروں پر چھوٹے چھوٹے گملوں میں انگریزی پودے لگے ہوئے تھے، جن کے پتے خوشبو دیتے تھے۔ اسی لیے میں ہر شام وہاں کھڑے ہو کر لمبے لمبے سانس لیتی تھی۔
"یہ تم نے آج کیا پہن رکھا ہے لڑکی؟" انہوں نے بلی کو نیچے لڑھکا دیا تھا جو فرش پر خراماں خراماں چلتی جا رہی تھی۔
"اوہ! یہ ہمارے پرچم کے رنگ ہیں۔"
"اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ میں بھی وہی دیکھ کر حیران تھی کہ یہ کیسی میچنگ ہے۔ قمیص سبز کلر کی ہو اور دوپٹا، شلوار سفید کلر کے ہوں۔۔۔" میری نظریں ان کی بلی پر تھیں جو سدا ابہار پودے کی اوٹ میں چھپی ہوئی تھی۔ میں نے نظر موڑ کر جونٹ کو دیکھا تھا۔
"میں کیسی لگ رہی ہوں؟" میں نے پوچھا تھا۔ وہ ہنسی تھیں۔
"مجھے تو کسی سبزی جیسی لگ رہی ہو۔۔۔" میں بھی مسکرا دی تھی۔
"آپ میرے لیے دعا کریں گی نا؟" میں نے ان کے ہاتھ تھامے تھے۔ جھولتی ہوئی کرسی جھٹکے سے رکی تھی۔
"کیوں عالیہ۔۔۔ تم کون سا جنگ لڑنے جا رہی ہو؟"
"قرض اتارنا جنگ لڑنے سے زیادہ جان لیوا ہوا کرتا ہے۔۔۔ ہماری ذات کے قرض ہمارے وجود میں بے سکونی بھر دیتے ہیں۔۔۔ میں بھی بے سکون ہوں۔۔۔ وطن سے محبت، احترام میری گھٹی میں شامل کیا گیا ہے اور آج میرے لیے جنگ کا دن ہی ہے۔" میں سیڑھیوں کی طرف مڑی تھی۔
"میں تمہارے لیے دعا نہیں کروں گی عالیہ یوسف۔۔۔" میں نے ہینڈ بیگ کو مضبوطی سے پکڑا تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"اوہ آر یو شیور؟" شام کے چار بج رہے تھے۔ دور روشنیاں قطار در قطار پھیلی نظر آتی تھیں۔۔۔ مجھے لگا وہ ماند پڑتی جا رہی ہوں۔ وہ بولی تھیں۔

"یس آئی ایم شیور" میں نے گملے کو ٹھوکر ماری تھی۔۔۔ شاید گملے میں آج ہی "کھاد" ڈالی گئی تھی۔ کھاد کے بھورے بھورے دانے سارے میں بکھر گئے۔

"آدھی رات کو کمبل ڈالنے میں آؤں۔۔۔ برستی بارش میں بلی ڈھونڈ کر بھی میں لاؤں۔۔۔ سردی میں بخار سے پھنکتی مریضہ کے لیے سوپ بھی میں بناؤں۔۔۔ سارے بیکری آئٹمز بھی میں ہی لا کر دیتی ہوں۔" وہ ہکا بکا مجھے دیکھ رہی تھیں۔ میں مدھم سا مسکرائی تھی۔

"اور اب مجھے یقین ہے کہ تم میرے لیے ضرور دعا کروگی۔" میں تیزی سے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ پیچھے وہ زور زور سے چلا رہی تھیں۔

"تم مجھے ہر بار بلیک میل کرتی ہو۔۔۔ تم اچھی لڑکی نہیں ہو۔۔۔ احسان کر کے جتاتی ہو۔۔۔" جیسے جونٹ کے کانوں سے دھواں نکل رہا تھا۔ زور سے بلی کو دوبارہ فرش پر پٹخ دیا۔ بلی نے ناگواری سے اس تشدد پر آواز نکالی تھی اور "وہ" دونوں ہاتھ جوڑے اب دعا کا ارادہ باندھ رہی تھیں۔

۞ ۞ ۞

کچھ سال پہلے۔۔۔

ہال۔۔۔ یا۔۔۔ شاید کافی سال پہلے میڈیا میگ مائیگریٹ اسٹوڈنٹس میں سے ایک یوسف علی نے "میر جعفر" کا سا کردار ادا کیا تھا۔ میڈیا میگ ایک مشہور تعلیم صحافت کا ادارہ تھا۔ جس کی بنیاد ہی "تعصب" پر تھی۔۔۔ سالانہ تقریب منعقد کرائی جاتی تھی جس میں اپنا' اپنے ملک کا' اپنے مذہب کا حوالہ دیا جاتا تھا اور یوسف علی کٹھ پتلی کی ڈور کھینچ کر اسی سے "میر جعفر" کا کردار ادا کروایا گیا تھا۔ کیمروں کی چکا چوند روشنیوں میں یوسف علی نے اپنے میر جعفر ہونے کا ثبوت دیا تھا۔ صحافیوں کی انگلیاں پیڈز پر حرکت کر رہی تھیں۔ فلیش لائٹس۔۔۔ پردوں کے پار سنہرے عکس۔۔۔

"میں پاکستان سے ہوں۔۔۔ مگر میں اپنی شناخت کا حوالہ پاکستان سے بیان کر کے بہت شرمندہ ہوں۔۔۔ بچپن سے لے کر آج تک میں اپنی اس شناخت پر خائف رہا ہوں۔۔۔ میں نے اپنے وطن سے محبت کی ہلکی سی رمق کو بھی کبھی اپنے دل میں ابھرتے نہیں دیکھا۔ غربت' جہالت' تنگ نظری' تعصب پاکستان کا حصہ ہے۔ ساری بین الاقوامی تخریب کارانہ سرگرمیوں کا محرک پاکستان ہی رہا ہے۔ حکمرانوں کے ساتھ ساتھ عوام بھی کرپٹ ہے۔ بھلا کسی ایسے ملک سے محبت کی جا سکتی ہے؟ میں تو جلد ہی کسی فارن کنٹری میں شفٹ ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میرے لیے اب پاکستان میں ایک لمحہ بھی گزارنا مشکل ہے۔ دوسرے ممالک سے خیرات مانگنے کی لاعلاج بیماری ہے پاکستان کو۔۔۔ ایسی بیماریوں کی دوا ہی نہیں ہوتی۔ فرقہ واریت بھی پاکستان میں موجود ہے۔ مذہب کے نام پر لڑتا بھڑتا پاکستان کے باسیوں کی پرانی عادت بن چکی ہے۔" ہال میں تالیاں بج رہی تھیں۔ یوسف علی نے خود کو اونچا اڑتا محسوس کیا تھا۔ سیڑھی کے اوپر سیڑھی۔ دوسری سیڑھی کے بعد تیسری سیڑھی۔۔۔ آسمان پر ہاتھ پہنچنے کو تھے۔ تفاخرانہ انداز سے یوسف علی صحافیوں کے سوالوں کے جواب دے رہا تھا۔

"یوسف علی۔۔۔! آپ نے تو پاکستان کا کچا چٹھا کھول دیا ہے۔"

"جی میں بہت صاف گو انسان ہوں۔۔۔ میں نے آج تک کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ جو حقیقت تھی میں نے بتا دی۔"

"کیا آپ اپنی باقی لائف پاکستان میں گزاریں گے؟"

"نو۔۔۔ نیور۔۔۔ آئی کین نوٹ لیو ان پاکستان" میڈیا میگ کے سربراہان نے ایک عجیب سی مسکراہٹ سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور پھر کھل کر مسکرا دیے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یوسف علی جیسی بہت سی "کٹھ پتلیاں" ان کے پاس تھیں جنہیں وہ "اسلامی ممالک" کے خلاف استعمال کرتے تھے اور وہ نہیں جانتے تھے عزت اور ذلت دینے کے اختیارات انسانوں کے پاس نہیں ہوتے، کبھی نہیں... یہ تھا... کچھ سال پہلے کا قصہ... اور اب چلتے ہیں کچھ سال بعد کے قصے کی جانب...

✡ ✡ ✡

23 مارچ کی شام...

وہ شام اپنے وجود میں ان گنت روشنیاں لیے اتری تھی۔ کبھی کبھی بڑھتی تاریکی میں یوں گمان گزرتا تھا جیسے کسی نے شہر تاریک کے احاطے میں ننھے ننھے مٹی کے دیے جلا رکھے ہوں۔ ہال سے باہر سیڑھیوں کے اسٹیپس تک ریڈ کارپٹ بچھا ہوا تھا۔ میں آہستہ آہستہ چلتی جارہی تھی، جب میں نے احمت کو اپنی طرف آتے دیکھا تھا۔

"تم آج تو جلدی آجاتیں..." اس کے بھورے بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے اور آنکھوں میں شکوہ سا تھا۔

"سوری احم... تمہیں تو پتا ہے میں ہر کام سکون سے کرنے کی عادی ہوں۔" ہم دونوں نے قدم آگے بڑھائے تھے۔ چھتوں پر لٹکتے فانوس کی جھالروں میں لگے ڈائمنڈز ست رنگی روشنیاں بکھیر رہے تھے۔ اسٹیج کے سامنے لگی کرسیوں کی قطاروں پر مختلف طلبہ، میڈیا کے لوگ اور میڈیا میک کے خرانٹ سربراہان بیٹھے تھے۔

اسٹیج پر میرا نام پکارا جارہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ اسٹیج کی طرف بڑھی تھی۔ وہیں مائیک پکڑتے ہوئے میری نظر اگلی رو میں بیٹھے فریڈرک پر پڑی تھی۔ جس کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ تھی۔ ہال کی روشنیاں دائرے کی شکل میں گھوم رہی تھیں... ست رنگ... نیلا... جامنی... پیلا... سبز... اور... بہت سے رنگ میڈیا میک کے سربراہان کو بالکل بھی پتا نہیں تھا کہ وہ "یوسف علی کی بیٹی نہیں "عالیہ یوسف" کھڑی تھی۔ وہ عالیہ یوسف جو ایک محب وطن شہری تھی۔

میں نے گلا صاف کیا اور بغیر رکے بولنا شروع کیا تھا۔ مجھے اس موقع سے فائدہ اٹھانا تھا... سارے میڈیا کی نظریں مجھ پر تھیں... کیمروں کی لائٹس ترچھے رخ سے پڑ رہی تھیں۔

"میں عالیہ یوسف ہوں۔ ملک پاکستان کی ایک محب وطن شہری اور دین اسلام کے اصولوں پر پروان چڑھی ہوئی۔ مجھے آج سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا بتاؤں؟ کیا کہوں؟ مگر اتنا کہوں گی میرا خمیر حب الوطنی کے جذبے سے اٹھایا گیا ہے اور میں پاک لوگوں کی سرزمین کی باسی ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ ہمارا میڈیا پاکستان کو غلط رخ سے دنیا کے سامنے پیش کررہا ہے اور میں اس بات کی بھرپور مذمت کرتی ہوں۔

ہمارا مذہب اسلام ہمیں مساوات، رواداری، اخلاقیات، متحمل مزاجی، معاملہ فہمی جیسے درس دیتا ہے... جو فرقہ واریت، تعصب پسندی اور تخریب کاری جیسے انتہا پسندانہ کاموں سے روکتا ہے۔ غیر ملکی تنظیموں نے پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

14 اگست 1947ء کو یہ ملک پاکستان ہتھیار کے زور پر نہیں بلکہ سوچ کے زور پر نظریہ کی بنیاد پر حاصل کیا گیا۔ ایک ایسا ملک جس کی جڑیں اسلام سے مشروط ہیں جو صرف امن کا درس دیتا ہے۔ جس ملک کے مذہب کے اصول اتنے اعلاشان اور پختہ ہوں وہ ملک آخر کیونکر فرقہ واریت اور تعصب پسندی جیسے القاب حاصل کر سکتا ہے۔

جانے کیوں عالمی برادری پاکستان کی آڑ میں "وار گیم" کھیلتی ہے اور پھر نام پاکستان کا آگے کر دیا جاتا ہے۔ پاکستان کے باسیوں میں ابھی اتنی جرات' جوش' ولولہ ہے کہ اپنے ملک کی طرف بڑھنے والی انگلیاں جڑوں سے کاٹ ڈالیں... اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا حوصلہ ہے ابھی ہم میں... ہمیں تخریب کار کا خطاب دینے والے خود ہی تخریبانہ تنظیموں سے گٹھ جوڑ کرتے ہیں اور ان کی سرپرستی کرتے ہیں۔" میں نے نظر سامنے دوڑائی تھی۔ ایسا لگتا تھا جسم سے خون نچوڑا جا رہا ہو۔ فریڈرک کے چہرے پر جیسے سیاہی پھر گئی تھی۔ روشنیاں اپنے دائروں سے مخالف سمت گھومنے لگی تھیں۔ میں نے گلا تر کیا تھا۔

"کچھ سال پہلے اسی دن' اسی جگہ یوسف علی میرے ابو کو خرید لیا گیا تھا اور انہوں نے بہت کچھ غلط کہا تھا' آج میں ان کی جانب سے پوری پاکستان قوم سے معافی مانگتی ہوں۔" میں نے ہاتھ جوڑے تھے۔ صحافیوں کے سوال شروع ہو گئے تھے۔

"یوسف علی کو کس نے خریدا تھا؟"

"میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتی' میرا مقصد صرف انہیں احساس دلانا تھا... ڈیٹس آل..." میں نے بات ختم کی تھی اور احمت کو دیکھا تھا جو کٹری کا نشان بنائے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے گفتگو کے آخری سرے جوڑے تھے۔

"کسی بھی ملک' کسی بھی مذہب کو تعصب پسندی اور فرقہ واریت کا طعنہ دینے سے پہلے حقائق پر نظر نہ ڈالنا حماقت ہی ہو گی اور میڈیا میگ کے سربراہان میں ایسے احمق لوگ بدرجہ اتم موجود ہیں۔ درس گاہ کا مقصد درس دینا ہوتا ہے نا کہ کسی خاص ملک کو نیچا دکھانا اور پوری دنیا کے سامنے ڈی گریڈ کرنا اور آخر میں... میں بس اتنا کہوں گی... میرا ملک پاکستان مساوات اور برابری کا درس دیتا ہے۔ ہمارے ملک کے جوانوں کو حب الوطنی کی گھٹی پلائی جاتی ہے اور گھٹیوں کے اثر زندگی کی آخری سانس تک قائم رہتے ہیں اور ہم پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہیں گے۔" میں نے زور سے ڈائس پر ہاتھ مارا تھا اور ریڈ کارپٹ پر چلتی ہوئی ہال سے باہر نکلنے لگی۔ میڈیا میگ کے سربراہان پر طمانچہ مارا تھا میں نے اور اس کا اثر کتنا گہرا تھا میں یہ اچھی طرح جانتی تھی۔ رات کے آنچل میں دھند گم ہوتی جا رہی تھی۔ میں ہال کی سیڑھیاں آہستہ آہستہ اتر رہی تھی۔ وجود جیسے ہلکا ہو گیا تھا۔ اونچی فلک بوس بلڈنگوں کے پار پتنگے جیسے جھول رہے تھے۔ میں نے آہستہ سے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔ ڈھیر سارے پاکستانی طالب علم میرے پیچھے میرے قدموں پر قدم رکھتے ہوئے آ رہے تھے۔ شاید انہیں پیسہ نہیں خرید سکا تھا یا پھر حب الوطنی کی گھٹی کا اثر باقی تھا۔ ہم نے گول دائرہ بنا کر ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے آواز لگائی تھی۔

"پاکستان زندہ باد... پاکستان زندہ باد..."

"ہم پاکستانی ہیں" ٹیلی ویژن اسکرینز پر لائیو نشریات نشر ہو رہی تھیں۔ میں فریڈرک کے پاس آئی تھی۔

"لک ایٹ دیم آئی ایم ناٹ الون" "دیکھو... میری محنت... افسوس... میں قافلے کا... آخری مسافر نہیں ہوں۔ اپنے ٹشو بکس اب خود ہی یوز کرو۔" میں اور احمت کرسٹل شاپ میں کافی پینے جا رہے تھے۔

"آپ ہمیشہ اپنی گھٹی پر چلیں جو آپ کو حب الوطنی کا درس دیتی ہے۔ میر جعفر بننا ذلت ہے۔ بس... دل کی گرد اور جالوں کو صاف کر کے حب الوطنی کا پھاہا لگا دیں۔ آپ کو اور آپ کے ملک کو صرف اور صرف آپ کے کھرے جذبوں کی ضرورت ہے۔"

✡

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

Downloaded From
Paksociety.com

مکمل ناول

سائرہ رضا

محبت سراب کا موسم

اتنے سال سے ایک ساتھ رہنے کے باوجود وہ کتنی الگ دکھائی دے رہی تھیں۔ اجنبی کٹھور۔ وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے ان کے جملوں نے زیادہ تکلیف دی تھی یا ان کی آنکھوں سے جھلکتی اجنبیت نے دل کو توڑا تھا۔ اتنے سال۔۔۔ کتنے سال وہ غیر ارادی طور پر انگلی کی پوروں پر حساب جوڑنے لگتے پر سب خلط ملط ہو جاتا تھا۔

جب دل و دماغ شدید انتشاری کیفیت میں آجاتے تب جسم کے افعال پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اٹھتے کہیں اور پڑتے کہیں جیسے قدم۔

ان کی خاموشی کو مزاج کہہ کر سالوں پہلے چھوٹ دے دی۔ الگ تھلگ انداز کو جھجک کے خانے میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ڈال دیا' مگر یہ تو نہیں سوچا تھا۔ وہ خاموش اس لیے رہتی تھیں کہ اپنے آپ سے گفتگو کی عادی ہو چکی تھیں اور الگ تھلگ اس لیے تھیں کہ انہوں نے ان سب کو اپنا کبھی سمجھا ہی نہیں تھا۔

اور ایسی ہی کیفیت کے زیر اثر بڑی امی بھی تھیں مگر ان کی سوچ تھوڑا آگے جا کر ایک سوال پر اٹک گئی تھی۔ انہیں پہلی بات کا زیادہ دکھ ہوا تھا یا دوسری کا.... یا تیسری کا.... انہوں نے تیز تیز پلکیں جھپکیں' کہیں آنسو چھلک نہ جائیں حالانکہ یہ خواہش بے وقوفی تھی۔ کوئی اندھا بھی بتا سکتا تھا۔

وہ انسان نہیں لگ رہی تھیں۔ مجسم آنسو جیسے.... موم بتی کی طرح جسے خود کبھی پتا نہیں ہوتا۔ وہ دھیرے دھیرے ختم ہو رہی ہے۔ پانی ہوتے ہوتے بھی اپنی ہی روشنی پر نازاں رہتی ہے ہوش تب آتا ہے جب بجھ چکی ہوتی ہے۔

لیکن نہیں۔ انہیں تو پتا لگ رہا تھا کہ وہ اندر سے ختم ہو رہی ہیں۔ ان کی نگاہیں بیٹے پر ٹک گئیں۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ ہاں وہ ہو گا اتنا بہادر' مگر وہ نہیں تھیں۔

ان کی بھری سوالیہ نگاہیں شوہر کی سمت اٹھیں' وہ بھی مسکرا رہے تھے۔

"امی! چائے۔" اور وہ چونک کر مڑیں۔ یہ ان کی بیٹی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ کمال ہے۔ مسکرانا کیا اتنا آسان ہے۔

"باادب باملاحظہ ہوشیار شہزادی صاحبہ.... اپنی پہلی تنخواہ لے کر حاضر ہیں۔"

ان کی سوچوں کا سرا چھوٹ گیا۔ کھنکتی آواز پر سب چونک کر متوجہ ہوئے تھے آتشی گلابی دوپٹا قمیص کے ہمراہ سفید چوڑی دار پاجامہ' ذرا سی ہیل والی سیاہ جوتی۔ خوب صورت ہینڈ بیگ۔

"شہزادی۔ یہ تم نے اپنے لیے کہا ہے؟" معید کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"ہاں!" اس نے دانت پیسے اور ساتھ ہی اپنا بیگ اس کے کندھے سے ٹکرا دیا۔

"یہ تمہارا جملہ ہونا چاہیے تھا جل ککڑے۔ میں خود کفیل ہو گئی ہوں۔" وہ چمکتی آنکھوں سے سب کو دیکھتے ہوئے اپنا بیگ کھول رہی تھی۔ "اس میں اتنے نوٹ ہیں اتنے نوٹ۔" سفید لفافہ نکال کر اسے ہاتھوں میں تولا کہ اس کا وزن دیکھو تم۔ وہ دھپ سے کرسی پر بیٹھی۔ لفافہ اچھال رہی تھی اوہ۔ اس کی جھولی میں نوٹ گر گئے کچھ زمین پر گرے۔

"ہائے۔" اس نے سب کو شرمندگی سے دیکھا۔

"او چھے جٹ کٹورا بھیا' پانی پی پی اپھریا۔" معید اس سے زیادہ وہ فی البدیہہ اور کیا ہو تا؟ (ندیدے جٹ کو پیالہ ملا اس نے پانی پی پی کے پیٹ پھلا دیا)

"یہ تم نے مجھے کہا ہے۔" وہ نوٹ سمیٹنا بھول کر اسے گھورنے لگی۔

"دیکھ رہے ہیں آپ سب لوگ؟" اس نے باری باری سب کی صورتیں دیکھیں اور تب ہی وہ چونکی۔

"کیا بات ہے ایسے چپ کیوں ہیں؟ کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔ کچھ بھی تو نہیں۔ کیا ہونا ہے۔" سب ایک ساتھ ایک جیسے جملے بول پڑے پھر جب نظریں آپس میں ملیں تو نگاہیں چرا گئے۔

(سب کچھ تو ہو گیا تھا بچا کیا تھا پیچھے۔)

"کوئی بات ہوئی ہے امی!" وہ پر سکون چہرہ لیے بیٹھی ماں کی سمت گھومی۔

"نہیں کیا ہونا ہے؟" انہوں نے اس کے گال پر شفقت سے ہاتھ رکھا تھا۔

"نہیں۔ مجھے عجیب سا لگ رہا ہے۔ مجھے لگ رہا ہے جیسے آپ لوگ کچھ چھپا رہے ہیں۔"

"نہیں بیٹا! بس حیران ہیں اتنے بہت سارے نوٹ پہلے نہیں دیکھے نا۔" بڑے ابو نے بھول پن سے جتایا۔

"ہے ناں!" وہ فوراً" خوش ہو گئی۔ "بہت سارے ہیں نا۔ تین مہینے کی تنخواہ ہے یہ۔"

"ماشاء اللہ" امی نے کہا۔

"آپ کچھ نہیں بول رہیں بڑی امی! آپ کو خوشی نہیں ہوئی۔" وہ اس کی ننھی ننھی باتوں کو سراہا کرتی تھیں تو اب ایسے کیوں۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"جوش سے زیادہ حیران ہیں۔ پہلی تنخواہ کی اتنی قدر افزائی ماشاء اللہ۔" وہ پوچھ بڑی امی سے رہی تھی صفائی ان کی بیٹی کی جانب سے آئی۔ اس نے سمجھ کر لمبا سانس بھرا اور ہنس دی۔

"کیا کروں اتنے نوٹوں کی عادی نہیں نا۔ تو یہ سمجھ میں نہیں آتا میں اتنے سارے پیسوں کا کروں گی کیا؟ ہیں تم بتاؤ۔" بے نیازی سے کہتی وہ معید کی سمت گھومی جو نوٹ اکٹھے کر چکا تھا اور لفافے میں سلیقے سے بھر رہا تھا۔

"اپنی امی کو دو بیٹا!" بڑے ابو نے نرمی سے کہا۔ "ان کا حق ہے۔"

"ہاں۔" اس کی نگاہیں ماں کی جانب اٹھیں۔ وہ مان بھرے انداز سے ایک حق سے ایک فخر سے بیٹھی تھیں۔ ایک مسکراہٹ لبوں پر رقصاں تھی۔

"ہاں۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا، مگر اک سنجیدگی بھی چہرے پر آگئی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر لفافہ لے لیا۔ "امی کے حق سے تو انکار نہیں۔" وہ تین قدم چل کے ان کے نزدیک آگئی پھر ماں کی سمت دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھیں، مگر ان کا انداز کچھ عجیب سا لگا۔ ناقابل فہم۔

"میں اپنی پہلی تنخواہ آپ کے ہاتھ میں رکھنا چاہتی ہوں ابو۔" وہ زمین پر ان کے گھٹنوں کے پاس بیٹھ گئی اور لفافہ ان کی جھولی میں ڈال دیا۔ یہ بالکل غیر متوقع صورت حال تھی۔ امی کا مسکراتا چہرہ یک دم تن گیا تھا انہیں جیسے اس چیز کی امید نہیں تھی۔ دوسری طرف ابو کو یوں لگا جیسے کسی نے گود میں جلتے کوئلے رکھ دیے ہوں۔ وہ دامن جھٹک کر کھڑے ہونے ہی والے تھے جب نگاہ پھر اس کے چہرے پر ٹک گئی۔ وہ کچھ کہہ رہی تھی۔ احسان، مان، محبت، ایثار، حق و فرض کی باتیں۔

اس کا ایک ایک لفظ اس کے دل کی سچائی کا مظہر تھا اور صرف زبان ہی کیوں۔ اس کا چہرہ، اس کی آنکھیں سب اپنے کہے ہر لفظ کی ترجمانی کر رہی تھیں۔

مگر وہیں اس کی امی کا تنا چہرہ۔ اس پر ایک جتاتے طنز کی سلوٹیں اور استہزاء، ایک ناگواری و طیش انہیں یقیناً بیٹی کا یہ عمل پسند نہیں آیا اور وہ سارے خوب صورت جملے بھی جو ان کی بیٹی احسانات کے حوالے سے کہہ رہی تھی۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا امی!" اس نے یک دم ماں کو پکار لیا اور بڑی امی پہلی بار ششدر رہ گئیں۔ بیٹی کے مخاطب کرنے پر یک دم وہ نفرت، بے زاری، طنزیہ تحریر غائب ہو گئی تھی۔ وہ بیٹی کو دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھیں بیٹی کے اس عمل سے بہت خوش۔ اور اگر وہ کچھ لمحے پہلے ان کی حقیقت سے واقف نہ ہوئی ہوتیں تو دل کیسے خوشی سے بھر جاتا۔ (وہ انہیں عزت دیتی ہیں؟) ان کا دل بری طرح بے زار ہوا اور دکھی بھی۔

"نہیں۔ یہ ہم نہیں رکھ سکتے۔" وہ جگہ سے کھڑی ہو گئیں پھر خود ہی آگے بڑھ کر لفافہ شوہر کی گود سے اٹھا کر اسے تھمایا۔ "یہ تم اپنی ماں کو دو۔" اور اپنی بات کہہ کر وہ رکی نہیں تھیں۔ کمرے سے نکلتی چلی گئیں۔

حمیرا نے بری طرح چونک کر انہیں جاتا دیکھا تھا۔ پھر بڑے ابو کو۔ وہ مسکرا رہے تھے، اس نے ان دونوں بہن بھائیوں کو دیکھا۔ معید نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا جیسے کچھ نہیں ہوا، مگر بھائی کی بہن سمیرا، وہ ماں کے پیچھے چلی گئی تھی تپائی پر پڑی چائے کی ٹرے۔

"میں ذرا نماز کی تیاری کر لوں۔" بڑے ابو بھی کھڑے ہو گئے، اسے بھی کھڑا ہونا پڑا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"کیا ہوا ہے' سب خیر ہے ناں؟" وہ اسے دیکھنے لگی جو جھک کر تپائی کے نیچے سے ہزار کا نوٹ اٹھا کر اسے دے رہا تھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ آؤ چائے پیتے ہیں۔"

"نہیں۔" وہ پوری کی پوری ماں کی سمت گھومی۔

"امی! کچھ ہوا ہے نا۔ آپ کو تو آج شاید پھپھو کے گھر جانا تھا نا۔ انہوں نے کچھ کہا۔ "بتائیں نا؟" اسے بروقت یاد آیا۔ اپنی خوشی میں اتنی بڑی بات بھول گئی۔

وہ اسے جواب دیے بغیر کمرے سے چلی گئی تھیں۔

امی نے تو اسے کچھ نہیں بتایا۔ "کچھ نہیں ہوا۔ ایسی ویسی کوئی بات نہیں۔" کہہ کر ٹال دیا۔ وہ سب کچھ جاننے پر مصر تھی' مگر امی کو ایک غائب دماغی کی سی کیفیت میں گھرا دیکھ کر پھر اس نے مزید سوالات کا ارادہ ترک کر دیا۔

سمیرا ہی سے پوچھے گی۔ اس نے جلدی جلدی کپڑے بدلے۔ ڈھیلا ڈھالا رنگ برنگا سوٹ اور کمرے سے بھاگی۔ پرس یونہی کھلا پڑا تھا اور تنخواہ والا لفافہ کسی فالتو کاغذ کی طرح اس نے لاپروائی سے ڈال دیا تھا۔ آج امی اس کی لاپروائی اور بے نیازی پر کچھ بولی نہیں تھیں۔ نجانے ان کا دھیان کدھر تھا۔ سمیرا ڈھیلے انداز سے بیڈ پر بیٹھی تھی۔ اسے اندر آتا دیکھ کر وہ بلاوجہ بیڈ کی درازیں کھولنے لگی۔ بڑی امی کے ہاتھ میں تسبیح ..... نظر ملنے پر اس نے دیکھا ان کی آنکھوں میں اتنی ویرانی تھی کہ دل کانپ جائے' مگر انہوں نے ترنت تاثرات بدلے تھے اور تسبیح سے دانے گرانے شروع کر دیے تھے۔

"اب کوئی مجھے بتائے گا کہ کیا معاملہ ہے؟"

"کون سا معاملہ۔ کوئی معاملہ نہیں ہے۔" سمیرا مسکرائی تھی۔

"وہی معاملہ جو چھپایا جا رہا ہے جبکہ سب جانتے ہیں مجھ سے کچھ بھی چھپایا نہیں جا سکتا۔"

"بالکل درست۔ ساری زندگی میری امی اور تمہاری خود کی امی کھانے پینے کی چیزیں چھپا چھپا کر رکھتی رہیں' مگر تم چوہیا کی طرح کترنے پہنچ ہی جاتی تھیں۔" وہ چونک کر آواز کے تعاقب میں گھومی۔

"اوہ۔" اس نے ہاتھ کمر پر ٹکائے۔ معید بھی کمرے میں موجود تھا کونے والے صوفے پر بیٹھا ہوا۔

"بڑی امی نے مجھ سے کبھی کوئی چیز چھپا کے نہیں رکھی۔ ہاں میری امی ضرور ایسے کام کرتی تھیں' وہ بھی اس لیے کہ انہیں خدشہ تھا میں موٹا بم بن جاؤں گی۔" اس کی صاف گوئی پر بڑی امی کا ہاتھ رکا تھا۔

"ہاں انہوں نے ہمیشہ اسے اپنی اولاد کی طرح چاہا تھا' مگر کیا واقعی اس نے اس چیز کو تسلیم کیا تھا۔ یا وہ بھی ماں کی طرح اداکارہ تھی۔ اداکارہ۔" ان کا ذہن الجھا۔

"منافقت کو اداکاری کہنا شاید صحیح نہیں' اداکار تو خوش کرتا ہے واہ واہ پر مجبور کر دیتا ہے جبکہ منافق۔ وہ کیا کرتا ہے ہاں اداکار اور منافق میں بڑا باریک فرق ہے۔ اداکاری کے بارے میں ہم جانتے ہیں' یہ جو کچھ کہہ رہا ہے کر رہا ہے یہ برملا کسی کردار کو نبھا رہا ہے۔ جبکہ منافق کے بارے میں ہم جانتے نہیں ہیں کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے وہ اداکاری ہے۔ اس کے دل میں کچھ اور ہے اور زبان پر کچھ اور۔"

"سچ اگر بڑی امی مجھے چھپا چھپا کر کھلاتی پلاتی نہیں۔ تو میں نے تو واقعی میں مرجانا تھا اور دیکھو میں کوئی موٹی ہوئی؟ بالکل بھی نہیں۔" اس نے اپنی قمیص کا سرا پکڑ کر ذرا سا گھوم کر دکھایا۔ معید کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑی۔ اونچی بندھی پونی کی وجہ سے اس کی پتلی لمبی گردن نمایاں ہو رہی تھی منہ دھو کر آئی تھی چہرے کا نکھرا پن ماحول کو تروتازہ کر رہا تھا۔

"دراصل امی فطرتاً ایک وہمی عورت ہیں۔" اس نے پُراسرار رازدارانہ انداز اپنایا۔

"کاش وہمی عورت ہی ہوتی۔" بڑی امی کا دل بولا۔

"وہ چاروں قل پڑھ کر پھونک مار دیتیں۔ تعویذ بنوا لاتیں۔ دل بدل جاتا' لیکن دھوکے کا علاج نہیں ہوتا۔ نفرت کا مرض بھی لاعلاج ہے۔ جوڑ توڑ کرنے والے کبھی خزانوں کے مالک نہیں بنتے بس اس خوش فہمی میں جیتے ہیں۔ ہم جمع کر رہے ہیں اندھا دھند انہیں یہ بھی پتا نہیں لگتا جن سکوں کی حفاظت میں عمر گلائی وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کب کے متروک ہو چکے۔ وہ بھروسے کے چرخے پر محبت کا دھاگہ کاتتی رہی اور وہ صفیہ دھوکا بنتی رہیں تھان کے تھان۔ ڈھیر لگا دیے۔ ایک بنائی الٹی' ایک سیدھی' ایک تار بغض کا' ایک بدگمانی کا' ایک حسد کا۔

نفرت کی چادر مکمل ہوئی تو ہوا میں اچھال کر سب پر اوڑھا دی۔ سارے منظر دھندلے ہو گئے۔ انہیں حمیرا مجید کا بے ریا چہرہ بھی گدلا دکھائی دینے لگا۔ شک میں پڑ گئیں جو اسے دیکھے گئیں' جو چمکتی آنکھوں مسکراتے لبوں کے ساتھ مسلسل بول رہی تھی۔ نجانے کون سے قصے۔ اور معید کیسے انہماک سے اسے سن رہا تھا اور اس کے چہرے پر وہی خوشی تھی جو ہمیشہ اس کی جانب دیکھنے سے پیدا ہو جاتی تھی اور سمیرا جو گم صم ہو گئی تھی شام سے۔ وہ بھی اس کو سننے میں ایسی محو ہو چکی تھی سب بھول بھال گئی۔ ابھی کچھ دیر پہلے کیسی قیامت ٹوٹی تھی۔ بات کرتے کرتے وہ زور سے ہنس دی تھی اور اس کی ماں بھی ایسے ہی ہنستی تھی' باوجود اس کے کہ وہ بہت کم ہنستی دیکھی گئی تھی' انہیں لگا حمیرا نہیں ہنس رہی۔ یہ اس کی ماں ہنس رہی ہے۔ ہاں یہ صفیہ ہنس رہی تھی ان پر۔ ان کی گرفت تسبیح پر سخت ہو گئی۔ حمیرا کا ہنستا چہرہ زہر لگنے لگا۔ ہنسی کی آواز کریہہ۔

"اس سے کہو معید۔ چپ ہو جائے۔" وہ چلا اٹھیں اور وہ تینوں بری طرح چونک پڑے۔

"امی!" سمیرا کی آواز میں اچنبھا تھا۔

"اس سے کہو سمیرا! اپنے کمرے میں چلی جائے فورا"۔" ان کا ہاتھ دروازے کی طرف لمبا ہوا اور چہرہ مخالف جانب مڑ گیا جیسے وہ صورت دیکھنا بھی نہیں چاہتیں۔

حمیرا بے یقینی سے چکرا اٹھی۔ اس نے دونوں بہن بھائیوں کو دیکھا۔ شہادت کی انگلی اپنے سینے پر رکھ کر جیسے تصدیق چاہی۔ "کیا میں؟"

"آپ مجھے نکل جانے کا کہہ رہی ہیں؟" وہ چند قدم ان تک بڑھ آئی پر یہ کیا؟ بڑی امی کی گردن مزید گھوم گئی۔

"امی پلیز۔" معید کے دو لفظوں میں گہری تادیب تھی۔

"ہاں امی پلیز۔" سمیرا کے تین لفظ بھائی کی گزارش کی سفارش تھے۔

"کیا۔ ہو گیا۔ کوئی بات ہے؟" پہلی بار اس کی آواز میں لرزش تھی۔ بہت ٹوٹے لفظ۔ "میں نے کچھ کر دیا کیا؟ کوئی مجھے بتائے تو۔" وہ جست بھر کے بڑی امی کے عین سامنے آ گئی۔ اب منہ موڑ کر دکھائیں۔

"بتایا اسے جاتا ہے جو انجان ہو۔"

"مجھے واقعی کچھ نہیں معلوم۔ صبح آفس گئی تھی اور ابھی آ گئی ہوں۔ آپ بتائیے تو۔" اس نے لجاجت سے کہتے ہوئے ان کا ہاتھ تھاما' مگر.... اف.... انہوں نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔ حمیرا عبدالمجید کا ہاتھ بڑی امی نے؟

"اوہ۔" اس کی آنکھیں لبالب پانیوں سے بھر گئیں۔

"کچھ نہیں ہوا حمیرا! تم جاؤ۔" سمیرا اپنی جگہ سے اٹھ آئی۔

"کیوں نہیں کچھ ہوا۔" بڑی امی نے تسبیح رکھ دی۔ "اتنی محبت' اتنا مان' بھروسا' خلوص سب پر پھیر دیا ان ماں بیٹی نے۔ کون سی کمی چھوڑی تھی ہم نے محبت میں اور کبھی صلے کی امید نہیں رکھی۔ دونوں ہاتھوں کو دینے والا بنا دیا۔ کچھ سوچا بھی تو بھلے کا سوچا' جہاں لگا غلط ہو جائے گا۔ خود بخود پیچھے ہٹ گئے اس کا باپ قطع تعلق کر کے گیا تھا۔ کوئی خیر خبر نہیں رکھی۔ اس گھر سے اپنا حصہ لے گیا۔ اپنی الگ دنیا بسائی۔ تمہارے باپ نے اس پر بھی اعتراض نہ کیا اور پھر اس کے مرنے کی خبر سن کر کیسے اس نے منٹوں میں فیصلے کیے' کسی سے نہ پوچھا نہ بتایا اور میں نے ایک اچھی بیوی ہونے کے ناتے ان کے ہر فیصلے پر سر تسلیم کیا۔ تمہارے باپ نے کہا "آج سے اس گھر میں حمیرا کا وہی حصہ ہے۔ جو عبدالمجید کا حصہ تھا۔" میں بے ساختہ بولی۔ "عبدالمجید کا حصہ گھر میں' مگر وہ تو اپنا حصہ لے چکا ہے تو پتا ہے وہ کیا بولے۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"امی! یہ سب باتیں کیوں کر رہی ہیں۔" سمیرا ان کے برابر بیٹھ گئی۔

"ہاں امی۔ آپ ہی تو کہتی ہیں' کچھ باتیں کبھی نہیں دہراتے۔ خاص طور پر وہ جو فرض سے ہٹ کر احساس کے خانے کا حصہ ہوں۔"

معید نے نرم لہجے میں کہا۔ ماں کا ایسے پھٹ پڑنا اس کے لیے حیرانی تھی' انہیں روکنا ضروری تھا ورنہ وہ نجانے کہاں تک جاتیں' مانا کہ صدمے میں تھیں۔

"لیکن میں دہرانا چاہتی ہوں۔ اسے بتانا چاہتی ہوں کہ اتنے احسانوں کا بدلہ۔"

"امی! احسان کا لفظ استعمال نہ کریں۔" معید کی نظریں اس کے دھواں دھواں چہرے پر تھیں۔

"مجھے مت روکو' کہنے دو۔" بڑی امی کے آنسو ٹپک پڑے اور یہ حمیرا کے لیے قیامت کا پل تھا۔ اس نے انہیں کبھی روتے نہیں دیکھا تھا کبھی بھی۔ ایسا کیا ہو گیا جو یہ سب ہو رہا تھا جو اس نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔

"معید ٹھیک کہہ رہا ہے۔ احسان کا لفظ مت ادا کریں۔" سمیرا بھائی کی ہم نوا تھی۔

"ٹھیک ہے۔" بڑی امی نے حلق تر کیا۔ ہتھیلی آنکھ پر بے دردی سے رگڑ دی۔ "میں نہیں کہتی احسان کا بدلہ۔ لفظ بدل دیتی ہوں اتنی محبت کا یہ بدلہ۔ یہ صلہ۔" وہ چپ ہوتے ہوتے رو پڑیں۔

"او خدا۔" حمیرا کرسی پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھی۔

"میں نے کیا کیا۔ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ پلیز تم لوگ بتا دو کہ۔" اسے رونا آگیا' آواز بند ہو گئی۔ آنکھوں میں ہراس۔ شرمندگی اور لاعلمی۔

"ایسی کوئی خاص بات نہیں۔"

"کیسے خاص بات نہیں۔ بتاؤ اسے اس کی پھپھی نے سمیرا کا رشتہ لینے سے انکار کر دیا ہے۔"

"انکار۔" حمیرا کا جھکا سر اٹھا۔ "تو اس میں میرا کیا قصور؟" اس کی آنکھوں سے سوال چھلکا۔ ساتھ ہی اسے غصہ آیا۔

"تو آپ مجھ پر ناراض کیوں ہو رہی ہیں اور پھپھی بھولی کا کیا دماغ خراب ہو گیا؟ آپ انہیں ایک چپت ماردیتیں' الٹا خود رونے لگیں۔ میں خود پوچھ کر آتی ہوں کہ طبیعت ٹھیک ہے۔" وہ سب بھلا کر اپنی جون میں لوٹی تھی۔ اتنی سی بات پر۔

"یہ بھی پوچھ لینا کہ سمیرا کا منع کر کے تمہارا کیوں مانگ لیا۔"

وہ سر پر پلو ڈال رہی تھی' ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا۔

"میرا....."

"ہاں۔ اور ساتھ ہی اپنی ماں سے بھی سوال کر لینا کہ۔"

"امی!" بڑی امی کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ سمیرا نے اپنا ہاتھ ان کے ہونٹوں پر رکھ دیا تھا۔ حمیرا نے چونک کر اس عمل کو دیکھا۔

"کیا ابھی کچھ اور بھی باقی تھا' مگر کیا؟" اس نے باری باری تینوں کو دیکھا۔

"اوہ۔" اس نے لمبا سانس لیا۔ اب وہ سب کچھ اور بتانے والے نہیں تھے تو کوئی بات نہیں وہ خود معلوم کرے گی۔ پھپھی کی تو ایسی کی تیسی۔ ان کی ہمت کیسے ہوئی اس کے بارے میں ایسا سوچنے کی۔ وہ تیزی سے باہر نکلی اس بار پلو سر پر ڈالنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی تھی۔

پھپھی کے گھر پر بڑا سا تالا منہ چڑا رہا تھا۔ پتا لگا پھپھی گاؤں روانہ ہو گئی تھیں ان کے سسرال میں کسی کا انتقال ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے بیٹا بھی ہمراہ تھا۔

"کوئی بات نہیں۔ واپس تو گھر ہی آنا ہے نا۔" اس نے دروازے پر لگے بڑے سے تالے کو پکڑ رکھا تھا۔

"پھر دیکھو میں کیا کرتی ہوں۔ سمیرا کے لیے انکار کر دیا پہلے اس سوال کا جواب لوں گی اور پھر پوچھوں گی کہ میرا نام کس منہ سے لیا بلکہ اتنی ہمت کہاں سے پیدا کی کیا پھپھی جانتی نہیں کہ میں تو۔" وہ گھر کی جانب مڑی۔

✡ ✡ ✡

پھپھی کا رشتہ سے انکار اور ساتھ اس کا نام لینا

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

معمولی بات نہیں تھی۔ پوری بات جانے بغیر اسے چین نہیں آسکتا تھا۔ رات کھانے کے بعد وہ پھر آئی تھی۔ وہ تینوں آپس میں کسی سنجیدہ موضوع پر گفتگو کررہے تھے اور اسے اپنے سر پر کھڑا دیکھ کر چونکے تھے۔ چلتے منہ بند ہوگئے تھے۔ سمیرا اور معید کے چہروں پر استقبالی مسکراہٹ آئی تھی۔ "ارے تم کب آئیں؟"

"کچھ دیر ہوئی۔" اس کی نگاہیں بڑی امی پر ٹک گئیں۔ جنہوں نے آنکھیں موندلی تھیں۔ چہرے سے طبیعت کی ناسازی کا پتا چل رہا تھا' مگر یہ رکھائی کیوں۔

"مجھ سے ناراض ہیں؟"

"اچھا وجہ تو بتادیں۔"

"پھپھی بھولی کی بات پر۔؟؟ وہ بھی کوئی خفا ہونے کی بات ہے؟ پھپھی کا تو دماغ۔" اس نے انگلی کے اشارے سے خرابی کا بتایا۔

"میں تو گئی تھی' مگر پھپھی کی قسمت اچھی۔ ایسی باتیں سنائی ایسی باتیں کہ۔" وہ جارحانہ انداز سے اپنے عزائم بتانے لگی' مگر یہ کیا بڑی امی کا چہرہ بے تاثر ہی رہا۔ اتنے سوالوں کا ایک جواب بھی نہیں۔

"آپ کچھ بولتیں کیوں نہیں بڑی امی؟"

"میرے سر میں درد ہے۔ تم جاؤ یہاں سے۔"

"آپ مجھے کمرے سے نکل جانے کا کہہ رہی ہیں۔" اور بڑی امی خاموش رہیں۔

"آپ لوگ میرے آنے سے پہلے باتیں کررہے تھے اور اب چپ ہوگئے ہیں۔" بڑی امی سے مایوس ہوکر اس نے معید اور سمیرا کی جانب دیکھا۔

"ارے نہیں تو۔" دونوں بہن بھائیوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر یک زبان ہوکر کہا تھا۔

"میں بے وقوف نہیں ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے بتایا۔

"ہاں بیٹا!" دم سادھ کر لیٹی بڑی امی جیسے کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھیں۔ "بے وقوف تم نہیں ہو' پتا لگ گیا ہے۔ بے وقوف تو ہم ہیں جو اتنے سالوں تک۔" وہ

نجانے کیا کیا بولنے لگیں۔

"آپ کل بھی ایسی ہی باتیں کررہی تھیں بڑی امی۔ مجھے اشارے سمجھ میں نہیں آتے۔ میں ہمیشہ صاف بات کرتی ہوں اور یہ بات آپ ہی نے مجھے سکھائی تھی اور اب خود بھول رہی ہیں۔ مجھے معلوم ہے آپ غصہ ہیں دکھی ہیں۔ پھپھی بھولی نے میرا رشتہ مانگ لیا تو مانگنے دیں اس سے کیا ہوتا ہے۔ میں اپنا رشتہ دوں گی ہی نہیں۔ اب وہ مجھے زبردستی اٹھا کر لے جانے سے تو رہیں۔"

وہ دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر تیقن سے بات کررہی تھی۔ ساتھ ہی دونوں بہن بھائی سے تائید بھی چاہتی تھی۔

"اور ویسے بھی جہاں تک پھپھی بھولی کے ہونہار بیٹے کا سوال ہے۔ مجھے ان سے شادی کرنے میں کوئی انٹرسٹ ہی نہیں۔ بھلے سے جتنے مرضی قابل ہوں۔ بھئی جس شخص کا نام ہی مجھے پسند نہ ہو میں اس سے شادی کیسے کرسکتی ہوں تمہیں ہی مبارک ہو۔ پروفیسر اے ڈی ریاض' آگے ڈگریاں خود لگالو۔ مجھے تو یاد بھی نہیں رہتیں۔" اس نے لاپروائی سے ہاتھ چلایا۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا معید۔ ان کا نام تو چھوڑو۔" اسے کچھ اور بھی یاد آیا۔ "ان کی تو شکل بھی میرے آئیڈیل سے ملتی نہیں ہے۔"

"اے۔" معید کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

"اتنے اچھے تو ہیں بھائی ریاض۔"

"ہاں.... مگر.... بھائی.... ریاض...." اس نے لفظ "بھائی" پر خصوصی زور دیا ساتھ ہی آنکھیں نچا کر سمیرا کو دیکھا جو مروتاً بھی مسکرا نہیں سکی۔ اسے یہ چیز پہلی بار بری طرح سے محسوس ہوئی۔ سمیرا کے چہرے پر بے رنگی تھی۔ آنکھوں میں اجاڑ پن اور ہونٹ خشک۔ صرف یہی نہیں روز کپڑے بدلنے والی نے پرسوں والا سوٹ پہن رکھا تھا۔ بال بھی نہیں بنائے گئے تھے اور سب سے بڑھ کر وہ ناخن کتر رہی تھی وہ جس کے حسین ہاتھ اور نفاست سے سجے بنے ناخن اس کی پہچان تھے تو واقعی اس نے صدمہ لگا لیا تھا۔ نہیں صدمہ نہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

محبت چھننے کا خدشہ روگ لگا دیتا ہے۔ تو سمیرا روگی؟

دنیا چھوڑ دینے کا دل کرتا ہے۔ تو کیا سمیرا جوگی؟

نہیں نہیں۔ اللہ نہ کرے، جو وہ ایسے دنیا ہارے؟

دل کا ہار جانا بھی تو دنیا ہار دینے کے مترادف ہوتا ہے نا۔

اس کو ٹوٹ کر سمیرا کے ہنستے چہرے پر پیار آیا۔ جست لگا کر اس کے ساتھ جڑ کر بیٹھ گئی۔ ایک ہاتھ اس کے شانے پر پھیلا لیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کا ملائم ہاتھ تھام کر اپنی ساری محبت، خلوص جیسے گرفت کی گرمائش میں سمیٹ دی۔

"بس تھوڑا سا صبر۔ ایک بار پھپھی بھولی تشریف لائیں پھر تم دیکھو ارے مجھے کوئی زبردستی اٹھا کر لے جائیں گی۔ دنیا میں کوئی مائی کا لال ایسا نہیں جو میری مرضی کے خلاف کچھ کر سکے، کس میں اتنی ہمت ہے جو سمیرا عبدالمجید کو۔"

"صفیہ چچی۔" سمیرا اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"کیا صفیہ چچی؟" اس نے سر کو جھٹکا دیا تھوڑی بھی ہلائی۔

"صفیہ چچی نے پھپھی بھولی کو "ہاں" بھی کہہ دی ہے۔" سمیرا آدھے جملے پر اٹکی، مگر پھر اس نے بات مکمل کر دی۔ یوں لگا جیسے کانٹے نکل لیے ہوں۔

ادھر اس کے ہاتھوں کی گرفت اتنی ڈھیلی ہو گئی جیسے دم نکل گیا ہو۔

"ہاں۔" اسے اپنی آواز خود سنائی نہیں دی۔

"صفیہ چچی۔ مطلب امی نے کیا کر دی؟"

"پوری دنیا کو چھوڑ کر تمہاری ماں کو بھیجا تھا میں نے۔" بڑی امی ساری نقاہت بھول بھال کر اٹھ گئی تھیں "کہ بھولی آپا سے کہے 'اب تو وہ اپنی چاروں بیٹیاں بھی بیاہ چکی گھر بھی بنا لیا۔ سجا لیے کمرے۔ بیٹے کی بری کے لیے ہار بندے اور چوڑیاں بھی بنوا کر گھر گھر دکھا دیں تو دن تاریخ طے کرنے میں کس چیز کی دیر کرتی ہے۔ بیٹی کی ماں اپنے منہ سے کہتی اچھی نہیں لگتی، مگر شرم، جھجک کے نام پر اس کی عمر کیوں ضائع کروں۔ پہلے ہی اللہ کی طرف سے دیر ہو گئی لیکن۔" بڑی امی نے ایک سانس میں طویل بات کر کے سانس بھری تو یوں لگا جیسے سسکی ہوں۔

"دونوں نے میری پیٹھ میں چھرا گھونپا۔ بھولی نے انکار کر کے اور صفیہ نے اقرار کر کے۔"

"امی کیسے اقرار کر سکتی ہیں۔" وہ بھونچکی رہ گئی تھی۔

"سارا قصور ہمارا ہی ہے۔ خلوص محبت کے سارے قصے کتابوں میں رہ گئے۔ میرا بھروسا ٹوٹ گیا اور وہاں سے ٹوٹا جہاں سے امید بھی نہیں تھی۔" اس کے سفید چہرے پھٹی آنکھوں کو مکمل طور پر فراموش کیے وہ خود سے ہم کلام تھیں۔ ٹوٹا لہجہ۔ متورم آنکھیں۔

اس کی نظریں سمیرا اور معید پر گئیں۔ وہ دونوں غیر مرئی نقطوں کو گھورتے ہوئے صاف لگ رہا تھا 'ناں' کے ہم خیال ہیں۔ اسے پہلی بار صورتِ حال کی گمبھیرتا کا اندازہ ہوا۔ انہونی کا احساس۔ یہ سب اس نے کیا سنا تھا، یقیناً" کوئی غلط فہمی ہی ہو گی۔

☆ ☆ ☆

"پھپھی بھولی کو چھوڑیں ان سے تو کچھ بھی توقع کی جا سکتی ہے پر آپ۔ آپ نے کس لیے ہاں کی۔ کس چیز کی ہاں۔ میرا رشتہ اور اے ڈی ریاض سے؟"

وہ خطرناک حد تک سنجیدہ مسلسل بول رہی تھی جبکہ صفیہ بے حد سنجیدہ تاثرات کے ساتھ جس میں سکون اور قطعیت کا عنصر نمایاں تھا۔ اسے سن رہی تھیں۔ وہ زچ ہو گئی۔ "آپ کچھ بولتی کیوں نہیں ہیں؟"

صفیہ نے ایک طویل سانس بھرا۔ "تم نے جو کچھ سنا ہے وہ صحیح ہے۔"

"مطلب؟"

صفیہ نے جواب نہیں دیا۔ بیڈ پر کچھ دھلے کپڑے پڑے تھے انہیں تہہ کرنے لگیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"امی!" وہ ان کے عین سامنے آگئی۔ "میں آپ سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔"

"تو میں نے بتا دیا ناں۔" وہ ہاتھ سے شرٹ کی سلوٹیں دور کر رہی تھیں۔

"پھپھی بھولی نے سمیرا کے لیے منع کر دیا؟"

"ہاں۔"

"اور میرا رشتہ مانگ لیا؟"

"ہاں۔"

"اور آپ نے ہاں کر دی؟" اس کے ضبط کی انتہا تھی۔

"ہاں!" نگاہیں اٹھا کر بے خوفی سے اسے دیکھا۔ (کہو جو کہنا ہے۔ کرلو جو کرنا ہے)

"امی۔" وہ دھپ سے ان کے سامنے بیٹھی۔ "آپ کو اندازہ ہے آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ اور آپ کیا کر آئی ہیں۔"

صفیہ نے جواب نہیں دیا۔ کپڑے اٹھا کر الماری کی طرف بڑھ گئیں۔

"میں آپ سے کچھ پوچھ رہی ہوں امی۔" وہ پیچھے سے بولی۔ اس کی آواز بلند تھی۔

"میں تمہارا بھلا چاہتی ہوں حمیرا۔ بلکہ یاد رکھو' اس پوری دنیا میں میں واحد ہوں جو تمہارا اچھا برا پورے خلوص سے سوچ سکتی ہوں۔" اس کے چہرے کی سرخی پر نظر ڈالتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"میرا بھلا چاہنے کے لیے آپ کسی اور کا بیڑہ غرق کر دیں گی۔"

"سمیرا کے لیے انکار بھولی آپا نے خود کیا ہے۔"

"تو آپ نے انہیں سمجھانے کے بجائے بڑھاوا دیا۔"

"بڑھاوے کی کیا بات ہے۔ اتنے اچھے رشتے کو کون پاگل ہاں منع کرے گی۔"

"لیکن پاگل بیٹی منع کر سکتی ہے ناں۔"

"تم ایسی کوئی حرکت نہیں کرو گی حمیرا۔" صفیہ نے الرٹ ہو کر اسے تادیب کی۔

"امی! سمیرا کا رشتہ زمانوں سے طے ہے۔ اے ڈی بھائی کے ساتھ۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ بڑی امی ساری تیاریاں کیے صرف لڑکی کی ماں ہونے کی جھجک میں پھپھی سے سوال نہیں کر رہی تھیں۔ انہوں نے آپ کو بھیجا اور آپ نے۔" اس کے لہجے میں تاسف آمیز شرمندگی نمایاں تھی۔

"کیا آپ نے۔۔۔ میں نے تو بھولی آپا سے نہیں کہا' آپ سمیرا کو منع کر کے حمیرا کو لے لیں۔ یہ ان کا اپنا فیصلہ تھا۔ مجھے مناسب لگا تو میں نے قبول کر لیا۔" صفیہ کے انداز کی بے پروائی قابل دید تھی۔

"یہ میرے نرسری پریپ کے اسکول کی چوائس کا معاملہ نہیں ہے امی۔ میں چھوٹی بچی نہیں ہوں۔ آپ میری زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ یوں بالا ہی بالا طے کر رہی ہیں او خدا۔" اس نے گردن اٹھا کر چھت دیکھی۔

"بڑا ہونے کا مطلب ہے۔ نافرمانی۔ تعلیم نے زبان چلانا سکھا دیا۔" صفیہ نے بیٹی کی دلیل کو رتبے کے تحکم سے دبانا چاہا۔

"زبان نہیں چلا رہی امی۔ یاد کروا رہی ہوں۔ جو آپ بھول گئی ہیں۔ بجائے اس کے آپ پھپھی کو دو ٹوک جواب دیتیں۔ بلکہ انہیں چار سنا کر آتیں کہ ان کی ہمت کیسے ہوئی کہ وہ سمیرا کے لیے انکار کریں۔ اتنے سالوں کی منگنی۔ خود چار چار بیٹیوں کی ماں ہوتے ہوئے وہ کسی کی بیٹی کا یوں تماشا کیسے بنا سکتی ہیں۔ اور ہاں۔۔۔" اسے کچھ یاد آیا۔ "بھائی ریاض کدھر تھے۔ انہوں نے منہ پر بند نہیں باندھا ماں کے۔"

"بھولی کے آگے کس کی چلتی ہے؟" صفیہ نے خود کو نئے ضروری کام میں مصروف کر لیا تکیے کا غلاف بدلنے لگیں۔

"آپ کے کہنے کا مطلب ہے' یہ سب بھائی ریاض کی رضامندی سے کیا انہوں نے؟" وہ پہلی بار ٹھٹکی۔ صفیہ نے جواب نہیں دیا۔ بدستور لگی رہیں۔

"ہو ہی نہیں سکتا۔" چند پل کے توقف کے بعد اس نے پریقین انداز سے گردن نفی میں ہلائی۔ "سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

وہ ایک دوسرے کے لیے ہی بنے تھے۔ اور یہ کوئی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

محبت کی لازوال داستان نہیں تھی۔ مگر محبت تو تھی۔ پسندیدگی، وابستگی، روشنی، خوشبو، ہوا، بادل، محبت کے استعارے، مدھم مسکراہٹ کے ساتھ کن اکھیوں کی چوری جسے ہر ایک پکڑ بھی لے اور انجان بن جائے۔ تو پھپھی کو کیا سوجھی۔ اوہ پھپھی کو تو چھوڑو۔" وہ اچھلی اسے دوسرا اہم نقطہ یاد آیا۔ جو اس کی زندگی سے جڑا تھا۔

"سمیرا! اے ڈی کے معاملے کو تو چھوڑیں۔ آپ نے پھپھی سے یوں کیوں کہا کہ آپ راضی ہیں۔ آپ کیسے راضی ہو سکتی ہیں۔ آپ نے سوچا بھی کیسے کہ میں بھائی ریاض سے شادی کروں گی۔"

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ مجھے مناسب لگا، میں نے ہاں کر دی۔" صفیہ کا لہجہ بے تاثر تھا۔ حمیرا کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں۔ عجیب سے تاثرات۔ وہ نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"یہ شادی تو کبھی نہیں ہو سکتی۔ میں بھائی ریاض سے شادی کر ہی نہیں سکتی۔"

"کیوں؟" اس کے قطعیت سے بھرپور انداز پر صفیہ پہلی بار چونکی تھیں۔ مگر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ حمیرا کی نگاہوں میں سرد سا تاثر گہرا ہونے لگا۔

"ہاں بولو۔ اے ڈی سے نہیں کرنی تو کس سے کرنی ہے؟" وہ ڈپٹ کر پوچھ رہی تھیں۔

"آپ تو ایسے پوچھ رہی ہیں۔ جیسے جانتی نہیں۔" اس نے شاکی نگاہ سے دیکھا۔

"ہاں بیٹا! میں واقعی نہیں جانتی کہ تم نے کس سے شادی کا ارادہ باندھ رکھا ہے۔" صفیہ کے لہجے کا طنز بہت چبھتا ہوا تھا۔ مگر حمیرا کو زیادہ تکلیف اس مصنوعی لاعلمی کے مظاہرے سے ہوئی تھی۔ اس نے سینے پر بازو لپیٹ کر ماں کی آنکھوں میں بغور جھانکا۔

"آپ واقعی بھول رہی ہیں یا میرے منہ سے اگلوانا مقصود ہے۔"

"اپنے منہ سے ہی بتا دو۔ جب آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنے کی ہمت آ گئی ہے۔ تو یہ بھی کر لو۔" ان کے جملے سے ناراضی ہویدا تھی۔ "کیا دفتر میں کسی کو پسند کر لیا۔ یا پھر کالج یونیورسٹی کا کوئی۔"

"امی۔ ی ی ی!" وہ سناٹے میں آ گئی۔

"کیا آپ واقعی بھول گئیں کہ مجھے کس سے شادی کرنی تھی۔ بلکہ تھی کیوں؟ کرنی ہے عنقریب کر لوں گی۔" اس کے الفاظ کا چناؤ غیر سنجیدہ لگ رہا تھا مگر وہ بے حد سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔ صفیہ نے چونک کر دیکھا۔

"کون ہے وہ؟" ان کا سوال بے ساختہ تھا۔ حمیرا کی نگاہیں بھی بے ساختہ ماں پر جم گئیں۔ اور اس پر تب ہی یہ انکشاف ہوا۔ صفیہ قطعاً "بن نہیں رہی تھیں" وہ واقعی لاعلم تھیں اور جان لینے کی عجلت میں بے چین بھی۔

"معید۔" اس کے لب وا ہوئے اور ایک سکون کا احساس بھی ہوا۔ جبکہ صفیہ۔ ان کا چہرہ بے یقینی سے ایسے بگڑا جیسے کوئی رندا پھیر گیا ہو معید۔؟

"ہاں معید۔ آپ تو ایسے ری ایکٹ کر رہی ہیں جیسے جانتی نہیں۔ یاد نہیں، تایا ابو نے کیا کہا تھا۔"

وہ ماں کو تایا کے الفاظ بتانے لگی۔ مگر صفیہ کچھ نہیں سن رہی تھیں۔ انہیں لگ رہا تھا۔ ٹرین سے ان کے اوپر سے گزر گئی۔

☼ ☼ ☼

بے حد کالی۔ سناٹے والی رات دبے پاؤں گزر رہی تھی، نیند ماں اور بیٹی دونوں کی آنکھوں سے غائب تھی۔

بیٹی ماں کی حالت سے بے پروا بول رہی تھی۔ نجانے کیا۔ ماضی۔ باتیں، وعدے۔ احسان و احساس۔ محبت و عقیدت۔ وہ دھیرے دھیرے ہوش میں آ رہی تھیں۔ سارے تقریری عنوانات۔ ایفائے عہد خلوص و مروت۔

بیٹی کو اچنبھا تھا، ماں کی یادداشت اتنی کمزور ہو گئی کہ اسے کچھ یاد نہ رہا۔ اور ماں کی بے یقینی حد سے سوا تھی۔ اتنی کم عقل۔ بے وقوف، بلکہ پاگل۔ ہاں پاگل والی مثال درست تھی، اس نے پاگلوں والی بات ہی تو کی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

تھی۔
کہاں حمیرا عبدالمجید ایک بڑی افسر۔ اعلا تعلیم یافتہ اور کہاں معید اور پھر صفیہ کا منہ کھلا تھا اور زبان چل پڑی تھی۔
منہ کا کھلنا جیسے گٹر کا ڈھکن اٹھایا ہو۔ تعفن۔ سوچ کی تنگی۔ دل کی تنگی۔ دونوں چیزیں مل کر کیسے زندگی کو تنگ کر دیتی ہیں۔
اور زبان کا چلنا۔ اوہو۔ جیسے اناڑی کے ہاتھ تلوار لگ جائے پھر جائے پناہ کہاں۔ حمیرا کو لگا وہ کٹ کٹ کر گرتی ہے۔ تلوار ٹوکے میں بدل گئی۔ اس کے کیے ٹکڑوں کا قیمہ بننے لگا۔ اور بنانے والی کون اس کی اپنی ماں۔
اسے انکار کا دکھ تھا؟ نہیں۔ اسے ماں کے اظہار یے، نے ختم کیا تھا۔ اولاد ماں باپ کو بے عیب سمجھتی ہے۔ اور اس پر ماں کی زبان کے عیب کھلے تھے وہی جیسے گٹر کا ڈھکن کھلا تھا۔
کوئی کسی کے لیے اتنے بُرے الفاظ بھی استعمال کر سکتا ہے۔ اس کی آنکھ سے آنسو ٹپکا۔
وہ بستر سے اٹھ کر باہر برآمدے میں آگئی۔ سرخ اینٹوں والی دیوار پر زرد بلب روشن تھا۔ بلب سے کچھ فاصلے پر مچھر کی تاک میں بیٹھی موٹی چھپکلی۔
دیوار پر ایک بلی چوکنا بیٹھی تھی۔ اور اسے گھور رہی تھی۔ ہاں وہ مخل ہوئی تھی۔ بلی کی نگاہ دیوار کے ساتھ لگے درختوں کے پیچھے بنے چوہے کی بل پر تھی۔ اس نے برآمدے کی جالی سے ناک چپکا دی۔ وہ چھپکلی کی محتاط پیش قدمی کو دیکھ رہی تھی۔ اور بلی کے بے آواز قدموں کو بھی۔
موقع پرست۔ موقع شناس جانور۔ انسان بھی۔ تو کل کو لوگ ہم ماں بیٹی کو بھی اسی نام سے یاد کریں گے۔
سانپ کو دودھ پلاتے رہو۔ پلاتے رہو مگر وہ ڈس لیتا ہے۔
(وہ سمیرا کے پیٹھ میں چھرا گھونپ کر گیا۔ منہنی کہلاتی نہیں)

بچھو پیدا ہوتا ہے ماں کو کھا جاتا ہے۔ تایا ابو نے اس پر جو برسائی تھی ماں تا جیسی وہ (شفقت ہی تو تھی۔ یعنی وہ بچھو ہو جاتی۔ کبھی نہیں)۔
اس کا سر نفی میں ہلا۔
رات نہیں تھی سیاہ چادر تھی۔
خاموشی نہیں تھی موہن جو داڑو تھا۔ (مردوں کا ٹیلا)
اسے اندھیرے سے ہول آنے لگا۔ اس نے اٹھ کر برآمدے کا بڑا بلب روشن کر دیا۔ مگر یہ کیا؟ دل کو قرار آنے کے بجائے وحشت مزید بڑھی۔
یہ کیسا سناٹا تھا۔ سانس روک دینے والا۔
یہ ہمارا گھر تو نہیں لگ رہا۔ اور یہ رات کب ختم ہوگی کہ آسمان نیلا ہو جائے اور روشنی پھیل جائے اور انسانوں کی آوازوں سے اندر باہر بھر جائے۔ ابھی تو یہ ایک اداسی وحشت سی ہے۔
کیا کہتے ہیں وہ۔ اسے کچھ یاد آنے لگا۔
"اداسی بال کھولے سو رہی ہے۔"
پتا نہیں۔ اس کا پہلا مصرعہ کیا تھا۔ اور سمیرا نے اسے منع کیا تھا۔ ایسے منحوس شعر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔
اور وہ فوراً" مان بھی گئی تھی۔ مگر اس کا پہلا مصرعہ تھا کیا پہلا مصرعہ۔
وہ ذہن پر زور ڈالنے لگی۔ مصرعہ تو یاد نہیں آیا۔ اسے وہ ہنستا مسکراتا وقت یاد آنے لگا جو اس نے گزارا تھا۔
وہ خوب صورت صبحیں، دوپہریں اور شامیں بے معنی ہنسی۔ بے تحاشا ہنسی۔ فضول باتیں مگر انمول باتیں پر وہ مصرعہ کیا تھا؟
وہ مصرع جو اس وقت اس گھر پر برس رہا تھا۔
یہ گھر جو اس مصرعہ کی عملی تفسیر و تشریح لگ رہا تھا۔
وہ برآمدے سے ہٹ کر کھڑکی میں آگئی۔ تایا ابو کا پورشن کیسی جان لیوا اداسی اور سناٹے میں گھرا ہوا تھا۔
اوہ۔ وہ مصرعہ۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

☆ ☆ ☆

ہمارے گھر کی دیواروں پہ۔ ہمارے گھر کی دیواروں پہ۔ ہمارے۔

حمیرا چھت پر زور زور سے جھاڑو دیتے ہوئے مسلسل ایک ہی مصرعہ دہرا رہی تھی۔

"یہ کیا بریڈ لگا رکھی ہے۔ یقیناً" مجھے کوس رہی ہوگی۔" دھلے کپڑے تار سے اتار کر وہیں کھڑے کھڑے تہہ کر کے رکھتی سمیرا نے پوچھا۔

"بریڈ۔ کوسنا۔" حمیرا کے ہاتھ رکے۔

"اوہو۔ رکنا نہیں ہے۔ ہاتھ چلاتی رہو۔ چچی جان کے کان جھاڑو کی آواز پر ہی لگے ہوں گے۔"

سمیرا اپنے نفیس، ملائم ہلکے رنگوں کے کپڑے ماسی سے نہیں دھلواتی تھی خود ہی ٹب میں سرف ڈال کر بیٹھ جاتی تھی۔ ہلکے ہلکے ہاتھوں سے مسل کر تار پر پھیلاتی جاتی۔ حمیرا کی خراب قسمت۔ چچی نے کپڑوں کا گٹھڑ اٹھا کر اوپر جاتی سمیرا کو دیکھ لیا۔ بری طرح چونکیں۔ انہیں پہلے یہ خیال کیوں نہ آیا۔ حمیرا کو پکارا۔ اور میلے کپڑوں کی باسکٹ سے تمام کپڑے الگ کر کے اسے تھما دیے۔

"آج سے اپنے تمام کپڑے تم خود دھوؤ گی۔"

"میں خود۔" حمیرا بمشکل تمام کپڑوں کے ڈھیر کو بازوؤں میں سنبھالے کھڑی تھی۔ حیرت کی زیادتی نے گرفت ڈھیلی کر دی۔ ڈھا۔ سارے کپڑے نیچے۔ صفیہ کو اندازہ تھا۔ فوراً" ڈھیر سمیٹا اور دوبارہ حمیرا کی گود میں زبردستی بھرا دیا۔

"جی ہاں۔ کپڑے دھونا بھی ایک ورزش ہے۔"

"میں ڈنڈ بیٹھک کر لوں گی امی۔ یہ ظلم نہ کریں۔" اس کی تو آواز ہی پھنسنے لگی۔

"وہ بھی کر لینا۔ اچھا خیال ہے مگر پہلے کپڑے۔" صفیہ اپنے ارادوں سے کب باز آتی تھیں۔

"کتنا برا لگے گا نا میں ہل ہل کر کپڑے دھوؤں۔" اس نے بڑی امی کو ہم خیال بنانا چاہا۔ وہ سہلاتے ہوئے مسکرائیں۔ حمیرا کی ہمت بڑھی۔

"یہ تو تمہارے اپنے اوپر ہے بیٹا۔ تم نہ ہلنا۔"

"بڑی امی!" اس کی نگاہیں شکوہ کناں ہو گئیں۔

"سمیرا بھی تو دھوتی ہے ناں۔" صفیہ کے پاس مثالیں بہت ہوتی تھیں۔

"اس کے اور میرے کپڑوں میں فرق ہے۔ وہ ایک بار پہننے کو سرف سے نکالتی ہے جبکہ میرے تو سارے کپڑوں میں برش لگانے پڑتے ہیں۔"

"تو بیٹا جی۔ اتنے میلے نہ کیا کرو ناں۔" صفیہ نے جیسے مسکرا کر دکھایا۔ پھر فوراً" سخت ہوئیں "آج کے بعد اپنے کپڑے تم خود دھوؤ گی۔"

"اور سمیرا! کپڑوں کے بعد چھت کو دھوئے گی بھی حمیرا اور وائپر بھی کرے گی۔"

سمیرا نے جھٹ اثبات میں سر ہلایا۔

"بھی کیوں۔ آپ کہیں تو چھت اکھیڑ کر نیا لینٹر ڈال دوں۔" وہ کپڑے اٹھائے پیر پٹختی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ بڑی امی زور سے ہنس دیں۔ جبکہ صفیہ نے مسکراہٹ کا گلا گھونٹا۔

واشنگ مشین لگانے سے سمیرا انکاری ہو گئی۔ لان کے کپڑے کون مشین میں دھوتا ہے۔

اور اب چھت کا جھاڑو پوچھا۔ ہوا چل رہی تھی رخ ہی نہیں بیٹھتا تھا۔

"آہستہ۔ گرد مت اڑاؤ، کپڑوں پر چپکے گی۔" سمیرا نے ٹوکا۔ پر وہاں تو پھر وہ مصرعہ پر اٹک گئی تھی۔

"ہمارے گھر کی دیواروں پہ۔"

کون سی اداسی دیکھ لی اللہ نہ کرے۔ "آج ناصر صاحب یاد آ گئے۔" اس سے پوچھ لیا۔

"ناصر۔ کون۔؟" حمیرا چونکی یعنی الزام تراشی۔ جھاڑو سمیت ہاتھ کمر پر ٹکا کر وہ سچ مچ کی ماسی بھتو لگنے لگی تھی۔

"ناصر کاظمی بہنا۔ مشہور شاعر۔ تم نے اردو کا پیپر کیسے پاس کر لیا؟" سمیرا کی نگاہوں میں شکوک و شبہات تیرنے لگے۔ اس کے ہاتھ سے جھاڑو چھوٹ گئی۔

"یہ ناصر کاظمی کا مصرعہ ہے۔ میں تو سمجھی، مجھے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

اچانک مصرعہ ہوگیا ہے۔ میں تو دہرا دہرا کر دوسرا بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ تو یعنی مجھے مصرعہ ہوا نہیں تھا۔ یوں ہی یاد آگیا تھا۔" اس کا تو جیسے صدمے سے دم نکل جانے والا ہوگیا۔

"جی ہاں۔!" سمیرا نے کھینچ کر کہا۔ "تھوڑی کوشش کرو تو دوسرا بھی موزوں ہو جائے گا۔" اس نے دانت پیسے تھے۔

"تم نے ٹوک دیا۔ دوسرا بھی سمجھو ہو ہی گیا تھا۔" حمیرا نے جھاڑو کی گانٹھ والا چپٹا حصہ ٹھوڑی کے نیچے ٹکایا۔

"اداسی بال کھولے سو رہی ہے۔"

اس کے منہ سے دوسرا مصرعہ بھی ادا ہوگیا۔

"واہ۔"

سمیرا کی بے ساختہ تعریف پر حمیرا کا چہرہ چمک اٹھا۔

"اتفاق سے یہ دوسرے والا بھی ناصر کاظمی کا ہی ہے۔"

"نہیں۔" حمیرا کے ہاتھ سے جھاڑو چھوٹ گئی۔ وہ دھپ سے چارپائی پر بیٹھی پھر زیر لب مکمل شعر دہرایا۔ "ہاں واقعی یہ تو ناصر کاظمی ہی کا شعر تھا۔ تو پھر لسے کیوں اتنا اپنا اپنا سا لگنے لگا؟ کمال ہے۔" اس نے سر پکڑ لیا۔

"نئے ڈرامے کی ضرورت نہیں۔ خدا کے لیے اس جھاڑو کو بنٹالو۔ مختصر سی چھت صاف کرنی تھی۔ قذافی اسٹیڈیم کا ٹھیکہ نہیں دیا گیا تم کو جو۔"

"جو میری امی کا حال ہے ناں۔ وہ ٹھیکہ بھی لے دیں گی۔ اور مائیں بچوں کی صحت مندی پر نظر کا ٹیکا لگاتی ہیں اور میری ماں۔ آہ۔"

سمیرا نے حمیرا کو بغور دیکھا۔ وہ کسی بھی زاویے سے موٹی نہیں تھی۔ پتا نہیں، چچی کیا چاہتی تھیں۔ تربیت کرنا اور بات ہے۔ حمیرا کی لاپروائی اور بے ڈھنگے پن کی اصلاح کا بیڑا بھی اٹھایا جاسکتا ہے۔ مگر یوں ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جانا۔ اس کی نظریں بے حد آزردہ (مصنوعی آزردگی) نظر آتی حمیرا پر جم گئیں۔ تسلی کے دو لفظ تو بنتے تھے۔ مگر منہ کھلنے سے پہلے کان کھل گئے۔ سارا دھیان پلٹ گیا۔ اس کے قدم کسی سحر میں جکڑے گئے۔ آواز کے تعاقب میں اٹھا ہی چاہتے تھے۔ مگر حمیرا نے بازو پکڑ کر روک لیا۔

"اب جاتی کدھر ہو۔ جب مجھ جیسی تخلیقی صلاحیتیں رکھنے والی لڑکی سے جھاڑو پوچھا کروایا جائے گا تو یہی حال ہوگا۔" اسے اپنا غم پڑ گیا۔ چارپائی پر ڈھے گئی۔ آنکھیں موند لیں۔ لمبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے آہ۔

سمیرا نے اسے اس کے حال پر چھوڑا اور دبے قدموں سے سرسری انداز اپنائے چھت کی چھوٹی دیوار تک چلی آئی۔ اس کی سماعتوں نے دھوکا نہیں دیا تھا۔ وہ ستون کی آڑ میں ہوگئی۔ وہی تھا۔ بائیک اسٹارٹ کیے اپنی ماں کی بات بغور سن رہا تھا۔

دل یک دم خوشی سے بھر گیا۔ تین دن پہلے دیکھا تھا۔ جب وہ کالج جا رہا تھا اور یہ اسکول وین میں بیٹھی تھی۔ راستے ایک ہو گئے تھے۔ مگر یوں اس طرح چھپ سے دیکھنے کا بھی ایک الگ لطف ہے۔ مگر کیا ہوا۔ سگنل بند ہوگیا وہ بائیک پر تھا زن سے نکل گیا۔

"کہتے ہیں نگاہ کا ارتکاز شیشے کو توڑ دیتا ہے۔ اسے کیوں نہیں پتا چلتا تھا۔ میں اسے دیکھ رہی ہوں۔ یا وہ پتھر ہے۔ نہیں خیر پتھر تو نہیں ہے۔ اسے اپنی الزام تراشی پر خود ہی افسوس ہونے لگا۔

ماں کی بات ختم ہوئی اور وہ زن سے بائیک اسٹارٹ کرکے یہ جا۔ اور۔ وہ گلی سے بھی نکل گیا۔

ساری خوشگواریت ہوا ہوگئی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔ امی مجھ سے کروانا کیا چاہتی ہیں۔" حمیرا کی دہائی پر وہ چونکی۔

"آں۔ کیا کہا تم نے؟"

"نہیں! تم ہو کہاں؟ میں نے ساری رات زلیخا کی اور تم کہتی ہو 'مرد تھی کہ عورت۔"

حمیرا کا ہاتھ اپنے گال پر پڑا۔ سمیرا نے سر جھٹک کر خود کو حاضر کیا۔

"ہاں تو کون تھی زلیخا۔ مرد یا عورت؟"

"نہیں!" حمیرا کا گال پر ٹکا ہاتھ منہ پر جا پڑا۔ پھر اسے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

تپ چڑھ گئی۔ وہ اس سے اپنی امی کے مظالم سے بچنے کے لیے مشورے مانگ رہی تھی اور اسے ہوش تک نہ تھا۔

"زلیخا نے کون ہونا ہے۔ بڑی نیک بچی تھی۔ پیدا ہونے سے پہلے اس کی ماں مر گئی۔ اور پیدا ہونے کے بعد وہ خود بھی مر گئی۔" دو لفظی کہانی۔ اس نے ہونٹ پھیلائے۔ جیسے ہنسی ہو۔

"کیا بکواس کر رہی ہو۔ پیدا ہونے سے پہلے ماں کیسے مر سکتی ہے۔"

"صرف ماں کیوں۔ اس کی نانی کا بھی بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔"

"رہنے دو۔ تم سے تو بات کرنا فضول ہے۔ جا رہی ہوں میں نیچے۔" منٹ بھر میں وہ سارے زمانے سے خفا لگی۔ ادھر حمیرا جو زلیخا کے قصے کو طول دے کر اگلی سات نسلوں تک لے جانے والی تھی۔ سخت بد مزہ ہوئی اور پھر حیران بھی۔

"یہ بیٹھے بٹھائے موڈ کیوں خراب ہو گیا؟" اس نے سمیرا کو بغور دیکھا۔ وہ ڈھیلے ہو جانے والے بالوں کو کلپ میں جکڑتے ہوئے باقاعدہ پھولا غبارہ لگنے لگی تھی اور پھر اسی ناراض تاثر کے ساتھ نیچے جانے لگی۔

"ارے! یہ سوکھے کپڑوں کا ڈھیر بھی تو لیتی جاؤ۔"

"تم لے آنا۔"

"پر میں تو صفائی کر رہی ہوں۔"

"تو یہیں رہنے دینا۔"

"میں ابھی تو ٹھیک ٹھاک تھی۔" حمیرا نے چاروں جانب دیکھا۔ "تو موڈ آف کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟" وہ منڈیر تک چلی آئی۔

وہی صدیوں پرانی گلی۔ سامنے والوں کی کھڑکی کا دو سال سے ٹوٹا شیشہ۔ پڑوسیوں کے پرانے آم کے درخت پر چڑیوں کا آنا جانا۔

ان کے ساتھ والے گھر کی ٹنکی حسب معمول ٹپک رہی تھی' دیوار پر لکیر کی صورت سبز کائی کا نشان۔

سب کچھ تو جوں کا توں ہے پھر اس اچانک بد مزاجی و کھنچاوٹ کی وجہ۔

ہاں بابا غفار کی چھجے والی دکان اور حسب معمول چبوترے پر بیٹھا بابا اور جو اس کی حرکتیں تھیں تو وہ۔" حمیرا نے سکھ کا سانس لیا۔

وہ حرکتیں یقیناً" ایسی تھیں جو کسی بھی انسان کا موڈ تباہ کر سکتی تھیں اور پھر سامنے سمیرا جیسی نفیس طبع' نازک اندام' نازک مزاج لڑکی ہو تو۔

اسے شرارت سوجھی۔ ادھر ادھر دیکھا جیسے کچھ کھوج رہی ہو۔ پھر یک دم آنکھیں چمکیں۔ چوٹی سے ربر بینڈ نکالا۔ زمین پر بیر کی گٹھلی پڑی تھی' ربر بینڈ کو دو انگلیوں میں پھنسا کر گٹھلی بیچ میں پھنسائی۔

ذرا سا سر نکال کر بابا کو دیکھا۔ گڈ۔

نشانہ باندھا اور ہاتھ ڈھیلا چھوڑ کر جھٹ نیچے ہو گئی۔ تین' دو' ایک۔ ہاہ۔ یہ بابا کی آواز کو کیا ہوا۔ یہ تو کسی موٹر سائیکل کی عجیب سی آواز تھی۔ اس نے ذرا سا سر اٹھایا۔

"ہائے میرے اللہ یہ تو بھائی ریاض تھے' پھپھی بھولی کے اکلوتے لخت جگر اور کوئی لمحہ جاتا تھا جب پھپھی بھولی میدان میں آجاتیں ان کا بیٹا کسی اندھی گولی۔ اونہوں کسی گٹھلی کا نشانہ بن گیا تھا۔

نرا سیاپا گھر بیٹھے مصیبت۔ اللہ میاں جی۔ وہ رکوع کی حالت میں نیچے کی جانب بھاگی تھی۔

☼ ☼ ☼

نیچے پہنچ کر وہ زیادہ تیزی سے بھاگتی اندر آئی۔

یہ کیسی آواز تھی۔ شور سا۔ اوہ یہ تو پھپھی بھولی کی آواز ہے۔ وہ چپکے سے کھڑکی تک چلی آئی پردہ ہٹا کر دیکھا منظر حسب توقع تھا۔ جمگھٹا لگ چکا تھا۔

"یہ تو پھپھی بھولی کی آواز ہے۔ ہے نا۔" سمیرا چونکی۔

"ہاں ان ہی کی لگتی ہے" اس نے تجاہل برتا۔

"لگتا ہے کوئی بڑا جھگڑا ہو گیا ہے۔" سمیرا کھڑکی کی جانب بڑھ رہی تھی۔

"ارے یہ تو ریاض ہیں اور یہ ان کے منہ کو کیا ہوا؟ لگتا ہے کوئی بڑا زخم آگیا ہے۔ اوہ اللہ۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سمیرا کے تو پیروں میں بجلی دوڑ گئی۔ جھٹ پٹ دوپٹا شانے پر ٹکایا۔ بھاگنے ہی والی تھی۔ حمیرا نے فوراً روکا۔

"ارے رکو کہاں جا رہی ہو۔ گلی میں اتنا رش ہے۔ تایا ابو غصہ کریں گے اتنے مجمعے میں ہمارا کیا کام... شام... کو چلیں گے۔ پھپھی بھولی کے گھر جا کر حال پوچھیں گے۔ یوں بھی ہم تو رشتے دار ہیں۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔" سمیرا کو آئیڈیا دل سے بھایا۔ دوبارہ کھڑکی کے ساتھ جا کر چپک گئی۔ رش بہت زیادہ تھا۔ مگر ان کا گھر اونچا تھا سب صاف نظر آ رہا تھا۔

پھپھی بھولی دونوں ہاتھ اٹھا اٹھا کر بد دعائیں دے رہی تھیں۔ بد دعائیں اردو پنجابی کا مکسچر تھیں مگر بد دعاؤں کا اصل تاثر صوتی تھا پھپھی بھولی کا دبنگ جلالی لہجہ۔

"اس کے ہاتھ ٹوٹیں۔"

"اسے سرسام ہو۔"

"نہیں... اللہ میاں جی!" حمیرا نے سر پکڑا۔

"اسے خارش لگے کھانے پینے سے رہ جائے جس نے میرے بچے کو مارا۔"

"بچہ!" حمیرا نے ذرا سی گردن اٹھا کر دیکھا۔ سیاہ پینٹ سفید شرٹ میرون و سیاہ امتزاج کی ٹائی اور پھپھی بھولی اپنے دوپٹے سے بیٹے کا چہرہ پونچھ رہی تھیں۔ یہ بچہ تھا اونچے پورے قد کا بھائی ریاض۔ پروفیسر ریاض۔ ہنہہ۔

"ہاں بھئی۔ بابے غفار تو بتا۔ میرے پتر سے کس نے دشمنی نکالی۔ تو ہی سارا دن لوگوں کے دروازے تاڑتا ہے۔ کیا فیدا تیری اس نگرانی کا۔ تجھے نہ پتا چلا۔ کس نے میرے بیٹے کے آنے جانے کے ٹیم کی خبر رکھی۔ ہائے دشمنوں کے کلیجے سڑتے تھے میرا پروفیسر صاحب۔" پھپھی نے سینے پر دو ہتھڑ مارے۔

"بات یہ ہے پھپھی بھولی۔" بابا غفار اتنی عزت افزائی پر آگے آیا۔

"پھپھی۔ بھولی! ناں میں کس رشتے سے تیرے پھپھی ہو گئی؟" پھپھی بھولی نے فوراً آستینیں اوپر کیں۔ "مجھے تو چھوڑو میری ماں کے جمنے کی مٹھائی سب سے پہلے تو نے ہی ڈکاری ہو گی اور آج میں پھپھی ہو گئی۔"

بابا غفار پھس ہو گیا سارا مجمع ہنس پڑا تھا۔

"او بھولی عمروں میں کیا رکھا ہے۔"

"او چل رہن دے۔" پھپھی نے ہاتھ نچایا۔ "میں ہی پاگل ہوں جو تجھ سے پوچھ بیٹھی۔ تو نے ساری حیاتی بڈیوں کو تاڑنے کے علاوہ کیا کیا ہے۔"

پھپھی بھولی نے بیٹے کا ٹائی سے ماتھے کا پسینا پونچھتے ہوئے۔ جو تکلیف سے نہیں ابھرا تھا یہ عرق ندامت تھا۔ مجمع میں کئی پروفیسر صاحب کے شاگرد بھی تھے۔

"بھولی تو حد سے گزرنے لگی ہے۔" بابا غفار نے توند سے سرک جانے والی دھوتی اوپر چڑھائی (گویا لڑنے کی تیاری کی)

پروفیسر ریاض نے سٹپٹا کر ادھر ادھر دیکھا۔ کتنی شرمندگی ہو رہی تھی پر اب ماں کو کیسے روکے۔ اماں بھولی پیاری والدہ ماجدہ۔ تو ترکھان کے دھاگے کا گولا تھیں ایک بار ہاتھ سے چھوٹ گیا تو کھلتا چلا گیا۔ دور تک پہنچ گیا اسی طرح صلواتیں سناتی اماں بھولی اب دور تک جانے والی تھیں بات تو تو میں میں سے بڑھ کر باپ دادے تک جاتی تھی گڑے مردے اکھڑ جاتے تھے۔

ماں کو کیسے روکے پر۔ اوہ۔ بھٹکتی نظریں سامنے والی کھڑکی پر آن رکیں آگے سمیرا کا چہرہ۔

جو کہتا تھا۔ وقت تھم جائے دنیا بولتی رہے۔ بھلے سے جھگڑتی رہے۔ مر بھی جائے۔

مگر اف۔ پروفیسر ریاض نے نگاہیں پھیر لیں۔ ایک دنیا اسے دیکھ رہی تھی کوئی جو اس کے دیکھے کو دیکھ لیتا۔ ناں نہیں۔ بری بات۔

سمیرا کو بھی اسی چیز کا احساس ہوا۔ دوسرے پھپھی بھولی کی آواز ان کے کوسنے اب دل دہلانے والے ہو گئے تھے۔ حمیرا کپکپانے لگی۔ کھڑکی بند کر دینی چاہیے نہ آواز آئے گی نہ دل دہلے گا مگر یہ سمیرا یہ زیر لب کیا کہہ رہی تھی۔ حمیرا نے کان لگائے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اگلے ہی منٹ وہ ڈھے گئی۔ پھپھی بھولی کی ہر بددعا پر وہ بڑے خشوع و خضوع سے آمین ثم آمین کہہ رہی تھی۔ حمیرا نے تیزی سے اٹھ کر سمیرا کا شانہ دبوچا۔

"کیا بول رہی ہو تم؟" حمیرا نے اس کی بڑبڑاہٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"اوہ۔ پھپھی کی بددعاؤں پر آمین کہہ رہی ہوں اور کیا کہوں گی۔"

"تم آمین کہہ رہی ہو۔" حمیرا کی آواز پھٹ سی گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سمیرا کے شانے تھام کر دبوچ لیے۔ ساتھ میں زور زور کے جھٹکے بھی دیے۔

"تمہارا کلیجہ نہ کانپا سمیرا۔ میرے مرجانے کی بددعاؤں پر آمین کہتے ہوئے۔"

"تمہارے مرجانے کی بددعائیں؟" سمیرا نے دہرایا۔ یہ حمیرا کو کیا ہو گیا تھا۔ وہ تو اس بندے کو کوس رہی تھی جس بدبخت نے....

باہر سے پھپھی بھولی کا نیا کوسنا جاری ہوا۔

"نہ صرف ہاتھ ٹوٹیں اس بدبخت کے بلکہ دونوں ٹانگیں بھی کسی گڈی کے نیچے آکر کٹ جائیں اور ساتھ ہی کمر میں کُب نکلے اور۔"

سمیرا کے منہ سے پھر آمین نکل گیا۔ حمیرا نے جھٹکا دے کر اسے بیڈ پر پٹخا اور اپنے دونوں ہاتھ لمبے کر کے دکھائے۔

"تمہیں ذرا دکھ نہیں ہو گا جب میرے ہاتھ ٹٹ جائیں گے یعنی میں حمیرا ٹنڈی۔" "اور میں۔" اس نے جیسے جھری جھری لی۔ "میں حمیرا کبڑی۔ ہائے میرے مولا۔" ساتھ ہی اسے غش آگیا۔ سمیرا کے دائیں جانب لڑھک گئی۔

"تت.... تت.... تم نے.... یعنی کہ تم نے ریاض کو مارا.... حمیرا۔" وہ حلق کے بل چلائی تھی۔ حمیرا کے دیوتا کوچ کر گئے یعنی خود۔ بقلم خود اپنے منہ سے اعتراف جرم۔

اس نے اپنا سیدھا ہاتھ ہونٹوں پر رکھا۔ پھر الٹا ہاتھ۔ مگر کیا فائدہ۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

"تم نے ایسا کیوں کیا؟" سمیرا نے اس کا بازو دبوچ کر کمر کے پیچھے کر کے موڑا۔

"ہائے ریاض۔ آئی۔ میرا مطلب ہے پروفیسر غفار۔ آئی آئی آئی۔" ہر غلط لفظ پر پشت پر کھڑی سمیرا بس ہاتھ کا دباؤ ہی تو بڑھا رہی تھی۔

"میرا مطلب ہے۔" حمیرا کے پسینے چھوٹے "ہائے غفار کو مار رہی تھی۔ اللہ جانے کہاں سے بھائی رے.... یا.... ز آگئے۔ ہائے۔" جملہ مکمل ہوا۔

سمیرا نے دانت پیسے تھے اور ساتھ ہی جھٹکا دے کر ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

"گر آنکھ پر لگ جاتا تو۔"

"لگا تو نہیں نا۔" حمیرا اپنا بازو سہلا رہی تھی۔

سمیرا نے باہر جھانکا۔ مجمع چھٹ گیا تھا۔ بیٹا ماں کو سہارا دیے لے جا رہا تھا اتنا بول بول کر وہ تھک چکی ہوں گی نا۔

کون سے کمبخت شاعر اور لکھاری کہتے ہیں۔ نظروں میں بڑی کشش ہوتی ہے۔ پشت پر بھی محسوس ہو جاتی ہیں اب کوئی اس ریاض کو دیکھتا۔

اس کا دل بجھ سا گیا اور یہ دل بھی کبھی کبھی ضدی بچہ ہو جاتا ہے۔ نافرمان سا۔ کان پکڑوا دو۔ اٹھک بیٹھک کروا لو یا بھلے سے مرغا بنا دو پر ہٹ جاتی نہیں۔

یا پھر میں زیادہ مجبور ہوں۔ میرا خود کا دل میرے مدمقابل ڈٹ جاتا ہے۔

اور ریاض اپنا آپ کتنی مشکل سے ظاہر کرتا ہے یا وہ محتاط اور بردبار ہے لغزشوں سے ڈرتا ہے یا دنیا سے یا پھر؟

اس نے خود سے سوال کیا تھا اگر حمیرا سے پوچھتی تو وہ صاف کہتی اپنی ماں سے۔"

✿ ✿ ✿

حمیرا بالکل بھی نہیں جانا چاہتی تھی اور سمیرا اکیلے جا نہیں سکتی تھی بڑی امی اسے کبھی بھی نہ اجازت دیتیں۔ سمیرا کا بس چلتا تو وہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جانے کے لیے لباس و انداز بدل لیتی وہ بلا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کی جامہ زیب تھی۔
جبکہ حمیرا بھاڑسا منہ کھولے اسے تیار ہوتا دیکھ رہی تھی۔ تیار ہونا اور مزید چار چاند ٹانکنا سمیرا کی فطرت تھی جبکہ وہ حمیرا... صفیہ کبھی سلیقے کی چوٹی باندھ بھی دیتیں تو بی بی حمیرا جھٹک جھٹک کر ڈھیلی کرلیتی۔ دو چار لٹیں ماتھے سے نکال کر دائیں بائیں گرالیتی۔
"امی تو میرے بال یوں کس دیتی ہیں کہ پہلی نظر میں گنجی دکھائی دیتی ہوں۔" یہ کسا منہ جیسے جیسے موڑا گھٹنا۔ جیسے پانی میں پڑا ہی بڑے کا بڑا۔ گول اور پھولا پھولا سا۔
سو جب دونوں گھر سے نکلیں۔ فرق واضح تھا۔
سمیرا نے آسمانی اور انگوری رنگ کا نفیس سالان کا جوڑا پہن رکھا تھا۔ براؤن دوپٹہ۔ اس وقت ناخن نیل پالش سے پاک تھے، مگر پھر بھی بہار دکھا رہے تھے صاف ستھرے، ترشے، گلابی گلابی سے۔
حمیرا نے دل سے تعریف کی اور خود تایا ابو کی گیارہ نمبر سوفٹی پیروں میں پھنسا کر چڑک چڑک کی آواز کے ساتھ سمیرا کے پیچھے لپکی۔
بڑی امی باخبر تو ہو چکی تھیں۔ پروفیسر اے ڈی ریاض کو کسی نے پتھر مارا تھا پھپھی بھولی چھچھاڑ ڈالیں اور رہا نہ لگے... یہ ممکن نہیں۔ صفیہ عصر کی نماز کے بعد جائے نماز پر خاموش بیٹھی تھیں حمیرا نے سمیرا کو اشارہ کیا کہ وہ صفیہ کو جا کر بتا دے۔
"ہاں میں کہہ دیتی ہوں۔ تم امی کو بتا آؤ۔" حمیرا تیزی سے بڑی امی کے کمرے کی جانب آئی، وہ سونف صاف کر رہی تھیں۔
"ہم پھپھی کے گھر جا رہے ہیں۔ بھائی ریاض سے کچھ پوچھنا ہے۔"
ذرا سا منہ نکال کر اطلاع دی اور دروازہ جھپاک سے بند کر دیا۔
بڑی امی کا کھلا منہ۔ بند ہو گیا اب کیا پکارتیں۔
دوسری طرف صفیہ کی نگاہیں سمیرا پر اٹھیں تو اٹھی رہ گئیں۔

حسن پر سجاوٹ و بناوٹ کا تڑکہ اللہ اللہ... کیا ذوق پایا تھا اس نے۔ دو روپے گز کا کپڑا بھی تن پر سج کر انمول ہو جاتا۔ نرم ہاتھ پیر۔
اور خود ان کی صاحب زادی۔ اسے کہاں توفیق ہوئی ہوگی کپڑے بدلنے کی وہی کل صبح کا پہنا ہوا پرنٹڈ گہرے رنگ کا سوٹ جو پسندیدہ تھا۔
"جی اس پر لگے داغ دھبے نظر نہیں آتے۔"
اور جوتے کی چڑک چڑک کی آواز۔ صفیہ کو لگا، دانتوں میں ریت آ رہی ہو۔ دل تو چاہا آواز دیں، مگر اس فضیحت خانم پر اثر ہوتا تھا بھلا۔
صفیہ نے سر کے خفیف اشارے سے منتظر کھڑی سمیرا کو گویا اجازت دی اور منہ پھیر لیا، سمیرا دھیرے سے پلٹ گئی۔
"حسن بھی ناقابل برداشت ہو سکتا ہے؟" اندر سے اٹھنے والے سوال نے صفیہ کو چونکا دیا، وہ سوچ میں پڑ گئیں۔
اوں... ہوں... مشکل سوال تھا اور "اندر" سے اٹھا تھا۔ خود کو انسان کیسے ٹالے؟
"ہاں۔ حسن بھی ناقابل برداشت ہوتا ہے۔" جواب آیا۔
اگر دوسروں کی ملکیت ہو اور ہم تنگ نظر اور تنگ دل ہوں)
ادھر دروازے پر کھڑی حمیرا... سمیرا خوش تھیں۔ کیسے اپنی اپنی ماؤں کی نظروں میں آئے بغیر نکل آئی تھیں۔
یہ مائیں بھی نا۔
ایک کو سنگھار پر تشویش ہوتی تھی، اتنی تیاریاں۔
اور دوسری نے
اتنی گندی بیٹی کی ماں ہونے پر یا تو بیٹی کو مارو تا تھا یا خود کو۔
چلو جانے دو۔ بچت ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

پھپھی بھولی کے گھر کا منظر ویسا ہی تھا جیسا سمیرا، حمیرا

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

بچپن سے دیکھ رہی تھیں۔ بعض دفعہ تو گمان ہوتا۔ یہ کوئی تصویر ہے۔ بس یہ کہ پہلے پھپھو جوان ہوتی تھیں اور اب بڑھی۔ کالے بال سفید ہو چکے تھے۔

مگر سب کچھ جوں کا توں تھا۔ صاف ستھرا اپنی جگہ پر۔

بائیں جانب امرود کا پیڑ تھا۔ نیچے کچھ پھولوں والے پودے کیاری میں لگے تھے۔ باقی سارا دھنیا پودینا تھا اور ہرا لہسن۔ سارا سال یہ ننھی سی فصل ہری بھری ہی رہتی کبھی کبھی ہری پیاز بھی ہوتی تھی۔ سرخ فرش چمک رہا تھا۔ پوچا لگا کر کھردری اینٹوں میں بھی چمک آچکی تھی۔

آنگن کے بیچ و بیچ دو چارپائیاں ہمیشہ سے پڑی رہتی تھیں۔ چارپائیوں کے پیچھے برآمدہ تھا۔ برآمدے کے پیچھے لائن سے تین کمرے بنے تھے جن کے دروازوں کھڑکیوں پر جالیاں لگی تھیں۔ ایک لوہے کی جالی چوروں سے محفوظ رہنے کے لیے 'دوسری پلاسٹک کی چھلنی والی مچھروں سے محفوظ رہنے کے لیے۔

برآمدے کی ایک ننگی چارپائی پر دھلے برتن اور چاندی سی منجھی پتیلیاں اوندھی پڑی رہتی تھیں اوپر جالی کا کپڑا۔

دیوار گیر الماریوں میں سجے ہوئے سالوں پرانے ڈیکوریشن پیسز پتا نہیں ڈیکوریشن پیس کہلائے جانے کے قابل بھی تھے یا نہیں۔ کم از کم سو سال پرانی خاندانی سرمہ دانی۔ بالشت بھر کے فاصلے پر پلاسٹک کا اسٹینڈ والا گول شیشہ اس سے بالشت بھر آگے اے ڈی ریاض کے ابو کی وہی تصویر بڑی کروا کے لگا رکھی تھی جو ان کے شناختی کارڈ پر لگی تھی۔ (ان کا شناختی کارڈ بھی لوہے کی الماری پر اوپر کر کے چسپاں تھا)

دوسرے خانے میں تبت اسنو کی سفید شیشی۔ ساتھ میں بلیک کیٹ پاؤڈر اور دو خالی بوتل پرفیوم کی بھی رکھی تھیں۔ پھپھو بھولی کے ہاتھ سے بنی اونی ٹوکری میں کنگھیاں 'نیل کٹر جیسی چیزیں رکھی تھیں۔

باقی سارے خانوں میں پہلے تب پھپھو بھولی کے ہاتھوں کی بنی چیزیں سجائی جاتی تھیں پھر ان کی چاروں بیٹیوں کا سلیقہ وہ ہنر بھی دکھائی دینے لگا۔

اونی بلی۔ کپڑے کے گڈے گڑیا۔ موتیوں کے گل دان اور نجانے کیا کیا۔

دھلے دھلائے پردے۔ کارنس پر کڑھے ہوئے سفید پردے۔ ایک تصویر سا سجا ہوا گھر۔ بڑی امی کو اس ساکت سے منظر سے وحشت ہوتی تھی۔

"بھولی نے ساری زندگی صحن کی چارپائی پر گزار دی۔ گھر بکھرتے ہیں سمٹتے ہیں اس میں خوب صورتی ہے 'زندگی ہے۔ گھر اور روڈ میں فرق ہونا چاہیے۔ یہ آنے کا راستہ 'یہ جانے کا' رک جاؤ چل پڑو۔

ذرا چوکے سارجنٹ پکڑلے گا کوئی سارجنٹ تو بند مٹھی میں نوٹ کی کڑکڑاہٹ محسوس کرکے چھوڑ بھی دیتا ہے۔ بھولی پر یہ بھی نہیں چلتا۔ آگے بیٹیاں بھی ماں کا پرتو۔ بس وہ اللہ دتا ریاض ہے۔ جو۔"

"اے ڈی ریاض امی۔" سمیرا اگر پاس ہوتی تو تصحیح ضروری سمجھتی۔

"ہاں ہاں۔ اے بی سی ڈی۔ جو بھی۔ اسے ذرا سی گنجائش سے نوازا گیا ہے۔ وہ بھی شاید اس لیے کہ پڑھا لکھا ہے یا پھر یہ کہ اکلوتا ہے۔ بلکہ چھوڑو۔ اپنے پیسوں سے کرتا ہے تب بھولی نہیں بول پاتی ہنہ۔"

واقعی اے ڈی ریاض کا کمرہ اس باقی گھر سے قطعاً" میل نہیں کھاتا تھا۔ دو سال پہلے تک یہ ایک فضول سا اسٹور نما کمرہ تھا جسے ریاض نے گرا کر دوبارہ اونچی چھت اور زیادہ جگہ گھیر کر تعمیر کروایا۔ کمرے کے بالکل درمیان میں گولائی کٹ دے کر کمرے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی ڈرائنگ روم محسوس ہوتا اور گولائی کے اس طرف بیڈ روم ایک جانب اسٹڈی ٹیبل اور دیوار گیر شیشے کی الماریاں بنا کر دنیا جہان کی کتابیں بھی سجا دیں۔ دیوار پر تمغے اور انعامات لیتے وقت کی تصاویر۔

پھپھو بھولی نے تو فوراً" سفید کپڑا فریم میں چڑھا دیا۔ نئے کمرے کے کارنسوں کے لیے پردے اور خصوصاً" کمپیوٹر کے لیے کڑھائی والا کور۔

اے ڈی ریاض نے ماں کو کیسے سمجھایا۔ یہ الگ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

داستان تھی۔ بات بڑی مشکل سے صوفے کے کشن پر آکر رکی۔

"باقی آپ کچھ نہ کریں۔ مجھے ایسے ہی کمرہ چاہیے۔"

اس نے نیا خوب صورت فرنیچر بھی خریدا۔ ایک دروازہ گھر سے باہر گلی میں نکالا تاکہ دوستوں خصوصاً شاگردوں کو آنے جانے میں آسانی رہے۔

شروع کے چند دن تو پھپھی بھولی نے برداشت کیا۔ خیر ہے' نیا کمرہ ڈالا ہے دوست وغیرہ دیکھنے آئیں گے ہی' مگر جب شام کے بعد سے یہ روٹین دیکھا اور پتا لگا کہ یہ شاگرد ٹیوشن لیں گے ان سفید صوفوں پر بیٹھ کر۔ اس کا دم حلق میں اٹک گیا۔ آنکھیں گویا ابل پڑیں اور منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

نیا نکور کمرہ۔ اور اس پر زمانے بھر کے گندے مندے لڑکے وہ بھی روزانہ۔

"میں کہتی ہوں پروفیسر اے ڈی ریاض۔ تعلیم ہی دینی ہے نا تو ادھر ویڑے میں پلاسکٹ (پلاسٹک) کی کرسیوں پر بٹھا لے۔ یہ کیا کمرے میں گھسالیا؟"

"اماں جی! وہ دوسری تیسری کے بچے نہیں ہیں۔ یونیورسٹی کے طالب علم ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو خود بھی یونیورسٹی ٹیچرز ہیں اور ایم فل پی ایچ ڈی وغیرہ کی ڈسکشنز کے لیے آتے ہیں' میں نے اسی وجہ سے تو یہ کمرہ بنوایا ہے۔ کچھ بے چارے تو دوسرے شہروں سے بھی آجاتے ہیں' وہ ٹھہر بھی سکیں۔"

"کیا؟" پھپھی بھولی بھونچکی رہ گئی۔ "میں نے تو سوچا' تو نے اب کمرہ بنوالیا ہے تو تیری شادی کا بھی سوچوں اور تو نے اتنے پیسے ان ہڈ حراموں کے آرام کے لیے لگا دیے۔"

اے ڈی ریاض مسکرا دیا۔ اماں بھولی نے ریاض سے چھوٹی چار بہنوں میں سے دو کو بیاہ دیا تھا اور دنیا جانتی تھی۔ نیچے والی دو کو بھی بیاہے بغیر وہ ریاض کو سہرے کی دکان کے پاس سے بھی گزرنے نہیں دے گی۔

کمرہ تیار دیکھ لیا تو ہوشیاری۔

مگر کمرے کا مقصد ہی اور تھا۔ اے ڈی ریاض انگلش کا پروفیسر تھا۔ بے حد قابل' گولڈ میڈلسٹ انگلش لٹریچر میں ماسٹرز کے بعد اس نے دو تین ماسٹرز اور بھی کر لیے تھے۔

ایم اے پولیٹیکل سائنس۔ تاریخ مشرق اور مغرب میں بھی دسترس حاصل کرلی۔ (وہ بھی انگلش کے ساتھ) تھوڑی قومی حمیت جاگی تو ایک ایم اے اردو میں بھی پھڑکا دیا۔

مگر قسمت۔ سارے ایم اے شیم اے۔ اماں بھولی کے آگے پانی بھرتے تھے۔ اماں بھولی کے اپنے نظریات تھے۔ اکلوتے بیٹے کو اس نے بہت خوشی خوشی اسکول داخل کروایا تھا۔ مسجد بھی خود چھوڑ کر آتی تھی۔ اللہ دو تا حافظ قرآن ہو جائے۔

اللہ دو تا ذہین تھا۔ اس نے بہت جلد قرآن مجید پڑھ لیا بہت سی سورتیں یاد کرلیں' مگر اس کی ذہانت کورس کی کتابوں سے زیادہ چھلکتی تھی۔

اسکول ماسٹر تعریف کرتے۔ اماں بھولی خوش ہوجاتی۔ قرآن حفظ کروانے کے حوالے سے اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی حافظ قرآن کے والدین کے لیے جنت پکی ہوتی ہے۔

اب اسکول میں لائق بچے سے ماں باپ کو کیا فائدہ۔ اتنے چھوٹے بچے کو گھر میں بھی نہیں بٹھا سکتی تھی۔ مسجد کون سا سارا دن لگتی تھی تو بہتر ہے وہ بچپن کے کچھ سال اسکول میں گزار لے پھر باپ سے ہنر سیکھ لے' مگر باپ سے ہنر سیکھنے کا مرحلہ ہی نہ آیا۔ اماں بھولی بیوہ ہو گئی۔

اے ڈی ریاض کا باپ ریاض جو کہ اصل ریاض تھا' اپنی تھوڑی سی زمین پر کھیتی باڑی کرتا تھا' اچھا گزارا ہو رہا تھا' مگر جب ہل چلانے والے ہاتھ نہ رہیں تو زمین بانجھ ہو جاتی ہے۔

اماں بھولی جی دار تھی' مگر چھوٹی سوئی سے پھول ٹانکے بنانے والی کے ہاتھوں میں پھاوڑا کیسے سماتا۔ یہ اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ پریشان حال نے بیٹے کو دیکھا۔ وہ ہے نا اس کا اکلوتا سپوت۔ جسے اس نے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بڑی مرادوں سے مانگا اور منتوں سے پالا۔ وہ بسائے گا اپنی زمین، مگر یہ کیا اماں بھولی کے سر پر جیسے کسی نے ڈنڈا مارا۔ قلم تھامنے والے ہاتھ۔ ہل چلانے کے اہل تھے ہی نہیں۔ اللہ دتا ریاض زمین کھودنے کے لیے پیدا نہیں ہوا تھا۔

"ہائے۔" اماں بھولی کا بس چلتا تو سر میں مٹی ڈال کر گلی گلی چکراتی۔

"ہائے! مجھے کیا پتا تھا۔ اسکول والے میرے پتر کو نامرد ہی کردیں گے۔ ہائے کسان کا پتر ہو کر اسے گوڈی کرنی بھی نہیں آتی۔ ہائے ماسٹر تیرا بیڑہ غرق ہوجائے' میرے پتر کو برباد کردیا۔ ہائے میں بیوہ تو اپنی روٹی پانی کرلوں گی۔ ہاتھ میں ہنر ہے' سارے کے سارے ٹانکے آتے ہیں پراندے بنالیتی ہوں چنگیریں چھابیاں تک بنانی آتی ہیں' میرے بے ہنرے پتر کا کیا ہوگا۔ ہائے۔"

"بہت قابل اور ذہین بچہ ہے۔ تھوڑا صبر کرو۔ خام سونا ہے' بھٹی میں تپے گا تو ڈھلے گا۔ شکل نکل آئے گی۔"

"میرے سامنے پڑھوں لکھوں والی باتیں نہ کریں ماسٹر جی۔ کون سا سونا اور کون سی بھٹی ماسٹر جی۔ ٹڈ سے زیادہ آگ کسی اور چیز میں نہیں ہوتی ساری ذہانت اور لائقی۔ ناک سے باہر نکل جاتی ہے۔ جب پیٹ روٹی مانگتا ہے۔" اماں بھولی نے اپنے پیٹ پر دو ہاتھ مار کے دکھائے۔

"اور آپ جس تعلیم کی بات کرتے ہیں' وہ میں پوری کہاں سے کراؤں گی۔ آٹھویں تک تو ادھر پنڈ کے اسکول سے پڑھ لیا۔ نا بابا نا۔ میں روٹی کی فکر سے مری جاتی ہوں' آپ کہتے ہیں ساتھ میٹھا بھی رکھ لو۔"

اماں بھولی کا سر زور زور سے نفی میں ہل رہا تھا۔

"پانچ جی (پانچ انسان) چھوڑ کر مرا ہے اللہ دتا کا پیو۔ میں کہاں سے پورا کروں گی۔ ایک بات بتائیں ماسٹر جی۔" اماں بھولی کو رونا آنے لگا' مگر آواز کو پوری کوشش سے صاف رکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"ویسے یہ مرد عورت کو کسی کام کا نہیں سمجھتے۔ اس کی عقل مت کو جتی کے تھلے سے جوڑ دیتے ہیں۔ کسی معاملے میں پوچھتے نہیں۔ بولنے نہیں دیتے صاف کہتے ہیں۔ چپ رہ تجھے کیا پتا۔ پر جب مرنے لگتے ہیں۔ سارا سیاپا اس عقل کی انی کے سر پر پا کے یہ جا وہ جا۔ اب میں کیا کیا دیکھوں۔"

"غلط بات بھولی۔ کوئی بھی اپنی مرضی سے نہیں مرتا۔" ماسٹر جی کو ترس آنے لگا۔

"ٹھیک ہے ماسٹر جی!" اماں بھولی نے آنسو پونچھے۔

"کل سے فیقے لوہار کے پاس بٹھا دوں گی۔ تھوڑے ہاتھ پیر سخت ہوں گے جان بنے گی۔ آپ کے قلم شریف نے تو میرے پتر کو جھوز نانی بنا دیا۔ یہ اس کے ہاتھ ہیں۔ مردوں کے ہاتھ کوئی ایسے ہوتے ہیں نرم گرم۔ اس کے پیو کے ہاتھ آپ نے دیکھے نہیں۔ یہ سخت جیسے پتھر۔ اللہ بخشے میرے پر کبھی ایسا ناراض نہیں ہوا کہ مارتا' مگر گھروں میں اونچ نیچ ہو بھی جاتی ہے۔ اس کے ہاتھ کا ایک تھپڑ ہی مجھے بے ہوش کردیتا تھا۔ ست ست دن منہ سوجا رہتا تھا اور یہ۔"

اماں بھولی کو جہاں شوہر کی یاد نے سرشار کردیا وہیں مجرم بنے بیٹھے خاموش بیٹے کو دیکھ کر غم ہرا ہونے لگا۔

ماسٹر صاحب بھونچکے تھے۔ کیا یاد تھی کیا کسک۔ واہ بھولی۔

انہوں نے اپنی بے ساختہ مسکراہٹ پر بمشکل قابو پایا۔ ماں کی پھنکار سنتے اللہ دتا کو دیکھا۔ انہیں ترس آرہا تھا۔ ماں پر بھی اور بیٹے پر بھی۔

"میری بات سنو بھولی غور سے' تمہارا بیٹا بہت لائق ہے' اسے پڑھنے دو۔" "یہاں کا اسکول آٹھویں تک ہے آپ شہر شفٹ ہوجاؤ۔"

"شہر۔" اماں بھولی یوں اچھلی جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

"ہاں شہر۔۔۔" ماسٹر جی شروع ہوئے پھر بول بول کر منہ تھک گیا۔

"زمین ٹھیکے پر دے دیں۔ سال کے دانے لے لیے جائیں اتنے چھوٹے سے گاؤں میں کون خریدے گا کڑھائی بنائی کے نمونے کہ ہر کسی کو تو آتا ہے یہ کام

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

کرنا اور سب بڑھ کر اللہ دتا کی تعلیم جو سب سے زیادہ ضروری ہے۔"

"پر شہر کون سا؟ کون سا شہر۔ ہاں ان کا چچا زاد بھائی عبدالعزیز اور عبدالمجید۔ وہ شہر میں رہتے ہیں' وہ کچھ نہ کچھ بندوبست کر سکتے ہیں اور یہ بھی تو طے ہو گا' نا جو کرنا تھا اب اماں بھولی کو خود کرنا تھا اماں بھولی نے سوئی پکڑلی اور اللہ دتا نے قلم۔ اماں بھولی نے بیٹے کو تو اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا' مگر بیٹیوں کے معاملے میں کوئی رسک نہ لیا۔

عبدالعزیز نے اپنی گلی میں آٹھ مرلے کا پلاٹ لے دیا تھا' دو کمرے بھی ڈل گئے۔ اماں بھولی کے پاس پڑا زیور کام آیا۔ دو کمروں کے گھر کو سجالیا۔ ایک بھینس بھی رکھ لی اور صحن کے بیچوں بیچ ڈال دیں دو چارپائیاں۔

اس پر بیٹیوں کو لے کر بیٹھ گئی۔

اللہ دتا کے شدید زور پر بیٹیوں کو اسکول بھی داخل کروادیا' مگر سارا زور کڑھائی سکھانے پر تھا اور یہ بھی کہہ دیا' تو نے جتنی اپنی مرضی کرنی تھی کرلی۔ اب کڑیوں کے معاملے میں نہ بولنا۔

حمیرا سمیرا کی نگاہیں اس وقت ان ہی چارپائیوں پر تھیں۔

حمیرا اور چڑھ کے چوکڑی مار کے عطیہ کے کندھے سے منہ نکال کر اس ٹانکے کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی جو وہ کاڑھ رہی تھی۔ یہ ایک شعوری کوشش مخفی رہنے کی بھی تھی۔

ریاض عین سامنے کرسی ڈال کر بیٹھا تھا۔ گال کی ہڈی پر چوٹ لگی تھی اور حمیرا نے شکر ادا کیا تھا' آنکھ بچ گئی' لیکن اس وقت وہ یہ بھی سوچ رہی تھی۔ چوٹ اتنی بڑی بھی نہیں تھی جتنا بڑا ہلدی کا لیپ پھپھی بھولی نے کر دیا تھا۔

پھپھی وہی سارا قصہ دہرا رہی تھیں اور اپنے عزائم بھی جو کہ وہ پہلے گلی میں کھڑے ہو کر سنا چکی۔

"اب اتنا بھی کچھ نہیں ہوا اماں! جتنا آپ کہہ رہی ہیں۔" ریاض نے اپنے تئیں ماں کو پرسکون کرنا چاہا تھا پر کہاں پھپھی بھولی دوبارہ شروع ہو گئیں۔ ساتھ وہی کوسنے۔ حمیرا نے تڑپ کر شاکی نگاہوں سے سمیرا بی بی کو دیکھا پر سمیرا عبدالعزیز کو پروفیسر اے ڈی ریاض کے علاوہ کچھ اور کب دکھائی دے رہا تھا۔

ڈھیلے ٹراؤزر اور شرٹ میں سانولا سلونا بلا کا پرکشش مرد۔ اوپر سے مدھم لہجہ گمبھیر آواز' الفاظ کا چناؤ اس قدر خوب صورتی سے کرتا تھا عشق و تشریح میں عمر گزار دے' وہ کہتا رہے کوئی سنتا رہے اور کوئی کیوں سمیرا عبدالعزیز بن ہی تو رہی تھی۔

"کیسی غدار ہے' اتنا نہیں ہو رہا پھپھی کو ٹوک دے۔ بس کریں اتنا بھی کیا کوسنا۔ شام ہونے کو ہے اگر کوئی ایک کوسنا بھی پورا ہو گیا تو کیا وہ باقی کی زندگی حمیرا ٹنڈی بن کر گزارے گی۔" اسے جھرجھری آگئی۔

"آپ کے اسٹوڈنٹ نہیں آئے آج۔" سمیرا پوچھ رہی تھی۔

"آئے تھے۔" ریاض ہنسا۔ "اماں نے دروازے ہی سے چلتا کیا۔"

"تو اور کیا۔ نظر نہیں آرہا' کتنی چوٹ لگی ہے۔ بولنے سے منہ اور دکھے گا۔" پھپھی نے تائید طلب انداز میں بتایا۔ سمیرا نے جھٹ ہاں میں ہاں ملائی جبکہ حمیرا نے آنکھیں چندھی کر کے بغور دیکھا۔

"بیر کی چھوٹی سی گٹھلی ہی تھی بھائی ریاض۔۔۔ کوئی بنتا تو نہیں تھا جو اتنی ایمرجنسی لگادی۔"

ریاض زور سے ہنس دیا۔ "یہ بات تم اماں کو سمجھا دو۔"

"اے حمیرا! تجھے کیسے پتا' بیر کی گٹھلی لگی تھی۔" اماں بھولی۔۔۔ صرف نام کی بھولی تھی۔ حمیرا کے ہوش اڑ گئے۔ ملتجی نگاہ سے سمیرا کو دیکھا۔ جو بھائی ریاض کو دیکھ کر ویسے ہی خوش تھی اور ابھی جبکہ وہ ہنس رہا تھا۔ دلکش مردوں کو ہنسنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس کے دل سے صدا اٹھ رہی تھی۔ وہ دل کی سن کر سردھن رہی تھی۔ حمیرا کس مصیبت کی لپیٹ میں آنے والی تھی۔ اسے کیا خبر۔۔۔

حمیرا نے اس کی عدم توجہی پر ایک خفیہ چٹکی کاٹی اور آنکھوں میں اپنی صفائی دینے کی التجا کی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سمیرا نے ہوش میں آکر پھپھی کے سوال اور حمیرہ کے تبصرے کو دوبارہ سننے کی درخواست کی (کوئی پوچھے بی بی تمہارا اپنا دھیان کدھر ہے)

"جی وہ گلی میں بچے کہہ رہے تھے۔ گٹھلی تھی بنتا تو نہیں۔۔۔"

"ہاں وہی تو لوگوں کے خبیث بچے۔۔۔ پھپھی بھولی فوراً" مان گئیں" یہ آج کل کی مائیں خود دوپہروں کو گھوڑے گدھے بیچ کے سو جاتی ہیں اور بچے گلی میں چھوڑ دیتی ہیں اب وہ جو مرضی بتاہی ڈالیں۔"

"گھوڑے گدھے بیچ کر۔۔۔ بزنس وومن گریٹ۔۔۔ مگر یہ ہیں کون کون سی؟" حمیرا چونکی۔

"محاورہ بولا ہے پھپھی نے۔۔۔" سمیرا نے تصحیح ضروری سمجھی۔

"اچھا۔ تم لوگ باتیں کرو' میں دو کپ چائے لے آتی ہوں۔" پر عطیہ باتوں میں لگ کر بھول نہ جانا۔ یہ قیمص آج ہی پوری کرنی ہے" جاتے جاتے بیٹی کو تنبیہی نگاہوں سے گھور بھی گیا۔ عطیہ نے بھی سمجھ کر سر ہلا دیا۔ باتیں کرنے والی پیش کش اس کے لیے صرف سننے تک محدود تھی۔

"اور دیکھ۔۔۔!" پھپھی بھولی نے ذرا دور زمین پر اڈا لگا کر بیٹھی بیٹی کو پکارا۔ وہ واش روم جانے کے لیے اٹھی تھی۔ "پالک والی ٹوکری اٹھا کر ان دونوں کے آگے رکھ دے۔"

پھر روئے سخن ان دونوں کی جانب کیا "ایسے فارغ رہ کر باتیں مٹھارنے سے کیا فائدہ۔ پالک ہی صاف کر دو۔۔۔ میں ہانڈی چڑھا لوں گی ہیں۔۔۔؟ ٹھیک ہے ناں۔"

"جی۔۔۔ جی پھپھی۔۔۔" حمیرا نے جھٹ آستینیں موڑ لیں۔۔۔ جبکہ سمیرا کی نگاہیں اپنے نکھرے مکھن ہاتھوں پر جم گئیں۔ نازک سا بریسلیٹ۔ مسور کی دال جتنے سفید موتی والی نازک انگوٹھی۔ وہ پالک کاٹے یہ کچھ جچتا نہیں۔ حمیرا نے بھی کچھ کہے سنے بنا پوری ٹوکری اپنے آگے دھر لی۔

پھپھی بھولی چائے رکھ کے آئیں تو لہسن' پیاز اور آلو بھی اٹھا لائیں۔

سمیرا بھائی ریاض سے ان کے اسٹوڈنٹس کے حوالے سے بات چیت کرتی رہی۔ اور وہ اس سے اس کے اسکول کے بارے میں بات کرنے لگے۔

تب ہی سمیرا چونکی۔ پھپھی بھولی چھری کے دستے سے اس کا گھٹنا ہلا رہی تھیں۔ سمیرا کی سوالیہ نگاہوں پر۔۔۔ لہسن بھری پلیٹ اس کی گود میں رکھ دی۔

"دیر ہو رہی ہے ہانڈی کو' یہ لہسن چھیل دو۔"

"میں۔۔۔ میرا مطلب ہے' میرے ناخن خراب ہو جائیں گے۔ میں یہ پالک صاف کر دیتی ہوں۔" سمیرا کا انداز گھبرایا ہوا تھا۔

"اوہاں!" پھپھی نے سر پر ہاتھ مارا۔ "میں تو بھول ہی جاتی ہوں' میری اس بھتیجی کو کہاں عادت ہے ایسے کاموں کی۔" پھپھی کا انداز محبت سے بھرپور تھا۔

"ایسے گورے چٹے چمکتے ہاتھ بھلا ان کاموں کے لیے تھوڑی بنے ہیں۔ یہ تو ہم جیسوں کے کام ہیں۔" پھپھی نے اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلا دیں۔ کھردرے' سخت محنت کش ہاتھ۔۔۔

سمیرا نے اس تبصرے کو اعزاز کی طرح وصولا اور نزاکت سے پالک کے پتے چننے لگی۔ جیسے باغیں باغ میں کوئی ترک شہزادی پھول چننے آئی ہو۔

حمیرا اونچی آواز سے عطیہ کو سنائے گئے اپنے لطیفے پر خود ہی ہنس رہی تھی اس کے ہاتھوں میں بہت تیزی تھی۔ (پھوہڑپنا اپنی جگہ مسلم)

گلی کا بچہ پیغام لایا تھا۔ "سمیرا باجی! آپ کی امی بلا رہی ہیں۔ کہتی ہیں بہت دیر ہو گئی ہے۔"

سمیرا سنتے ہی کھڑی ہو گئی۔ امی کو اے ڈی کی موجودگی میں سمیرا کا جانا کبھی پسند نہیں رہا تھا۔ وہ سرعت سے گیٹ پار کر لینا چاہتی تھی۔ جب جھٹکے سے کھنچتی چلی گئی۔ اس کا ہاتھ اے ڈی کے ہاتھ میں تھا اور وہ اس کے روبرو۔۔۔

"یہ کیا؟" اس کا اشارہ اس جرأت پر تھا۔

"تمہارا ہاتھ ہے۔" شوخ جواب حاضر۔

"آپ نے پکڑا کیوں ہے؟" اس کی نگاہیں حمیرا پر تھیں جو الوداعی گفتگو کر رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"چھوڑ دوں؟" کیسا ظالمانہ سوال تھا۔ چڑ کے لگانے جیسا۔۔۔ سچ بولے کہ جھوٹ' اس نے جواب کے بجائے خود سے چھڑانے کی کوشش کو بہتر سمجھا۔

"اتنی کوشش کیوں۔۔۔ تم کہہ دو' میں چھوڑ دوں گا۔" اے ڈی کو اس کے چہرے کی سرخی اکسا رہی تھی۔

"چھوڑ دیں۔۔۔" وہ تپ گئی۔

"دیکھ لو۔۔۔" وہ کیا دکھا رہا تھا۔

"میں نے دیکھ لیا ہے۔ اگر پھپھی نے دیکھ لیا تو۔۔۔" سمیرا نے آئینہ دکھانا مناسب سمجھا۔

"وہ نہیں دیکھیں گی' ان کا دھیان حمیرا سے باتوں پر ہے۔" اے ڈی بے فکر تھا۔

"میں آواز دوں گی تو وہ دیکھ لیں گی۔ حمیرا۔۔۔!" اس نے پکار بھی لیا۔ "جلدی آؤ۔" ہاں جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہاتھ چھٹ گیا تھا۔

سمیرا کی ہنسی چھوٹی۔ "بس اتنی سی ہمت تھی۔"

"امتحان لیتا ہے۔" اے ڈی کی نظریں اس کے صبیح چہرے پر سرک رہی تھیں۔

"اوں ہوں۔" سمیرا نے لب کا کونا دانتوں میں داب کر انکار میں سر ہلایا۔ "کیا امتحان لوں' آپ تو ٹیسٹ ہی میں فیل ہو گئے۔"

"اچھا۔" اے ڈی نے دوبارہ ہاتھ بڑھایا مگر سمیرا الرٹ تھی' سرعت سے پیچھے ہوئی۔ "یاد رکھنا اے ڈی ریاض فیل ہونے والا بندہ ہے ہی نہیں۔"

"اوہ۔" سمیرا کے ابرو تنے۔ اے ڈی نے سر ہلا کر دوبارہ تصدیق کی۔

"وہ اس لیے جناب کہ امتحانی کمرہ میں پھپھی آپ کے ساتھ نہیں ہوتیں۔" اس کا لہجہ شریر مگر جملہ حقیقی تھا۔

"ہاہاہا۔۔۔!" اے ڈی کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"ہیں اللہ دتہ۔۔۔ کلے کلے کس بات پر ہنسی آئی ہے۔ بلکہ میں تو کہتی ہوں۔ ہنسنے کی ضرورت ہی نہیں۔ منہ میں درد ہو گا میرے بچے۔" پھپھی کی آواز بلند ہی۔

"جی اماں۔۔۔ میرا مطلب ہے نہیں اماں!"

"فون پر بات کر رہا تھا؟"

"ہاں تو وہی تو کہہ رہی ہوں۔ چپ رہ' منہ درد کرے گا سوہنے۔"

پھپھی کا لہجہ فکرمندی سے بھرپور تھا۔ اے ڈی نے لب بھینچ لیے۔

سامنے کھڑی سمیرا کو دیکھا۔ لبوں پر مسکراہٹ' آنکھوں میں شرارت ساتھ ساتھ جتاتا تاثر۔۔۔ اے ڈی ایک قدم بڑھا پھر بری طرح گھبرا کر چونکا۔

"دے دیں۔۔۔" دونوں ہاتھوں سے دیں۔۔۔ حمیرا کی صدا دوستانہ تھی۔ سمیرا نے پرسکون سانس بھری حمیرا نے باری باری دونوں کو دیکھا پھر اپنے جملے کی وضاحت دی۔

"دعائیں۔۔۔" اس نے ہاتھ اٹھا رکھے تھے۔

"دعائیں دیں اس شخص کو' جس نے آپ کو پتھر مار کے یہ موقع فراہم کیا۔ ہے ناں۔"

اے ڈی نے سر ہلا کر تائید کی' واقعی اسی حادثے سے تو ملاقات کی صورت بنی۔

تقریب بہر ملاقات چاہیے (خواہ چوٹ کھا کر ہی ہی) البتہ سمیرا پھر پھاڑ نظروں سے اسے گھور رہی تھی۔

✲ ✲ ✲

گھر آنے پر نیا تماشا منتظر تھا۔ حمیرا کے نام کی پکاریں پڑ رہی تھیں۔

"کیا ہوا۔۔۔ کیا ہوا تایا ابو۔۔۔؟" وہ ہراساں لشتم پشتم پہنچی۔ سب خیریت ہی نظر آ رہی تھی۔ ہاں امی کے چہرے پر تناؤ تھا۔

"میں کب تک ایسے کھڑا رہوں۔" تایا ابو کے ہاتھ میں آفس والے بوٹ تھے۔ پیروں میں موزے۔۔۔ عجب لاچاری سے کھڑے تھے۔

"کیوں کھڑے ہیں۔۔۔ آپ کو بڑی امی نے سزا دی ہے؟ کیوں؟" گردن موڑ کر بڑی امی کو دیکھا۔

"سزا کی بچی۔۔۔ وہ سوفٹی کے لیے کھڑے ہیں۔" یہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

غصیلی پھنسی آواز صفیہ کی تھی۔
"کیوں... اوہ... سوفٹی..." وہ تو حمیرا کے پیروں میں تھی۔
"اتنی سی بات پر آپ اتنا گھبرا گئے تایا ابو۔" اس نے جلدی سے جوتا اتارا "آپ کے پاس اور سوفٹی نہیں ہے؟" انداز ڈپٹتا ہوا سا تھا۔
"تمہارے پاس اور سوفٹی نہیں ہے۔" انہوں نے الٹا سوال کر دیا۔
"ہے ناں... مگر جو مزہ اسے پہن کر... آتا ہے" وہ کسی اور میں کہاں۔"
وہ کرسی پر گر کر لمبی سانسیں لینے لگی۔ اللہ جانے پھپھی نے اتنی ڈھیر پالک 'ہفتہ بھر کھائی تھی۔ کمر اکڑ گئی۔
"اور یہ تمہارے ہاتھوں کو کیا ہوا ہے؟" بڑی امی کی تشویش بھری آواز پر صفیہ چونکیں چونک تو حمیرا خود بھی گئی' یہ کیسے ہاتھ تھے سبز سے یا سیاہ سے۔
"اوہ!" اگلے منٹ وہ سمجھ گئی۔ "پھپھی بھولی کے ساتھ پالک سنوار رہی تھی۔"
"جاؤ' جلدی سے دھو آؤ... نشان سارہ جاتا ہے۔" بڑی امی نے تاسف سے سر ہلایا۔ گہرے رنگ کے سوٹ پر بھی ہریالی کے دھبے محسوس ہو رہے تھے۔
صفیہ کی نگاہیں سمیرا پر ٹک گئیں۔ وہ بریسلیٹ اتار رہی تھی۔
"اس نے تو نہیں مدد کروائی مگر یہ ان کی اپنی بیٹی حمیرا عبدالمجید۔"

✡ ✡ ✡

"اوں ہوں... زیادہ تیز قدم اٹھانا ٹارگٹ نہیں ہے۔ بس تم نے چال کو سیدھا رکھنا ہے۔"
"اوہ...!" وہ ٹھٹکا "لنگڑاہٹ محسوس ہونے لگی تھی؟" اس نے باپ سے پوچھا۔
"ہاں بیٹا... تم یہ سمجھو کہ تم ایک سال کے بچے ہو اور چلنا سیکھ رہے ہو۔ دھیرے دھیرے چھوٹے قدم۔"
"میں ایک سال کا نہیں ہوں ابو۔" اس کے منہ سے پھسلا پھر وہ شرمندہ ہو گیا۔ اس کے جملے میں مایوسی تھی اور بے حد پر امید و پر یقین باپ کے لیے یہ لہجہ و جملہ کسی زہر میں بجھے نیزے کی طرح تھا۔ ابو کے چہرے کا رنگ اڑا تھا مگر وہ فوراً" سنبھلے تھے۔
"میں جانتا ہوں مگر یاد رکھو' تمہیں دوبارہ جینے کا موقع ملا ہے۔ ہر چیز کو دوبارہ سیکھنے کا... ایک زندگی میں دوبارہ جینا' سیکھنا' سمجھنا ہر ایک کے لیے نہیں ہوتا۔ اللہ کبھی وہ حکم نہیں دیتا جس کے بارے میں جانتا ہو کہ اس کا بندہ پورا انہیں کر سکے گا۔"
ان کے جملے ان کے پختہ ایمان کی ترجمانی کر رہے تھے۔
"آپ ہمیشہ سے اتنے پر یقین تھے یا اب ہو گئے ہیں؟" اس کے لبوں پر ہلکا تبسم تھا۔
"اب ہو گیا ہوں۔" وہ مسکرانے لگے۔ دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے تھے۔
دھیرے دھیرے... دھیمے قدم۔
ڈاکٹر نے ہدایت کی تھی۔ اب اسٹک چھوڑ کر خود سے چلنے کی پریکٹس کرنی ہے۔ وہ انکار کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس کا باپ اور پھر ماں... دونوں ڈاکٹر کو بغور سن رہے تھے۔ انہوں نے بیٹے کے چہرے کے رنگ بھی دیکھے۔ آنکھوں سے جھلکتا خوف و بے یقینی وہ اسٹک کیسے چھوڑ سکتا ہے۔
اس کی ماں نے اس کے کچھ لرزش زدہ ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔
"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں ڈاکٹر صاحب... یہ اسٹک چھوڑ دے گا۔"
"مگر امی...!" وہ خوف زدہ سا ہو کر... ان کی شکل دیکھنے لگا۔
"بیٹا! ڈاکٹر صاحب کو بتاؤ کہ تم اسٹک کو چھوڑ سکتے ہو۔" ماں کے فیصلہ کن اعلان پر اس نے باپ کی طرف امید سے دیکھا تھا۔
مگر وہ تو کچھ اور ہی بولے۔
وہ ڈاکٹر صاحب کو بتا رہے تھے یا اس کو... کہ وہ کر

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سکتا ہے' وہ کرے گا اور ان کے لہجے کے یقین پر' آنکھوں کے عزم پر حیران ہونے کے باوجود اس کا سر اثبات میں ہلنے لگا۔

"ہاں وہ کرے گا۔ ابو کہہ رہے ہیں تو وہ کرے گا۔"

اور اتنے دنوں بعد سہی... بہت مشکل سے سہی... بہت تکلیف کے ساتھ... وہ اسٹک چھوڑ چکا تھا۔ اب بغیر اسٹک کے چلتا تھا اور ڈاکٹر نے کہا تھا۔ چال سیدھی رکھنی ہے۔ کمر سیدھی اور تنی ہوئی۔ کہیں خم نہیں کھانا... کچے ٹوٹے قدموں کے ساتھ ہی سہی... مگر وہ جو چال اپنا لے گا وہی مستقل ہو جائے گی اور وہ چلتا تھا اور ابو اس سے چند قدم پیچھے رہ کر اس کی چال پر نظر رکھتے تھے۔

بیٹا جوان ہو جائے تو باپ کو چال چلن پر نگاہ رکھنی پڑتی ہی ہے... ورنہ بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کا بیٹا جوان ہوا تھا اور بگڑا تو قطعاً "نہیں تھا' لائق فائق بیٹا' فرماں بردار مگر پھر بھی انہیں اس پر نظر رکھنی پڑ گئی تھی۔

"آہ...!" وہ چند قدم پیچھے چلتے تھے اس لیے آنسو چھپانا مشکل نہیں ہوتا تھا۔ بیٹے کے روبرو آتے تو مسکراتا' پرعزم' باہمت چہرہ ہی ہوتا تھا۔

اب دونوں ہم قدم چل رہے تھے۔ دھیمی چال... صبح کی سیر...

نماز کے بعد آسمان کے سارے سرمئی شیڈز دیکھنا ایک دلچسپ کام تھا۔ سیاہی سے سفیدی کے سفر میں وہ درمیانہ رنگ... بتاتا تھا یک دم کچھ نہیں ہوتا۔ دھیرے دھیرے... صبر سے...

دونوں باپ بیٹا... آسمان پر نگاہیں جمائے بیٹھ جاتے ہیں۔ خاموشی کے ساتھ آسمان کو دیکھنا' صبح ہوتی تھی... جیسے کسی راز سے پردہ ہٹتا ہو' چپکے سے۔ سفید رنگ پر سیاہی جلدی چڑھتی ہے۔

لیکن اگر سیاہ کو سفید رنگ دینا ہو مشکل بہت مشکل... مگر ناممکن تو نہیں...

ہاں یہ ہے کہ وقت زیادہ لگ جاتا ہے۔ تحمل کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ بیٹے کی بحالی صحت کا خواب' خواہش' ضرورت' سیاہی سے سفیدی کے سفر جیسی ہی تو تھی۔ سفید بے داغ... بے عیب کاملیت۔

تو جیسے صبح کی سیاہی غیر محسوس طریقے سے رنگ بدلتی ہے۔ سرمئی اندھیرا اور پھر سرمئی اجالا اور آخر میں روشن سویرا...

تو سیاہی گزر چکی تھی اور سرمئی اندھیرا ابھی ڈھلنے کو تھا... (اسٹک چھوٹ رہی تھی) یعنی سرمئی اجالا... اور پھر روشن صبح۔ آہ مالک... جیسے یہ ہر سو روشنی پھیل گئی ہے تو ایسے ہی ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا۔

ان کی آنکھ میں نمی تیرنے لگی تھی۔

"تو آپ نے جتایا نہیں ابو؟" وہ چلتے چلتے رک گیا تھا۔

"کیا...؟" انہوں نے تیز تیز پلکیں جھپکیں۔

"یہی کہ..." وہ ان کی جانب گھوم گیا۔ "آپ ہمیشہ سے اتنے پریقین تھے یا اب ہو گئے ہیں۔"

وہ مسکرانے لگے۔ مسکراہٹ کی چمک نمی کو پی گئی تھی۔

ان کی نگاہیں چہار سو دیکھنے لگیں۔ چمکدار دن۔ سنہرا سا...

اپنے دوپٹوں کو کستی آگے پیچھے بھاگتی مدرسے کی بچیاں... ان کی آوازیں یہاں تک آرہی تھیں۔ جیسے چڑیاں چہچہا رہی ہوں۔ باپ بیٹے کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"میں نے بالکل صحیح دوپٹا اوڑھا ہے۔ ایک بھی بال دکھائی نہیں دیتا۔"

"جی نہیں... وہ دیکھو' کان کے پاس سے نظر آ رہے ہیں۔" دوسری نے چڑایا اور بھاگ گئی۔

پہلے والی نے خفگی سے اسے دیکھا اور رک کر دوبارہ اوڑھنے لگی۔ رنگین اوڑھنیاں اور ادھر زمین کی اوڑھنی سبز تھی... سبز کے سارے شیڈز...

لائٹ اینڈ ڈارک کے کنٹراسٹ... واہ مولا تیرے رنگ...

انہیں شان کریمی یاد آنے لگی۔ ٹھنڈی ہوائیں... وہ کچھ زیادہ دور تک چل کر آ گئے تھے۔ بیٹے کو واپس

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

جانے میں مشکل ہوتی۔ وہ یک دم مڑ گئے۔ اسٹک بیٹے کو پکڑا دی تھی۔ ڈاکٹر نے ابھی صرف اسٹک چھوڑ کر خود سے چلنے کی مشق کے لیے کہا تھا۔ لڑکھڑاتے قدموں ہی سے سہی مگر وہ چلنے لگا تھا۔ مگر گھر تک جانے کے لیے اسٹک چھوڑنا بے وقوفی تھی۔ جسم ایک دم اتنا دباؤ برداشت کرنے کے قابل نہیں تھا۔

مگر وہی امید....

"ابو...." وہ چونکے۔ بیٹا منتظر نگاہوں سے جواب چاہتا تھا۔

"جب میں نے تمہارے ایکسیڈنٹ کی خبر سنی' وہ میری زندگی کی بھیانک ترین خبر تھی۔ میں جیسے اندھا ہو گیا۔ اسپتال آنے تک میں نے خود کو کسی بھی بری خبر کے لیے تیار کرلیا تھا... میں سوچ چکا تھا۔ لوگ یوں ہی مجھے بہلا رہے ہیں۔ زخمی بتا کر لا رہے ہیں۔ جبکہ حقیقت میں...."

اس وقت کی یاد حلق میں کرچیوں کی طرح چبھتی تھی۔ اب بھی خراشیں پڑنے لگیں۔ مگر وہ بول رہے تھے۔

"پتا ہے' میرے قدم ایمرجنسی کے بجائے کہیں اور اٹھتے تھے میں نے تمہیں مردہ سوچ لیا تھا۔ اور صبر کا بھی سوچ لیا تھا۔ مگر جب میں نے تمہیں زندہ دیکھا۔ اتنے بڑے حادثے کے بعد زندگی فقط وہم رہ جاتی ہے' جب تمہاری کراہ سنی.... تم نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور لاچاری سے میری طرف ہاتھ اٹھایا.... آواز مجھ تک نہیں پہنچی تھی مگر تمہارے ہلتے لب ابو کہہ رہے تھے۔ تب یک دم میرے دل سے سارے خدشات دور ہو گئے۔ سارے برے خیال میں نے خود سے دور جھٹک دیے۔ اتنی بڑی تباہی کے بعد تم زندہ تھے دیکھ رہے تھے پکار رہے تھے' تو میں نے خود سے کہا۔ میرے بیٹے کو کچھ نہیں ہو گا.... سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

میں ٹوٹا تھا مگر میں نے ان ہی قدموں اپنے ٹکڑے سمیٹ کر خود کو کھڑا کر دیا۔

میں نے سوچا جس نے وہاں بچا لیا وہ اب بھی بچائے گا۔ زندگی شرط ہے۔ مشکلیں تو آنی جانی ہوتی ہیں۔ یار! بہادر تھا نہیں... مگر ہو گیا" وہ مسکرا رہے تھے اور وہ انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

"ابو....!" پھر بے ساختہ ان سے لپٹ گیا۔ ان کے قد او نچا بیٹا۔ دونوں گھر کی طرف چلنے لگے۔

ابو نے لاڈ سے اس کے شانے پر بازو ٹکا لیا جیسے اچھے دوست.... پکے والے۔

✡ ✡ ✡

"مارنے والے سے چوک ہو گئی۔" بڑی امی نے اپنے دکھتے سر کو بری طرح محسوس کرتے ہوئے بے ساختہ سوچا۔ "نشانہ بھولی ہونا چاہیے تھی' کتنا بولتی ہیں بھولی آپا اف...."

انہیں کہیں دوسرے دن شام میں وقت ملا کہ وہ جا کر اللہ دتہ ریاض کی خیریت معلوم کر آئیں۔ عبدالعزیز صبح کام پر جاتے ہوئے پوچھتے گئے تھے۔ صفیہ بھی چکر لگا آئی تھیں۔

"سارا شہر مل کر چلا گیا بس ایک میری بھابھی کو اب وقت ملا۔"

یہ استقبالی جملہ تھا۔ بڑی امی نے مجبور سا چہرہ بنا لیا۔

"آپ کو پتا تو ہے میری مصروفیات...."

جواب میں پھپھو بھولی نے اپنی مصروفیات کی کہانی چھیڑ دی۔ بات شروع ہوئی تو خاتمے کا راستہ بھول گئی۔ ان کا جمائیاں روک روک کر جبڑا دکھ گیا۔

اللہ دتہ ریاض کی چوٹ پس منظر میں چلی گئی۔ دنیا' اخلاق' معاشرت مہنگائی' تربیت و سلیقہ' بدحالی' بے عقلی' دنیا کی نئی احمقانہ روش.... وہ کون سا موضوع تھا جس پر پھپھو نے سیر حاصل گفتگو نہ کی ہو.... بلکہ گفتگو تو دو افراد کے بیچ ہوتی ہے۔ انہیں تو ایک لفظ بھی کہنے کا موقع نہ ملا۔ تائیدی ہوں ہاں کی بھی گنجائش نہیں۔ وہ بس چہرے کے تاثرات سے ایکشن دیتی رہیں لہٰذا اسے پھپھو بھولی کا خطاب کتنا زیادہ مناسب تھا۔

اوپر سے وہ جب اٹھنے کی کوشش کرتیں۔ پھپھو ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیتیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پھر اللہ دتہ ریاض کا منہ اپنے ہاتھوں سے اوپر کر کے دکھایا۔ جیسے قربانی کے جانور کے دانت دیکھنے کے لیے اس کے منہ کو جکڑ لیا جاتا ہے۔ ذرا سی چوٹ تھی۔

"اللہ کا شکر ہے۔" بڑی امی نے کہا۔

"ہیں بھابھی.... میرے پتر کو چوٹ لگ گئی اور آپ شکر کہتی ہیں۔" پھپھو بھولی نے تڑپ کر کہا۔

"ہاں شکر ہے' ذرا سی چوٹ ہے۔ آنکھ بچ گئی۔ باقی چھوٹے موٹے زخم تو جان کا صدقہ ہوتے ہیں۔ اللہ سے قریب کرتے ہیں۔ اللہ کی پہچان کروا دیتے ہیں۔ اور اللہ کی حد نگاہ اور پہنچ تک کون پہنچا ہے۔ وہ بچانا چاہے تو شیر خوار موسیٰ کی ٹوکری نیل پار کر جاتی ہے مکڑی غار کے آگے جالا بن دیتی ہے۔ عیسیٰ پیدا ہوتے ہی ہم کلام ہو جاتے ہیں اور پکڑنا چاہے تو لوگ کیلے کے چھلکے سے بھی پھسل جاتے ہیں۔"

بڑی امی کی آواز میں لرزش آگئی۔ پھر خود ہی خود پر قابو پا کر مسکرانے لگیں۔

"اسی لیے میں نے شکر کہنے کی عادت ڈال لی ہے۔ ولی اللہ نہیں ہوں آپا! پکی دنیا دار ہوں مگر میں یہ سوچ لیتی ہوں۔ جو ہوا ہے۔ اس سے برا بھی ہو سکتا تھا۔ سو آپ بھی کوسنا چھوڑ کر صدقہ دیں' بیٹے کی بچت ہو گئی۔"

"یہ تو تم نے ٹھیک کہا بھابھی۔" پھپھو بھولی بہت کم مانتی تھیں۔

"میں تو پہلے ہی کہتی ہوں' میری بھابھی بہت عقلوں والی ہے۔ ہمت والی' دل والی.... کیسے سلیقے سے بچے پالے۔ گھر سنبھالا۔ یتیم بھتیجی کو اولاد سے بڑھ کر رکھا۔ عبدالعزیز نے کوئی نیکی کی ہوگی جب ہی اسے ایسی پیاری' عقل والی بیوی ملی۔"

پھپھی کو بولنے کا نیا موقع مل گیا۔ وہ تعریف و توصیف والے ٹریک پر چڑھ گئی تھیں۔ اب وہاں تک جاتیں جہاں تک پٹڑی جاتی۔

مگر شکر ہوا' اللہ دتا ریاض کے کوئی کولیگ آگئے تو انہیں اٹھنے کا موقع ملا مگر تب بھی تماشا ہو گیا۔

☆ ☆ ☆
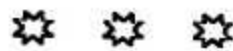
"آپ کہاں سے آرہی ہیں؟" حمیرا کی انگلیاں کھلے منہ پر ٹک گئیں۔ فریج سے پانی کی بوتل نکالی۔ سمیرا فریج بند کرنا بھول کر ماں کو دیکھنے لگی۔ صفیہ کے عام طور پر بے تاثر رہنے والے چہرے پر حیرت نمودار ہو گئی۔

ماں کے پیچھے داخل ہوتا معید بھی ہکا بکا ہو گیا۔ اتنا بڑا گلابوں والا بکے انہوں نے دونوں ہاتھوں میں یوں اٹھا رکھا تھا جیسے ایک صحت مند شیر خوار بچہ۔

"ہر رنگ کے گلاب...." سمیرا نے مسحور ہو کر لمبا سانس کھینچا۔

حمیرا نزدیک آگئی۔ سر سے پیر تک بغور دیکھا۔ کئی بار کا پہنا ہوا کریمی پرنٹڈ چکن کا جوڑا.... دھلا دھلایا منہ .... مگر بڑی امی کو سنگھار کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ سمیرا عبدالعزیز کی والدہ ماجدہ تھیں۔ سمیرا نے سارا حسن ان سے چرایا تھا۔ بڑھاپا آگیا تو کیا ہوا۔

حمیرا تو بہانگ دہل کہتی تھی۔ اگر ففٹی پلس کا مقابلۂ حسن ہو بڑی امی ہو نہ ہوں گی۔

"مگر حسن بے پناہ کا یہ مطلب تو نہیں۔ انہیں اتنے شدید قسم کے حسین گلابوں کا بکے دے دیا جائے۔ مگر دیا کس نے....؟" وہ سخت مشکوک نگاہوں سے ان کے گرد چکر کاٹنے لگی۔

"ایسے موقعوں کے لیے ایک فلمی ڈائیلاگ بڑا فٹ ہوتا ہے۔"

اس نے اپنی کنپٹی بجائی سمیرا اور معید دونوں نے نفی میں سر ہلایا۔ انہیں کوئی ڈائیلاگ یاد نہیں تھا۔

"ہاں....!" چکر پورا ہونے پر حمیرا بڑی امی کے روبرو آگئی۔ سخت چبھتی ہوئی نگاہ۔ تفتیشی کڑا انداز ....

"کہاں سے آئے ہیں یہ پھول....؟"

"کیا؟" دماغ تو پھپھی بھولی خالی کر چکی تھیں۔ سوال سر سے گزر گیا انہیں خود اپنا آپ اتنا عجیب لگ رہا تھا' اتنا بڑا جمبو بکے پکڑ رکھا تھا۔ حسن اپنی جگہ' شوہر کی چہیتی بھی تھیں مگر انہوں نے بھی کبھی ایک کلی بھی نہیں دی تھی۔ ان کا بکے پکڑنے کا تجربہ ہی نہیں تھا'

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

ابھی گلی سے گزرتے ہوئے بھی اتنی شرم سی آرہی تھی۔

"کس نے دیے ہیں یہ پھول؟" سمیرا کا لہجہ متبسم تھا اس نے جھک کر ایک طویل سانس کھینچا۔

"سمیرا...!" بڑی امی کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ "یہ بھی کوئی طریقہ ہے' کوئی ماں سے یوں سوال کرتا ہے۔" شرم کی سرخی... غصے کی لالی میں بدلنے لگی۔ وہ کچھ بولنے لگی تھیں۔ مگر جملہ منہ میں رہ گیا۔ معید ان سے لپٹ گیا تھا۔

"میں بالکل نہیں پوچھوں گا' کیوں دیے ہیں یہ پھول...؟ کیونکہ میری امی ہیں ہی اتنی پیاری کہ انہیں کوئی بھی پھول دے سکتا ہے۔"

معید نے گال بھی چوم لیا۔ محبت کے اس مظاہرے پر سب کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ مگر حمیرا نے آنکھیں گھمائیں۔

"تم ہو گے اتنے لبرل۔" اس نے ہاتھ نچایا۔ "مگر میں اپنے تایا ابو کو بتا کر رہوں گی کہ آج اس گھر میں ہوا کیا ہے۔ اتنا بڑا بکے اور بڑی امی نے کیسے گود میں لے رکھا ہے جیسے آٹھ ماہ کے معید کو اٹھاتی ہوں گی یعنی کہ غضب خدا کا۔"

"بدتمیز لڑکی...!" بڑی امی نے معید کو خود سے دور کیا۔ بڑے چھوٹے کا لحاظ ہی نہیں... جو منہ میں آیا' بول دیا۔ لو پکڑو' اپنے آٹھ ماہ کے لاڈلے کو۔" انہوں نے بکے اس کی طرف اچھال دیا۔

"ہائے...!" حمیرا بمشکل گرنے سے بچا پائی منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "ماں صدقے...!" سمیرا اور معید کی ہنسی بے قابو ہو گئی۔ صفیہ کے لبوں پر بھی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ بڑی امی تخت پر بیٹھ رہی تھیں سر پکڑ کر۔ وہ بھی ہنس دیں۔

سب کو ہنستا دیکھ کر حمیرا چونکی پھر اپنے جملے اور انداز کو یاد کر کے وہ بھی تخت پر ڈھے گئی۔ بکے اپنے چہرے پر ڈال لیا۔ لمبا سانس بھرا اور ہنستی چلی گئی۔

"سیدھی ہو جاؤ۔ سارے پھول مسل دیے تم نے۔" سمیرا نے بکے اٹھا کر اپنے چہرے سے جوڑا۔

حمیرا اٹھ بیٹھی۔

"سوال اب بھی وہیں ہے۔ یہ پھول کہاں سے آئے ہیں۔ جہاں تک میری معلومات ہیں' آپ تو بھائی ریاض کی خیریت معلوم کرنے گئی تھیں تو بکے لے کر جانا تو سمجھ میں آتا ہے' لے کر آنا... کیا انہوں نے آپ کے پھول قبول کرنے سے انکار کیا یا آپ کو پھول پیش کیے ہیں۔"

حمیرا نے کمر پر ہاتھ رکھا۔ سمیرا نے چونک کر ماں کو دیکھا اور پھولوں کو... غیر ارادی طور پر غیر محسوس طریقے سے بکے کو اپنے بازوؤں میں کس سا لیا تھا۔ معید کا دھیان نہیں تھا۔ حمیرا کو عادت نہیں تھی دھیان دینے کی... مگر صفیہ نے سمیرا کے رنگ کی سرخی کو محسوس کیا تھا۔ بڑی امی اپنا دوپٹا تہہ کرنے لگیں۔

"بتایئے بتایئے۔ اب آپ چپ کیوں ہیں۔"

"ناظرین! یہ خاموشی؟ کیا وجہ ہے اس کی... کیا اس بات میں کوئی بات ہے؟ تو وہ کیا بات ہے ناظرین آپ دیکھ رہے ہیں۔ یہ خاتون کچھ بھی بولنے سے انکاری ہیں۔"

حمیرا نے ہاتھ کا مکا بنا لیا۔ وہ اچانک نیوز رپورٹر ہو گئی تھی۔

"امین حفیظ کالیڈی ورژن..." مائیک بڑی امی کے منہ سے جوڑ دیا۔ انہوں نے منہ موڑا... اس کا مائیک بھی رخ بدل کر سامنے...

"آپ دیکھ رہے ہیں ناظرین یہ جواب دینا نہیں چاہتیں' یہ کچھ چھپا رہی ہیں۔ یہ بچ رہی ہیں... یا کسی کو بچانا چاہتی ہیں۔ یہ..."

"ہٹاؤ..." بڑی امی نے مائیک پر ہاتھ مارا... مائیک کی ایسی کی تیسی ہو گئی۔

"ہائے...!" مائیک کی آہ نکل گئی۔

"بس کر دو حمیرا...!" سب سے زیادہ بے زاری صفیہ کو ہوئی تھی۔ وہ پھلیاں کاٹ رہی تھیں۔ ورنہ کب کی جا چکی ہوتیں۔

"ایسے کیسے' بس کر دوں... آخر ہمیں بھی تو پتا لگے'

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

یہ ہو کیا رہا ہے۔ مجھے تو آج تک کسی نے پھول نہ دیا ___ پھول چھوڑو' پنیری بھی نہیں دی کہ چلو جاؤ اپنے گملے میں لگالو___ پھول ہی پھول ___ اور مجھے تو چھوڑو ___ سمیرا کو کسی نے پھول نہیں دیے حالانکہ یہ تو وہ ملکہ ہے۔ جس کے نام باغ لکھوا دینا چاہیے ___ ہے ناں سمیرا ___ کیوں معید؟"

"ہاں ہاں بالکل ___" معید سیدھا ہو بیٹھا۔ اس نے پیار سے بڑی بہن کو دیکھا۔ اتنے سارے پھولوں کے ساتھ ___ وہ پھولوں سے زیادہ دلکش لگ رہی تھی۔

صفیہ کے دال چنتے ہاتھ بھی رک گئے تھے۔ اپنی تعریف پر کچھ جھینپ کر مسکرائی۔ گھنی مڑی پلکوں کی باڑ کے پار ___ نین کٹورے جھلملاہٹ سی ___ تمتما دیا ___ شکر

حسن کو دوام نہیں ___

اور شکر کہ ایسا حسن عام نہیں ___

شکر چہرے اللہ خود گھڑتا ہے۔

ورنہ زندگی الزام تراشیوں میں گزر جاتی۔ چھیننے جھپٹنے میں ختم ہو جاتی۔ آئے دن لوگ چہرے بدلتے۔ خود کو سنوارنے سجانے میں دوسرے کی گردنیں بے چہرہ کر دیتے۔ ہر انسان سر کٹا ___

شکر اس نے انسان کو اس کی اوقات میں رکھا' ورنہ یہ انسان۔"

صفیہ کا ہاتھ چھری کے دستے پر اتنا سخت ہو گیا۔ کہ اپنے خود کے ناخن ہتھیلی میں دھنسنے کی تکلیف سے چونک اٹھیں۔

"ہے ناں امی! میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں۔"

"آں ہاں ___" صفیہ نے اپنا ہاتھ دھیرے سے مسلا۔ "ہاں ماشاء اللہ ___" مسکرا کر سمیرا کو دیکھا۔

کیسا بچت کرا دینے والا جادو اثر جملہ تھا۔ مزید کہنے سننے کی گنجائش ہی رہتی۔ صفیہ کی جان چھوٹی ___ باقی سب مطمئن ہو گئے۔ واہ اللہ تیرے رنگ' کیسے تو بچا لیتا ہے۔

"کس نے دیے ہیں پھول؟" لے کر کھڑے کھڑے پورا خبرنامہ بنا لیا" بڑی امی نے پھلیوں کی چنگیر اپنی طرف کھسکائی۔

"اللہ دتہ ریاض کے کولیگ اور اسٹوڈنٹ وغیرہ آئے تھے۔ یہ گلدستہ ساتھ لائے۔ وہ بے چارہ چائے کا کہنے آیا۔ پندرہ سولہ لوگ تھے۔ ماں کو گلدستہ پکڑا کر بولا "چائے بنا دیں۔" بھولی آپا کو پتنگے لگ گئے۔ پہلے بولیں "عیادت اور پرسے کے گھر چائے پانی نہیں پینا چاہیے۔ میں تو ہول گئی۔" اللہ رحم کرے' پرسے کی کیا بات ہے' چائے کیا ہے میٹھا گرم پانی۔"

"دودھ پتی بھول گئیں بھابھی۔" پھر اللہ دتا کی طرف گھومی ___ "یہ پھول کیوں لائے ہیں؟"

"اماں جی ___ نیک تمناؤں کے ساتھ دعائیں' پھول لے کر ہی جاتے ہیں۔" اللہ دتہ نے تمیزداری سے بتایا۔ "یہ عیادت کا سب سے خوب صورت طریقہ ہوتا ہے۔"

"کیا خوب صورت طریقہ ___ نری فضول خرچی۔ مت ماری گئی ہے ساروں کی ___ بندہ عیادت کے لیے جائے۔ کوئی سیب لے لے' کوئی آم کیلا ___ مر ___ دودھ ڈبل روٹی' انڈے یہ پھول کیا سر میں مارنے ہیں ___ لو بھابھی ___ یہ پھول تم لے جاؤ۔ تمہاری سمیرا کو اچھے لگتے ہیں یہ پھول شول ___ شعرو شیری ___ گلاں باتاں ___" اور انکار کا موقع دیتی ہے تمہاری پھپھی بھولی ___ پھول میری گود میں پھینک' پیر پٹختی چائے بنانے اندر چلی گئی۔ میں لے کر آ گئی۔

بڑی امی کا لہجہ و انداز جتنا جلا کٹا تھا' ان تینوں کے قہقہے اتنے جان دار تھے۔ حمیرا حسب عادت دوہری ہو گئی تھی۔ ہنستے ہنستے صفیہ کی گود میں جا پڑی۔ بٹی ایسی بے ساختہ ہنسی ہنستی بڑی پیاری لگ رہی تھی۔ اللہ اسے ایسے ہی شاد و آباد رکھے مگر اتنی بڑی کو گود میں کیسے گھسیٹ لیتی بمشکل اس کا تربوز پیچھے دھکیلا۔

"واہ پھپھی بھولی ___ تیرا بھی جواب نہیں۔" معید گھٹنے پر ہاتھ مار کے ہنس رہا تھا۔

"سمیرا نے پھولوں کو خود سے کچھ اور قریب کر لیا۔ خوشبو' ملائمت' احساس' اے ڈی ریاض۔

"السلام علیکم ___!" یہ عبدالعزیز کی آواز تھی۔

"وعلیکم السلام ___" سب چونکے۔ کورس میں

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جواب آیا۔ صفیہ نے دوپٹا درست کیا۔ سمٹ کر بیٹھیں۔ سمیرا نے بکے خود سے لگائے لگائے باپ کو واسکٹ اتارنے میں مدد دی۔ پھر واسکٹ اپنے کندھے پر رکھ لی۔ حمیرا کی نگاہیں ان کے ہاتھ میں پکڑے شاپرز پر تھیں۔

"یہ کیا لائے ہیں؟"

"خود ہی دیکھ لو۔" وہ کرسی پر بیٹھ گئے۔

"پہلے پانی تو پوچھ لو' آتے ہی تفتیش۔" صفیہ نے ٹوکا۔

عبدالعزیز نے ہاتھ کے اشارے سے صفیہ کو کچھ نہ کہنے کی تادیب کی۔ حمیرا شاپر کھول چکی تھی۔ دو جوڑی سوفٹی... پھر یہ کہ دونوں ایک جیسی...

"دو کیوں لائے... معید تو دوسرے اسٹائل کی پسند کرتا ہے۔" بڑی امی نے شوہر کا منہ دیکھا۔

"یہ میرا نمبر بھی نہیں ہے۔" معید کا نمبر نو تھا۔ یہ دونوں گیارہ۔

"معید کی نہیں ہے۔" عبدالعزیز موزے اتارنے میں محو تھے۔ نگاہ اٹھا کر سب کو دیکھا۔

"ایک میری ہے اور دوسری۔" اب نظریں حمیرا پر تھیں۔ "دوسری حمیرا کی ہے۔"

"میری..." حمیرا کی حیرت بھری چیخ سب سے نمایاں تھی۔

"میری کیوں؟"

"تم ہی نے تو کہا تھا' تمہیں میری سوفٹی پسند ہے۔ اس لیے میں نے دونوں ایک جیسی لے لیں' کیوں پسند نہیں آئی۔"

"خاک پسند آئی ہے۔" حمیرا نے منہ پھلا کے ڈبا پرے کیا۔ "مجھے الگ سے سوفٹی نہیں لینی... مجھے تو وہی پہننی ہوتی ہے جو آپ پہنتے ہیں۔"

"وہی..." اب حیران ہونے کی باری ان کی تھی۔

"کیوں؟"

"بس میری مرضی..." وہ بالکل خفا ہو گئی۔ ان کے اتارے موزے بوٹوں میں گھسیڑ کر اندر رکھنے چلی گئی۔ بڑبڑ جاری تھی۔ "میں نے کوئی فرمائش کی تھی' واپس کردیں۔ مجھے الگ سے نہیں لینی... اپنی پہننے نہیں دینا چاہتے تو صاف منع کردیتے۔ مجھے نہیں آئی پسند آپ کی یہ حرکت... صاف صاف بتا رہی ہوں ہاں..."

واپس آکر پانی کا گلاس رکھتے ہوئے اس نے منہ بھی پھلا لیا تھا۔ عبدالعزیز سب کو پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔ ایسا کون سا غلط کام کر آئے تھے۔ سوفٹی ہی تو...

"آپ نے تو کہا تھا' میری ہر چیز تمہاری ہے۔"

"مگر سوفٹی تو سب کی الگ ہوتی ہے۔" عبدالعزیز نے سب کو تائید طلب نگاہوں سے دیکھا۔

"جی نہیں... ہر چیز میں یہ بھی آتی ہے۔"

"مت بھولو' یہ ہمارے ابو ہیں..." حمیرا نے دو تین پھلیاں اٹھا کر اس کی جانب پھینکیں۔

"اوہ..." وہ دانت پیس کر پیچھے مڑی۔ "وہ تو ان کی مجبوری ہے۔"

"کیا مطلب...؟" سمیرا چونکی۔ معید کا منہ بھی کھل گیا۔

"بھئی' وہ تو ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ آپ کا بیٹا پیدا ہوا ہے۔ تو انہوں نے کہا' ٹھیک ہے اب ہو گیا ہے تو ہو گیا۔ مجھے تو تایا ابو نے خود پسند کر کے کہا۔ آج سے حمیرا میری بیٹی ہے۔ تم تو جیسے بھی ملے انہیں رکھنا پڑا۔ جبکہ مجھے انہوں نے چنا۔" اس نے گردن اکڑائی۔ معید اور سمیرا تو کیا خود عبدالعزیز کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"یعنی... یعنی کہ اف..."

بڑی امی ہنس پڑی تھیں۔ صفیہ کے لبوں پر بھی مسکراہٹ تھی۔ مگر وہ حیرت سے سوچ رہی تھیں کیسا مضبوط رشتہ بنا چکی تھی وہ اپنے تایا عبدالعزیز کے ساتھ۔

کیسا مان۔ غرور۔ لاڈ اور حق تھا۔

جبکہ وہ... وہ آج تک... ان کے اپنے اندر کی اجنبیت اتنے عرصے کے بعد بھی برقرار تھی۔

☼ ☼ ☼

"میں ہمیشہ سے ایک قناعت پسند انسان رہا ہوں مگر

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اب نجانے کیوں کبھی کبھی سوچتا ہوں' وہ فقیروں کی بادشاہوں کے لیے سات سات بیٹوں والی دعا درست ہی ہوتی تھی۔

"سات سات بیٹے..." اس نے بات کے الفاظ زیر لب دہرائے "کیوں؟"

"جب تمہیں اس حال میں دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں' ایک اور کندھا بھی ہونا چاہیے تھا۔" وہ اپنی سوچوں کے ہی زیر اثر تھے۔

"ہاں پھر آپ کو میرے لیے اتنی مشقت نہ اٹھانی پڑتی۔ ایک اور بیٹا ہوتا ناں۔" پتا نہیں وہ بدگمان ہوا تھا ...یا اس کا دل چھوٹا ہو گیا تھا۔

"کیا؟" وہ ایک دم سے چونک گئے۔ بیٹے کے الفاظ کو ذہن میں دہرایا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں سا ہو رہا تھا۔ وہ مسکرا دیے۔

"ہاں ایک کندھا اور ہوتا جس پر سر رکھ کر میں اپنا دکھ بانٹ سکتا۔" ان کی آواز میں تھرتھراہٹ سی آگئی۔ تو یہ پتا چلا' بے چارگی سے بھی بدگمانی بڑھتی ہے۔ اور اتنی جلدی معنی اخذ نہیں کرنے چاہئیں۔ اور یہ کہ اس نے کتنی جلدی سوچ لیا کہ باپ کے چھ بیٹے اور ہوتے تو اس کے لیے معذور ہو جانے والے بیٹے کو نظر انداز کرنا آسان ہو جاتا۔

"سوری ابو...!" وہ یہی کہہ سکا۔ ابو کی نگاہیں اس کی جانب اٹھیں۔ ان میں اٹھتا شکوہ معدوم ہو گیا تھا۔

"دل آزاری بھی گناہ اکبر ہے۔ معافی مانگ لینے سے دل ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے۔ معاف کر دینے سے... معاف کر دینے سے دل... دل نہیں رہتا اللہ کا گھر ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے گھر سے بڑھ کر جائے امان کہاں؟ جائے پناہ کون سی۔

"میں نے ایک بات سوچی ہے یار۔" ابو نے دوستانہ انداز سے اس کی پشت پر ہاتھ مارا۔ "تم ٹھیک ہو جاؤ گے تو تمہاری شادی کروں گا۔"

"شادی!" وہ بری طرح چونکا۔ ابو کی شکل دیکھی۔ وہ کہیں پہنچے ہوئے تھے۔

"تم پھر جلدی جلدی چھ سات بچے پیدا کر لینا پھر ..." وہ کہتے جاتے تھے اس کی سوئی مین پوائنٹ پر رک گئی۔

"جلدی جلدی چھ سات بچے... اکٹھے۔" وہ بھونچکارہ گیا۔

"ارے یار!" ابو بدمزہ ہوئے۔ ابھی تو وہ شروع ہی ہوئے تھے "ٹوک دیا۔ "ٹوکتے نہیں ہیں۔" ابو کو شاید بچوں کو نظر لگ جانے کا اندیشہ تھا۔

"گھر میں ہلچل مچ جائے گی۔ چیاؤں پیاؤں۔ پوں پاں..." "ایک ادھر دوسرا ادھر۔"

"چیاؤں پیاؤں تو بلی کے بچے کرتے ہیں ابو...!"

"بلی کے...؟ تم نے پھر ٹوک دیا۔"

"میں نے تصحیح کی ہے ابو..."

"میں کب تم سے اصلاح لینے آیا تھا؟"

اس نے بھنویں اچکائیں اور ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ٹھیک ہے پھر جاری رکھیے... اپنی چیاؤں پیاؤں۔"

"یار! انسان کے بچے بھی تو بلی کے بچوں جیسے ہی ہوتے ہیں۔"

"بلی کے جیسے..." وہ پورا کا پورا ابو کی جانب گھوم گیا۔

"اوہو...!" ابو ہنس دیے۔ "میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ میں تو بس یہ کہہ رہا تھا' دونوں پیدا ہوتے ہیں تو لاچار ہوتے ہیں محتاج... بند آنکھوں والے' بے بس ...پتا ہے' بلی اپنے نوزائیدہ کو منہ میں لے کر سات گھر بدلتی ہے۔"

"کیوں؟" اسے یہ بات پتا نہیں تھی۔

"حفاظت کے خیال سے... مطمئن ہی نہیں ہوتی۔ ہر ایک پر شک کرتی ہے۔ ہر کوئی دشمن نظر آتا ہے اسے..."

"تو پھر ایسا بلی کے ساتھ ہی کیوں؟ چڑیا بھی تو بے بال و پر بچوں کے لیے ایسے ہی مشقت سے دانہ دنکا لاتی ہے۔" اس نے بچپن میں کتنے درختوں کے اونچے تنوں پر چڑھ کر گھونسلوں کے اندر جھانکا لگائی تھی۔

"ہاں چڑیا بھی... بلی کے بھی... اور انسان کے تو لازمی... گائے بکری کے بچوں کو دیکھا ہے؟ وہ پیدا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

ہونے کے آدھے گھنٹے میں بیٹھنے' چلنے' بھاگنے کے مرحلے طے کرلیتے ہیں۔"

"ہاں' یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" وہ قائل ہو گیا۔ "پتا نہیں ایسا کیوں ہے؟"

"مجھے پتا ہے۔" ابو کچھ تھک گئے تھے۔ دونوں آج پھر چلتے چلتے بہت دور نکل آئے تھے' وہ اب بغیر سہارے کے زیادہ چلتا تھا۔ حادثے نے دونوں کو قریب کردیا تھا۔ پہلے اچھے باپ بیٹا تھے۔ مشفق باپ... فرماں بردار بیٹا... وہ اب دوست تھے۔

"میں اب چیزوں کو غور سے جانچنے لگا ہوں۔ ماہیت' تغیرات وجوہ کیوں اور کیسے کے سوال وجواب۔"

"پھر کیا ملا؟" اس نے اسٹک پر دباؤ بڑھاتے ہوئے پیروں کا وزن منتقل کیا۔

"یہی کہ جن جانوروں کو انسان کی خوراک بننا ہو۔ وہ جلدی اور آسانی سے پروان چڑھتے ہیں' ان کی ماؤں کو کشت نہیں اٹھانے پڑتے۔ گائے بچہ دے کر فارغ بچہ چند دنوں میں گھاس پر چلا جاتا ہے۔ سارا دودھ انسانوں کے لیے... عیش کرو۔"

ابو کی آنکھوں میں چمک نمودار ہوگئی تھی۔ اس کا حیران چہرہ دیکھ کر انہوں نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔

"کیوں بھئی غلط کہا میں نے۔"

"نا۔ نہیں..." وہ چونکا۔ اس نے ان کا ہاتھ تھام کر اپنے ہاتھ میں گرمجوشی سے دبایا۔

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے... کمال ہے' میں نے کبھی ایسے نہیں سوچا۔" اسے افسوس ہونے لگا۔

"تو سوچا کرو بھئی... قدرت کے اسرار سمجھنا مشکل ہے' ناممکن نہیں... بس تیسری آنکھ کھولنے کی ضرورت ہے۔ لیکن انسان نے دو آنکھوں کو ہی سب سمجھ لیا ہے۔"

پتا نہیں ان کی آواز بھرا کیوں گئی تھی۔ شاید یہ خیال آیا تھا۔ وہ بھی تو دنیا کو دو آنکھوں ہی سے دیکھتے تھے۔ تاوقتیکہ...

"آپ تھک گئے ہیں ابو...؟"

"ہاں... باتوں میں پتا ہی نہیں چلا۔ ہم پھر بہت آگے تک آگئے۔"

"نہیں...." اس کا لہجہ ہچکچایا ہوا تھا۔ "میری بیماری نے آپ کو تھکا دیا ہے۔"

ابو چونکے "پوچھ رہے ہو کہ بتا رہے ہو۔"

"جو آپ کو مناسب لگے۔" اس نے خود کو بری الذمہ کردیا گیند ان کے کورٹ میں ڈال کر۔

ابو کی نظریں اس پر ٹک گئیں۔ "ایسی فضول باتیں سوچتے ہو۔"

"سوچوں پر اختیار نہیں ہوتا ابو..." اس کے لہجے میں بے بسی گھل گئی۔

"تمہارے جسم کی ٹوٹ پھوٹ سے زیادہ تکلیف مجھے تمہارے لہجے کی ٹوٹ پھوٹ سے ہوتی ہے بیٹے۔"

ابو دکھی ہوگئے تھے۔ وہ شرم سار ہوگیا۔ وہ یہی تو نہیں چاہتا تھا۔ وہ مزید دکھی ہیں۔

❋ ❋ ❋

سمجھ میں نہیں آرہا تھا' کسے قصوروار کہے امی کو... جنہوں نے اس کے ممکنہ موٹاپے میں مبتلا ہونے کے خدشے کے پیش نظر اسے بڑی امی کے ہمراہ بازار بھیجا تھا (کہ گھر سے نکلے گی' مہینے بھر کے راشن کے لیے دکان دکان گھومے گی۔ تھیلے اٹھائے گی تو کیلوریز برن ہوں گی۔ کچھ ایکسرسائز سے وزن بھی کم ہوسکتا ہے۔ چربی پگھلے گی) یا پھر خود کو کوسے۔ جس نے سامان کی لسٹ کھو دی تھی اور اب یادداشت کے زور پر سامان بمعہ قیمت لکھنے کی مصیبت میں گرفتار تھی۔

بڑی امی سارے اخراجات کا اندراج بڑے سلیقے سے ایک ڈائری میں کرتی تھیں اور بڑے بھروسے سے اسے لسٹ تھمائی تھی۔ وہ ذہین تھی مگر مسئلہ یہ تھا' کچن میں استعمال ہونے والے مسالوں وغیرہ کے نام نہیں آتے تھے۔ دالوں تک کو کلر کے حساب سے یاد رکھا تھا۔ پیلی والی (چنے کی) اورنج دال (مسور کی)

"اف..." گھر میں داخل ہوتے معیدہ نے اسے سر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

پکڑے دیکھا تو نزدیک چلا آیا۔
"یہاں سب ظالم ہیں۔" اس کے پوچھنے کی دیر تھی۔ وہ تو بھری بیٹھی تھی۔ پھٹ پڑی "ایک ظالم میری اپنی خود کی ماں جس نے مجھے اس شاپنگ میں پھنسایا۔ آلو پیاز خریدنا بھی کوئی شاپنگ ہے۔ دوسری تمہاری امی جنہوں نے مجھے لسٹ پکڑائی اور اب کہتی ہیں۔ ڈائری میں سب لکھ کر بقایا پیسوں کا حساب کروں۔ اور ایک وہ لاڈلی سمیرا آپی۔ ہوگی اپنے کمرے میں آرام کرسی پر دراز... کوئی بک ہاتھ میں ہوگی مطالعہ سے شوق فرمایا جارہا ہوگا اور ادھر میں...."
"آپی امی کے پیروں پر مالش کر رہی ہیں۔" معید نے گردن اچکا کر دیکھا۔ کھڑکی سے اندر کا منظر دکھائی دیتا تھا۔
"اوہ...." اس نے اپنے پیر دیکھے۔ دھوئے تک نہیں تھے۔ تھکن ہی اتنی تھی۔
"مالش کی ضرورت تو میرے پیروں کو بھی ہے۔"
"تم آپی سے مالش کروانے کا کہہ رہی ہو؟" معید اپنی بہن کا احترام کرتا تھا۔ یہی شروع دن سے نام سے پکارتی تھی۔ حالانکہ معید سے بھی چھوٹی تھی۔
"ہاں۔" اس نے لاپروائی سے شانے اچکائے۔
"تم کوئی آسمان سے اتری ہو جو آپی تمہارے پیر دبائیں گی۔"
"ہاں!" اس کا انداز اور بے نیاز ہوا۔ "میرے ابو کہتے تھے، مجھے آسمانوں سے گلابی پری انہیں دے گئی تھی۔" وہ پیارا سا مسکرائی۔
"اوہ...." معید نے بے ساختہ اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ "والدین بچوں کو ایسے ہی بہلایا کرتے ہیں۔ تم نے یقین کرلیا۔"
خود پر فخر کرتی وہ بری طرح چونکی اُسے گھورا۔
"اپنی شکل دیکھی ہے۔"
"ہاں الحمدللہ...." وہ بے پروا تھا۔
"تم جاؤ یہاں سے۔ مجھے حساب لکھنے دو۔" وہ کٹھور ہوگئی رخ بدل لیا۔
"میں تمہاری ہیلپ کر سکتا ہوں۔"

"ضرورت نہیں.... جب میری اپنی ماں مجھے ایسے کاموں میں پھنسا کر چلی گئی تو اب کس سے فریاد کروں یہاں کوئی میرا نہیں.... اتنی ناانصافی...." اس نے آسمان کی طرف دیکھ کر دہائی دی۔
"کیسی ناانصافی....؟"
"دیکھو شام ٹھنڈی ہے۔ اس ہلکے اندھیرے میں میں اکیلی تن تنہا صحن میں بیٹھی ہوں۔ اودھر سامنے دادا کے زمانے کے درخت کھڑے ہیں۔ ان پر سایہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور بڑی امی مجھے ان حسابوں میں لگا کر خود اپنی پیاری بیٹی کے ساتھ اندر مالش کے مزے لے رہی ہیں۔ یتیم ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ مجھے انسان ہی نہ سمجھا جائے۔ میں ادھر ٹھنڈ میں کانپ رہی ہوں اور ادھر...." اس نے کپکپانا شروع کر دیا۔ دانت بھی بج رہے تھے۔
کوئی اور ہوتا تو اس دل گیر انداز و بیان اور رقت پر کندھا پیش کر دیتا مگر سامنے بھی معید تھا۔ اس نے دانت پیس کر اسے دیکھا اور تائیدی انداز سے بیان جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔
"مانا کہ تایا ابو کے مجھ یتیم پر بڑے احسانات ہیں۔" اس نے ہچکی بھری اور معید کو دیکھا۔ معید نے اثبات میں سر ہلا کر اسے گھورا۔
"احسان فراموش ندیدی لڑکی....!"
"مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ مجھ سے اتنے بڑے بڑے حسابات کروائے جائیں۔"
"حسابات؟" معید چونکا۔ "ایکسوزمی یہ کسی ملک کے خزانے کا حساب نہیں ہے۔ چند افراد پر مشتمل ایک چھوٹے سے خاندان کے ننھے سے کچن کی بنیادی ضرورتوں کی چیزیں ہیں۔ زیرہ اور دھنیا اور کالے کالے دانے۔" معید کی نظریں ان ہی لفظوں سے ٹکرائیں "یہ کالے کالے دانے کیا ہیں؟"
"یہی تو سمجھ میں نہیں آرہا۔"
"کلونجی ہوگی بے وقوف۔" معید نے کہا۔
"اوہ ہاں.... ہاں ہاں بالکل۔" حمیرا نے فوراً تصیح کی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY READING Section

"ہاں تو میں کیا کہہ رہی تھی؟"
"کسی ناانصافی کا ذکر تھا۔ ٹھنڈی شام... گرم کمرے وغیرہ۔"
"ہاں... وہی تو... اگر مجھے ٹھنڈ لگ جائے تو میری بیوہ ماں کہاں کہاں لے کر گھومے گی مجھے اس عمر میں۔"

"گھومنے کی کیا ضرورت ہے' ہم تمہیں ان ہی دادا ابو کے زمانے کے درختوں کے سائے میں گاڑ دیں گے۔ قبر پر دیا جلانے کی مشقت سے بھی جان چھوٹے گی' وہاں آل ریڈی بلب موجود ہے۔" آخر معید اتنی الزام تراشیاں کب تک برداشت کرتا۔
"میرے بعد میری ماں کا کیا ہو گا معید...؟"
"وہ سکھ کا سانس لے گی۔ تمہارے جیسی نکمی اولاد کے والدین ہی ہوتے ہیں جن کے بارے میں ماں کہتی ہے۔ "ہائے جے مینوں پتا ہوندا توں اے ہو جئی نکلیں گی جمدے ہی ساہ کٹ دیندی۔"
"کیا...؟" حمیرا نے ڈائری پٹخی۔ "تم میرے بارے میں ایسا کیسے کہہ سکتے ہو۔"
"میں نہیں کہتا' تمہاری امی کہتیں۔"
"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' تم اپنے اندر کی جلن نکال رہے ہو... میں ابھی تایا ابو کو بتاتی ہوں۔" اس نے پیر پٹخے۔
"اچھا جی۔ تم جو مرضی کہتی رہو اور ہم سچ بھی نہ بولیں۔"
"یہ سچ تھا؟"
"دسمبر کے مہینے میں ٹھنڈی شام..." اس نے دانت کچکچائے "یتیم بھتیجی پر ظلم۔ ارے تمہارے لاڈ اپنے باپ کے ہاتھوں دیکھ دیکھ کر تو کبھی کبھی مجھے لگتا ہے' یتیم تم نہیں' میں ہوں اور وہ جو تم..."
"معید...!" ڈھیٹ پن سے مسکرا کر سنتی حمیرا نے بری طرح چونک کر ٹوکا۔ "دوبارہ یہ بات مت کہنا۔"

"کون سی بات...؟" معید کو ٹوکے جانا پسند نہیں آیا تھا۔

"یہ کہ تم یتیم ہو... خدانخواستہ تایا ابو کو میری عمر لگ جائے۔ انہیں گرم ہوا نہ چھوئے۔ یتیمی سے بڑا دکھ کوئی اور نہیں ہوتا اور یہ بات مجھ سے بہتر اور کوئی نہیں جانتا۔"
وہ جو کچھ دیر پہلے کی اداکاری تھی۔ معید کو چڑانے کی کوشش... وہ شریر انداز سب غائب ہو گیا۔ اس کا چہرہ غم کی تصویر بن گیا۔ خاموشی اور ملال... آنکھوں کی جوت بجھ گئی۔
"میں مذاق کر رہا تھا حمیرا! ابو سب سے زیادہ پیار تم سے کرتے ہیں۔ آپی اور مجھ سے بھی زیادہ... اور ہم سب نے کبھی تم سے کوئی زیادتی نہیں ہونے دی۔ ہم سب چچا جان جتنا پیار یقیناً" نہیں کر سکتے۔ مگر کوشش ضرور کرتے ہیں۔ اگر ابو ابھی تمہارا یہ ٹوٹا لہجہ سن لیں تو اندازہ ہے' ان کو کتنی تکلیف ہو گی۔ تمہیں کوئی شکایت ہے تو کہو۔"
"مجھے کوئی شکایت نہیں۔" حمیرا نے اپنا لہجہ بشاش کرنے کی کوشش کی۔
"نہیں... تم ایسے بھی نہیں بولیں۔ آج یتیمی کیوں یاد آ گئی۔ ابھی تو ساری زبان کی دھار مجھ پر استعمال کر رہی تھیں۔ میں جواب دینے لگا تو ایموشنل بلیک میلنگ پر آ کر میرا منہ بند کروانے کا حربہ تھا ناں یہ۔"
معید نے مسکرا اسے دیکھا۔
حمیرا نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں معید! مجھے آج واقعی ابو یاد آ رہے تھے۔"
"سوال یہی ہے کیوں؟"
"ٹریفک جام میں پھنس گئے تھے آج ہم... میں اور بڑی امی... جب بازار گئے تو..."
"ہاں ہاں آگے بولو..." معید کو یکدم کچھ اندازہ ہوا۔
"وہاں... ابو کی گاڑی بھی کھڑی تھی۔"
"اوہ...!" معید نے سارا معاملہ سمجھ لیا۔ حمیرا کے ابو کے انتقال کے بعد ان کے قرض کا بوجھ اتارنے کے لیے معید کے ابو عبدالعزیز نے ان کی ہائی ایس وین بیچ دی تھی۔ مرحوم بھائی کا قرضہ اتارنا بہت

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

ضروری تھا۔ حمیرا کی ویسے سے جذباتی وابستگی تھی جب ابو نے وہ گاڑی خریدی تھی سب سے پہلے حمیرا کو آگے بٹھایا تھا اور پھر وہ اسے اسکول چھوڑتے تھے۔ سات سال کا عرصہ گزر گیا۔ وہ گیارہ برس سے اٹھارہ برس میں آگئی۔ مگر ابو کی ہائی ایس جب بھی دیکھ لیتی' اس کی حالت ایسی ہی ہو جاتی تھی۔ ہنستے مسکراتے ہوئے سب کے درمیان رہتے ہوئے بھی کچھ نہ کچھ ایسا کہہ جاتی جو گھر کے ہر فرد کو بتا دیتا۔

"آج کچھ ہوا ہے۔"

تو وہ جو سامان کی لسٹ کہیں گرا دی اور حساب کرنے میں جو جھنجلاہٹ تھی۔ ساری لن ترانیاں اسے کم کرنے کی کوشش تھی۔ وہ جو کہاں کے قصے کہاں جوڑ رہی تھی۔ ہوتا ہے ایسا بھی۔ کبھی کبھی انسان بہت سارا فضول بول کر اندر کی گفتگو کے شور کو کم کرنا چاہتا ہے۔

زندگی کے امتحانی پرچے کا ہر سوال حل کرنا پڑتا ہے۔

مگر بعض دفعہ خالی جگہ پر کرنے والے سوال کے لیے کوئی لفظ موزوں نہیں ہو پاتا' یہاں تک کہ زندگی ختم ہو جاتی ہے۔

نصاب کی کتاب میں مترادف جملے ہوتے ہیں۔

مگر زندگی کی کتاب میں ماں اور باپ کے بعد دوسرا لفظ' دوسرا رشتہ کوئی نہیں ہوتا۔ جہاں باپ لکھنا ہو وہاں اور دوسرا کوئی نام نہیں لکھا جا سکتا۔

"میں ایسے ہی تمہیں تنگ کر رہی تھی معید۔۔۔!"

حمیرا نے سر جھٹک کر جیسے ساری کیفیت سے چھٹکارا پانے کی کوشش کی' تب دیکھا معید سر نیہوڑائے مجرم سا بیٹھا ہے۔

"کیا بات ہے' تم دونوں اتنی دیر سے کون سی کہانیاں کہہ رہے ہو۔" سمیرا تیل کی شیشی لیے غسل خانے کی طرف جا رہی تھی۔

"اور حمیرا۔۔۔ امی ڈائری مانگ رہی ہیں۔"

"ہاں' پتا ہے مجھے۔۔۔ خود اپنی بیٹی کو تو کچھ کہتیں نہیں' مجھ سے ہی کام کرواتی ہیں۔"

"وہ نہیں کروا رہیں۔۔۔ تمہاری امی ہی نے کہا ہے۔ پیاری حمیرا امتحان دے کر فارغ ہے' اسے کسی کام سے لگایا جائے۔"

"تو کیا یہ ضروری ہے کہ مجھے راشن خریدنا سکھایا جائے۔" "میرا کام گھر چلانا ہے' راشن خریدنا مردوں کا کام ہے۔"

"ہو سکتا ہے' تمہیں کوئی نکھٹو مل جائے۔" معید نے ٹکڑا لگایا۔

"ہاں تمہارے جیسا۔۔۔" ترنت جواب دیا مگر اگلے ہی پل معید کے پھیکے پڑتے چہرے کو دیکھ کر زبان دانتوں تلے دبالی۔

"سوری۔ میں نے تمہیں نہیں کہا تھا۔"

"ہاں تو میں نے کب کہا' تم مجھے کہہ رہی ہو۔" معید مسکرایا۔ چہرہ رنگین ہو گیا۔

حمیرا نے پرسکون سانس لی۔ ایک بات طے ہے۔ سوچ سمجھ کر اور گرد و پیش دیکھ کر بات کرنی چاہیے۔ اس نے سمیرا کو دیکھا۔ بالکل ٹکیہ کے اشتہار کے انداز میں گالوں پر جھاگ مل رہی تھی۔

"میں تمہیں لسٹ بنا دوں گا۔" معید نے چپکے سے کہا۔

"تم کیسے۔۔۔؟"

"یار! سارا راشن ابھی تھیلیوں میں ہی پڑا ہے۔ تم مجھے دکھاتی جانا میں تمہیں بتا دوں گا۔"

"مجھے قیمتیں یاد ہیں۔" حمیرا کا لہجہ مزید دھیما ہوا۔

"مگر جو چیزیں تمہاری امی نے خریدی ہیں ناں' ان کے نام نہیں آتے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ بڑی امی نے کچن سنبھالنا ہے کہ پنساری کی دکان کھولنی ہے؟"

"میری امی کی برائیاں کرنی ہیں۔ اس کا مطلب ہے تمہیں مسئلہ حل نہیں کروانا۔" معید ہنستے ہنستے اکھڑا۔ "بڑی امی کے سامنے جی امی۔۔۔ جی امی اور اکیلے میں تمہاری امی۔" "یہ ساری شکایتیں تم امی کے سامنے کیوں نہیں کرتیں' ڈرتی ہو؟"

"میں کسی کے باپ سے بھی نہیں ڈرتی معید۔۔۔ مگر تمہاری امی میری امی کو بتا دیتی ہیں۔" اس نے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

ہونٹ لٹکائے۔
"اوہو..." معید ہنس دیا۔ "یعنی جو کسی کے باپ سے بھی نہ ڈرے' وہ اپنی ماں سے تو ڈرتا ہی ہے۔"
"ماؤں سے ڈرنے میں کوئی حرج نہیں۔" اس نے عالمانہ انداز اپنایا کیونکہ امی کی پٹی لگتی بڑے زور کی ہے۔"
معید زور سے ہنسا۔
"تم ہنسو... تمہیں کبھی پڑیں نہیں ناں..."
حمیرا کو یہ دکھ بھی بروقت یاد آیا۔
"او یار...!" معید جگہ سے اٹھا۔ "ہمیں جتنی پڑنا تھیں' ایک بار ہی پڑ چکی ہیں۔"
حمیرا نے نظریں اٹھا کر بے ساختہ اسے دیکھا۔ بیسن کے سامنے لگے آئینے میں سمیرا کا جھاگ سے چھپا چہرہ تھا۔ اس نے بھی معید کے جملے پر چونک کر ہاتھ روک دیے تھے۔ معید اپنی کہہ کر اب مسکرا رہا تھا۔
حمیرا کی آنکھوں میں تنبیہہ ابھری۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کوئی تسلی' دلاسا' بہلاوا' جھوٹ بعض دفعہ خوب صورت نام بھی اپنا لیتا ہے۔"
"اوں ہوں۔" معید نے انگلی اٹھائی۔ "چلو کچن میں... امی او نگھنے لگی ہیں۔ اور چچی جان بھی آتی ہوں گی۔ ان کے آنے سے پہلے ہی..."
حمیرا نے کچھ بھی کہنے کا ارادہ بدل دیا۔ اس کے پیچھے کچن تک چلی آئی۔ اور جس کام کو بہت مشکل سمجھ رہی تھی۔ وہ اس کی ہمراہی میں منٹوں میں نبٹ گیا۔
"کیا فائدہ... امی کل مجھے پھر کسی کام میں پھنسا دیں گی۔ پورے گھر میں جھاڑو پھروا کر سکون نہ ملا تو اب چھت کی صفائی کا حکم بھی دے دیا ہے۔ ہفتے میں دوبار۔" اسے نیا دکھ یاد آیا۔ "کچھ ایسا کرو میں امی کو ہر وقت کام کرتی نظر آؤں۔"
"تو کام ہی کر لیا کرو۔" معید نے مزے سے کہا۔
"تم سب لوگ آپس میں ملے ہوئے ہو معید...!" وہ منہ پھیر کر ناراض ہو گئی۔ چنگیر کے نیچے ڈائجسٹ اوندھا پڑا تھا' اسے اٹھا لیا۔
"تم کہانیاں لکھنے لگو..." معید نے کہا۔
"پڑھنے امی دیتی نہیں ہیں۔ لکھنے دیں گی۔" اسے آئیڈیا بالکل نہیں بھایا۔
"او یار... انہیں کیا پتا چلے گا۔ انہیں تو تم بس پڑھتی لکھتی دکھائی دو گی۔ ہاں۔"
"گڈ آئیڈیا۔ مگر کہانی کہاں سے لوں...؟"
"یہ مسئلہ ہے۔" معید سوچ میں پڑ گیا۔
"اپنی ہی لکھ لو۔"
"اپنی کہانی... میری بھلا کیا کہانی..." حمیرا نے ہونق پن سے کہا۔
"وہی... جو مجھے ابھی سنا رہی تھیں' ایک بے بس یتیم لڑکی... اپنی تائی کے ظلم سہتے ہوئے۔" معید نے کہنا شروع کیا۔ ساتھ ہی اس کی نظریں حمیرا کے بے یقین کھلتے منہ پر تھیں۔
"تایا کی بے اعتنائی۔"
"کیا؟" یہ سراسر الزام تھا۔ جھوٹ تھا اور گناہ تھا ایسا سوچنا۔ حمیرا نے فوراً "ٹوکنا چاہا۔ پر معید نے ہاتھ اٹھایا۔
"کہانی کے ہائی پوائنٹس دے رہا ہوں۔ چپ چاپ نوٹ کرو۔"
"بے چاری بچا کھچا کھاتی ہے اور سارے گھر کے کام بھی کرتی ہے۔"
"ہائیں کب...؟ ابھی دوپہر ہی میں تو جبو بر گر بڑی امی نے کھلایا تھا اور گھر کے لیے شوارما لے کر دیا تھا۔ 250 ایم ایل کی ایک کولڈ ڈرنک بھی چھپا کر رکھنے کی ہدایت کے ساتھ لے دی تھی (حمیرا کی امی کو اس کے موٹاپے کی بڑی فکر رہتی تھی۔ ان کا بس چلتا تو اس کا کھانا پینا بھی بند کر دیتیں)
سارے گھر کے کاموں کا ذمہ بھی امی ہی کی خواہش تھی۔
"بے چاری کے سارے کپڑے پھٹ چکے ہیں۔ پیوند لگا کر پہننا چاہتی ہے تو سوئی تک نہیں ہے" معید نے نجانے کیسے دیکھ رکھا تھا۔ حمیرا نے خود کو دیکھا۔ وہ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

اس وقت لان کے ڈیزائنر سوٹ میں ملبوس تھی۔ جو بڑی امی نے خود خرید ا تھا۔

"تایا کے بچے اسے مارتے ہیں' اس کی چیزیں چھین کے بھاگ جاتے ہیں۔" معید کی زبان مسلسل چل رہی تھی۔

"کب؟"

"برتن بھانڈے دھونے سے اس کے ہاتھ لکڑی کے ہو چکے ہیں' ناخن ٹوٹے ہوئے۔ بے چاری چھپ چھپ کے روتی ہے کیونکہ تایا کے بدتمیز بچے اور ظالم تائی اسے سب کے سامنے خود پر ہوئے مظالم ظاہر نہ کرنے دینا چاہتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ۔"

معید کے چہرے پر ہنسی چمکی۔ اسے کوئی اور جملہ سوجھا تھا۔ مگر حمیرا کا ضبط ختم ہو گیا۔

"معید کے بچے' تم کتنے بڑے جھوٹے ہو۔ اتنی لمبی کہانی بن لی کھڑے کھڑے... اللہ نہ کرے جو میرے تایا ایسا کریں۔ وہ تو مجھ پر جان چھڑکتے ہیں۔ وہ تو میری خاطر۔"

حمیرا شروع ہو گئی۔

"تم دوسری کہانی لکھ سکتی ہو۔" معید نے ہاتھ اٹھایا۔

"ایک تایا... جو اپنی یتیم بھتیجی کے لاڈ میں آ کر اپنی بیوی بچوں سے زیادتی کرتے ہیں اور۔"

"ہاں..." حمیرا نے کھلے منہ پر ہاتھ رکھا۔ "تم کتنے بڑے جھوٹے' مکار اور ڈرامے باز ہو معید... میں تایا ابا کو بتاتی ہوں۔ صبر کرو۔"

وہ کچن سے باہر بھاگی۔ معید کی ہنسی بھرپور تھی۔

☆ ☆ ☆

امی نجانے دودھ میں کیا گھول کر لائی تھیں اور اسے پلانے پر مصر۔ ابھی تو دیسی گھی والی روٹیوں کے ساتھ دیسی بھنے مرغ کا ذائقہ بھی لبوں سے چپکا ہوا تھا' اوپر سے یہ مزید ستم... وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ مگر امی نے پیش بندی کے طور پر پہلے ہی چہرے کے تاثرات سخت کر رکھے تھے۔ ناراضی اور الجھن بھی نمایاں تھی۔

اس نے مدد طلب نگاہ سے ابو کو دیکھا' وہی کوئی راہ سجھائیں۔ مگر وہ اسے آنکھ بند کر کے پی لینے کا مشورہ دے کر باقاعدہ منہ پھیر کے بیٹھ گئے' یہ اشارہ تھا' وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتے۔ امی' باپ بیٹے کے اشاروں کی زبان کے معنی بخوبی سمجھ رہی تھیں۔ مگر دودھ کا گلاس والا ہاتھ اس کی طرف بڑھا ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے' لائیے..." اس نے ہاتھ بڑھا کر دودھ پکڑ لیا' مگر امی واپس جانے کے بجائے وہیں کھڑی تھیں۔

"ابھی پیو..." وہ قطعیت سے بولیں۔

"سوتے وقت پی لوں گا امی..." اس نے درخواست کی۔

"نہیں۔ سوتے وقت تو میں نے تمہیں دو چمچ پسے بادام دینے ہوتے ہیں۔"

"امی..." اس کی آواز میں اس بار مدد کی پکار تھی۔ اور ابو تو پہلے ہی اجنبی بنے بیٹھے تھے۔ اوپر سے امی کے پتھریلے تاثرات۔ اس نے گلاس ہونٹوں سے لگا لیا اور ایک سانس میں چڑھا گیا۔ امی کو آرام سے کہنے کی مہلت بھی نہیں دی۔

امی کا چہرہ مطمئن ہو گیا' وہ کھڑا ہو گیا۔

"اب کہاں جا رہے ہو؟" امی نے تیزی سے پوچھا۔

"وہ ٹہلنے..." اس کے منہ سے بمشکل نکلا' وجہ ڈکار تھی۔ وہ سخت بدمزہ ہو کر دروازے سے نکل گیا۔ پر امی پر اس ناراضی کا اثر نہیں ہوا' ان کا کام ہو گیا تھا' ان کے تاثرات مطمئن سے زیادہ فاتحانہ تھے۔ گلاس اٹھا کر جانے لگیں۔ شوہر سے نظر ٹکرا گئی۔

"یہ زیادتی ہے۔"

"کوئی زیادتی نہیں ہے۔" وہ ان کا اشارہ سمجھ گئیں۔ گلاس واپس رکھ دیا۔ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئیں۔ "الحمدللہ بہت ریکور کر لیا۔ اب تو اسٹک بھی چھوٹ گئی ہے مگر جسم جان کیوں نہیں پکڑتا۔" ان کا لہجہ ایسا تھا جیسے وہ انہیں مورد الزام ٹھہرا رہی ہوں۔

"تم نے اسے پہلوان بنانا ہے؟" انہوں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سرسری لہجہ اپنایا۔
"نہیں۔" وہ چڑ گئیں "بات پہلوان کی نہیں ہے۔ یاد نہیں کیسا کسرتی جسم تھا' باڈی بلڈنگ کرتا تھا۔ یہ گوشت سے پرشانے' چوڑا سینہ' گالوں سے خون ٹپکتا تھا۔ یہ اونچا لمبا شیر جوان۔۔۔ اور اب صرف لمبا رہ گیا ہے۔ اس کے اپنے کپڑے مانگے کے کپڑے لگتے ہیں جسم پر صرف کھال ہے جو ہڈیوں پر منڈھی لگتی ہے۔ کپڑے جھولتے ہیں' جوتے کا سائز تک کم ہو گیا ہے۔ بیٹھ کر ہڈیاں گن لو بس۔۔۔"
"یہ سب مجھے بتا رہی ہو۔۔۔ کیا مجھے نظر نہیں آتا؟" انہوں نے سوال کیا۔
امی کی بولتی بند ہو گئی۔ یہاں وہ کسے سنا رہی تھیں۔
"ہاں وہ ایسا نہیں تھا۔ مگر یہ کیوں نہیں سوچتیں۔۔۔ کہ وہ ہے۔ ہم دونوں کے بیچ جیتا جاگتا۔۔۔ کیا یہ کافی نہیں ہے؟" وہ انہیں کچھ یاد کروا رہے تھے۔
وہ حادثے کی دوپہر۔ وہ زندگی کے ختم ہو جانے کا یقین۔۔۔ جیسے سینے سے سانسیں نکل جائیں۔ اس نے پینٹ شرٹ پہننی چھوڑ دی تھی۔ کہتا عجیب لگتا ہے۔"
"تو تم اب زور مت دینا۔"
"وہ بہت پتلا ہو گیا ہے۔"
"یہ سب باتیں میں جانتا ہوں ناہید۔"
"تو اسی لیے تو میں اس کی صحت بنانا چاہتی ہوں۔ صحت بخش غذا کھائے گا تو جسم پر بوٹی چڑھے گی ناں۔" انہوں نے بھی اصل سبب بتانا ضروری سمجھا۔
"تو صحت بخش طریقے ہی سے کھلاؤ ناں۔" وہ مسکرائے۔ "ایسے ٹھونسنے کا کیا طریقہ ہے۔"
رات بستر میں چھپ کر شوارما کھاتے اور کولڈ ڈرنک پیتے بڑا مزہ آ رہا تھا۔ ساتھ ساتھ معید کی باتیں یاد آ رہی تھیں تو ہنسی بھی آ رہی تھی۔
"توبہ۔۔۔ کتنی آسانی سے اتنے سارے جھوٹ گھڑ لیے۔ وہ بھی دو مختلف نوعیت کے جھوٹ۔۔۔ اور کہتا ہے' اس پر کہانی لکھ لوں۔ میں کوئی پاگل ہوں جو اتنا سارا جھوٹ لکھ دوں۔ نرا گناہ۔ مجھے لکھنا ہی ہو گا تو سچ

کیوں نہ لکھوں۔ ایک بالکل سچی سی سیدھی سادی کہانی۔۔۔ کہتا ہے تایا تائی ظلم کرتے ہیں۔ بچی مجبور و بے کس ہوں۔" اسے زور سے ہنسی آئی۔
"کس بات پر ہنسی آ رہی ہے حمیرا۔" امی کی نیند میں ڈوبی آواز ابھری۔
حمیرا بری طرح چونکی "ہنس تو نہیں رہی' میں کھانس رہی ہوں امی۔ آکھوں۔۔۔ آکھوں۔۔۔ ہوں۔"
"یا اللہ!" امی نے دانت کچکچائے تھے۔ "جس لڑکی کو کھانسنے کی تمیز نہ ہو۔ اس سے اور کیا امید رکھی جا سکتی ہے۔ اب اٹھ کر پانی پی لو۔"
"جی۔۔۔ جی پی رہی ہوں۔" اس نے اسٹرا سے ایک لمبا گھونٹ کھینچا۔
"بستر میں لیٹے لیٹے کیسے پی لیا پانی۔" امی کے نقطہ اعتراض میں کتنا دم تھا۔
"میرا مطلب ہے' پینے لگی ہوں۔"
"ارے بستر پر جے۔۔۔ کیسے پینے لگی ہوں۔ اب یہ خواہش ہو گی' پانی بھی ماں ہی اٹھ کر دے دے۔" امی اٹھنے لگی تھیں کیا۔
"ارے نہیں۔۔۔" حمیرا اچھل کر بیٹھی۔ "میں لے رہی ہوں امی آپ تکلیف نہ کریں۔" اس سے پہلے کہ وہ اٹھ جاتیں اور اس کے نزدیک آجاتیں اور کوک اور شوارما نظروں میں آجاتا۔۔۔ او خدا۔۔۔ ایسے برے وقت سے پہلے ہی اٹھ جانا بہتر تھا اور تھوڑی دیر پہلے ہی جب امی نماز کے بعد تسبیح لیے چارپائی پر آئیں اور آنکھیں بند کر کے ورد کرنے لگیں تب یکدم انہوں نے ناک چڑھا کر جیسے کچھ محسوس کرنا شروع کر دیا۔
"کیا ہوا امی؟" اس نے شوارما کے بڑے نوالے کو تیزی سے نگلا۔ ہونٹوں پر ہاتھ بھی پھیر لیا۔
"خوشبو سی آ رہی ہے۔"
"ہاں۔۔۔!" حمیرا تکیے سے لپٹ سی گئی۔ مسحور ہو گئی ہو جیسے "رات کی رانی کی ہے۔"
"یہ پھول پتیوں کی خوشبو نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے' نان کی خوشبو ہے یا برگر یا پھر۔۔۔"
"اوہ۔۔۔!" اس نے فوراً "حیرت کا اظہار کیا۔ نان یا

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY READING Section

بر گریباں کہاں.....

"ہے بھئی....." امی تسبیح چھوڑ کر کھڑی ہونے لگیں "دار چینی کی تیز اسمیل ہے۔"

"وہ امی!" حمیرا نے اپنا تکیہ درست کیا۔ شوارما تو چھپ گیا تھا۔ بوتل کا کیا کرے۔ ڈھکن بھی نہ جانے کہاں چھپ گیا اور امی سر پر پہنچنے والی تھیں۔

"مجھے لگتا ہے امی..... یہ معید ہے۔ چھپ کر کچھ کھا رہا ہے۔"

"تو اسے بھلا چھپ کے کھانے کی کیا ضرورت....."

"وہ بڑی امی کہتی ہیں نا..... صحت مند غذائیت بخش کھانے کھانے کو....."

"اوہ.....!" امی فوراً "پرسکون ہو گئیں..... واپس جگہ پر چلی گئیں۔ ان کی نگاہیں کھلی کھڑکی پر جم گئی تھیں۔

"ہاں سے چھپ کر کوئی کام نہیں کرنا چاہیے۔"

امی اپنا تکیہ درست کر رہی تھیں۔

"جی یہ..... تو آپ نے بالکل صحیح کہا۔" حمیرا نے اپنے تکیے کے نیچے سے شوارما نکالا۔ ایک بڑا لقمہ کاٹا..... ہم.....

"سوری معید.....!" اس نے کروٹ بدلی۔ اب خطرہ ٹل گیا تھا۔ "میں نے تم پر سارا الزام دھر دیا مگر تم فکر نہ کرو۔ امی نے کون سا تمہاری شکایت بڑی امی سے لگا دینی ہے۔ امی ویسے بھی کم بولتی ہیں۔ شکایت کا تو سوال ہی نہیں اور دوسرے اگر بتا بھی دیں گی تو بڑی امی کو تو پتا ہے نا..... شوارما انہوں نے مجھے لے کر دیا تھا اور میں....." وہ ہنسی..... "میں کھانے کی چیز کسی کو بھی نہیں دیتی اور یہ بھی سچ ہے کہ تمہارے اس گھر سے مجھے ہمیشہ ملا ہی ہے۔ دینے کی نوبت ہی نہیں آئی اور یہ بھی ہے کہ میرے پاس ہے ہی کیا؟ کچھ بھی تو نہیں..... یہ چھت..... یہ بستر..... یہ زمین..... یہ لباس..... میرے چاروں طرف میری خود کی خریدی کوئی چیز نہیں ہے۔ سب تایا ابو کی خریدی ہوئی چیزیں..... وہ چیزیں جو انہوں نے میرے لیے محبت سے لیں..... ہاں صرف ایک میرا وجود ہے یہ جسم..... اس پر ملکیت کا حق میرا ہے لیکن احسانات اور تشکر کا احساس ذہن و دل پر غالب ہو تب جسم بھی پرایا ہو جاتا ہے۔ مجھے لگتا ہے، میں تم سب لوگوں کی محبت کی قرض دار ہوں۔ جسم کا رواں رواں قرض میں جکڑا ہوا ہے مگر یہ جکڑ تکلیف دہ نہیں ہے۔ بعض دفعہ ہم خود..... خود کو پیش کر دیتے ہیں، کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان محبتوں کا احسان اتار نہیں سکتی۔

مگر احسان اتارنا ضروری بھی نہیں۔ فقط احسان کا احساس بھی کافی ہوتا ہے۔ یہ احساس انسان کے ضمیر کو زندہ رکھتا ہے اور ضمیر کی زندگی شاید جسم کی زندگی سے بھی زیادہ ضروری ہوتی ہے۔

میں حال میں جیتی ہوں۔ مستقبل کی اچھی امید کے ساتھ..... مگر ہر شخص کا ایک ماضی بھی تو ہوتا ہے نا..... اچھا یا برا.....

برا تو نہیں تھا، بہت اچھا تھا..... سب کچھ بہت اچھا تھا..... وہ..... امی..... ابو..... تکون کے تین کونے..... مگر ایک کونہ ٹوٹ گیا..... زندگی کی شکل بگڑ گئی۔

کرائے کا گھر تھا۔ اسے پہلی بار پتا لگا۔ گھر میں رہنے کے پیسے بھی دینے ہوتے ہیں۔

"یہ تو ہمارا گھر ہے امی! تو یہ انکل کس بات کے پیسے مانگ رہے ہیں۔" وہ کبھی ماں کا چہرہ دیکھتی تھی۔ کبھی مالک مکان کا.....

جو کہہ رہا تھا۔

"میں بھی غریب آدمی ہوں۔ بہن..... گھر کو آدھا کر کے پورشن اس لیے بنایا تھا کہ خرچ میں کچھ سہولت ہو۔ بچے پڑھانے ہیں..... آپ کو تو سب پتا ہے نا۔"

"مجھے کچھ دن کی مہلت دیجیے۔" امی نے چہرہ آڑ میں کر رکھا تھا۔ نظریں زمین پر گڑی تھیں۔

مالک مکان جو کل تک اس کے دوستوں کے ابو تھے۔ آج اسے کتنے برے لگنے لگے تھے۔ جن کے جانے کے بعد امی ساری رات روتی رہیں۔ پھر پتا نہیں امی نے کہاں سے انہیں کرایہ ادا کر دیا۔ وہ شکریہ ادا کر کے چلتے بنے۔

وہ گیارہ برس کی بچی تھی..... نہ بہت چھوٹی نہ بہت بڑی.....

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مگر عمر بھی ہر کسی پر اپنے انداز سے جھلکتی ہے۔

مزدور پیشہ غریب بچے۔ گیارہ سال میں گیارہ صدیاں جی لیتا ہے۔ مقدر مدر سب ہو جاتا ہے۔ یہ جس دنیا کو میلی آنکھ سے دیکھتا ہے اور بے رحمی کے ڈنڈے سے کوستا ہے۔

وہ مزدور پیشہ بچی نہیں تھی مگر اپنے مزدور باپ کی رانی ضرور تھی۔ اکلوتی شہزادی۔ دنیا اس کے لیے دھنک رنگ تھی۔ خوشیاں ابو کی مٹھی میں بند تھیں اور اپنے کاندھے پر اسے سوار کروا کے وہ اسے ہمیشہ بلندی اور بے فکری دکھاتے تھے۔ اسے کیا خبر کہ دنیا باپ کی آنکھوں سے دیکھنے میں کتنی بھلی تھی اور اب جب اپنی آنکھ کھول کر دیکھی تو کیسی بھدی۔۔۔ کریہہ۔۔۔

ابو کی ہائی ایس وین اب کوئی ڈرائیور چلانے لگا تھا۔ وہ روز شام کو پیسے دیتا مگر اتنے کم کیوں۔۔۔ اور یہ گاڑی اچانک اتنا خرچا کیوں مانگنے لگی تھی۔ حالانکہ نئی گاڑی نکلوائی تھی ابو نے۔۔۔

اور گاڑی کا اپنا بھی ایک حساب کتاب تھا۔ قسطیں بھی بھرنی تھیں۔

اور ایڈوانس رقم جو گاڑی لینے کی مد میں قرض لی گئی تھی۔ قرض خواہ دروازہ بجانے لگے تھے۔ دو افراد کے اتنے خرچے یقیناً "نہیں تھے مگر گاڑی اتنا کما نہیں رہی تھی، جتنا کھا رہی تھی۔ امی کو ڈرائیوروں کی چالوں کا بخوبی علم تھا مگر اس چال کا علم نہیں تھا۔ جس سے گیم پلٹی جا سکتی۔ بساط سمیٹی جا سکتی۔ یہاں تو زندگی سمٹ رہی تھی۔ خواہشیں، خواب کو دور چھوڑ کر بات ضرورت تک محدود ہو گئی تھی اور ضرورتیں کتنی بھی کم کرلی جائیں۔ پیٹ روٹی اور جسم کپڑا مانگتا ہے۔

"اپنے ماں باپ کے پاس چلی جاؤ صفیہ!" مالک مکان کی بیوی، ہمدرد تھی۔ امی زخمی ہنسی ہنس دیں۔

"آپ بھی اچھا مذاق کر لیتی ہیں بھابھی!"

"مذاق کیوں۔۔۔ میں بہت سوچ سمجھ کر کہہ رہی ہوں۔ عبدالمجید کے مرنے پر وہ آئے تھے، دیکھا تھا میں نے انہیں۔۔۔ سب بہت سلجھے ہوئے لوگ تھے۔ تمہاری امی منہ سے تو کچھ نہ بولیں مگر منہ پر دوپٹا رکھ کر مسلسل روتی رہی تھیں۔"

"وہ میری بیوگی پر نہیں روتی تھیں۔" صفیہ کی نگاہوں میں کاٹ تھی۔ "اس بات کا رونا آ رہا ہو گا۔ زندگی میں کبھی دوبارہ مجھے نہ دیکھنے کا جو عہد کیا تھا وہ ٹوٹ گیا۔ نجانے کس دل سے آئی تھیں۔"

"مائیں زیادہ دیر خفا نہیں رہتیں۔ اکیلی عورت ہو، بچی کا ساتھ ہے۔ آج تمہاری جوانی مشکل مرحلہ ہے۔ کل کو بیٹی نے تمہارے قد سے اونچا ہو جانا ہے۔ پھر کیا کرو گی تن تنہا۔" وہ صفیہ کو حقیقت سے آنکھیں چراتے دیکھ کر رہ نہ سکی تھی۔

"آپ کو کرایہ ٹائم پر مل رہا ہے ناں بھابھی! آپ میری فکر میں مت گھلیں۔"

"بدگمان ہونا بھی سیکھا ہے یا پرانی عادت ہے۔" وہ مسکرا دی۔ صفیہ نے جواب نہ دیا، وہ کیا کہہ کر ماں کا ڈر کھٹکتا تھیں، ان کا ننھی بچی کے ساتھ تنہا ہونا دنیا کو نظر آ رہا تھا۔ آنے والا وقت۔۔۔ وقت نہیں خطرہ۔۔۔

ان کی ماں کو خیال نہ آتا ہو گا۔ وہ جس شخص کے ساتھ زندگی بھر کا ساتھ نبھانے نکلی تھیں۔ اسے سفر کے آغاز ہی میں قضا نے جکڑ لیا۔

جب ماں کو کوئی ہول نہیں اٹھا۔۔۔ تو وہ کیسے درد جگاتیں۔

"تمہارے سسرال میں بھی تو ایک جیٹھ ہیں ناں بڑے" مالک مکان کی بیوی کو صبح و شام اس کی فکر رہتی تھی۔ وہ واقعی دردمندی سے سوچا کرتی تھی۔

"سات سال سے آپ کی کرایہ دار ہوں بھابھی۔۔۔ سب آئے گئے سے آپ واقف ہی ہیں۔ کسی کو آیا گیا دیکھا کیا؟" صفیہ کے لہجے میں تنفر کھل گیا۔

"تم نے انہیں اطلاع کی تھی؟"

"اطلاع کیسے کرتی۔۔۔ ایک نمبر تھا اسے ملایا تھا کئی بار۔ مگر وہ نمبر بند تھا۔"

"صفیہ! ان کا حق تھا کہ انہیں خبر ہو جاتی کہ پیارا بھائی دنیا سے چلا گیا۔"

"اس سے کیا ہوتا؟" صفیہ کے انداز میں ہٹ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دھری تھی۔

"تمہارے پاس کوئی ایڈریس وغیرہ نہیں ہے؟"
مالک مکان کی بیوی ہر پہلو سے سوچ رہی تھی۔

"مجھے صحیح طرح سے یاد نہیں ہے۔" صفیہ نے بے زاری سے کہا۔

"جو بھی.... جیسا بھی یاد ہے۔ مجھے لکھوا دو' میں تمہارے بھائی سے کہہ کر پتا کرواتی ہوں۔"

صفیہ کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ مگر مالک مکان کی بیوی ٹھان چکی تھی۔ اسے آدھی ادھوری داستان ماضی کی خبر تھی۔ صفیہ... اور مجید....

مجید اپنے بھائی عبدالعزیز کی نسبت تعلیم سے بھاگا ہوا تھا۔ اسے گاڑیوں جیپوں سے دلچسپی تھی۔ وہ ریس میں حصہ لے 'گاڑیاں بھگائے' مگر یہ امیروں کے شوق تھے۔ عربی شیخ جب چولستان شکار کے لیے آتے تو وہ گاڑی کو ریتلے ٹیلوں پر بھگائے پھرتا۔ ماہر ڈرائیور تھا۔ مگر اپنی فور وہیل خریدنے کا خواب ادھورا رہ گیا۔ ریتلے ٹیلے سے جیپ الٹ گئی۔ جیپ کا کچھ بھی نہ بگڑا۔ مگر عبدالمجید کے بائیں بازو میں کہیں کوئی کسر رہ گئی۔ جو صرف اسے ہی محسوس ہوتی تھی۔

اب وہ شیخوں کے ہمراہ شکار پر جانے کا اہل نہیں رہا تھا۔

اس نے کچھ عرصہ حالت سوگ میں رہنے کے بعد بس اڈے پر جا کر دوست کی ہائی ایس وین ایک شہر سے دوسرے شہر چلانا شروع کردی۔

مگر کہاں وہ اونچے نیچے خطرناک ٹیلوں' والے راستے... اور کہاں سیاہ تارکول کی سیدھی سڑک.... ملتان سے بھاول پور.... بھاول پور سے ملتان۔

اتنی سیدھی لکیر جیسی زندگی.... عبدالمجید جوشیلا تھا۔ چیلنجز کا سامنا کرنے والا... اور... اور صفیہ چیلنج ہی بن گئی۔

وہ وین کی مسافر تھی۔ بیک ویو مرر سے دکھائی دیتی اور سائیڈ مرر سے بھی پھر ایک وقت ایسا آیا۔ مرر کے بغیر بھی ہر جگہ نظر آنے لگی۔ پانی کے گلاس میں عکس جھلکنے لگا۔

اور دل ہاتھوں میں آکر دھڑک اٹھا۔ اس کے لیے گاڑی چلانا مشکل ہوگیا وہ خیالوں میں بسنے لگی تھی۔ اس لیے بے دھیانی کا مرض لاحق ہوگیا تھا۔ سامنے لاکر بٹھائی جاتی تو افاقہ ہو سکتا تھا۔ عبدالمجید' بھائی عبدالعزیز کے سامنے پہنچ گیا۔

"شادی تو بہت اچھی بات ہے۔" وہ خوش ہوگئے۔
"مگر کس سے....؟"

مجید نے جھٹ نام لے دیا۔ تفصیل بھی گوش گزار کردی۔ عبدالعزیز خوشی خوشی رشتہ لے کر پہنچ گئے مگر ادھر سے صاف انکار....

انکار کوئی جرم نہیں تھا مگر بے عزت کیوں کیا گیا۔ ایک پڑھا لکھا خاندان ایک ڈرائیور کو رشتہ کیسے دے سکتا تھا' جبکہ ان کے باقی داماد اور بیٹے بابو والی نوکری کرتے تھے۔ انہیں عبدالعزیز بہت اچھے لگے۔ بھائی عبدالمجید پسند نہیں آیا۔

عبدالعزیز نے ساری صورت حال کو تحمل سے دیکھا اور جانچا۔ لڑکی کے والدین غلط نہیں کہہ رہے تھے۔ انہیں وہ سب لوگ اچھے لگے تھے۔ سلجھے ہوئے' تمیزدار' اسکول کالج کے پڑھے ہوئے مگر اس کا کیا کیجیے کہ... اس خاندان کی بیٹی نے "عشق اسکول" کا میڈل گلے میں ڈال لیا تھا۔ اس نے اتنی محنت سے ڈگری حاصل کی اور کوئی اسے ماننے کو تیار نہیں۔ اس کی ڈگری کوئی جعلی تھوڑی تھی کہ تسلیم نہ کی جاتی۔

☆ ☆ ☆

عبدالعزیز نے شدید حیرت سے سینہ تان کے کھڑے عبدالمجید کو دیکھا اور اس کے عقب سے ذرا سا دکھائی دیتی صفیہ....

عبدالعزیز نے صرف فلموں' اخباروں میں لڑکی بھگا کر لے آیا' جیسے جملے سنے پڑھے تھے۔ یوں اپنے سامنے دیکھا کبھی نہیں تھا۔

"میں تمہیں اندر آنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔" عبدالعزیز کو صفیہ کے والدین یاد آرہے تھے۔

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سارا گھرانہ... کیا بیتی ہوگی بیٹی کے اس قدم سے اس خاندان پر اور بیٹی کو اتنی ہمت دینے والا کون تھا۔ ان کا اپنا بھائی عبدالمجید۔

عبدالعزیز ابھی چار روز پہلے ہی تو بیٹی کے باپ بنے تھے۔ دل گداز تھا اور بیٹی کا باپ ہونا کیسی ذمہ داری ہے اس کا احساس بھی نیا نیا تھا۔

اگر کل کو سمیرا عبدالعزیز بھی ایسا قدم اٹھالیتی۔ عبدالعزیز نے آج ہی تو بیٹی کا نام رکھا تھا۔ فقط سوچ کر ہی جھرجھری آگئی۔ صفیہ کے لیے دل میں نفرت ابھری اور عبدالمجید کے لیے شدید نفرت اور غصہ...

"اس گھر پر میرا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا آپ کا..." عبدالمجید نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" عبدالعزیز کا لہجہ تحمل کی حد کو چھوتا تھا۔ "میں گھر سے نکل جاتا ہوں تم رہو۔"

عبدالمجید بھونچکا رہ گیا۔ اس کے پاس اور جملے رہے ہی نہیں۔

☆ ☆ ☆

صفیہ سر پکڑے بیٹھی تھی۔ گاڑی سے ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا۔ ڈرائیور فرار اور گاڑی تھانے کے اندر... روز شام کو ملنے والے تھوڑے بہت پیسے کب سے بند تھے۔ مکان کا کرایہ... اسکول کی فیس... بلز... یہ تو ادا کرنے ہی تھے۔

پچھلے مہینے وین ورکشاپ بھی گئی تھی۔ صفیہ بل ادا نہیں کرسکی تھی۔ وہ رقم بھی ڈبل ہوچکی تھی اور مالک مکان کی مجبوریاں بھی بالکل جائز تھیں۔ اس نے اللہ نام کو گھر کرائے پر نہیں دیا تھا۔

آمدنی کا ذریعہ گاڑی تھی۔ قرض خواہ جب دل کرتا دروازہ بجادیتے تھے۔ گاڑی بیچ کر قرضہ اتار دوں۔ باقی پیسے سے خرچ چلاؤں مگر ایسے وہ کب تک پیسہ کھاسکے گی۔

حمیرا لاڈوں پلی بچی تھی مگر باپ کی موت نے اسے یک دم بڑا کردیا تھا۔ ماں اسے لاکھ نہ بتائے۔ اسے نظر آنے لگا تھا۔ وہ سوچنے لگی تھی، اس کی شوخی سنجیدگی میں ڈھلنے لگی تھی۔ اس کا بچپن ختم ہورہا تھا۔

"بھائی صاحب سے کہیں، کسی طرح گاڑی چھڑوادیں بس..." صفیہ کا واحد حل گاڑی تھا۔

"وہ لگے ہوئے ہیں کوششوں میں... مگر..." مالک مکان کی بیوی نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ "بہت مشکل کام ہے۔ پیسہ لگانا پڑے گا اور وہ ہے نہیں۔"

صفیہ کا حلق خشک ہوگیا۔ وہ کیا کرے۔ بھائی کو فون کرکے دیکھ لیا تھا۔ وہاں سے وہی جواب ملے جو اسے پہلے سے معلوم تھے۔

"کل ہی کی تو بات تھی... جب تم اپنی محبت کا بوجھ ہمارے کندھوں پر ڈال کر چلتی بنی تھیں۔ ہم آج تک دوبارہ کھڑے نہیں ہوسکے۔ لولی لنگڑی زندگی گزارتے ہیں صفیہ! تمہیں سہارا کیا دیں گے۔"

"مجھ سے افسانوں والی باتیں نہ کریں بھائی جان... میرا بھی حق ہے اس گھر پر..." صفیہ نے تنگ کر یاد دلایا تھا۔ بھائی زہر خند ہوگیا۔

"جو فرض ادا نہ کرے، اسے حق کا سوال نہیں کرنا چاہیے صفیہ۔ ہماری عزت سنبھال کر رکھنا تمہارا فرض تھا۔ ہم تمہارا برا نہیں چاہتے تھے۔" بھائی نے فون رکھا۔ پھر بند بھی کردیا۔

اس کا تو خیال تھا کہ وہ روئے گی دھوئے گی تو بھائی کہے گا۔ "میں آرہا ہوں لینے" مگر یہ کیا... وہ سناٹے کی کیفیت میں گھر گئی۔

اور پھر کتنے بہت سارے دن گزر گئے۔ معاشی مسائل کھلے زخم کی طرح تھے۔ بڑھتے گئے... بگڑتے گئے۔ یہاں تک کہ کھانے کے لالے پڑ گئے۔

مالک مکان کی بیوی بھی آگئی۔

"تمہارے بھائی کہتے ہیں، ہمیں اچھے کرائے دار مل رہے ہیں۔" (یعنی تم اپنا بندوبست کرلو۔)

"میں کہاں جاؤں گی بھابھی..." بہت دنوں سے چٹختی لکڑی ٹوٹ گئی۔ وہ بے دم ہوگئی۔ حمیرا کو خود سے لپٹا کر روتی چلی گئی۔

"والدین کا دل توڑنے والوں کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔" اس کے باپ نے کہا تھا۔ تب اس نے سوچا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

"کیسا ظالم باپ ہے نکلتے نکلتے بددعا دے رہا ہے۔"
باپ نے بددعا نہیں دی تھی۔ بس بتایا تھا۔
"انکل نے اس ہفتے میں گھر خالی کرنے کا کہا ہے امی۔۔۔"

"ہوں۔۔۔"

"ہمارا کیا ہوگا۔۔۔ ہم تو۔۔۔" حمیرا کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ دروازہ بج رہا تھا۔ صفیہ نے سہم کر صورت دیکھی۔ قرض خواہ ہوں گے۔ وہ جن کا لہجہ بھی بدل گیا تھا اور نظریں بھی۔۔۔

"دیکھو۔۔۔ کون ہے۔" حمیرا نا چاہتے ہوئے اٹھی۔ ابو کے کچھ دوست اب عجیب طرح سے دیکھتے تھے۔ بارہ برس کی بچی کو دنیا اپنا نیا رنگ دکھا رہی تھی۔ اس نے نا چاہتے ہوئے دروازہ کھولا اور خود پیچھے ہی رہی۔

"عبدالمجید۔۔۔ عبدالمجید کا گھر یہی ہے؟" لرزش زدہ کچھ جانی پہچانی سی آواز۔۔۔ بھلا کس کی؟ وہ بری طرح چونکی تھی۔

"یہ عبدالمجید ڈرائیور کا گھر ہے نا۔" اب کی بار آواز میں بے تابی کا عنصر زیادہ تھا۔

"یہ آواز۔۔۔" حمیرا کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔

"یہ تو۔۔۔"

اس نے دھاڑ سے دونوں پٹ کھول دیے۔ "ہا۔۔۔ ابو!" اس کی چیخ نکل گئی۔ سامنے ابو کھڑے تھے۔ ہاں وہ ابو ہی تھے۔

اور ہاں وہ انہیں چھ ماہ بعد دیکھ رہی تھی۔۔۔ تو وہ تھوڑا بدل گئے تھے۔ بس تھوڑا سا۔ انہوں نے داڑھی رکھ لی تھی۔ سامنے سے بال کچھ کم اور سفید زیادہ ہو گئے تھے۔ وہ تھوڑے بدل گئے تھے مگر وہ اسی کے ابو تھے۔

"ویسے ہی لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔۔۔ کہ مرنے کے بعد کوئی واپس نہیں آتا۔" اس نے ایک چیخ ماری۔

"امی۔۔۔ امی۔۔۔ دیکھیں ابو آگئے۔"

وہ ابو سے لپٹ گئی۔ اوہ اللہ۔۔۔ وہی بھینی بھینی سی خوشبو۔۔۔ وہی چوڑا سینہ۔۔۔

"ابو! ابو!" اس کی چیخوں سے صفیہ باہر آگئی۔۔۔ کیا

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

SOHNI HAIR OIL

- گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
- نئے بال اگاتا ہے
- بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے
- مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید
- ہر موسم میں استعمال کیا جاسکتا ہے

قیمت -/150 روپے

سوہنی ہیئر آئل 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جاسکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف -/150 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوالیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آرڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

2 بوتلوں کے لئے ———— -/350 روپے
3 بوتلوں کے لئے ———— -/500 روپے
6 بوتلوں کے لئے ———— -/1000 روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

منی آرڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ:

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37-اردو بازار، کراچی۔

فون نمبر: 32735021

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

حمیرا کا دماغ پلٹ گیا تھا۔ نہ جانے کس کو۔۔۔

"وہ۔" صفیہ کے قدم تھم گئے۔ سامنے کھڑا شخص۔۔۔ ہاں وہ ہو بہو عبدالمجید تھا مگر۔۔۔ وہ صفیہ کا شوہر عبدالمجید نہیں تھا۔ پر وہ حمیرا کا باپ ضرور تھا۔ تایا عبدالعزیز نے کسی کے بھی بتائے بنا حمیرا کو خود میں بھینچ لیا۔ اس کے حیران، بھیگی پلکوں والے چہرے کو ہاتھوں میں اٹھا کر چوم لیا۔

"یہ تمہارے ابو نہیں ہیں حمیرا۔۔۔ یہ تمہارے تایا ہیں۔۔۔" صفیہ کی آنکھوں سے سرد مہری جھلکتی تھی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو بس ایک ہی بار دیکھا تھا۔ اس رات جب وہ اور عبدالمجید پہلی بار گئے تھے اور لوٹا دیے گئے تھے۔

"نہیں۔۔۔ یہ میرے ابو ہی ہیں۔" حیرت سے ماں کے جملے کو سننے کے بعد حمیرا ذرا دور ہوئی تھی۔ اس نے غور سے دیکھا۔ عبدالعزیز دور نزدیک، دونوں صورتوں میں عبدالمجید ہی دکھائی دیتے تھے۔ پر امی کیا کہہ رہی تھیں۔

"میں نے فون کیا تھا۔۔۔ آپ کا نمبر بند تھا۔"

"میرا موبائل کھو گیا تھا۔ تم مجھے پیغام بھجوا دیتیں۔۔۔ میرا بھائی کیسی کسمپرسی میں۔۔۔" عبدالعزیز کی آواز گھٹ گئی۔ صفیہ بے تاثر چہرہ لیے کھڑی رہی۔

"تمہیں گھر آنا چاہیے تھا۔"

"وہ گھر جس کے دروازے کبھی آپ نے کھولے ہی نہیں۔"

"میں غصہ میں تھا۔۔۔" عبدالعزیز کو صفیہ کا نام تک بھی معلوم نہ تھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے، غصہ صرف آپ کو آتا ہے۔"

"میں تو سوچتا تھا، وہ خوش و خرم زندگی گزار رہا ہے تو۔۔۔"

"ہاں خوش ہی تھا۔۔۔ ہم تینوں خوش تو تھے۔" صفیہ کرسی پر ٹک گئی۔

"مجھے ملا تھا ایک دو بار۔۔۔ میں نے سوچا، میں بڑا ہوں اسے میرے پاس آنا چاہیے۔۔۔"

"اور وہ یہ شکوہ کرتا رہا کہ بھائی نے مجھے بلایا تک

نہیں۔۔۔" صفیہ کا لہجہ کاٹ دار تھا۔

حمیرا کو یہ گفتگو، یہ لہجے سب برے لگ رہے تھے۔ وہ ماں کو روکنا چاہتی تھی۔

"میں تمہیں لینے آیا ہوں۔"

"کہاں۔۔۔؟" صفیہ بری طرح چونکی۔

"گھر لے جانے کے لیے۔۔۔"

"گھر۔۔۔ کون سا گھر۔۔۔؟"

"میرا گھر۔۔۔ ہمارا گھر۔۔۔ میری بیٹی کا اصل گھر تو وہ ہے نا۔" انہوں نے حمیرا کے شانے پر بازو پھیلا دیے۔

"نہیں۔۔۔ ہم کہیں نہیں جا رہے۔ ہم اپنے گھر میں خوش ہیں اور ایک دوسرے کے لیے کافی ہیں۔" عبدالعزیز کی نگاہیں چاروں جانب بھٹکنے لگیں۔ اچھا خوب صورت مکان تھا۔

ہاں، وہ اپنا گھر کیوں چھوڑ کر جائے مگر وہ بھائی کی بیوہ اور بیٹی کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ دو الگ شہروں کا فاصلہ ہے بیچ میں۔

"امی غلط کہہ رہی ہیں، یہ ہمارا گھر نہیں ہے۔ کرائے کا گھر ہے اور اس ہفتے خالی کرنے کا نوٹس ملا ہے اور ابو کی گاڑی تھانے میں پڑی ہے اور ابو پر بہت زیادہ قرضہ بھی تھا۔ سب لوگ مانگنے آجاتے ہیں اور۔۔۔"

حمیرا نے چند جملوں میں سب کہہ دیا۔ صفیہ کو روکنے کا موقع تک نہ ملا۔

"اپنا سامان باندھ لو۔۔۔ ہم اپنے گھر جائیں گے۔"

عبدالعزیز نے اپنی واسکٹ اتار دی۔ حمیرا نے جھٹ پکڑ کر کھونٹی سے ٹانک دی۔ وہ صحن میں بچھی ننگی چارپائی پر دراز ہو گئے۔ حمیرا بھاگ کر تکیہ اٹھا لائی۔ چادر بھی بچھانا چاہتی تھی۔ انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا۔ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سامنے بٹھا لیا۔

"کون سی جماعت میں پڑھتی ہو؟" رونے سے ان کی آواز بھاری ہو چکی تھی۔ وہ تو اپنے کسی کام سے اس شہر میں آئے تھے۔ بس اڈے پر اترے تو شکل کی شدید

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مشابہت کی بنا پر کسی نے عبدالمجید کہہ کر آواز دی۔۔۔ عبدالعزیز نے بس مڑ کر یہ کہا "وہ عبدالمجید نہیں عبدالعزیز ہیں۔ عبدالمجید ان کا چھوٹا بھائی ہے۔"

تب پکارنے والے نے بتایا۔۔۔ "ہے۔۔۔ نہیں۔۔۔ تھا۔" آگے کی کہانی تو فضول تھی۔ اصل بات یہ تھی، اکلوتے بھائی نے ہے سے تھا کا سفر بھی طے کرلیا اور وہ بے خبر۔۔۔

سر پر خاک ڈالتے یہاں تک آئے تھے۔ آدھی کہانی بس اڈے پر پتا لگی تھی، آدھی یہاں۔۔۔

"اچھا بھلا بیٹھا تھا سب کے بیچ۔۔۔ چائے پی، بس ایک دم کہنے لگا، دل گھبرا رہا ہے۔ پانی پلایا، پنکھا جھلا مگر وہ تو جی آنکھیں بند، بس ختم ہو گیا۔"

عبدالعزیز کا دھیان حمیرا سے ہٹ گیا۔ ناراضی کو اتنا نہیں بڑھنا چاہیے کہ ناراضی برقرار رہے اور زندگی ختم ہو جائے۔ ناراضی زندگی کا ایک رویہ ہو سکتی ہے مگر زندگی تو نہیں۔۔۔ ناراضی، نفرت، لاتعلقی، محبت، فکر، توجہ لوگ نفرت کو قبر تک نبھاتے ہیں۔ بجری لاشوں کو نکال کر سڑکوں پر روندتے ہیں مگر کچھ لوگ محبت کو مرنے کے بعد بھی نبھا رہے ہیں۔ تاج محل بنا دیتے ہیں یادگار۔ نفرت کو نبھانے والا ایک نہ ایک دن پچھتاتا ہے۔ محبت کو نبھانے والے محبت کو پوجنے والے کبھی نہیں پچھتاتے اور دوسرے غلطیاں سدھارنے میں کتنا بھی وقت گزر جائے۔ دیر کبھی نہیں ہوتی۔

عبدالعزیز نے چبھتی نگاہ سے خود کو مسلسل دیکھتی صفیہ کو دیکھا تو ہاتھ کی گھڑی کی طرف اشارہ کر کے دیر ہو جانے کا خدشہ بتایا۔

"تیاری کرو چھوٹی بھابھی! گھر جانا ہے۔"

"گھر میں کیسے۔۔۔؟ وہ گھر تو آپ کا ہے۔ عبدالمجید نے تو اپنا۔۔۔" عبدالعزیز نے گھبرا کر ہاتھ اٹھا دیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے صفیہ اپنا جملہ پورا کرے۔

"وہ گھر ہمارا ہے حمیرا بیٹی کا اصل گھر وہی ہے۔"

☼ ☼ ☼

"راتوں کو چھپ کر پینے والے دن کو یوں ہی پکڑے جاتے ہیں۔" معید نے اخبار چہرے کے سامنے پھیلاتے ہوئے جیسے کسی خبر پر تبصرہ کیا تھا مگر حمیرا کے آگ لگ گئی۔

"تم مجھے شرابی کہہ رہے ہو۔۔۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔۔۔ اپنے گھر کی لڑکی کے بارے میں ایسی بات کہتے ہوئے۔ تمہیں ذرا لحاظ نہ آیا معید۔۔۔ تمہارا ذرا دل نہ کانپا۔"

"اور تمہیں اپنی بوڑھی ماں کو دھوکا دیتے ہوئے ذرا لاج نہ آئی۔۔۔ ذرا دل نہ کانپا۔" معید نے اخبار زور سے بند کیا۔

"میں صرف کولڈ ڈرنک پی رہی تھی۔" حمیرا نے ایک ایک لفظ کو چبایا۔

"چھپ کر کیا جانے والا کام جرم ہوتا ہے۔" معید کا جواب ترنت آیا۔

"یہ کس کا قول ہے؟" حمیرا نے ابرو سکیڑے۔

"ظاہر ہے۔۔۔ ایسے سنہرے الفاظ میں ہی کہوں گا، یہاں اور کون اس قابل ہے۔"

"سنہرا تو پیتل بھی ہوتا ہے۔" حمیرا نے اسے چڑایا۔

"ہم تو جس حال میں ہیں، خوش ہیں اور شکر ہے سونا نہ ہوئے۔ تم جیسی ناک کان میں لٹکا کر گھومتی۔"

"میں اور تمہیں۔۔۔" حمیرا نے جیسے شدید حیرانی اور تاسف سے شہادت کی انگلی اپنے سینے پر رکھ کر تصدیق چاہی۔

"کبھی زندگی میں چار پیسے آگئے تو میں تو جھانجھر بھی سونے کی بنواؤں گی۔" اسے فوراً اپنی پرانی خواہش یاد آگئی۔

"دیکھا! اسی لیے میں نے کہا۔ شکر ہے ہم سونا نہ ہوئے ورنہ تم تو پیروں میں رول دیتیں۔" معید نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ تمہاری اتنی خود شناسی پسند آئی معید عبدالعزیز، ورنہ سجانے والیاں تو ٹیکا جھومر بنا کر ماتھے پر بھی سجا لیتی ہیں مگر افسوس۔۔۔"

وہ جیسے تاسف میں گھر گئی۔ معید کچھ نہ بولا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مسکرا کر اسے دیکھنے لگا۔

"اب بولتے کیوں نہیں۔"

"کیا بولوں۔۔۔؟" معید نے اخبار دوبارہ کھول لیا۔

"خود شناسی تکلیف سے بچالیتی ہے۔ میں جانتا ہوں میرا رنگ اتر چکا ہے۔ کوئی مجھے ماتھے کا جھومر ٹیکا بنا کر نہیں سجائے گا۔ اور ماتھا ہی کیوں۔ میرے اندر تو اتنی چمک بھی باقی نہیں رہی کہ کوئی جوتی کا پھول بنا لے۔ جانے دو حمیرا عبدالحمید۔۔۔ مجھے پیتل ہی رہنے دو۔"

ایسے رُلا دینے والے جملے اس نے مسکرا کر کہے تھے۔ حمیرا کا سانس اٹک گیا۔ وہ اسے گھور رہی تھی اور آنکھوں میں پانی بھرنے لگا تھا۔

"دیکھا۔۔۔" اس نے اس کے کندھے پر اخبار کا رول مارا۔ "کر دیا نا تمہیں لاجواب۔" آنسو چھلک نہ جائیں۔ اس ڈر سے اس نے پلکوں کے جھپکنے کو قصداً" روک رکھا تھا۔

"لاجواب کے بچے۔۔۔ میں تایا ابو کو بتاتی ہوں جا کر، تم گندی باتیں کر رہے ہو۔ بلکہ بڑی امی سے بھی تمہارا علاج کرواؤں گی۔" حمیرا کی نگاہیں کچن سے آتی بڑی امی پر پڑیں۔

"شکایتی ٹٹو۔ پہلے اپنا بندوبست کرو۔۔۔ تمہاری امی کے قدم برآمدے میں پڑ چکے ہیں اور ان کا ہر بڑھتا قدم تمہاری شامت لا رہا ہے۔"

"ہائے۔۔۔" حمیرا کو سب بھول بھال کر اپنی فکر پڑی۔ "وہ انو۔۔۔" ان کے ہاتھ میں کوک کی وہی خالی بوتل تھی جو رات وہ بستر میں چھپ کر شوارما کے ساتھ پی رہی تھی۔ چہرے کی بے پناہ سنجیدگی ان کے غصے کا مظہر تھی۔

حمیرا اور معید کے درمیان پلاسٹک ٹیبل پڑی تھی۔ اسی پر بوتل رکھ دی۔ بچے ہوئے شوارمے کا آخری لقمہ۔۔۔ (یہ بھی نہ جانے کیسے بچ گیا تھا۔۔۔ منہ میں جانے سے۔۔۔)

حمیرا کی نگاہیں امی کے چہرے پر تھیں۔ کیسی لاتعلقی سی تھی۔ دل میں طوفان۔۔۔ جوار بھاٹے۔

"کھانے سے پہلے چیزیں چھپا کر رکھی تھیں تو انہیں ٹھکانے لگانے میں بھی تو احتیاط لازم تھی مگر رات وہ خیالوں میں ماضی کے سفر پر نکل گئی۔ آنکھ نہ جانے کب لگی۔ رات یادوں کی بارات میں اشکوں کے پھول سجے تھے۔ اس کی آنکھیں کچھ سوجی سوجی تھیں۔ چغل خوری کرتی سی۔ وہ آنکھ کھلتے ہی اس چیز کو محسوس کر کے سرپٹ غسل خانے کی جانب بھاگی تھی۔ کوئی روئی آنکھوں پر سوال نہ کر دے۔ ٹھنڈے پانی کے چھپاکوں نے بچت کر دی مگر۔۔۔ اف۔۔۔ جب وہ تولیے سے منہ پونچھتی باہر نکلی۔ صفیہ اس کے بیڈ کی دائیں جانب کھڑی تھیں اور زمین پر بے یقینی سے دیکھ رہی تھیں۔

ماں کے تاثرات اتنے عجیب سے تھے کہ حمیرا جھٹ ان کے ساتھ جا کھڑی ہوئی۔ حمیرا نے ماں کو دیکھا۔ ماں نے حمیرا کو۔۔۔ اور وہ نظریں کیا نظریں تھیں۔ سانو چراغوں میں روشنی نہ رہی۔

زمین پر کوک کی بوتل لوندھی پڑی تھی اور ایک براؤن سی لکیر میں محلول جم سا گیا تھا۔ شوارما کی تھیلی بھی تھی۔

"بھاگ حمیرا۔۔۔" اس کے اندر کا وارننگ الارم درست بجا۔۔۔ سر پر پیر رکھ کر بھاگی۔۔۔ تو برآمدے میں آ کر پناہ لی۔

"معید راتوں کو چھپ چھپ کر شوارمے کھاتا ہے؟" صفیہ نے تیکھی نظر ڈالی۔ معید بری طرح چونکا۔

"نہیں۔۔۔" اس نے بے ساختہ تصدیق چاہی۔

"اچھا الزام مجھ پر لگایا تھا۔" اس کی گردن حمیرا کی سمت گھومی۔ حمیرا نے بے ساختہ سر نفی میں ہلایا۔ پھر نظر صفیہ پر پڑ گئی۔ گردن اثبات میں ہلی۔

صفیہ کے ضبط کا خاتمہ ہوا۔ وہ شروع ہو گئیں۔

"کام کاج کوئی کرنا ہے نہیں۔۔۔ پہلے چلو کتابیں کھول کر پڑھنے کا ڈراما چل جاتا تھا۔ وہ بھی پرچے ختم ہو گئے تو کتابیں اٹھا کر طاق میں رکھ دیں۔"

"ڈراما۔۔۔ طاق۔۔۔ یعنی اس کا پڑھنا ڈراما لگتا تھا امی کو۔۔۔ نہیں، نہیں، نہیں۔"

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس کے چہرے سے حال دل عیاں تھا۔ اوپر سے یہ معیداس کی بے عزتی کس قدر محو ہو کر عزت سے سن رہا تھا۔ جیسے امی خطبہ دے رہی ہوں۔ لیکن عورتیں خطبہ تو نہیں دے سکتیں۔ یاد دے سکتی ہیں۔ پتا کرنا پڑے گا۔

اس نے ایک بار پھر معید کو دیکھا۔ دونوں بازو سینے کے گرد لپیٹے وہ کتنا مودب لگ رہا تھا۔ صفیہ کے ہر ہر لفظ سے اتفاق کرتا ہوا۔ حمیرا نے قصداً" نگاہیں ادھر ادھر گھمائیں۔ اوہو۔۔۔ کھلی کھڑکی سے سمیرا دکھائی دے رہی تھی۔ حمیرا نے وال کلاک دیکھا۔ ہاں اس کا اسکول جانے کا ٹائم ہو چکا تھا۔ ابھی یہ باہر آئے گی اور امی کا پارہ مزید اوپر چڑھ جائے گا۔

"ارے اسی طرح کھاتی رہی تو بم بن جائے گی۔ بم۔۔۔ رنگ بھی بس گزارا ہے۔ اس پر چربی کا پہاڑ۔۔۔"

"اونہہ! اچھا خاصا رنگ ہے۔ مجھے کشمیری سیب ہو کر کیا کرنا ہے۔ میں پنجاب کی جٹی ہوں امی جٹی۔ مجھے گندم کی بالی جیسا سنہرا لگنا چاہیے۔ کیوں معید۔۔۔؟"

سمیرا کمرے سے باہر تشریف لا رہی تھی۔ اسے ایسا کچھ بولنا تھا جس سے امی پوری کی پوری اس کی طرف متوجہ ہو جاتیں مگر کہاں سمیرا کے ملبوس سے اٹھتی دھیمی دھیمی مہک امی کی گردن بے ساختہ گھومی۔

"ہاں بالکل ٹھیک۔ گندم سا سنہرا لگنا چاہیے۔۔۔ مگر اس فصل میں تو لگتا ہے۔ آگ لگ گئی ہے۔" معید اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"تم۔۔۔!" اس نے جبڑے بھینچے۔

"ہائے سمیرا۔۔۔" وہ معید کو چھوڑ کر سمیرا کی جانب متوجہ ہوئی۔ اپنا بیگ نزاکت سے رکھ کر وہ چائے کے گھونٹ لے رہی تھی۔ بسکٹ دو انگلیوں کے بیچ پھنسا اپنی قسمت پر نازاں تھا۔ گلابی نرم ہاتھ پر پیچ رنگ کی نیل پالش سجی تھی۔ اس کا سوٹ بھی پیچ اور براؤن کنٹراسٹ میں تھا۔

حمیرا نے بطور خاص نیچے ہو کر اس کے پیر دیکھے۔ براؤن انگوٹھے والی چپل اور پیچ نیل پالش۔۔۔ پر افسوس امی بھی وہیں دیکھ رہی تھیں۔

اس نے اپنے پیر چھپانے کی کوشش کی مگر یہ کہاں ممکن تھا۔ تایا ابو کی رف جوتی گیارہ نمبر۔ امی کے تاثرات مزید بگڑے۔ اس نے ٹانگیں اوپر کر کے کرسی پر چوکڑی مار لی تھی۔

"نہ بیٹھنے کی تمیز۔ نہ چلنے پھرنے کی۔۔۔ کوئی ایک گن ہو تو شکر مناؤں۔" "ارے کل کو میرے ہی گلے پڑ جانا ہے۔ کیسے کروں گی اگلے گھر کا۔۔۔ نہ طور طریقہ۔۔۔ جسم پھیل کر ہمالیہ بن جائے گا۔"

"ہمالیہ۔۔۔!" معید کو اچھو لگ گیا۔ "یعنی کہ ہمالیہ۔۔۔ کوہ ہمالیہ۔۔۔" اس نے حمیرا کا کھلا منہ دیکھا۔ جو خود بھی بھونچکی رہ گئی تھی۔ امی کم بولتی تھیں مگر یہ نئی اختراع خصوصاً" اس کے موٹاپے کے لیے۔۔۔

معید نے اپنے دونوں گال دانتوں میں کس لیے۔ مبادا ہنسی صفیہ اور حمیرا دونوں کو پتا دے۔ صفیہ کا تو دھیان نہیں تھا۔ حمیرا کو نظر آ رہا تھا مگر اس وقت امی کیسے چپ ہوں گی۔

"میرے پاس کون سے نوٹ جڑے ہیں کہ دان جہیز کا لالچ دے کر کسی کو رد کوں گی۔"

"مجھے لالچی کمینوں سے شادی کرنی بھی نہیں۔" حمیرا نے منہ بسورا۔

"لالچی بھی کمینہ بھی۔۔۔" معید حیران ہوا۔

"جو لالچی ہوتا ہے وہ دراصل پہلے حد درجہ کمینہ ہوتا ہے اور بعد میں صرف بے غیرت رہ جاتا ہے۔" حمیرا نے ذرا جھک کر سرگوشی کی۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"اوہ!" معید فوراً" قائل ہوا۔ "کیا کہنے...."

"باپ بھائی بھی سر پر نہیں ہے کہ کوئی آسرا رہے۔ تم نے میرے سینے پر مونگ دلنا ہے بتانا ہے مجھے...." صفیہ کی آواز میں غصے کے ساتھ لرزش بھی آگئی۔ حمیرا چونکی۔ معید نے بھی سنجیدگی اختیار کی۔ حمیرا کو گھور کے اشارہ کیا کہ وہ سوری کرے۔

"کتنی بار کہا جائے گا چھوٹی بھابھی.... باپ نہ ہونے کا ڈراوا بچی کو نہ دیا کرو.... تمہیں میں نظر نہیں آتا۔" حمیرا کے اٹھنے سے پہلے یہ تایا ابو کی آواز تھی۔

صفیہ چونکی تھیں اور چہرے کے تاثرات "فوراً" مٹا دیے تھے۔

"تایا ابو...." حمیرا فوراً" اٹھ کر ان سے لپٹ گئی، سراسر مصنوعی انداز....

"بیٹیوں کے نصیب نوٹوں سے نہیں دعاؤں سے سجتے ہیں اور میری ساری دعائیں اپنے بچوں کے لیے ہیں۔"

"منہ میں سے ایک پھونک مجھے مار دیں ابو...." سمیرا دوپٹا سیٹ کرکے آگئی۔ وہ اسکول جانے کے لیے گھر سے نکل رہی تھی۔

ابو نے مسکرا کر اسے دیکھا اور خواہش پوری کردی۔ "سمیرا! لنچ تو لے جاؤ۔" سمیرا کی امی کچن سے باہر آئیں۔ صفیہ جب بھی بیٹی کے ساتھ الجھ رہی ہوتیں وہ قصداً" منظر سے ہٹ جایا کرتیں۔ وہ گھر کی بڑی بھی تھیں اور مالکن بھی.... مگر صفیہ نے بہت پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ وہ ماں بیٹی کے بیچ نہ بولا کریں۔

"اس کے کھانے پینے کو مت ٹوکا کرو۔ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔ یہی تو کھانے پینے کے دن ہیں۔ ابھی کا کھایا بڑھاپے میں کام آتا ہے اور دوسرے لکھنے پڑھنے والے بچوں کو یوں بھی زیادہ غذائیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ابھی تو بے چاری امتحانوں سے فارغ ہوئی ہے اور تم اسے اس قدر سنانے لگی ہو۔" صفیہ خاموش رہیں۔

"اور سب سے اہم بات یہ کہ تم ہر وقت اس کی شکل کے بارے میں کیا کہتی ہو۔ کیا کمی ہے میری بیٹی میں۔ لاکھوں میں ایک ہے لاکھوں میں۔"

صفیہ واپسی کے لیے مڑ گئیں۔ انہیں گری ہوئی کولڈ ڈرنک پر پوچا لگانا تھا۔

اور یہ سچ تھا حمیرا میں کوئی کمی نہیں تھی مگر یہ کیوں تھا کہ سمیرا میں ہر چیز کی زیادتی تھی۔ حسن کی زیادتی، نزاکت کی زیادتی....

وہ سر سے پیر تک حسن تھی.... اس کے چلنے پھرنے، بولنے چالنے، کھانے پینے ہر شے سے ادا جھلکتی تھی۔

جبکہ حمیرا وہ قطعاً" کوئی موٹی ووٹی نہیں تھی۔ گندمی بے داغ رنگت والی قدرے بھرے جسم کی لڑکی.... اپنی عمر کے حساب سے اس پر یہ جسم سجتا تھا مگر اس کا کیا کریے کہ صفیہ اسے ہمیشہ سمیرا کے تقابل میں دیکھتی تھیں۔ سمیرا کے لیے دل میں رشک و حسد پیدا ہوتا تو حمیرا کے اوپر غصہ اترتا۔

حمیرا فطرتاً" ایک بے نیاز لڑکی تھی۔ مست مگن.... ہنستی مسکراتی۔ جسے اپنی شخصیت پر اعتماد تھا۔ اپنے وجود پر ناز.... وہ خود شناس بھی تھی اور سب سے مزے کی بات یہ تھی کہ اسے خبر تھی۔ صفیہ دراصل سمیرا کے حسن کے آگے حمیرا کو کم دیکھ کر تڑپ اٹھتی ہیں۔

اور یہ صفیہ کی سراسر بے وقوفی تھی۔ سمیرا، حمیرا اپنی اپنی جگہ دو الگ مگر مکمل شخصیت تھیں۔ ان کا تقابل نرا احمقانہ پن تھا مگر یہ بات صفیہ کو کون سمجھاتا۔

"وہ ناراض ہوگئی ہے۔" بڑی امی ان دونوں کے بیچ آکر بیٹھ گئیں۔ "میں نے لاکھ دی تھیں نا تم کو وہ چیزیں۔"

"آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا امی!" معید نے کہا۔ بڑی امی نے سر ہلایا۔ حمیرا، معید کو گھورنے لگی۔

(دوسری اور آخری قسط آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں ایک قاری ہوں

عائشہ تنویر

میں ایک قاری ہوں۔ ڈائجسٹ آنے کا میں ہر مہینے دن گن گن کر انتظار کرتی ہوں اور ڈائجسٹ ملتے ہی اس پر یوں جھپٹتی ہوں جیسے چار روز کا بھوکا کھانے پر ندیدوں کی طرح' جلد سے جلد پورا رسالہ پڑھ لینا میرا نصب العین ہے۔ آخر پڑھنے کے بعد تبصرہ بھی تو کرنا ہے۔

یوں تو تبصرہ میں ہر مہینے کرتی ہوں لیکن ظاہر ہے کہ وہ ہر مہینے چھپتا نہیں۔ ڈائجسٹ ہاتھ میں آتے ہی میں سب سے پہلے خطوط میں اپنا نام تلاش کرتی ہوں جو اگر مل گیا تو کیا کہنے۔ خوشی سے پورے گھر میں بھنگڑے ڈال کر نئے سرے سے ایک بہت ہی شاندار تعریفوں بھرا خط لکھنے کی تیاری۔

اور جب تبصرہ نہ چھپے تو اب میں ایک ناخوش قاری ہوں۔ نقص نکالنا میرا فرض ہے۔ اب بہت برے دل سے ٹائٹل کو دیکھا۔

"ٹائٹل گرل کے ایک کان میں بندا ہے دوسرے میں نہیں ہے۔"

اب ایسے تبصرے پر مدیرہ پوچھنا تو شاید یہ چاہتی ہوں کہ اس کے دوپٹے کے پیچھے آپ کو کان کا بندا نظر آبھی نہیں سکتا۔ لیکن ظاہر ہے وہ قاری نہیں مدیرہ ہیں سو بہت شائستگی سے جواب دیتی ہیں۔

"ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے قارئین ایسی چھوٹی چھوٹی جزئیات کا خیال رکھتے ہیں۔" یا پھر غصہ یوں نکلتا ہے۔

"کیا آپ ہر مہینے ٹائٹل پر دلہن کو بٹھا دیتی ہیں کچھ تو تبدیلی لائیں۔"

اب جلنے کی بو تو صاف آرہی ہے اور مدیرہ کو پتا بھی ہے کہ جب ان محترمہ کی شادی ہوگی تو سب سے زیادہ دلہن کے ٹائٹل کی فرمائش بھی یہ ہی کریں گی ان' آؤٹ کے اندازے کے لیے۔

لیکن پھر بھی وہ بہت تحمل سے کہتی ہیں۔

"ہمیں افسوس ہے آپ کو ٹائٹل پسند نہیں آیا۔ کوشش کریں گے آئندہ آپ کی پسند پر پورا اترے۔" (اتنے ہزاروں' لاکھوں میں سے کس کس کی پسند؟)

اب انٹرویوز پر نظر ڈالی۔ ہماری فیورٹ سیلبریٹی ہو تو کیا کہنے' ورنہ بے زاری کا یہ عالم کہ سلسلہ ہی بند کرنے کا مشورہ دے آتے ہیں۔

اب پکوان کی باری ہے اگر روایتی ڈشز ہوں تو "کیا آپ بریانی' قورمہ' ٹنڈے کی ترکیب دے رہی ہیں یہ تو

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سب کو ہی بنانا آتا ہے' کچھ نیا سکھائیں۔" اگر کانٹی نینٹل ڈشز ہوں تو بھی نقطہ اعتراض یوں اٹھاتے ہیں۔

" ہمارے پاس اوون ہے اور نہ ہی کریم' چیز اور ریگا نو سپار سلے ٹائپ اشیاء خریدنے کے پیسے' سو پلیز، ہم غریبوں کا دل نہ للچائیں اور ایسی سادہ تراکیب دیں جو ہم بنا سکیں۔"

مستقل سلسلوں پر غصہ تو ہم محض خط کے چھپنے نہ چھپنے کے نتیجے میں نکالتے ہیں لیکن کہانیوں کے بخیے ادھیڑنا تو ہم پر ہر مہینے فرض ہے۔

"متاع جاں ہے تو۔" چلی تو ہم نے فرحت کے ترلے کرڈالے۔ "پلیز فرحت! آپی کو واپس لے آئیں نہ ماریں آپی کو پلیز فرحت آپی۔" اور اگر ہمارا مشورہ فرحت مان لیتیں اور عباد عذیر زندہ ہو جاتا تو بھی سب سے پہلا خط ہم نے ہی لکھنا تھا۔ "کیا انڈین ڈرامہ بنادیا آپ نے' پلیز کہانی کے معیار کا خیال رکھیں۔"

سلسلہ وار ناول پر غصہ بھی بہت نکلتا ہے۔ "دو صفحات آجاتے ہیں ہر مہینے' کہانی آگے بڑھتی نہیں کیا مذاق ہے یہ۔ بہتر ہے کہ آپ اسے بند کردیں۔" اب رائٹر کی شان میں بے لاگ تبصرے کرتے ہوئے یاد ہی نہیں رہتا کہ کچھ عرصے پہلے تک یہی رائٹر ہماری فیورٹ تھیں' ان کی ہر کہانی پر تعریف کی بھرمار اور مقصدیت اور جامعیت کی دریافت ہم نے ہی کی تھی۔

اب اگر کسی حساس موضوع پر سنجیدہ سی کہانی پڑھ لیں تو ضرور ٹوکیں گے۔

"پلیز زندگی پہلے ہی بہت مشکل ہے۔ یہ تمام حقائق ہم حقیقت میں بھگتتے ہیں' سو کہانیاں تو ہلکی پھلکی لکھا کریں تاکہ تھوڑی دیر کو ذہن ٹینشن سے آزاد ہو۔" اب اگر کوئی ہلکی پھلکی لائٹ موڈ میں تحریر آگئی تو بھی اعتراض۔

"ایسا کہاں ہوتا ہے۔ کچے ذہن کی لڑکیوں کو بلاوجہ حقیقت سے دور کہانیاں لکھ کر خواب نہ دکھائیں پلیز۔"

اب ایسے تبصرے جو ہر مہینے بدل رہے ہوتے ہیں' نت نئی فرمائشیں کر رہے ہوتے ہیں' ان پر رائٹر اپنے بال نوچیں یا مدیرہ دیوار سے ٹکر ماریں' یہ ہمارا مسئلہ نہیں۔ اتنی شخصی آزادی کے تو ہم قائل ہیں ناں!

ایک غم ہمارا یہ بھی ہے کہ عام سی صورت والی ہیروئن کو بھی اماں' ابا شادی کے لیے اتنی چوائس دے دیتے ہیں اور ہم تو پھر اتنے جاذب نظر' اوپر سے ہیروئن کے لمبے سیدھے بال سے متاثر ہو کر اسٹریٹ نر (Straightner) بھی خرید لیا اور پاؤں کو چھوتا لمبا مغلئی فراک بھی سلوا لیا' خوب تیار شیار ہو کر شادی میں شرکت کی لیکن ہیرو تو دور کی بات ہمارے تو گھر والوں نے بھی نوٹس نہ لیا۔ بھائی نے تو اتنا مذاق اڑایا۔

"اس ڈریس کے لیے چار ہزار لیے تھے۔ موٹی بھینس لگ رہی ہو۔" اف! اب ہمارا غصہ تو بنتا ہے نا! اب آپ یہ ہی دیکھ لیں ہیروئن ہر سال فیل ہوتی ہے لیکن جب انا پر بات آتی ہے تو ایسے دل لگا کر محنت کرتی ہے کہ ماسٹرز میں پوزیشن سے کم پر بات نہیں کرتی۔ اور ہم' ہر سال عزت سے اچھے نمبر لے کر پاس ہو جانے والے یونیورسٹی آتے ہی پہلے سمسٹر میں لڑھک گئے (اصل میں تو ہم ابھی یونیورسٹی کی کینٹین اور ڈھابوں سے ہی تعارف حاصل کرتے پھر رہے تھے۔ لیکن ہماری اماں ان کو تو یہ نہیں بتا سکتے ناں سو انہوں نے ہمارے رزلٹ کی وجہ ڈائجسٹ قرار دے کر ان پر بین لگا دیا۔ خالی پیٹ تین بجے تک ہم اب یونیورسٹی کی لائبریری میں بیٹھ کر ڈائجسٹ پڑھیں گے اور تبصرے لکھیں گے تو وہ ایسے کڑوے کسیلے تو ہوں گے ناں۔

لیکن ایک بات ہے کہ سلام ہے مدیرہ پر' اتنے لوگ اپنے حالات کی تلخی قلم کے ذریعے انہیں منتقل کرتے ہیں پھر بھی اتنی خوش دلی سے جواب دیتی ہیں اور سلام تو ان تمام قارئین کو بھی جو ہمارے جیسے نہیں۔ بہت اچھے اور باذوق تبصرے لکھنے والے' کہانی کی گہرائی میں اترنے والے ہیں' لیکن ایک بات ہم بتادیں چاہے ہم اتنے ادبی اور اعلا قسم کے قاری نہیں بھی ہیں لیکن اپنے ادارے' رسالوں اور لکھاریوں سے محبت آپ سب سے بہت زیادہ کرتے ہیں۔

✡

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

ام ایمان قاضی

دُعائے سحر ہوں

اس دفعہ اوائل اپریل ہی سے آئندہ ہونے والی گرمی کی شدت کا اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ گاڑی آئی تو تھی دونوں کو یونیورسٹی سے پک کرنے پر ہمیشہ کی طرح عین وقت پر شفین کا موڈ پھپھو کی طرف جانے کا بن گیا۔ وہ جائے بھاڑ میں ' اسے چنداں پرواہ نہیں تھی۔ وہ اس سے پہلے آکر گاڑی میں بیٹھ چکی تھی ' جب دس منٹ بعد شفین کی تشریف آوری ہوئی۔

"ڈرائیور! جلدی کرو۔ مجھے پھپھو کی طرف چھوڑ دو۔" اس کی طرف دیکھے اور دھیان دیے بغیر اس نے بیٹھتے ہی حکمیہ انداز میں کہا اور سیٹ بیک سے کمر ٹکا کر آنکھیں موند لیں گویا گاڑی میں سرے سے اور کوئی موجود ہی نہ ہو۔ دعا جو گرمی اور انتظار کی کوفت سے پہلے ہی ناک تک بے زار بیٹھی تھی ' ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔

"کیا مطلب؟ تمہارا پہلے تو ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا اگر تھا بھی تو مجھے بتانا چاہیے تھا تاکہ میں پوائنٹ سے گھر چلی جاتی یا فروا سے کہتی وہ مجھے ڈراپ کر دیتی۔"

"اب بتا دیا ہے ' آپ چلی جاؤ۔" آنکھیں موندے موندے ہی کمال اطمینان سے جواب آیا تھا۔ مقصد دعا کو تپانا ہی تھا جس نے بہت غصے سے اس کی

مکمل ناول

Downloaded From
Paksociety.com

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

طرف دیکھ کر ڈرائیور کو دیکھا جو بیک مرر میں سے یہ سارا تماشا دیکھتے ہوئے انتظار کررہا تھا کہ آیا گاڑی گھر جانے والی سڑک پر ڈالے یا مخالف سمت میں جانے والے پھپھو کے گھر کے رستے پر لے جائے حالانکہ گاڑی میں موجود تینوں نفوس یہ بات جانتے تھے کہ آخری حکم یشفین کا ہی مانا جائے گا کہ وہ دنیا میں منوانے کا حق لے کر ہی پیدا ہوئی تھی اور یہی ہوا۔ دعا اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی بغیر کچھ کہے۔ اس کے گاڑی کا دروازہ ٹھک سے بند کرنے پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ نے یشفین کے لبوں کا احاطہ کرلیا۔

"چلو ڈرائیور! ہم لیٹ ہورہے ہیں۔" سیدھی ہوتے ہوئے اس نے ڈرائیور سے کہا اور گاڑی کے چلتے ہی سڑک کی سائیڈ میں نظر جھکا کر تیزی سے چلتی دعا کو دیکھ کر سکون سا اپنے اندر اترتے محسوس کیا۔

وہ تیزی سے چلتی مین روڈ تک پہنچنے کے لیے دل ہی دل میں یشفین کو ہزاروں صلواتیں سنا رہی تھی جب ایک گاڑی اس کے پاس آکر رکی۔ عذیر ہمدانی کو گاڑی سے اترتے دیکھ اس کی کوفت و بے زاری میں ہزار گنا اضافہ ہوا تھا۔

"آیئے دعائے خیر' آپ کو چھوڑ دوں۔" نہایت سنجیدگی سے کہا گیا۔

"نہیں جی شکریہ! میں چلی جاؤں گی۔" کہتے کہ ساتھ ہی اس نے قدم بھی آگے بڑھا دیے تھے۔ وہ یاسیت سے دیکھتا رہ گیا جب کہ یشفین کی گھٹیا چال کو سمجھتے وہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد گھر پہنچ پائی تھی۔ عموماً وہ دونوں آدھے گھنٹے میں ہی پہنچ جایا کرتی تھیں۔ امی نے اس کا دھوپ سے اور غصے سے لال بھبھوکا چہرہ دیکھا۔

"یشفین نہیں آئی؟" کچن میں جاتے جاتے انہوں نے صوفے پر آڑھی ترچھی پڑی دعائے خیر سے پوچھا تھا۔

"نہیں! اپنی پھپھو کی یاد ستانے لگ گئی اچانک اسے تو یونیورسٹی گیٹ سے ہی گاڑی مڑوالی اس نے۔۔۔" امی تازہ روٹیاں بنانے کے لیے فریج سے آٹا نکال رہی تھیں۔ وہ بھی وہیں آگئی اور کچن میں پڑی چھوٹی ٹیبل کے گرد پڑی دو کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔ چاہتے ہوئے بھی وہ امی کو یہ نہ بتا سکی کہ صبح اس نے یشفین سے کہا تھا کہ وہ ایک بجے ہی گاڑی میں پہنچ جائے امی کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے تو وہ آج کا پریکٹیکل اٹینڈ نہیں کرے گی' لیکن ہمیشہ سے ایک بجے گاڑی میں پہنچ جانے والی یشفین نے جان بوجھ کر آدھا پون گھنٹہ تو لگا ہی دیا تھا باہر آنے میں۔۔۔

"اتنی دیر۔۔۔ میں پریکٹیکل میں ہی شریک ہوجاتی۔۔۔" وہ کلس کر سوچتی رہی اور یشفین کے موبائل پر بیل دیتی رہی جسے دوسری طرف بزی کردیا گیا تھا۔

"آپ رہنے دیں' میں کرلیتی ہوں۔ یہ بتائیں طبیعت کیسی ہے اب آپ کی۔" اس نے زبردستی ہاتھ پکڑ کر ان کو کرسی پر لا بٹھایا۔ وہ کہتی رہ گئیں کہ تم تھکی ہوئی آئی ہو۔ کل سے ہی ان کا بلڈ پریشر بڑھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے کسی بھی ٹینشن کا نہ لینے کا کہہ کر ریسٹ بھی بتایا تھا' مگر اسے یہ بھی پتا تھا کہ وہ کبھی بھی گھر کے کاموں سے ہاتھ نہیں روکتی تھیں۔ اس کا آج ضروری ٹیسٹ نہ ہوتا تو وہ چھٹی کرلیتی پر وہ اس کی پڑھائی کے حوالے سے نرم اور شفیق امی سے ہٹ کر سخت گیر ماں بن جاتی تھیں۔ دونوں ماں بیٹیوں نے مل کر کھانا کھایا۔ بابا تو شام کو ہی آتے تھے۔ چائے پینے کے بعد نماز پڑھ کر امی کو سونے کے لیے چلی گئیں جب کہ اسے باوجود کوشش کے نیند نہیں آئی۔

✻ ✻ ✻

"آہا۔۔۔ آج تو بڑے بڑے لوگوں نے ہمارے غریب خانے کو رونق بخشی ہے۔" سلمان چہک کر بولا ساتھ ہی متلاشی نظروں سے اس کے پیچھے بھی نگاہ کی کہ شاید وہ بھی کہیں نظر آجائے پر مایوسی ہونے پر دل کی بات زبان پر لے ہی آیا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"یونیورسٹی سے آرہی ہو نا شفی! تمہاری وہ آدم بے زار بہن نہیں ہے تمہارے ساتھ۔"

"مت بلایا کرو اسے میری بہن... کتنی بار کہا ہے۔" اس کے سرسری پوچھنے پر بھی وہ بھڑک کر بولی۔ وہ تو شکر ہے پھپھو کے آنے پر شفین ان کی طرف متوجہ ہو گئی تو وہ بات وہیں پر ہی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

غصے سے اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی دماغ کی کوئی شریان ضرور پھٹ جائے گی۔ ان کے ٹکڑوں پر پلنے والی وہ معمولی شکل و صورت کی مالک سائرہ جس نے ہمیشہ اس کی اترن پہنی تھی' اس کا جھوٹا کھایا تھا' وہ زندگی کے سب سے بڑے امتحان میں اس کے مقابل آن ٹھہری تھی۔ آخر کچھ تو اس نے بڑھاوا دیا ہو گا علی احمد کو اپنے رویے سے' اپنی نظروں سے یا الفاظ سے کہ وہ اپنی سگی چچا زاد' بچپن کی منگیتر کو بھول کر اب اس کا نام لے رہا تھا۔ ٹہلنے سے بھی غصہ کم نہ ہوا تو وہ جھٹکے سے دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ اماں برآمدے میں بیٹھی کسی گہری سوچ میں تھیں۔

"کہاں ہے وہ بدذات... میں کہے دے رہی ہوں اماں آپ کو... بس بہت ہو گئی ہمدردی... دیکھ لیا آپ نے محبتیں لٹانے کا انجام اس آوارہ پر' اور اس نے جو انعام دیا ہے اس کا' وہ بھی دیکھ لیا۔" غصے سے بولتے بولتے اس کا سانس پھول گیا۔

"بس کرو بیٹا! اس میں بھلا اس غریب کا کیا قصور۔ اس کے تو فرشتوں کو بھی نہیں پتا۔"

"ارے واہ! کیسے نہیں پتا اس کو... اس کے کسی اشارے کے بغیر ہی علی احمد دیوانہ ہوا جا رہا ہے اس کا... اماں بہت بھولی ہیں آپ... اب آپ کا زمانہ نہیں رہا جب لڑکیاں پردے کی بوبو ہوتی تھیں۔ اتنی بھولی بھالی کہ کسی بات کا پتا ہی نہیں ہوتا تھا... یہ گھنی میسنی لڑکی صرف اوپر اوپر سے ایسے دکھتی ہے ورنہ گنوں کی پوری ہے... آپ کو کیا پتا روز کالج جانے کے بہانے کہاں کہاں کی خاک چھانتی ہے... وہیں راستے میں کہیں پھنسا لیا ہو گا ورنہ علی احمد تو میرے گن گاتے نہ تھکتا تھا۔"

"اچھا تم بیٹھو... میں بات کروں گی سائرہ سے' وہ آجائے۔" اماں نے ہاتھ سے پکڑ کر اسے پاس بٹھانا چاہا۔ اس بات پر وہ الٹا بھڑک اٹھی۔

"بات نہیں کریں گی' نکال دیں گی اس کو اس گھر سے۔"

"ایسے کیسے نکال دوں بچی! میرے مرے بھائی کی نشانی ہے' وہ پھر جوان جہان... علی احمد کی طرف سے ہوا ہے پسندیدگی کا اظہار... سائرہ بے خبر ہے اس سارے معاملے سے اور اب تو علی احمد کہے بھی تو میں تمہاری شادی اس سے ہرگز نہیں کرنے والی... میری بیٹی کوئی اتنی گری پڑی نہیں ہے کہ ایک دفعہ کوئی اس کے لیے ناں کر دے پھر ہزار ناک رگڑے بھی تو میں کبھی نہ دوں رشتہ۔" اماں کی ذہنی رو دوسری جانب مڑ گئی جب کہ سجیلہ شاکڈ بیٹھی اماں کو دیکھے گئی۔ جن

ابن انشاء کی شخصیت اور علمی و ادبی خدمات پر
ڈاکٹر ریاض احمد ریاض کا تحریر کردہ مقالہ
ابن انشاء
احوال و آثار
قیمت: -/1200 روپے
ڈاک خرچ: -/50 روپے
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر:
32735021

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY
READING Section

کے دل پر سائرہ کی محبت کے نقوش اتنے گہرے تھے کہ وہ اس کی جانب دھیان دیے بغیر سارا قصور علی احمد کا گردان رہی تھیں۔

سائرہ نویں جماعت میں تھی جب اماں کے بھائی اور بھاوج ایک ٹریفک حادثے میں جاں بحق ہوگئے۔ اماں کی محبت نے جوش مارا اور وہ ڈری سہمی بھتیجی کو شہر سے اپنے ساتھ گاؤں لے آئیں۔ سجیلہ کی ہی ہم عمر وہ خوب صورت سی لڑکی' کتنے دن اس صدمے سے نہ نکل سکی کہ اس کے اوپر جان چھڑکنے والے ماں باپ اسے چھوڑ کر جاچکے ہیں۔ سجیلہ نے خود آٹھویں کے بعد تعلیم کو خیرباد کہہ دیا تھا جب کہ اس سے بڑا بھائی شہر میں کالج میں زیر تعلیم تھا۔ سجیلہ کے والد کی پانچ سال پہلے ہی وفات ہوچکی تھی' لیکن اچھی خاصی زمین داری تھی سو گھر کو چلانے کے لیے اماں کو کسی مسئلے کا سامنا نہیں تھا۔

سجیلہ کی بات شروع سے ہی اس کے چچازاد علی احمد سے طے تھی۔ یہاں کے رواج کے مطابق بچوں کے رشتے بہت بچپن ہی میں طے کردیے جاتے تھے۔ علی احمد کو پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ اکلوتے بیٹے کی خواہش کو مد نظر رکھتے ہوئے چچا کی فیملی شہر منتقل ہوگئی تھی تاکہ علی احمد کے شوق کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ آڑے نہ آئے۔ ہاں مختلف مواقع جیسے عید بقر عید پر چچی چچا تحائف سے لدے پھندے آتے اور باتوں باتوں میں اپنے اس عہد کی تجدید کرجاتے تھے جو برسوں پہلے علی احمد اور سجیلہ کے رشتے کی صورت میں ہوا تھا۔

علی احمد بہت کم آتا تھا کہ اس کی اپنی تعلیمی مصروفیات ہی بہت تھیں۔ سجیلہ کو اپنے کم گو اور سنجیدہ سے کزن کا ہر انداز ہی پسند تھا۔ رفتہ رفتہ سائرہ اپنے غم کے حصار کو توڑ کر جب باہر نکلی تو اس کی اپنی پھوپھو سے پہلی فرمائش یہی تھی کہ وہ آگے پڑھائی جاری رکھنا چاہتی ہے۔ اماں کو چنداں اعتراض نہ ہوا کہ نزدیکی قصبہ میں اب گاؤں کی بہت سی لڑکیاں تانگوں پر اسکول اور حال ہی میں اپ گریڈ ہونے والے کالج میں جانے لگی تھیں اماں نے تو سجیلہ کو بھی بہت کہا کہ وہ بھی سائرہ کے ساتھ ہی نویں میں داخلہ لے لے' دونوں ساتھ جائیں گی تو انہیں تسلی رہے گی پر سجیلہ جس نے بمشکل پڑھائی سے جان چھڑوائی تھی اب دوبارہ اس جھمیلے میں پڑنے کی نہیں تھی سو اماں نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ زندگی کا سفر جاری رہا۔ سائرہ اب ایف اے کے امتحان دینے والی تھی۔ سجیلہ کے بھائی شاہ نواز کا یونیورسٹی میں آخری سال تھا جب کہ علی احمد کو تعلیم مکمل کرنے کے بعد شہر میں ایک اچھی جاب مل گئی تھی جب چچا چچی' اماں کے پاس رشتہ کی بات کرنے کے لیے آئے تھے۔ سجیلہ کی نہیں بلکہ سائرہ کی۔

✿ ✿ ✿

اس وقت وہ سارا شرارتی ٹولہ ہی پچھلے گراؤنڈ میں موجود تھا۔ حسن اور تقی کولڈ ڈرنکس اور سموسے لینے گئے تھے۔ شفین اور سمیرا کسی کتاب پر جھکی کوئی سوال ڈسکس کررہی تھیں جب کہ عذیر ان کے پاس ہی بیٹھا کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ وہ آج صبح دعا کے ساتھ ہونے والی مڈ بھیڑ کو سوچ رہا تھا جب اچانک اسے لائبریری میں وہ بہت ساری کتابوں میں گھری نظر آئی تھی۔ موقع غنیمت جان کر وہ اس کے پاس جاکر کھنکھارا تھا اور اس سے وہاں بیٹھنے کی اجازت طلب کی تھی پھر اس نے دعا کا چونکنا اور بیٹھنے کی اجازت دینے کے ساتھ ہی جلدی سے کتابوں کو سمیٹنا بھی نوٹ کیا تھا۔

"پلیز مس دعا! بیٹھ جائیے... آپ کا میرے ساتھ ایسا رویہ مجھے بے حد شرمندگی میں مبتلا کردیتا ہے۔ یقین کریں میں کوئی ایسا ویسا لڑکا نہیں ہوں' صرف آپ کے دو منٹ چاہئیں۔ تسلی سے میری بات سن کر بے شک چلی جائیے گا۔" اس کے بے حد شائستگی سے کہنے پر وہ بے ساختہ ہی دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

"فرمائیے..." انداز میں بے حد بیگانگی لیے اس نے پوچھا۔ وہ اپنی عمر اور وقار کے حوالے سے بہت محتاط

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لڑکی تھی۔ اس نے عزیر ہمدانی کے لہجے و انداز میں اپنے لیے بہت کچھ محسوس کیا تھا اور گزشتہ کئی دنوں سے وہ محسوس کر رہی تھی کہ وہ اس سے کوئی بات کرنا چاہ رہا ہے۔ سو آج اس نے اس کی بات سن کر اس قصے کو نپٹانے کی ٹھانی تھی کہ دل چاہتا بھی تو وہ ہرگز بھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتی تھی' اس کے ہر عمل کو اس کی ماں کے تناظر میں دیکھا اور تولا جاتا پھر ان کے ناکردہ گناہوں میں ایک اور جرم کا اضافہ ہو جاتا۔

دعائے خیر نے عزیر ہمدانی کی بات نہایت خاموشی سے کسی بھی تاثر کے بغیر سنی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ چونکہ یہ ان کا آخری تعلیمی سال ہے اور وہ امتحانات کے بعد اپنے پاپا کا بزنس سنبھال لے گا۔ وہ اس کے لیے چونکہ دل میں اچھے جذبات رکھتا ہے اس لیے اس کے گھر باضابطہ طور پر رشتہ لے کر آنا چاہتا ہے۔ اپنی بات مکمل کر کے اب وہ پرشوق نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے گویا کسی خوب صورت سے اقرار کا منتظر تھا۔ دعائے خیر نے ایک نظر اس کو دیکھ کر نظر چرا لی پھر ٹیبل پر رکھی کتابوں کو دیکھتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا کہ اپنی بات کے بعد اس کا تاریک چہرہ دیکھنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔

"میں آپ کے جذبات کی قدر کرتی ہوں عزیر' لیکن دنیا میں ہر چیز ہر انسان کے لیے نہیں ہوتی نہ ہی انسان کی ہر خواہش پوری ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں رشتے صرف اپنی ذات برادری میں ہی کیے جاتے ہیں۔ مزید کچھ کہہ کر مجھے شرمندہ مت کیجیے گا کہ میں یا ہماری فیملی کا کوئی بھی فرد اس سلسلے میں کسی ایسے شخص کے لیے کوئی گنجائش نہیں نکال سکتا جو ہماری برادری سے تعلق نہ رکھتا ہو۔"

اسے بے چینی سے پہلو بدلتے اور کچھ کہنے کی کوشش میں منہ کھولتا دیکھ وہ تیزی سے کہہ کر اٹھی اور اللہ حافظ کہہ کر آگے بڑھ گئی۔ عزیر ہمدانی نے بہت بے بسی سے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

☆ ☆ ☆

بہت دن ہو گئے تھے اس دنیا سے بے زار لڑکی کو دیکھے ہوئے اس عرصہ میں یشفین نے تو گھر کے تین چار چکر لگا ڈالے تھے جب کہ وہ ممانی سے گھبراتی تھی اس لیے ان کے ہاں آنے سے گریز کرتی تھی سو دل پر بہت قابو پانے کی کوشش کو ناکام جانتے ہوئے اس نے گاڑی کا رخ ماموں کے گھر کی طرف کر دیا۔ خاموش اور پروقار سی مامی جی' آج کچھ زیادہ ہی خاموش لگیں اسے تاہم خاصی گرم جوشی سے ملی تھیں' یشفین اور دعائے خیر کے بارے میں سرسری سے استفسار پر اسے دل ہی دل میں یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ یشفین کسی دوست کی برتھ ڈے پارٹی میں گئی ہوئی ہے جب کہ دعائے خیر حسب معمول اپنی پڑھائی میں مصروف تھی اور ماموں جان اپنے بزنس کے جھمیلوں کو پیارے تھے۔

"بیٹھو بیٹا! میں چائے بناتی ہوں۔" مامی جی کی شفقت بھری آواز پر وہ چونکا پھر شاید اس کی دلی مراد بر آئی کہ بے حد سادہ سے حلیے میں وہ وہاں آئی تھی۔

"بیٹھیں امی آپ ان کے ساتھ' میں چائے بنا لیتی ہوں۔" سنجیدگی سے اس کو سلام کرنے کے بعد دوسری نظر ڈالے بغیر وہ اپنی ماں سے مخاطب ہوئی۔

"ارے نہیں دعا' تم بیٹھو' میں لے کے آتی ہوں چائے۔" وہ خاموشی سے آکر سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

سلمان نے بغور اسے دیکھا ملگجے سے حلیے میں سر پر دوپٹا اوڑھے۔ وہ بالکل سامنے' نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔ اس نے خود ہی کھنکھار کر اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔

سلمان اس سے اس کے مضامین' روزمرہ زندگی میں اس کی دلچسپیاں اور اس کی پسند' ناپسند کے حوالے سے چھوٹے چھوٹے سوالات کرتا رہا تھا جس سے اس کی جھجک تو کم نہیں ہوئی تھی پر پہلے والی کوفت اور بے زاری نہیں تھی۔ تاہم امی کے چائے لے کر آنے پر وہ اپنی چائے لے کر مناسب الفاظ میں معذرت کرتی وہاں سے اٹھ گئی تھی کہ اسے جا کر ابھی بہت سا پڑھنا تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

☆ ☆ ☆

انسان جتنی بھی چاہے تدبیریں کرلے لڑے، جھگڑا کرے، انسانوں سے، حالات سے، اپنے آپ سے، تقدیر سے کبھی بھی نہیں لڑ سکتا۔ جو اس کے بخت میں رقم نہیں ہے وہ ساری دنیا بھی مل کر اسے نہیں دلا سکتی۔ یہی بات اگر انسان سمجھ لے تو سارا جھگڑا ہی ختم ہو جائے، یہی بات سجیلہ بھی نہیں سمجھ سکی تھی اور اپنی ضد پر اڑ گئی تھی کہ علی احمد ساری دنیا میں چاہے جس لڑکی سے بھی شادی کرلے، مگر وہ سائرہ ہرگز نہیں ہونی چاہیے پر علی احمد بھی اسی کا کزن تھا۔ اس نے حقیقتاً "ان کے گھر کی دہلیز گھس ڈالی تھا۔

وہ شادی جیسے زندگی کے سب سے بڑے معاملے میں ہرگز کمپرومائز کا حامی نہیں تھا نہ ہی وہ بچپن میں کیے گئے رشتوں پر یقین رکھتا تھا۔ ہر بار جب علی احمد پیغام بھیجتا، سجیلہ سائرہ کے لیے گھر کی زمین تنگ کردیتی تھی جبکہ وہ بے چاری تو خود یہ سارا قصہ سن کر حیران پریشان تھی اس کی سیدھی سادی زندگی میں اس قسم کی الجھنوں کے لیے ہرگز جگہ نہیں تھی۔ البتہ وہ تو سجیلہ کی امی کی جی جان سے ممنون تھی کہ اس نفسا نفسی کے دور میں انہوں نے اس یتیم بچی کو گھر لا کر نہ صرف رکھا تھا بلکہ اس کی تعلیم حاصل کرنے کی خواہش بھی پوری کرنے کی حتی الامکان کوشش کی تھی حالانکہ برادری کے ایک دو لوگوں نے اعتراض بھی کیا تھا۔

"یقین کرو سجیلہ! میں نے تو سوائے ایک دو دفعہ کے تمہارے اس کزن کو دیکھا تک نہیں ہے پھر تم کیوں میرے ساتھ ایسا کر رہی ہو۔"

ہر بار طعنوں اور تحقیر بھرے جملوں کے بعد رو پڑتی تھی۔ پر پتا نہیں کیا جی میں آئی تھی اماں کے کہ جس نے سنا دنگ رہ گیا کہ انہوں نے سائرہ کے لیے علی احمد کو ہاں کردی تھی۔ خود سائرہ اور سجیلہ کے احتجاج کو خاطر میں لائے بغیر۔ صرف یہی نہیں ان ہی دنوں سجیلہ کے لیے بھی ایک معقول رشتہ جو اس کے بھائی شاہ نواز کے توسط سے آیا تھا، کے لیے بھی ہاں بھرلی تھی۔

سجیلہ نے ایک شرط پر اس رشتہ کو قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا کہ سائرہ کا شادی کے بعد اس گھر سے رشتہ ہمیشہ کے لیے ختم کردیا جائے اور خلاف توقع اماں اس کی یہ شرط مان گئی تھیں۔

"کچھ فیصلے انسان سے وقت کرواتا ہے جو کہ حالات کا رخ دیکھ کر انسان کو کرنے پڑتے ہیں چاہے مرضی ہو یا نہ ہو۔ تمہاری علی احمد سے شادی اور اس گھر سے ہمیشہ کی دوری ایسے ہی فیصلے ہیں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ تمہیں ماں باپ کی کمی محسوس نہ ہونے دوں پر اب میں بہت کمزور پڑ گئی ہوں بیٹا! میرا کہنا مان کر مجھے میری نظر میں سرخرو کرو۔" انہوں نے سائرہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کی رخصتی کے وقت کہا تھا اور پھر اس گھر سے یکے بعد دیگرے دو لڑکیاں الگ الگ احساسات کے ہمراہ وداع ہوئی تھیں۔

☆ ☆ ☆

"آپ کچھ بھی کہیں، مجھے آپ کا یہ فیصلہ قطعی پسند نہیں آیا۔ میں مانتی ہوں کہ جائیداد میں آپ دونوں بھائی برابر کے حصہ دار تھے مگر اس بزنس کو پھیلایا تو آپ نے ہے۔ اپنا قیمتی وقت محنت بچوں اور گھر والوں سے دوری برداشت کی تب کہیں جا کر یہ وقت آیا ہے کہ آج ہم سوسائٹی میں اہم مقام رکھتے ہیں تو آپ یہ سب کچھ اٹھا کر ایک ایسے شخص کی نذر کرنا چاہتے ہیں جس کا نہ تو کوئی خاندانی بیک گراونڈ ہے نہ سوشل۔ میرے بیٹے کا حق ہے اس ساری جائیداد پر۔ آپ کو ایسا کچھ کرنا بھی ہے تو چند لاکھ پکڑائیں اس کے ہاتھ میں بس۔" بیگم حسان تیز تیز چلتے ہوئے صوفے پر اخبار پڑھتے ہوئے حسان صاحب کے پاس آ کھڑی ہوئیں مگر ان کو اپنی بات کے جواب میں مسلسل اخبار کی جانب متوجہ دیکھ کر دوبارہ کمرے میں چکر لگانے لگیں۔

"آپ نے اپنی بات مکمل کرلی ہو تو میں کچھ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کہوں۔" جب بیگم حسان بول بول کر اپنی جلن اور بھڑاس نکال چکیں تب انہوں نے بے حد اطمینان سے اخبار لپیٹ کر ٹیبل پر رکھا اور بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔

بیگم حسان تیکھے چتون سے ان کو دیکھتی' سامنے والے صوفے پر آکر بیٹھ گئیں تاہم کچھ کہنے سے گریز کیا کیونکہ اپنے گھر میں پچھلے ہفتے سے چھڑے اس مسئلے کا حتمی اور مرضی کا حل چاہتی تھیں۔

"میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں' آج آخری دفعہ بتا رہا ہوں اس کے بعد میرے پاس کوئی اعتراض سننے کی گنجائش نہیں ہوگی۔" اب کے ان کے لہجے میں ہلکا سا غصہ بھی در آیا۔

مسز حسان بھی تن کے بیٹھ گئیں۔ چہرے کے نقوش کے زاویے مزید بگڑ گئے۔ شوہر کی اٹل اور دو ٹوک فیصلے کرنے والی عادت سے واقف تھیں۔

"بھائی جی نے اپنی مرضی سے کسی غریب خاندان کی مسکین شریف لڑکی سے شادی کی تھی اور ابا جی نے انہیں اپنی تمام منقولہ و غیر منقولہ جائیداد سے عاق کر دیا تھا۔ بھائی جی دل برداشتہ ہو کر شہر ہی چھوڑ گئے۔ ابا جی اپنی ضد میں اور بھائی اپنی انا کی جنگ میں یکے بعد دیگرے زندگی کی بازیاں ہار گئے لیکن ابا جی نے مرنے سے پہلے مجھے وصیت کی تھی کہ جو غلطی انہوں نے کی تھی وہ میں ہرگز نہ دہراؤں بلکہ بھائی جی سے فوری رابطہ کرکے ان کا حق ان تک پہنچاؤں۔ پتا نہیں ہم لوگوں کو اپنی زیادتیوں کا احساس عمر کی نقدی ختم ہوتے وقت ہی کیوں ہوتا ہے۔" وہ آزردہ ہو کر بولے۔ "میں نے اپنے ہر ممکن ذرائع استعمال کرائے تو پتا چلا کہ بھائی جی تو ابا جی سے بھی پہلے تین سال قبل روڈ ایکسیڈنٹ میں جان کی بازی ہار گئے ہیں۔ ان کی بیوی اور اکلوتا بیٹا ملک سے باہر تھے جب میں نے ان لوگوں سے رابطہ کیا تھا۔ شاہ میر تو اس جائیداد کا نام بھی نہیں سننا چاہتا تھا جو اس کے باپ کے کام نہ آسکی تھی۔ وہ تو میں تسلسل بھابھی کو مجبور کرتا رہا اور وہ میرے کہنے پر شاہ میر کو۔

اور اب پچھلے ہفتے ہی بھابھی کی طویل بیماری کے بعد ہونے والی موت کے بعد شاہ میر نے روتے ہوئے مجھے فون کیا کہ اس کی والدہ کی آخری خواہش اور وصیت تھی کہ وہ اپنے رشتہ داروں' اپنے اصل کی طرف لوٹ جائے۔ میں نے اوپر والا پورشن اس کے لیے سیٹ کرا دیا ہے۔ وہ اب یہیں رہے گا۔ جیسے سلمان ہمارا بیٹا ہے ویسے شاہ میر کو بھی اپنا بیٹا سمجھو۔ میرے بھائی نے ایک طویل عرصہ اپنوں سے جدائی کا بن باس کاٹا ہے اب اس کے بیٹے کو دنیا کی ہر آسائش دے کر شاید میں اس غلطی کا کفارہ کرنے کی ہلکی سی کوشش میں ہی کامیاب ہو جاؤں جس میں ابا جی کے ساتھ ساتھ شاید میں بھی برابر کا شریک تھا۔" وہ آبدیدہ ہو گئے۔

بیگم حسان جو تیسری بار یہ جذباتی کہانی الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ سن رہی تھیں بیزار ہو کر پہلو بدل کر رہ گئیں۔

"جہاں تک میں اسے سمجھ پایا ہوں' وہ بہت خوددار اور سیلف میڈ لڑکا ہے اور صرف اپنی ماں کی وصیت کی خاطر یہاں میری پاس آنے پر آمادہ ہوا ہے ورنہ اسے ہم میں یا ہماری جائیداد میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ کا کوئی بھی عمل یا بات اسے ہم سے بدظن کرے تو آج آخری دفعہ تفصیل سے سمجھا دیا ہے۔" ان کی اس بحث کے دوران سلمان نہ جانے کب آکر ان کے درمیان بیٹھ گیا تھا اور غور سے باپ کی ساری باتیں سن رہا اور ماں کی پُرشکن پیشانی دیکھ رہا تھا۔

"میری سمجھ میں تو یہ نہیں آرہا ماما کہ اس سیدھی سیدھی بات میں آپ کے اعتراض کا کیا پہلو نکلتا ہے بلکہ میں تو کسی حد تک ایکسائیٹڈ بھی ہوں کہ میرا کزن' میرا بھائی جس سے ہم ایک عرصہ بعد ملیں گے اور حیران تو بہت ہی زیادہ ہوں کہ آج کل کے اس قدر فاسٹ زمانے میں ایسی اسٹوریز دیکھنے کو ملتی ہیں' پسند کی شادی پر جائیداد سے عاق کرنا اور اگلے بندے کا بھی اتنا شریف ہونا کہ بجائے اپنا حق تن کے کھڑے ہو کر مانگنے کے ملک ہی چھوڑ کے ہی چلا جائے۔ حالانکہ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

امیزنگ؟ اور پاپا! میں تو یہ سوچ کر بھی حیران ہوتا ہوں کہ آپ جیسے اسٹریٹ فارورڈ انسان نے بھی دادا کو کبھی ان کی غلطی کا احساس نہیں دلایا نہ ہی تایا جی سے کوئی رابطہ رکھا؟" وہ آج کے دور کا پڑھا لکھا باشعور انسان اپنی ذہنی سطح کے مطابق سوالات کر رہا تھا جب کہ بیٹے کو بھی باپ کی حمایت میں بولتا دیکھ کر مسز حسان مزید کڑھ کر رہ گئیں۔

"ہونہہ! باپ سیر ہے بے وقوفی میں تو اولاد سوا سیر ہے۔" وہ بڑبڑا کر بولیں۔

"آپ کے دادا جی بہت اصول پسند اور اپنی روایتوں کے حوالے سے بہت سخت جاگیردار تھے سلمان! کسی کی بھی نہ سننے اور نہ ماننے والے۔ میں تب خود اسٹوڈنٹ تھا جب یہ بات ہوئی۔ ایک دو دفعہ ابا جی سے بات کرنے کی کوشش بھی کی تو ان کی اس بات نے ہی چپ کرا دیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ جو بھی بھائی کی حمایت میں بولے گا ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ میں فطری طور پر بزدل تھا یا ابا جی کی جائیداد اور آسائشات سے دوری کی دھمکی ہی ایسی تھی کہ دوبارہ بھائی جی کے حق میں آواز نہ اٹھا سکا۔" پاپا نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔ گویا اپنی غلطی پر پچھتا رہے ہوں۔

"ہاں۔ یہ میری غلطی ہے کہ ابا جی سے چھپ کر سہی ان سے رابطہ تو رکھ سکتا تھا ناں ان کا پتا ڈھونڈنا اتنا مشکل نہ ہوتا میرے لیے اگر جو میں کوشش کرتا تو۔ پریکٹیکل لائف شروع کرنے اور شہر میں بزنس کے جھمیلوں نے پھر فرصت ہی نہیں دی کہ کسی اور طرف دھیان جاسکے۔ تمہارے دادا جی ساری زندگی گاؤں میں ہی رہے۔ سال دو سال بعد میں چکر لگا آیا کرتا تھا۔ پھر گزرتے وقت نے ان کی ضد کی دیوار میں دراڑیں ڈالنا شروع کیں تو وہ بہانے بہانے سے بھائی جی کا ذکر چھیڑ بیٹھتے۔ ایک بار تو وہ رو ہی پڑے تھے یہ کہہ کر کہ میرے بیٹے کو ڈھونڈ لاؤ حسان! میں تھک گیا ہوں اپنی ضد کا بوجھ اٹھاتے اٹھاتے۔ میں باپ تھا اگر غصے میں کچھ کہہ بھی دیا تھا تو وہ تو بیٹا تھا میرا۔ منا لیتا مجھے آ کر

اک بار۔" آخر کار جب ضد اور انا مقابلے پر تن کر کھڑے ہو جائیں تو پھر جدائیاں اور درد ہی مقدر بنتے ہیں۔" ان کا ٹوٹا لہجہ اتنی اذیت لیے ہوا تھا اپنے اندر کہ میں اندر کہیں دل میں بے حد شرمندہ ہوا کہ باپ بیٹے کی اس جنگ میں میں نے کب ایک بھائی کا فرض نبھایا تھا۔"

"دیٹس اوکے پاپا! جو ہو گیا اس پر پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ نے جو بھی فیصلے کرنے ہیں فیوچر کے حوالے سے کریں۔ شاہ میر کو سپورٹ کرنے کے معاملے میں میں ہر قدم پر آپ کے ساتھ کھڑا ہوں۔ یقین کریں آپ کی یہ باتیں سن کر مجھے اپنے ان دیکھے کزن سے بہت محبت محسوس ہو رہی ہے۔" وہ ان کے ہاتھ گرم جوشی سے دبا تا ہوا بولا تو احسان صاحب کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو گیا۔

"تھینک یو۔ تھینک یو مائی سن۔ آئم پراؤڈ آف یو۔" انہوں نے فرط جذبات سے سلمان کو گلے سے لگا لیا۔

☼ ☼ ☼

آج بہت دنوں بعد وہ کھانے کی ٹیبل پر موجود تھے سوائے ملازمہ کے ہوتے ہوئے خود حرکت میں تھیں۔ دعائے خیر نے کہا بھی تھا کہ وہ ان کی مدد کرا دیتی ہے بلکہ کچن میں گئی بھی تھی پر وہ اسے "نہیں تم جا کر بیٹھو۔ میں بس ابھی آتی ہوں۔" کہہ کر کوئی چوتھا چکر کچن کا لگا رہی تھیں حالانکہ ہر چیز موجود تھی پر مجازی خدا کے مزاج کے سب ہی رنگوں سے واقف تھیں سو جب وہ گھر میں ہوتے' وہ بوکھلا سی جاتی تھیں پھر یشفین کی چالبازیاں جو وہ دعائے خیر اور ان کو باپ کی نظر میں گرانے کے لیے کیا کرتی تھی سے خاصی گھبراتی تھیں۔

"فائنل ایگزیمز کب ہیں آپ لوگوں کے؟" سب جب ٹیبل پر بیٹھے کھانے میں مصروف تھے تب انہوں نے یشفین سے سوال کیا تھا۔

"دو ماہ بعد پاپا! کیوں" "آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یشفین نے باپ سے پوچھا جب کہ وہ دونوں ماں بیٹیاں ان کی گفتگو خاموشی سے سن رہی تھیں۔

"یشفین کے لیے تو سجیلہ نے کہہ رکھا ہے پر اس کے لیے ایک دو لوگوں سے میں نے کہہ رکھا ہے۔ ویسے بھی میں مزید اس کو اس گھر میں رکھ کر کسی بھی بدنامی کو اپنے گلے لگانا نہیں چاہتا۔ ابھی پچھلی بات کو دیر ہی کتنی ہوئی ہے۔ محض چھ ماہ اور اب آپ کی بیٹی کا ایک اور طلب گار میرے آفس میں ملنے آگیا تھا۔ کوئی عزیز ہمدانی تھا' ہر شرط پر اس سے شادی کرنے کو تیار تھا۔ میں کہتا ہوں جب دونوں ساتھ کالج' یونیورسٹی جاتی ہیں تو میری بیٹی سے کیوں ایسی کوئی بات منسوب نہیں ہوتی۔ ہر بار یہ ہی کیوں کارنامہ سرانجام دیتی ہے۔" دعائے خیر زرد رنگت لیے بس یک ٹک ان کے چہرے کو تکے جا رہی تھی۔ جو بات تو اپنے مخصوص دھیمے انداز میں کر رہے تھے پر الفاظ اور لہجہ اس کے لیے اس قدر تحقیر لیے ہوئے تھا کہ اس کا دل چاہا وہ یا تو زمین پھٹے اور اس میں سما جائے یا دھواں بن کر ہوا میں تحلیل ہو جائے۔ وہ اس کے لیے ہمیشہ "اس" یا لڑکی کا لفظ ہی استعمال کرتے تھے۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ دعائے خیر بھی تو آپ کی بیٹی ہے وہ کبھی ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی جس سے آپ کی عزت پر حرف آئے۔ اگر وہ لڑکا آپ کے پاس رشتہ لے کر آیا بھی تھا تو یہ پہلو کہاں سے نکلتا ہے اس میں کہ دعائے خیر اس کو جانتی ہو گی یا اس کی مرضی بھی اس میں شامل ہو گی۔" دعائے خیر کا دھواں دھواں چہرہ دیکھ کر ہی امی نے جی کڑا کر کے کہہ ہی دیا۔

"وہ اس کی کلاس میں ہی پڑھتا ہے اور اس کی مرضی سے ہی میرے سر میں دھول ڈالنے آیا تھا۔ آپ کو اپنی پارسا بیٹی کا یقین نہیں آئے گا سو یہ ثبوت بھی دیکھ لیں۔" دفعتاً انہوں نے سامنے ٹیبل پر رکھا اپنا موبائل اٹھایا اس کے چند بٹن پریس کر کے یشفین کی طرف بڑھایا۔

"یہ دو ان کو' دکھاؤ۔" بے حد سنجیدہ انداز میں انہوں نے سیل فون یشفین کو پکڑایا جس نے ایک نظر تصویر پر ڈالی اور معنی خیز انداز میں مسکرا کر امی کو دیا۔ جنہوں نے نا سمجھی سے فون پکڑ لیا اور اس پر نظر ڈالتے ہی ایک پل کو ان کا چہرہ بھی سفید پڑ گیا۔ تصویر میں ایک خوب رو لڑکا اور دعائے خیر ایک ہی ٹیبل پر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ دعائے خیر نظریں جھکائے بیٹھی تھی جب کہ وہ لڑکا ذرا آگے کو جھک کر اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ تصویر اگرچہ بہت دور سے بنائی گئی تھی تاہم اس میں موجود لوگ واضح تھے۔

"یہ آپ کو کہاں سے ملی اور دعائے خیر کسی کلاس فیلو کے ساتھ بیٹھ کر کچھ اسٹڈیز کے حوالے سے بھی ڈسکس کر سکتی ہے اس سے یہ کہاں۔۔۔"

"بس سائرہ بیگم! بس' میں یہاں آپ کی تقریر سننے نہیں بیٹھا۔۔۔ میں نے آپ کی بیٹی کو پہلے بھی سمجھایا تھا کہ یہاں میرے گھر میں رہنا ہے تو شرافت سے رہے پر اچھا صلہ دے رہی ہے یہ میری عنایات کا۔۔۔" اسی لمحے دعائے خیر کی نظر اپنے بالکل سامنے بیٹھی یشفین کے چہرے پر پڑی' جس کے چہرے پر موجود استہزائیہ مسکراہٹ اور تضحیک آمیز نظروں نے اسے ایک لمحے میں ساری بات سمجھا دی تھی۔ وہ اس لڑکی کی مکاری سے کبھی بھی جیت نہیں سکتی تھی۔ سو جھٹکے سے کرسی کو گھسیٹ کر اٹھی اور امی پر برستے پاپا کو ویسے ہی چھوڑ کر اپنے کمرے میں آگئی۔

یونیورسٹی کے سال اول میں جب دعائے خیر نے حسب معمول اپنی ذہانت سے کلاس میں نمایاں حیثیت اختیار کر لی تھی اور امی نے پاپا سے بھی ذکر کیا تھا کہ پروفیسر اس کی ذہانت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ یقیناً "ٹاپرز" میں شامل ہو جائے گی اگر ایسے ہی محنت اور لگن سے کام لیا اس نے تو پاپا کے چہرے کے نقوش کا کرختگی سے نرمی میں بدلنا اور دعائے خیر کو نرمی سے ایک دو دفعہ مخاطب کرنا' یشفین کے دل کو آگ ہی لگا گیا۔ اس نے اگلے دو تین دنوں میں ہی اپنی مہم کا آغاز کر دیا تھا جو دعائے خیر کو پاپا کی نظر سے گرا دینے کے لیے تھی۔

وہ جب دیکھتی پاپا گھر آگئے ہیں تو اپنے سیل سے کسی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نمبر کو میسج کر دیتی اور اس کے بعد لینڈ لائن نمبر وقفے وقفے سے بجتا ہی رہتا۔ کچھ دنوں میں گھر کے سب لوگوں کے ہی نوٹس میں یہ بات آگئی تھی کہ وہ رانگ نمبر ہر کسی کی آواز سن کر فون بند کر دیتا سوائے دعائے خیر کے جس سے اس نے کہا تھا کہ وہ محبت کی اس راہ میں اسے اکیلا کیوں چھوڑ گئی ہے' پلیز لوٹ آئے۔ وہ تو ہکا بکا رہ گئی' پھر اس کو بے نقط سنائی بھی تھیں' مگر مجال ہے جو اس ڈھیٹ شخص پر اثر ہوا ہو۔ امی کے فون اٹھانے پر اس نے یہی کہا تھا کہ پہلے تو دعائے خیر اس سے ملتی رہی ہے۔ گفٹس وغیرہ بھی بٹورتی رہی ہے' مگر اب وہ ناراض ہے تو وہ اسے منانا چاہتا ہے' لیکن اس کا سیل نمبر بھی بند ہے۔ اب لینڈ نمبر پر بات کرنے سے بھی انکاری ہے۔ اس کے اس قدر یقینی انداز پر تو ایک دفعہ امی خود بھی شک میں پڑ گئی تھیں مگر اگلے ہی پل دعائے خیر کے چہرے پر نظر پڑتے ہی ان کو اپنی سوچ پر افسوس ہوا تھا۔

اور آخر کار یشفین کے اتنے دن کی محنت رنگ لے ہی آئی۔ وہ پاپا کے ساتھ بیٹھی تھی جب موقع غنیمت جان کر اس نے ٹیکسٹ کیا اگلے ہی منٹ میں لینڈ لائن نمبر بجنے پر اس نے کال اٹینڈ کی پھر اگلے دس منٹ میں اس نے ہی تین بار کال اٹینڈ کی۔

"پتا نہیں کون ہے اور کس سے بات کرنا چاہ رہا ہے۔ کال پک کرو تو خاموشی۔" وہ جھنجلاتی ہوئی پھر پاپا کے اس آکر بیٹھنے ہی والی تھی کہ اس بار پاپا نے بیل بجنے پر اسے ہاتھ کے اشارے سے روک کر خود فون اٹھالیا۔ یشفین نے بے اختیار ایک آسودہ سی سانس باہر نکالتے ہوئے دل ہی دل میں آگے پیش آنے والی صورت حال کا سوچ کر جیسے مزہ لیا تھا۔ امی کچن میں اور دعائے خیر اپنے کمرے میں تھی۔ دوسری طرف کی بات سنتے ہوئے پاپا کے ماتھے کی شکنیں گہری ہوتی جا رہی تھیں اور چہرے کا رنگ سرخ ہوتا جا رہا تھا۔

"آئندہ یہاں کبھی فون مت کرنا کیونکہ اس نام کی کوئی لڑکی یہاں نہیں رہتی۔" انہوں نے بے حد غصے سے ریسیور ٹھک کر کے کریڈل پر پٹخا اور امی کو آواز دی۔

"کیا ہوا پاپا! کون تھا؟" یشفین کے بے حد بھولپن سے پوچھنے پر انہوں نے کوئی جواب دیے بغیر سامنے سے آتی امی کو دیکھا۔

"ہر گزرتے دن کے ساتھ تمہاری بیٹی مجھے یہ احساس دلا رہی ہے کہ میں نے تمہیں اور تمہاری بیٹی کو عزت اور حفاظت دینے کا جو قدم اٹھایا تھا' وہ بے حد غلط تھا۔ میری زندگی کی سنگین ترین غلطی تھی۔ ابھی میٹرک میں تھی کہ اس کے نام کے لوسیٹرز یہاں آنے لگ گئے تھے۔" اس بات پر بھی ایک کمینی سی مسکراہٹ یشفین کے چہرے پر پھیل گئی۔ "میں اس کی شادی کر دینا چاہتا تھا تب تم ہاتھ پیر پڑنے لگیں کہ آئندہ ایسا کچھ نہیں ہوگا اسے پڑھنے دیا جائے۔ اس کی پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر۔۔۔ مگر اب یہ جو رانگ کالز کا تانتا بندھا ہے گھر میں جس نے سب کا سکون اڑایا ہوا ہے۔ اس کے سرے بھی اسی سے جا کر مل رہے ہیں۔ بے غیرتی کی حد دیکھو کہ گھر کا نمبر تک دے دیا ہے کسی لڑکے کو' میں پوچھتا ہوں میرا گھر ہے یا کلب کھول رکھا ہے میں نے۔۔۔"

"وہ تو کوئی رانگ۔۔۔" ابھی بات امی کی زبان سے پوری نکلنے نہیں پائی تھی کہ وہ ایک بار پھر دھاڑے۔

"تمہاری بیٹی کا عاشق خود کہہ رہا ہے کہ اسے یہ نمبر تمہاری بیٹی نے دیا ہے۔ آج کل کوئی ناراضی ہے ان کے بیچ۔ بس رہنے دو یہ پڑھائی کے ڈرامے اس سے کہو بلائے اسی لڑکے کو میں اگلے ہفتے ہی اسے رخصت کرنا چاہتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ بے حد غصے میں وہاں سے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد یشفین بھی ایک جتاتی نگاہ ان پر ڈال کر وہاں سے اٹھ گئی تھی۔ پریشان حال امی نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

"امی! آپ آج تک اس مکار لڑکی کی سازشوں کو نہیں سمجھ پائیں جنہیں یہاں پہلا قدم دھرتے ہی میں نے اس کی آنکھوں میں پنپتے دیکھ لیا تھا۔ وہ آج تک ہماری اس گھر میں آمد کو قبول ہی نہیں کرپائی' لیکن آپ فکر نہ کریں۔ تعلیم مکمل کر کے میں اپنے پاؤں پر

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کھڑی ہو جاؤں تو... میں خود ہی یہاں سے کسی ہاسٹل میں شفٹ ہو جاؤں گی۔ جتنی تکلیف وہ سازشی لڑکی مجھے یہاں دیکھ کر محسوس کرتی ہے اس سے کہیں زیادہ تکلیف کا احساس مجھے گھیرے رکھتا ہے کہ میں کیوں ہوں اس جگہ پر... مجھے یہاں نہیں ہونا چاہیے اور اگر سوچا جائے تو شاہ نواز صاحب بھی حق بجانب ہیں۔

ان کو تو وہی نظر آتا ہے جو ان کو دکھایا جاتا ہے پھر ایسے فیصلے تو صادر کرنے ہی ہیں انہوں نے... آپ بس مجھے دو سال کی مہلت لے دیں ان سے۔ یقین کریں میری زندگی میں شادی اور مردوں جیسی باتوں کی کوئی گنجائش اس وقت تک نہیں ہے جب تک معاشرے میں میری اپنی ایک مستحکم حیثیت نہ ہو۔"

اس نے یشفین کی شخصیت کا اور فطرت کا ٹھیک ٹھیک تجزیہ کر کے امی کو بتا دیا تھا۔ وہ الجھی ہوئی نظروں سے اسے بس دیکھ کر رہ گئی تھیں پھر انہوں نے دعائے خیر کے ناکردہ گناہوں کی معافی اپنے مجازی خدا سے مانگ کر ان کو منا ہی لیا تھا کہ دعائے خیر کو اس کی تعلیم مکمل کرنے دی جائے' وہ غصہ بھی ہوئے تھے' ان کو سنائی بھی تھیں پر بیٹی کے مستقبل کا معاملہ تھا سو مہر بہ لب سب کچھ سن کر کسی کڑوے گھونٹ کی مانند اپنے اندر اتار لیا تھا۔

اور اب جب امتحانات میں صرف دو ماہ کا عرصہ باقی تھا' کوئی عذیر ہمدانی نامی دعائے خیر کا کلاس فیلو اس کا طلب گار بن کر' بقول ان کے اسی کی شہ پر پاپا کے آفس آپہنچا تھا اور گھر میں ایک بار پھر وہی الفاظ و حالات دہرائے گئے تھے۔

✡ ✡ ✡

علی احمد کی ہمراہی اور خوب صورت رفاقت نے اس کے اس احساس ندامت کو ختم کر دیا تھا کہ اس نے سجیلہ کے حق پر اپنا تسلط جمایا ہے۔ وہ جان گئی تھی کہ نصیبوں کے کھیل میں انسان ایک بے بس پنچھی کی مانند ہے جو لاکھ کوشش کر لے اپنے مقدر کے لکھے کو مٹا نہیں سکتا تھا۔ علی احمد کا ساتھ اس کی قسمت میں لکھا تھا سو مل کے رہا اور پھر سجیلہ بھی سنا تھا اپنے گھر میں خوش تھی... پھپھو نے اس پر اپنے گھر میں کبھی نہ قدم رکھنے کی جو پابندی لگائی تھی وہ اس پر پوری طرح عمل پیرا تھیں پر برادری خاندان ایک تھا سو کسی نہ کسی موقع پر وہ ان کو دیکھ ہی لیتی جو نم آنکھوں سے اسے دیکھ کر نظریں پھیر لیتی تھیں۔

اس کی خوشیوں کے دن بے حد مختصر ٹھہرے تھے جو ایک رات علی احمد شہر سے گاؤں واپسی پر ایک ایکسیڈنٹ میں جاں بحق ہو گیا۔ دعائے خیر ابھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ابھی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے تھے۔ ابھی تو انہوں نے اپنے بچے کے حوالے سے بہت کچھ سوچنا اور بہت کچھ کرنا تھا پر انسان اپنے آنے والے کل سے بے خبر ہے۔ غم کی اسی جان لیوا کیفیت میں اس نے بے حد کمزور سی بچی کو جنم دیا تھا۔ اس دن اسے ایسے لگا تھا جیسے علی احمد آج ہی مرا ہو۔ وہ معصوم بچی اس بات سے بے خبر کہ پیدا ہوتے ہی وہ باپ کی شفقت سے محروم ہے' چھوٹے چھوٹے ہاتھ پاؤں ہلا ہلا کر رو رہی تھی۔

پھر بیٹے کے غم کو سینے میں چھپائے' جیسے ہی اس کی عدت پوری ہوئی تھی ایک دن اس کی ساس نے بھی زمانے کے غموں سے دامن چھڑا کر زندگی سے منہ موڑ لیا تھا۔ ایک بار پھر بھری دنیا میں اپنی بدقسمتی اور معصوم بچی کے ہمراہ اکیلی رہ جانے والی بھتیجی کی ڈھال پھپھو ہی بن کر آئی تھیں اور بیٹی کی ناراضی کو بھلا کر اسے سینے سے لگا لیا تھا' مگر سائرہ پر بدقسمتی کے ابھی بہت سے وار باقی تھے' پھپھو کے بیٹے شاہ نواز نے جس کی رشتہ کی تلاش پھپھو اور سجیلہ شوق سے کر رہی تھیں اس نے ایک بار پھر سائرہ کو کٹہرے میں لا کھڑا کیا جب اپنی ہمراہی کے لیے سائرہ کا نام لیا۔

"اماں! ویسے تو آپ اپنی یتیم بھتیجی کے غم میں پہروں کڑھتی نظر آتی ہیں' مگر یہ خیال کبھی نہیں آیا کہ اسے بہو بنا کر اس کے غم سے بھی آزاد ہو جائیں گی اور نیکی بھی کما لیں گی...."

"خبردار' جو کوئی ایسی بات منہ سے بھی نکالی ہو...

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

"ارے سجیلہ بے چاری کہتی رہ گئی کہ اس لڑکی کے چھن ایسے ہی ہیں منتوں میں معصوم بن کر مردوں کو رجھا لیتی ہے کم بخت۔۔۔ پہلے تو میں کبھی نہیں مانی تھی پر آج مان گئی ہوں۔ کیسے میرا فرماں بردار جی حضوری کرنے والا بیٹا اس کے لیے میرے منہ کو آگیا۔۔۔ مجھ غریب کو کیا پتا تھا کہ یتیم یسیرہ بھتیجی کو نہیں فساد کی جڑ کو اٹھا کر گھر لا رہی ہوں جس نے پہلے میری بیٹی کے حق پر ڈاکا ڈالا تھا اور اب میرے بیٹے کے پیچھے پڑ گئی ہے۔"

وہ لاکھ سمجھاتا رہ گیا کہ اس بے چاری کے تو فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہے وہ تو خود ہی اس کے ذہن میں آگیا کہ وہ خوب صورت' شریف اور پڑھی لکھی لڑکی اپنی شریک سفر کے طور پر چاہتا ہے تو یہی خصوصیات سائرہ میں بھی تو موجود ہیں تو مضائقہ کیا ہے۔ اس سارے قضیے سے بے خبر سائرہ گزرے وقتوں کی بازگشت میں کھوئی ہوئی تھی۔

"پتا ہے سائرہ! میرا دل کرتا ہے کہ ہمارے ہاں پہلے بیٹی پیدا ہو۔ میری کوئی بہن نہیں تھی تو میری ہمیشہ سے ہی ایک بہن کی خواہش رہی ہے۔ وہ تو پوری ہوئی نہیں مگر اب مجھے یقین ہے اللہ تعالیٰ مجھے بیٹی ہی دے گا۔ میں اس کا نام دعائے خیر رکھوں گا۔"

"لیکن مجھے بیٹے کی آرزو ہے۔ جس طرح آپ بہن کو ترسے ہیں اس طرح میں نے ہمیشہ بھائی کی کمی محسوس کی ہے۔" اس کی اپنی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"اوہ۔ یہ تو پھر مسئلہ ہوگیا۔۔۔ ایسا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور ٹوئنز کی درخواست پیش کرتے ہیں۔" اس کے شرارت بھرے لہجے پر کچھ کھلکھلا اٹھیں تھیں جن کا عکس اس وقت اس کے چہرے پر پھیلا ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

بہت دیر ہوگئی تھی انہیں شاہ میر پر نظر ٹکائے ہوئے' وہ بنا بنایا بھائی جی تھا۔ ویسا ہی رنگ و روپ' ویسی رنگت' ویسا ہی بولنے کا انداز' لیکن وہ بھائی جی سے زیادہ سنجیدہ اور کم گو تھا۔ اس کے آنے پر انہوں کتنی ہی دیر اسے سینے سے لگائے رکھا۔ احساس زیاں نے اندر دور کہیں سر اٹھایا تھا کہ کیا ہوتا جو وہ یہ قدم بھائی جی کی زندگی میں اٹھا لیتے پر ہر کام کا قدرت نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ کسی انسان کی کیا مجال جو اس سے آگے یا پیچھے کچھ کر سکے۔

انہوں نے مسز حسان کو بھی اپنے رویے کے حوالے سے خصوصی تاکید کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ خوش نہیں تھیں تو ناخوش بھی نہیں تھیں۔ حسان صاحب نے شاہ میر کو مستقل اپنے ساتھ رکھنے پر پیار بھرا اصرار کیا تو وہ چپ رہ گیا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے اپنے آفس کی تین برانچ کا کام شاہ میر کو سونپ کر فیلڈ ورک سلمان کے حوالے کیا تھا۔ ان کی اتنی عنایتوں پر مسز حسان دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ گئی تھیں۔

☼ ☼ ☼

آخری پیپر دے کر آتے ہوئے اسے عزیر ہمدانی نظر آیا تھا۔ پاپا کے تحقیر بھرے جملوں کی بازگشت اس کے آس پاس بکھر گئی تھی۔

"لعنت کرو اس لڑکی کی طرفداری۔۔۔ کوئی لڑکا کبھی بھی ایسی جرات اس وقت تک نہیں کرتا جب تک لڑکی کی طرف سے اس کی حوصلہ افزائی نہ کی گئی ہو۔۔۔ تمہاری بیٹی کی شہ پر ہی وہ مجھ سے ملنے آن پہنچا۔"

ذلت کا گہرا احساس ہوا تھا کہ وہ نپے تلے قدم اٹھاتی اس تک آگئی۔۔۔ اور آواز دے کر اسے روکا وہ جو گاڑی کا لاک کھول رہا تھا ایک خوش گوار حیرت کے تحت اس کی طرف پلٹا۔

"ارے زہے نصیب! آج تو میرے مقدر جاگ گئے کہ مس دعائے خیر نے مجھے خود سے آواز دی ہے' پکارا ہے مجھے۔۔۔ دل چاہ رہا ہے زمانے بھر کو اپنی خوشی میں شریک کرلوں۔۔۔" ایک تو اسے بہت دن بعد دیکھنے کی خوشی' پھر خود اس کا پکارنا۔۔۔ اس کا انگ انگ سرشار ہوا تھا تو وہ چہک کر بولا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"کیا ملا آپ کو مجھے یوں ذلیل کرکے۔۔۔ میں سمجھی تھی آپ ایک اچھے انسان ہوں گے۔ اس لیے منع کردیا تھا کہ آپ کی پسندیدگی ایک طرف، کبھی بھی اس مقصد کے لیے میری دہلیز پر مت آیئے گا۔ ناکام لوٹیں گے اور آپ۔۔۔؟" اس کی آواز بھرا گئی۔ "آپ نے کیا کیا۔۔۔ میرے باپ کے دفتر پہنچ گئے اپنی محبتوں کی داستان سنانے۔۔۔ ایک لڑکی کے لیے اس کی عزت کے سوا کچھ بھی قیمتی نہیں ہوتا، مگر آپ یہ سب جانتے اور سمجھتے ہوتے تو۔۔۔ ایسا کبھی نہ کرتے۔۔۔ آپ کے ایک غلط قدم نے میری زندگی کو کتنا مشکل کردیا ہے، آپ کیا جانیں؟" آنسو اس کے چہرے پر بہتے چلے گئے۔ عذیر ہمدانی تو جیسے ساکت ہی رہ گیا۔

"آپ۔۔۔ آپ روئیں مت دعائے خیر۔۔۔ آپ یقین کریں میرا مقصد غلط نہیں تھا۔۔۔ میں تو بس آپ کی ہمراہی چاہتا ہوں باعزت طریقے سے۔ آپ کے انکار کے بعد شفین کے بے حد اصرار پر مجھے اسے اپنی پسندیدگی کے بارے میں بتانا پڑا پھر اس کے فورس کرنے پر ہی میں آپ کے فادر سے ملنے گیا تھا اس نے کہا تھا۔۔۔"

"اس نے جو کہا تھا وہ آپ نے کر ڈالا اور میں نے جو کہا تھا، وہ آپ بھول گئے۔" شفین ہی تھی اس کے پیچھے بھی۔۔۔ یہ سن کر اس نے بے دردی سے اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔

"آپ نے جو کیا تھا وہ میری روح نکالنے کے مترادف تھا دعائے خیر۔۔۔ آپ سے دوری روح کا نکلنا ہی تو ہے نا جسم سے اس لیے دانستہ بھولنا پڑا مجھے۔۔۔ شفین نے جو کہا اس میں امید تھی، آرزو تھی، میرے اس خواب کی تعبیر تھی جو آپ تک جاتا تھا اس لیے وہ سب کیا، لیکن نہیں جانتا تھا کہ آپ کو تکلیف ہوگی۔" وہ یاسیت سے کہتے اس کے قریب آیا۔

دعائے خیر کی آنکھیں ایک بار پھر جھلملا گئیں۔

"آپ بہت اچھے ہیں عذیر ہمدانی، لیکن میری قسمت ہرگز اتنی اچھی نہیں ہے کہ آپ کی ہمراہی کے خواب دیکھ سکے۔ کوشش کروں تو شاید ایسا ممکن ہو بھی جائے، مگر اتنی بات یاد رکھیں کہ ایسی صورت میں میری ماں کی مشکل زندگی ایک عنوان کے تحت زیر بحث آجائے گی کہ بیٹی یونیورسٹی جاکر اپنا بر خود ڈھونڈ کر لائی تھی جو کہ میں ہرگز نہیں چاہتی۔ چلتی ہوں۔" پتا نہیں کیوں اسے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ بہت کچھ بتا کر فائل کو سینے سے لگائے اس سے دور ہوتی چلی گئی اور وہ چاہ کر بھی اسے نہیں روک سکا۔ یہ سوچ کر ہی اس کے دل کو کسی نے مسل ڈالا کہ وہ اسے شاید اب کبھی نہ دیکھ سکے۔

☆ ☆ ☆

علی احمد کی ٹھکرائے جانے کی ذلت کی ایک پھانس آج تک سینے میں گڑی تھی۔ غم تو یہ تھا کہ پسند بھی کیا تو کسے۔ اس کے اوپر ترجیح بھی دی تو اس سے ہر درجہ میں کم سائرہ کو۔ جس نے ہمیشہ اس کی اترن پہنی تھی۔ پھر جب اماں نے بھائی کی ضد کا بتایا کہ وہ بھی سائرہ سے اب بیوہ ہوکر ایک بچی کے ساتھ اماں کے گھر پر تھی نکاح کرنا چاہتا ہے سن کر زخمی شیرنی بن گئی تھی۔

"اور پلائیں سانپ کو دودھ تاکہ ایسے ہی وہ آپ کے بچوں کی خوشیوں کو گن گن کر نگلتی رہے۔" وہ چیخ رہی تھی اور دروازے کی اوٹ میں کھڑی سائرہ، جس پر ابھی ابھی اس بات کا انکشاف ہوا تھا۔ ہول کر رہ گئی۔ اس نے آناً "فاناً" ایک فیصلہ کیا۔ اپنے آبائی گھر جانے کا۔۔۔ اپنے ابا اور ماں کے آنگن کو آباد کرنے کا۔۔۔

ابا کا مکان ان کی ایک بیوہ پھپھو کے پاس تھا، جو اپنے بیٹے بہو اور پوتے پوتیوں کے ساتھ رہائش پذیر تھیں۔ علی احمد کی وفات پر وہ بھی اپنی بہو کے ساتھ آئی تھیں اور کتنی دیر اسے سینے سے لگا کر روتی رہی تھیں۔ انہوں نے کہا۔ تھا کہ وہ گھر اس کی امانت ہے وہ جب چاہے وہاں آکر رہ سکتی ہے اور اس کے بارے میں کوئی بھی فیصلہ کرنے کا حق رکھتی ہے، مثلاً "بیچنے وغیرہ کا تو صرف انہیں کچھ دن پہلے بتادے تب اسے کسی بات کا ہوش ہی کہاں تھا۔ اگلے دن وہ سامان باندھ کر تیار ہوگئی تھی۔

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

"میں نے کبھی بھی آپ کی خوشیوں کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننا چاہا پھپھو! خدا گواہ ہے کہ میں احسان فراموش نہیں ہوں.... مجھے بس ابا کے گھر تک بھجوا دیجیے اور دعا کیجیے گا کہ مجھ کمزور' بے بس پر اس سے بڑی اور آزمائش نہ آئے... میں اب ساری زندگی علی احمد کی یادوں کے سہارے جینا چاہتی ہوں۔" روتے ہوئے جس پل اس نے کہا' سجیلہ تو ہونہہ کہہ کر اندر چلی گئی تھی جب کہ پھپھو کا ایک بار پھر دل پگھل گیا۔ وہ اسے ساتھ لگا کر رو پڑیں۔

"صبر کر بچی اللہ بہتری کرنے والا ہے۔" انہوں نے دلاسا تو دیا تھا پر اسے روک نہ پائی تھیں اور شاہ نواز کے گھر لوٹنے سے پہلے پہلے گاؤں کی ایک عورت بلوا کر اسے کرایہ دیا تھا کہ سائرہ کو متعلقہ جگہ پر پہنچا کر واپس آئے۔ پھر سائرہ کے جانے کے ہفتہ بعد ہی انہوں نے ہتھیلی پر سرسوں جما کر بیٹے کو بیاہا تھا اور بہو لے آئی تھیں۔

بہت چھوٹی تھی جب اس کا ناتا اس گھر سے ٹوٹ گیا تھا۔ اس کے باوجود اس گھر سے اسے اماں ابا کی خوشبو آتی تھی۔ ملکیت کا گہرا احساس تھا جو اسے طمانیت دے گیا تھا پھر بوا اور ان کے گھر والے بھی بے حد سادہ اور مخلص لوگ تھے۔ انہوں نے اس احساس کو اپنے انداز اور رویے سے مزید تقویت دی تھی۔ اس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا تھا۔ محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھانی شروع کر دی تھی۔ اس حقیقت کو قبول کرنے کے بعد کہ اب اللہ کے بعد اس کا اور اس کی بچی کا کوئی سہارا دنیا میں نہیں بچا ہے۔ اسی نے دنیا کے سرد و گرم کا مقابلہ کر کے اپنی اور بچی کی زندگی کی بقا کی جنگ لڑنی ہے' زندگی کو گزارنا شروع کیا تھا۔

بوا نے اگرچہ ایک دور شتے بھی بتائے تھے پر وہ اپنے حال پر راضی تھی پھر دعائے خیر کو ویسی محبت کون دے سکتا تھا جتنی اس کا سگا باپ دیتا۔ اصل مسئلہ تو تب پیدا ہوا جب بوا کے بیٹے کی نظر ایک بھائی کی نظر سے مرد کی نظر میں بدل گئی۔ عورت عمر کے کسی بھی حصے میں ہو' رشتے کے کسی بھی تار سے جڑی ہو خود پر پڑی نظر کا مفہوم فوراً سمجھ جاتی ہے۔ بوا کے بیٹے کی نظر کا بدلنا دونوں ہی عورتوں نے محسوس کیا تھا۔ اس مرد کی بیوی' اپنے مرد کی نظریں بدل جانے پر بپھر گئی اور وہ خود ایک دم بوکھلا ہی گئی تھی۔

مرد جب نیت بدلتا ہے۔ تو بہانے بھی گھڑ لیتا ہے۔ اس مرد نے واویلا شروع کر دیا تھا کہ چونکہ اس کی تین بیٹیاں ہیں تو اسے بیٹے کے لیے دوسری شادی کی سخت ضرورت ہے اور وہ دوسری عورت سائرہ ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ یہ اس کے بوا کے ہاں آجانے کے چار سال بعد کی بات تھی۔ وہ خود پریشان ہو گئی کہ اچھا بھلا بھائی نواز کیوں اس کی پرسکون زندگی کو تہہ و بالا کرنے پر تلا ہے۔ اس کی اپنی پھپھو' سجیلہ کی امی' جو اب بیٹے کو بیاہ کر اپنی دانست میں سائرہ کی پہنچ سے دور کر چکی تھیں اب پھر سے اس کی خبر گیری کو کبھی کبھار آنے لگی تھیں۔

شاید وجہ یہ بھی تھی کہ جلدی میں سجیلہ اور انہوں نے خود جو بہو ڈھونڈی تھی وہ شروع سے ہی تنک چڑھی اور بد زبان قسم کی عورت تھی۔ ایک بیٹی نے جنم لیا تھا اس کے ہاں جو اب ڈھائی سال کی تھی۔ بہو کے برے سلوک نے پھپھو کو بیوہ بھتیجی کی یاد دلائی تو وہ ہفتے میں ایک چکر لگا ہی لیتی تھیں۔ بوا اور ان کی بہو کا بدلا رویہ پھپھو بھی دیکھتی تھیں پر مجبور تھیں کہ بھتیجی کو اپنے گھر بھی نہیں لے جا سکتی تھیں۔

بوا کے پرسکون گھر کا ماحول بری طرح سے بگاڑ کا شکار ہو چکا تھا۔ بھائی نواز کی آتے جاتے یہی رٹ تھی کہ وہ اس سے نکاح کر لے اور اس دن جب بوا اور ان کی بہو کسی فوتگی میں اور بچیاں اسکول گئی تھیں۔ دعائے خیر سو رہی تھی جب بھائی نواز اسے اکیلا پا کر اس کے کمرے میں چلا آیا۔

"تو پھر کیا سوچا ہے تم نے؟" نگاہ کے ساتھ لہجہ بھی بدل گیا تھا۔ تین سال اس سے نظر جھکا کے "آپ جناب کر کے بات کرنے والا' آج آنکھوں میں عجیب سی چمک لیے اسے تم کر کے مخاطب تھا۔

"میں اپنا جواب آپ کی والدہ کو دے چکی ہوں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READ Section

آپ جس سے چاہے شادی کریں، لیکن مجھے معاف کریں ... میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔" مرد سے مضبوطی سے بات کرنا اسے حالات نے سکھایا تھا۔

"میں نے تمہاری رائے نہیں پوچھی، صرف جتانے آیا ہوں۔ جمعے کو تیار رہنا۔ نکاح ہے ہمارا اور زیادہ چوں چرا کی تو یاد رکھنا کہ تمہارا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے اور کوئی اونچ نیچ ہو جائے تو مرد کو کوئی کچھ نہیں کہتا، عورت ہی بدنام ہوتی ہے۔ تمہارے بھلے کے لیے نکاح کا کہہ رہا ہوں ورنہ ایک بات یاد رکھنا۔ بے سہارا عورت کو حاصل کرنا مرد کے لیے کوئی مشکل بات نہیں ہوتی۔" عجیب انداز میں اسے دھمکا کر وہ باہر چلا گیا تھا۔

پھر بدھ کو ہی پھپھو کی بہو کی اچانک موت کی خبر نے سب کو ہولا دیا تھا۔ وہ دوسری بار امید سے تھی اور بچہ پیدا کرنے سے پہلے ہی کسی پیچیدگی کا شکار ہو کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی۔ وہ سب افتاں و خیزاں وہاں پہنچے تھے جہاں ایک جوان موت پر صف ماتم بچھی تھی۔ بشفین جو دعائے خیر سے صرف آٹھ نو ماہ ہی چھوٹی تھی سب کو روتے دیکھ کر بے حد ہراساں نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

✲ ✲ ✲

وہ سب مسز حسان کی اس درخواست پر حیران ہی تو رہ گئے تھے۔ آج حسان صاحب اپنے خاندان کے ہمراہ سلمان کی شادی کی تاریخ لینے آئے تھے جب ایک انوکھی بات کر کے انہوں نے اپنے گھر والوں سمیت ان سب کو بھی حیرت میں مبتلا کر دیا تھا۔

"کیا ہوا؟ میری بات بری لگی ہے کیا آپ کو؟" ان کی مسلسل خاموشی پر وہ بولے تو پاپا بوکھلا سے گئے۔

"نہیں نہیں حسان! کیسی بات کرتے ہو۔ جب ایک بیٹی دے کر تم پر اعتماد کیا ہے تو دوسری کے لیے کیوں نہ کریں گے ہم۔ کیوں سائرہ؟" گم صم بیٹھی سائرہ کی طرف مڑ کر وہ خوش گوار انداز میں بولے تو وہ جیسے کسی خواب سے چونکی تھیں۔

حسان صاحب کا سنجیدہ مزاج اور روشن پیشانی والا شاہ میر جو بے حد ادب سے ان سب سے ملا تھا۔ اس کا دعائے خیر کے لیے رشتہ انہیں اپنی ساری عمر کی دعائے خیر کے لیے کی جانے والی دعاؤں کا ثمر ہی تو لگ رہا تھا جب کہ مسز حسان کے چہرے کے نقوش ایک دم بگڑ گئے تھے۔ وہ حسان صاحب کی اسی عادت سے چڑتی تھیں جو وہ حتمی اور دو ٹوک فیصلے اچانک کر لیا کرتے تھے۔ ان کو اعتماد میں لیے بغیر اب بھی دل میں تلملا کر صرف اپنے بھائی کے چمکتے چہرے کو دیکھ کر چپ ہو گئی تھیں ورنہ سائرہ کی بیٹی کو وہ دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی تھیں کجا کہ بہو بنا کر لے جانا۔ شاہ میر کی بیوی بھی تو ان کی بہو ہی ہوتی۔ حسان صاحب نے ہاں کا عندیہ پاتے ہی دعائے خیر کو بلا کر سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کی ہتھیلی پر پانچ ہزار کا نوٹ رکھ کر بات پکی کر دی تھی اور دونوں بچوں کی ایک ساتھ شادی پر پر زور اصرار بھی کیا تھا۔

✲ ✲ ✲

بہو کے مرنے کے بعد پھپھو نے ایک بار پھر اسے کمزور لہجے میں رک جانے کو کہا تھا مگر وہ چلی آئی تھی واپس اپنے گھر۔ بھائی نواز کی بیوی ایک دفعہ پھر امید سے تھی اور بوا نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ ہو سکتا ہے اللہ اس بار اپنا کرم کر دے اور بیٹا ہو جائے سو وہ شادی کا خیال چھوڑ دے۔ یوں بظاہر تو بھائی نواز چپ ہو گیا تھا پر اس کی نظریں چپ نہیں رہتی تھیں۔ بولتی تھیں اور ایسا کلام کرتیں جو سائرہ جیسی شریف عورت کو ناگوار گزرتا۔

پھپھو نے اس دوران ایک دفعہ چکر لگایا تھا۔ وہ بشفین کے لیے بے حد پریشان تھیں۔ وہ ایک ضدی اور چڑچڑی بچی تھی۔ سہاب اسے شہر میں بھی نہیں رکھ سکتا تھا اور پھپھو کے لیے بھی وہ مسئلہ بنی ہوئی تھی۔ نتیجتاً "سجیلہ کچھ دنوں کے لیے اسے اپنے پاس شہر لے گئی تھی کہ شاید اس کے بیٹے کے ساتھ بہل جائے۔ سائرہ چپ بیٹھی بس سنتی رہی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پھر ان ہی دنوں میں ہی پر جوش سی پھپھو نے جلدی سے ایک اور چکر لگایا تھا اس بار وہ اپنی رضا سے اپنے بیٹے کے لیے سائرہ کا رشتہ لے کر آئی تھیں۔

"دیکھو بیٹا! اللہ گواہ ہے کہ میں نے ہمیشہ تمہارا بھلا ہی چاہا ہے' ابھی بھی میں صرف اپنے بیٹے کا نہیں سوچ رہی۔ تمہاری سونی زندگی کا دکھ بھی پہروں رلاتا ہے مجھے۔ کیا عمر ہے بھلا تمہاری' تمہاری عمر کی کئی لڑکیاں ابھی کنواری بیٹھی ہیں اور تم بیوگی کی چادر اوڑھے بیٹھی ہو۔" وہ آبدیدہ ہو گئیں۔ "یشفین کو اپنالو گی تو اس یتیم کا بھلا ہو گا پھر تمہاری بچی کو بھی باپ کا پیار اور تحفظ مل جائے گا۔ آج ایک نواز کی نظریں بدلی ہیں۔ کل کوئی دوسرا آن کھڑا ہو گا۔ پہاڑ سی زندگی کیسے گزرے گی۔ اچھی طرح سوچ لو۔"

پھپھو بہت دیر بیٹھی اسے سمجھاتی رہی تھیں اور وہ جو ساری زندگی علی احمد کی یادوں کو سینے سے لگائے تنہا ہی زندگی گزارنے کا عہد کیے بیٹھی تھی' اس عہد میں دراڑیں پڑنے لگیں۔

بھائی نواز کے فیصلے کے بعد بوا کا رویہ بھی روکھا ہو گیا تھا۔ وہ تو گھر اس کا اپنا تھا ورنہ وہ اسے نکال باہر کرنے کو دیر نہ لگاتیں' پھر کچھ پھپھو کی باتیں' دعائے خیر کا مستقبل۔ اس کی عزت کا تحفظ بہت سی باتیں تھیں جس کا سوچ کر اس نے تیسری بار میں پھپھو کو ہاں کا عندیہ دے ہی دیا تھا' پھر جس گھر نے اسے پہلی بار بیٹی بنا کر پناہ دی تھی' آج ایک بہو کے طور پر اس کے لیے بانہیں وا کیے کھڑا تھا۔

✡ ✡ ✡

"ساری زندگی جس لڑکی سے آپ نفرت کرتی رہیں اور مجھے بھی یہی سبق دیا۔ آج اسے کس طرح بہو بنانے پر راضی ہو گئیں آپ پھپھو؟ اسے تو میں پاپا کے گھر میں کس مشکل سے برداشت کرتی تھی' میں جانتی ہوں۔ اب پوری زندگی کے لیے مسلط کر دیا آپ نے اس لڑکی کو میرے اوپر۔ انکل چھوٹی سے چھوٹی بات آپ سے پوچھ کر کرتے ہیں تو میں یہ مان ہی نہیں سکتی کہ آپ کو پتا بھی نہیں تھا اور انکل نے شاہ میر کے لیے اس کا رشتہ بھی مانگ لیا۔ آخر کچھ تو بات ہوئی ہو گی آپ لوگوں کی اس حوالے سے۔ جس لڑکی کو میں نے گھر میں اپنے برابر ڈائننگ ٹیبل پر نہیں بیٹھنے دیا جس کے ساتھ کلاس میں مجھے نہ بیٹھنا پڑے' یہ سوچ کر میں نے اپنی پسند کے مضامین چھوڑ دیے کیونکہ وہ اس نے سلیکٹ کیے تھے پھر اب ایک گھر میں کیسے آپ نے اسے میرے مقابل لا کھڑا کیا۔" وہ شعلہ جوالہ بنی پھپھو سے سوال پہ سوال کیے جا رہی تھی ان کو کچھ بھی کہنے کا موقع دیے بغیر سلمان سے شادی کی ساری خوشی غارت ہو گئی تھی' اس وقت جب اس نے انکل کو پاپا کے ہاں کا عندیہ پاتے ہی دعائے خیر کو بلا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور ہاتھ پر پانچ ہزار رکھتے دیکھا تھا۔ پھپھو البتہ ہر تکلف سے بے نیاز ماتھے پر تیوریاں چڑھائے بیٹھی رہی تھیں۔ کچھ دیر قبل کے خوش گوار موڈ کو بھلائے اور اب پندرہ منٹ سے یشفین کے کمرے میں بیٹھی وہ یہی تاویلیں دے رہی تھیں کہ حسان صاحب نے اچانک ہی یہ بات چھیڑ دی تھی۔ انہیں کسی قسم کا علم نہیں تھا نہ ہی اندازہ تھا کہ وہ ایسی کوئی بات کر دیں گے۔

"اور... اور مجھے تو اس شاہ میر کا اس لڑکی کو ایسی پرشوق نظروں سے دیکھنا آگ لگائے دے رہا ہے۔ ضرور اس نے کوئی چکر چلایا ہو گا اس کے ساتھ ورنہ امریکا پلٹ کوئی بھی لڑکا اتنا فرماں بردار کبھی بھی نہیں ہو سکتا کہ بغیر دیکھے' بغیر ملے صرف اپنے انکل کی بات مان کر شادی جیسی زندگی بھر کی کمٹمنٹ پر راضی ہو جائے۔" وہ غصے سے کھولتی پھپھو کے پاس آن ٹکی۔

"ارے نہیں! ایسا کچھ نہیں ہے۔ شاہ میر پیا بچہ ہے اور تمہارے انکل کو اپنے باپ کی جگہ پر مانتا ہے پھر وہ تو آفس اور بزنس کے جھمیلوں میں ہی الجھا ہے جب سے آیا ہے' تمہارے انکل کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ اس نے تو اس لڑکی کو آج ہی دیکھا ہے۔ بس یہ عورتیں ہیں ہی ایسی منٹوں میں اپنی معصومیت اور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

حسن سے مردوں کو اسیر کرنے والی۔" وہ نخوت سے بولیں۔ "چھوڑو بس بھی کرو۔ دفع کرو۔ ہم کیوں اپنی خوشی ان کے ذکر میں غارت کریں۔ وہ اگر میرے گھر آبھی رہی ہے تو اس کا کون سا تم سے یا مجھ سے کوئی واسطہ یا تعلق ہوگا۔ تمہارے انکل نے اس کا پورشن اوپر سیٹ کرا دیا ہے وہ نیچے بھی بہت کم آتا ہے تمہارے انکل ہی اوپر جاتے ہیں جب اس سے ملنا ہو۔ تم اس بات کی تو ٹینشن ہی مت لو۔" وہ الٹی سیدھی تاویلیں دے کر اس کا خراب موڈ ٹھیک کرنے کی سعی میں تھیں حالانکہ خود دل ہی دل میں ——— کڑھ رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

"خدا گواہ ہے امی۔ بچپن سے اب تک میں نے کبھی یشفین کو اپنا حریف نہیں سمجھا بلکہ ہمارے اس گھر میں آنے سے اس کی پھپھو نے ہی اس کے ذہن میں عدم تحفظ کا یہ بیج بویا تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے بدگمانی کا پانی ملتا گیا اور نفرت کی زرخیزی نے آج اسے تناور درخت بنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری اس گھر میں آمد کو نہ تو وہ قبول کرپائی نہ ہمیں اپنا پائی۔ میں نے کبھی بھی نہیں چاہا کہ میں اس گھر جاؤں جہاں یشفین کا سایہ بھی ہو۔ بلکہ میرے دور دور کے منصوبوں میں شادی تو شامل ہی نہیں ہے۔ مجھے کیریئر بنانا ہے۔ بہت دور تک جانا ہے اور اب یہ سب کچھ اتنا جلدی۔" وہ جیسے ہی امی اسے دستیاب ہوئیں، الجھتی ہوئی بولتی چلی گئی۔

سائرہ بھی اس کی پریشانی سمجھتی تھیں سو پیار سے اسے گلے سے لگایا اس کی پیشانی چومی اور اسے اپنے سامنے بٹھالیا۔

"تم میری پیاری بچی ہو دعائے خیر۔ تمہارے اچھے نصیب کے لیے میں زندگی کے سفر میں — برہنہ پا چلی ہوں۔ بیٹیاں اپنے گھروں کی وقت پر ہو جائیں تو اس سے بڑھ کر ماں باپ کے لیے خوشی کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ تمہارے لیے میں نے راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگی ہیں۔ میں جانتی ہوں یشفین کو، اس کی پھپھو کو لیکن میرے پیش نظر تمہارا اچھا مستقبل تھا۔ تب ہی میں نے دوسری شادی جیسا کڑوا گھونٹ پیا تھا۔ یشفین کے لیے بھی اچھی ماں بننے کی پوری کوشش کی۔ پر کچھ کام انسان کے چاہتے ہوئے بھی ویسے نہیں ہوپاتے جیسے وہ چاہتا ہے۔

تمہارے پاپا کا یہ بھی بہت بڑا احسان ہے ہم پر کہ ہمیں چھت دی۔ تحفظ دیا۔ نام دیا۔ میں نے بہت چاہا کہ ایسا نہ ہو مگر وہ کئی دفعہ بدگمانی کی لپیٹ میں آ گئے۔ میں اگر ان کے طے کیے ہوئے رشتے سے انکار کرتی تو بدگمانی کی یہ لہر پھر کر اپنے ساتھ بہت کچھ بہا کرلے جاتی۔ اب تمہاری ماں ان پر ثابت کردے گی کہ وہ جیسا سمجھ رہے تھے ہم ایسی نہیں ہو۔ پھر شاہ میر بہت ہی اچھا بچہ ہے۔ اس کے رشتہ کے انکار کے لیے تم یشفین کے وہاں ہونے یا نہ ہونے کو مت دیکھو۔ تم نے ——— اپنے گھر میں اور شوہر کے دل میں جگہ بنانی ہے اپنے عمل سے اپنے کردار سے۔"

برائی جتنی بھی جلدی پنپتی ہو مسلسل اچھائی کے سامنے کبھی نہیں ٹھہرپاتی۔ یہاں یشفین کو باپ کی طرف سے عدم تحفظ کا احساس تھا وہاں ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ جس سے اسے تمہاری طرف سے خطرہ ہو۔ ہو سکتا ہے تمہارے خدشات بے بنیاد ہوں۔"

"و لیکن امی" آپ یہ بات بھول رہی ہیں کہ فطرت کبھی نہیں بدلتی۔ کینہ اس کی فطرت میں ہے۔" اس کی آنکھیں یکبارگی بھر آئی تھیں۔

سائرہ دھیرے سے مسکرائیں۔ "تمہیں پتا ہے دعائے خیر! تمہاری پھپھو مجھ سے خار کھاتی ہیں وہ یشفین کو ہمیشہ بھڑکاتی رہیں۔ بھائی کے کان بھرتی رہیں پر میرے سامنے وہ کبھی نہیں بولیں۔ کبھی کوئی تلخی یا مخالفت ظاہر ہی نہیں کی، جانتی ہو کیوں؟ میں جو محبت اور عزت انہیں دیتی ہوں اس کی وجہ سے۔ وہ مجھ سے ڈر نہیں جاتیں بلکہ اس عزت اور محبت کی شرم میں چپ رہ جاتی ہیں پھر حکیم لقمان بھی تو یہی کہتے ہیں کہ لاعلاج سے لاعلاج مرض 'کا علاج بھی محبت اور عزت

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ہے کسی نے پوچھا پھر بھی افاقہ نہ ہو تو؟ انہوں نے مسکرا کر جواب دیا۔ دوا کی مقدار بڑھا دو۔
میری ماں نہیں تھی مجھے ہر گر وقت نے سکھایا تھا۔ اور میں اپنا یہ سنہری گر تمہارے پلو سے باندھتی ہوں۔" وہ نم لہجے میں بولیں تو دعائے خیر کو اپنی صابر سی ماں پر بے حد پیار آیا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ بیاہ کر آگئی تھی اسے پا کر وہ خوش نہیں تو مطمئن ضرور تھا۔ اب سائرہ چاہتی تھی کہ یشفین کو اس کی پھپھو کے گھر سے واپس لے آیا جائے کیونکہ وہ جانتی تھی کہ کچی مٹی سے نقوش اپنی مرضی سے ڈھالے جاسکتے ہیں مگر سجیلہ بہانہ بنا دیتی کہ وہ شہر میں بہترین اسکول میں پڑھ رہی ہے' دیہات میں بھلا ایسے اسکول کہاں' جب کہ سائرہ نے دعائے خیر کو گاؤں کے اسکول میں ہی داخل کرا دیا تھا۔ سجیلہ نہیں چاہتی تھی کہ سائرہ اس کی بھابھی بنے۔ اس کی اپنی ماں سے جھڑپ بھی ہوئی تھی مگر اس بار اس کی ماں نے بیٹی کی بات نہیں مانی تھی اور بھتیجی کو بیاہ کر لے آئی تھیں۔ سجیلہ کو لگا کہ سائرہ نے اسے پھر ہرا دیا ہے حالانکہ یہ اس کی اپنی سوچ تھی اور اسی سوچ نے اس کے دماغ میں ایسے زہر بھرا کہ وہ یہ زہر یشفین کے ننھے دماغ میں بھی منتقل کرنے لگی۔
پھر جب اماں کی وفات کے بعد شاہ نواز' سائرہ کو لے کر شہر شفٹ ہو گیا کہ اب تو اماں بھی نہ رہی تھیں جس کی وجہ سے گاؤں میں رکنا پڑتا یا آمدورفت کا سلسلہ جاری رکھنا پڑتا۔ پھر اس کی جاب بھی شہر میں تھی۔ تو اب سجیلہ کے پاس یشفین کو روکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ مگر وہ اس کے ننھے دماغ میں سوتیلی ماں' سوتیلی بہن' جو اس کے پاپا پر قبضہ کرنے آئی تھی کی نفرت راسخ کر ہی چکی تھی۔ تسلسل اس گھر میں آتے رہتے اور یشفین کے وہاں جانے پر نفرت کی پختگی کا یہ عمل مزید پختہ اور دراز ہوتا چلا گیا۔ یشفین نے پہلے دن سے ہی سائرہ اور دعائے خیر سے بیر رکھا۔ وہ غصہ ہوتی' ان پر چیختی چلاتی تو شاہ نواز' سائرہ پر ناراض ہوتے کہ وہ تو اس کی بیٹی کو ہر سہولت دیے ہوئے ہیں تو وہ کیوں ان کی چھوٹی سی بچی کو اپنی محبت سے رام نہیں کر پا رہی۔ سائرہ مارے بے بسی کے رو پڑتی۔
سجیلہ نے یشفین کے کچے ذہن کو ہی خراب نہیں کیا۔ بھائی کی ازدواجی زندگی میں بھی ہر ممکن زہر گھولنے کی کوشش کی تھی۔ جب موقع ملتا بھائی کو باتوں باتوں میں باور کراتی کہ علی احمد سے سائرہ کی شادی ایک زوردار افیر کا نتیجہ تھی۔ شاہ نواز تھا تو مرد ہی' کئی کئی دن اس کا موڈ اس بات پر خراب رہتا۔ پھر عمر اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یشفین نے چیخنا' چلانا اور چیزیں توڑنا پھینکنا تو ختم کر دیا مگر سائرہ اور دعائے خیر کو زچ کرنے کے' باپ کی نظر میں نیچا دکھانے کے نئے نئے طریقے سیکھ لیے۔
اب تو وہ ان دونوں کی نفرت میں اتنی آگے جا چکی تھی کہ سجیلہ کو کچھ کہنے کا موقع ہی نہ ملتا' وہ خود ہی منفی ہتھکنڈوں میں ماہر ہو چکی تھی۔ جن کی وجہ سے سائرہ کو پوری زندگی ہی مختلف مشکلات کا سامنا رہا تھا جن میں سرفہرست دعائے خیر سے یشفین کے باپ کی بے زاری تھی۔ دعائے خیر سے حسد تو بجا تھا وہ سائرہ کو بھی باپ کی بیوی کے طور پر بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوئی تھی۔ باپ کا التفات' ان کی بیوی سے عام لہجے میں بات چیت' اس کے اندر آگ لگا دیتی تھی۔ ایسے میں وہ خود کو نقصان پہنچا کر بھی باپ کی توجہ مکمل طور پر اپنی طرف کروا کر آسودہ ہو جاتی تھی۔ حسد اور نفرت کا یہ سلسلہ جو سجیلہ نے اپنے انتقام کے لیے شروع کیا تھا' یشفین کے ذریعے جاری و ساری تھا۔ ایسے میں دعائے خیر اگر پریشان تھی تو ٹھیک پریشان تھی۔
"میرے کپڑوں یا جیولری سے ملتی جلتی کوئی چیز اس لڑکی کے لیے خریدی گئی تو میں ہر چیز کو آگ لگا دوں گی۔" اس نے سلگتے ہوئے کہا تھا۔
"ارے تم فکر ہی نہ کرو یشفین! وہ لڑکی کسی بھی طرح تمہارے ہم پلہ نہیں ہے۔ تمہارے انکل نے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READ Section

ہر چیز کا مختار مجھے ہی بنایا ہے۔ کیسی خریداری کرنی ہے' کہاں سے کرنی ہے ان باتوں کا مردوں کو بھلا کیا پتا۔ مجھے پتا ہے میری شہزادی کی چوائس کیا ہے اور تم اپنی مرضی سے شاپنگ کرو بیٹا۔ اس لڑکی کی کیا مجال جو تمہارا مقابلہ کرے۔ بے فکر رہو اس بات سے۔" انہوں نے اسے پچکارا تو اس کا موڈ بحال ہوا۔

☆ ☆ ☆

"شاہ میر بات کر رہا ہوں۔" اس کی گمبھیر آواز سے ہتھیلیوں تک میں پسینہ اتر آیا تھا۔ "لڑکیوں میں" آدم بے زار قسم کا بندہ مشہور رہا ہوں۔ کچھ میری طبیعت ہی ایسی تھی' کچھ ماں باپ کی تربیت سمجھ لیں کہ مغرب میں رہ کر بھی میں ہمیشہ مشرقی ویلیوز کا حامی رہا ہوں یہی وجہ ہے کہ جہاں انکل نے کہا' ان کی پسند پر سر جھکا دیا میں نے۔ مگر آپ کو دیکھنے کے بعد کہہ سکتا ہوں کہ میری بھی پسند بن گئی ہیں آپ۔ باقی رہی محبت تو میرا ایمان ہے کہ ہر جائز رشتہ میں خصوصاً" میاں بیوی کے رشتہ میں محبت کی گنجائش ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ اس کو کیسے پھیلانا ہے یہ فریقین پر ڈیپنڈ کرتا ہے کیونکہ خالصتاً" اللہ کی رضا سے جوڑا گیا رشتہ ہوتا ہے تو محبت کے سلسلے بھی وہی ڈالتا ہے۔ آپ سن رہی ہیں میری بات۔" اس نے اپنی بات روک کر پوچھا تو دعائے خیر نے مختصراً" جی کہا اور خاموشی سے بتسلسل بولتے اس بندے کو سننے لگی جس کے بارے میں وہ یہ سن چکی تھی کہ وہ کم گو بندہ ہے۔

"دعائے خیر! آپ کا نام بہت پیارا ہے بالکل آپ کی شخصیت سے میل کھاتا ہوا۔ اجلا' نرم اور دھیما۔" وہ ہلکے سے ہنسا تو دعائے خیر بھی مسکرا دی۔

"میں رشتوں کو ترسا ہوا ہوں دعائے خیر۔ رشتے اور محبتیں بہت کم ملیں مجھے اور وہ بھی بہت جلد اللہ نے واپس لے لیں۔" دعائے خیر کو لگا اس کا لہجہ کچھ نم ہوا تھا۔

"سو میں محبتوں کی کمی آپ سے پوری کرنا چاہوں گا۔ میری صرف آپ سے یہی ڈیمانڈ ہے۔ باقی میں' مجھ سمیت میرا سب کچھ آپ کا ہے۔ کچھ بولیں گی نہیں۔" کچھ لمحوں کے توقف کے بعد وہ بولا۔

"شاہ میر۔" اس کے منہ سے اپنا نام پکارا جانا اسے بے حد اچھا لگا تھا۔ "بہت سے حالات مختلف ہوتے ہوئے بھی ہم دونوں ہی بہت سے معاملوں میں ایک جیسے ہیں۔ میں کوشش کروں گی آپ کی ہر خواہش پوری کر سکوں اور آپ کو مجھے اپنی زندگی میں شریک کرنے کے بعد کسی کمی' کسی محبت کی کمی کا احساس نہ ہو۔" دھیمے لہجے میں اس نے آہستہ سے اس تک اپنا اقرار پہنچایا اور فون بند کر دیا۔

دونوں ہی اس وقت ایک سرشاری کی کیفیت میں تھے۔ مگر شام سے پہلے ہی دعائے خیر کی وہ کیفیت اس وقت ختم ہوئی جب اس نے پھپھو کی طرف سے آیا بری کا سامان دیکھا۔ انتہائی ریشمی بھڑکیلے کپڑوں کے ساتھ سستے اور ہلکے زیورات۔ امی بھی بے حد چپ تھیں۔ کچھ دیر ان چیزوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس نے امی کو دیکھا تو ایک بے ساختہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں کو چھو گئی۔ کسی کی محبت کا بخشا گیا اعتماد ان مادی چیزوں پر حاوی ہو گیا۔

"چند دن قبل مجھے پڑھایا گیا سبق آپ اتنی جلدی بھول گئیں' جو اتنی افسردہ بیٹھی ہیں۔ آپ صرف میرے نصیب کے اچھا ہونے کی دعا کریں امی بس مجھے ان مادی چیزوں یا سستا یا مہنگا ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" نرمی سے کہتی وہ ان کے پاس آن بیٹھی۔

پھر آنے والے دنوں میں جو جو کام اور چیزیں مردوں کے ذمہ تھیں ان میں دونوں کے حوالے سے ہی برابری کی گئی۔ جیسے ایک شادی ہال میں شادی کا ارینج منٹ تھا۔ ایک ہی پارلر میں ان دونوں دلہنوں کی بکنگ تھی۔ پر شادی کے دن یشفین دعائے خیر کی سج دھج دیکھ کر ہی حیران رہ گئی۔ نیک اعمال کی روشنی ہی چہروں پر اجالا بن کر چمکتی ہے شاید اسی لیے دعائے خیر کو دیکھ کر نگاہ نہیں ہٹتی تھی' جب کہ یشفین دعائے خیر سے زیادہ خوب صورت تھی۔

☆ ☆ ☆

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یشفین کے اندر کا حسد ہی اسے خوش ہونے نہیں دے رہا تھا۔ حسان صاحب نے دونوں جوڑیوں کے ورلڈ ٹور کے ریٹرن ٹکٹ گفٹ کیے تھے مگر شاہ میر نے شائستگی سے منع کرتے ہوئے انہیں روک دیا تھا کہ وہ مغربی ماحول کا پروردہ ہے سو وہ اس خوب صورت موقع پر اپنے پاکستان کو دیکھنا چاہتا ہے۔ انکل حسان مسکرا کر چپ ہو رہے تھے اور اگلے ہی روز شاہ میر اور دعائے خیر شمالی علاقہ جات کی طرف جب کہ سلمان اور یشفین ورلڈ ٹور پر نکل گئے تھے۔

دعائے خیر اور شاہ میر دونوں ہی محبتوں سے محروم افراد تھے جنہوں نے مل کر ایک دوسرے کو اپنی محبت دی اور ذات کا اعتماد کیا بخشا کہ دنیا جنت ہی بن گئی تھی دونوں کے لیے۔ بیس دن بعد وہ خوشیوں سے چمکتے چہرے لیے لوٹ آئے تھے۔ انکل حسان بے حد خوش ہو کر ملے تھے جب کہ پھپھو سپاٹ چہرے لیے بس کھوجتی نظروں سے ان کا پوسٹ مارٹم ہی کرتی رہی تھیں۔

دعائے خیر کو بھی پاپا نے جہیز میں وہی سب کچھ دیا تھا جو یشفین کو مگر یشفین نے کلر اپنی پسند کا لیا تھا۔ پاپا کو نہیں کہہ سکی تھی کہ دعائے خیر کو وہ سب کچھ مت دیں۔ یا ویسا مت دیں جیسا اس کو دے رہے ہیں بھلا کیا توجیہہ پیش کرتی وہ پاپا کو سو دل کی جلن کو چھپائے چپ رہی تھی۔

دعائے خیر نے اوپر کے پورشن کو اپنی مرضی سے سیٹ کیا تھا۔ کل تو سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے وہ دونوں کھانا کھا کر سو گئے تھے۔ آج حسبِ معمول نماز کے وقت اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ نماز پڑھنے کی عادت سائرہ نے اسے شروع ہی سے ڈالی تھی سو نماز و تلاوت قرآن پاک سے فارغ ہونے کے بعد وہ ایک مالکانہ احساس کے تحت یہاں وہاں چل پھر کر دیکھنے لگی ایسا احساس جو شاید اس کی شعوری زندگی میں پہلی بار اسے ہوا تھا۔ اس کی ماں کا گھر پاپا کا تھا۔ یشفین کا تھا۔ گھر میں ہر سہولت اور ضرورت کی ہر چیز ہونے کے باوجود وہ یوں ڈر ڈر کر ہر چیز استعمال کرتی جیسے چوری کر رہی ہو۔ پھر یشفین کا رویہ بھی اس قسم کا ہوتا۔ ڈائننگ ٹیبل پر جس کرسی پر وہ بیٹھی ہوتی' یشفین اسے اٹھا دیتی۔

"ایسا کرو تم کسی اور چیئر پر بیٹھ جاؤ۔ مجھے بیٹھنا ہے یہاں۔" وہ خاموشی سے جگہ چھوڑ دیتی۔ مقصد دعائے خیر کو زچ کرنا ہوتا۔ سائرہ دُعائے خیر کی پسند کی کوئی چیز بناتیں تو اس پر اسے اعتراض ہوتا۔

"اپنی اولاد ہے آپ کی' اس لیے اس کی پسند کی ڈشز بنا بنا کر سامنے رکھتی ہیں۔ مجھ سے تو کبھی نہیں پوچھا کہ میں بھی کچھ کھانا چاہتی ہوں۔" وہ طنزیہ کہتی تو سائرہ بے چاری گھبرا جاتیں۔

"بیٹا! آپ کی بھی تو ماں ہوں میں۔ ماں سے بھلا کیسی شرم؟ آپ کو بھی جو کچھ چاہیے ہو بتا دیا کریں۔" وہ نرمی سے کہتیں تو وہ ہونہہ کر کے رہ جاتی۔ دعائے خیر کے لیے کھانا کھانا مشکل ہو جاتا ایسے حالات میں۔

یہ اس کا اپنا گھر تھا۔ بلا شرکت غیرے۔ وہ ایک بار پھر اپنے کمرے میں آ گئی' بے خبر سوئے شاہ کے پاس آ کر نرمی سے اس کے ماتھے پر پڑے بالوں کو سلجھایا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مختصر سی رفاقت میں ہی وہ اس کی اچھائیوں اور محبتوں کی معترف ہو گئی تھی۔

"شاہ میر! اٹھ جائیں۔ میں ناشتا بناتی ہوں۔" اس کا بازو ہلاتی وہ کمرے سے باہر آ گئی۔ جانتی تھی کہ وہ اسی کی طرح سحر خیز تھا۔ ابھی اٹھ جائے گا۔ جب تک وہ فریش ہو کر آیا' دعائے خیر ناشتا لگا چکی تھی۔ کچھ لمحے وہ یونہی ہاتھ باندھ کر اسے دیکھتا رہا۔

"کیا ہوا؟" وہ الجھی۔ "ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

"کچھ نہیں' ایک عرصہ بعد وہ ماحول دیکھا جو میری ماں کی زندگی میں تھا۔" اس کی آنکھوں میں لحہ بھر کو نمی چمکی پھر وہ چیئر پر آ کر بیٹھ گیا۔ اور بازو سے پکڑ کر اسے بھی سامنے والی کرسی پر بٹھا دیا۔

"پتا ہے دعا! میری ماما کہتی تھیں کہ نوکر چاکر ہوتے ہوئے بھی جو عورت دل لگا کر اپنے گھر کا کام کرتی ہے تو اس سے پتا چلتا ہے کہ اسے گھر سے کتنا لگاؤ ہے اور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس کا اپنے ہاتھ سے اپنے خاوند یا بچوں کے کام کرنا اس کی بے تحاشا محبت کا ثبوت ہوتے ہیں۔ آج اچانک کی ان کی بات یاد آگئی تھی۔ لو' ناشتا شروع کرو۔" نرمی سے کہتا ہوا وہ اپنی پلیٹ پر جھک گیا۔

پھر اس روٹین میں ہی ایک ہفتہ بعد بشفین اور سلمان بھی لوٹ آئے تھے۔ وہ شاہ میر کو لنچ بنا کر دے دیتی تھی کیونکہ پھر اس کی واپسی شام کو ہی ہوتی تھی۔ ملازمین میں سے صرف ایک صفائی والی ماسی کو اس نے کہا تھا کہ وہ آیا کرے بس' باقی دو کل وقتی ملازم جو انکل حسان کی طرف سے تھے' کو دعائے خیر نے نرمی سے منع کر دیا تھا۔ دوبارہ وہ ڈرائیور کے ساتھ اور ایک بار شاہ میر کے ساتھ امی کے پاس جا چکی تھی۔ ماسی کے جانے کے بعد وہ ایک آدھا گھنٹہ آرام کرنے کے بعد ظہر کی نماز پڑھتی پھر اپنے لیے کچھ ہلکا پھلکا بنا کر کھانے کے بعد بڑے شوق سے شاہ میر کے لیے کھانا بنانا شروع کر دیتی تھی۔

اس کی پرسکون زندگی میں اس وقت تھوڑی ہلچل مچی جب ایک دن صبح صبح وہ دونوں ناشتے میں مصروف تھے کہ غیر متوقع طور پر انکل حسان اوپر آگئے۔

"واہ بھئی! یہاں تو بڑی خوشبوئیں اڑ رہی ہیں۔ صبح جوان ہے گویا' جب کہ نیچے تو سویا ہوا محل کا سا منظر ہے۔" وہ خوش دلی سے کہتے ہوئے کرسی گھسیٹ کر بیٹھے۔

"ہاں بھئی دعائے خیر! آج تو ہمیں بھی اپنے ہاتھ کا ناشتا کھلا دیجیے۔ برسوں گزر گئے خاتون خانہ کے ہاتھ کا بنا کچھ کھائے ہوئے۔" دعائے خیر سر ہلا کر جلدی سے سامنے بنے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"سچ پوچھو تو شاہ میر! تمہیں اپنے گھر میں مطمئن اور شاد دیکھ کر کیسا سکون دل میں اترتا محسوس ہوتا ہے شاید تم محسوس نہ کر سکو۔" وہ حقیقی خوشی سے سرشار تھے۔

"دراصل تم سے ایک فائنل ڈیل کے حوالے سے کچھ بات کرنا تھی' سوچا کل کر لوں پر دل کیا اپنے بیٹے کا گھر دیکھنے کو' بہو سے ملنے کو تو چلا آیا۔" وہ ناشتے سے بھرپور انصاف کرتے ہوئے بولے۔

"انکل! آپ کا اپنا گھر ہے آپ بغیر کسی وجہ کے بھی یہاں آسکتے ہیں۔" شاہ میر نے مسکرا کر کہا۔

"اور انکل میری خواہش ہے کہ تین ٹائم میں کسی ایک وقت کا کھانا آپ ہمارے ساتھ کھائیں تو ہمیں بہت زیادہ خوشی ہو گی' کیوں شاہ میر۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"بالکل انکل' دعائے خیر بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔"

"ویسے یہ ہے تو بڑھاپے میں عادتیں خراب کرنے والی بات لیکن میری بہو نے پہلی دفعہ کوئی خواہش کی ہے تو اسے رد بھی نہیں کیا جا سکتا تو سوچتے ہیں کچھ۔" انکل حسان تو دعائے خیر کی بے تکلف اور سادہ فرمائش پر دل بھر کے خوش ہوئے تھے۔

یہ گھریلو سادہ اور محبت بھرا ماحول ان کو بہت اچھا لگا تھا۔

"یہ لو بہو! اپنے ہاتھ کا کھانا بلکہ ناشتا پہلی بار کروانے پر تمہارا انعام۔" انہوں نے اٹھتے سمے والٹ سے کچھ کڑکڑاتے نوٹ نکال کر دعائے خیر کی طرف بڑھائے تو وہ جھجک سی گئی اور بوکھلا کر شاہ میر کو دیکھا' جس نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ دعائے خیر نے آہستہ سے شکریہ کہتے ہوئے وہ نوٹ تھام لیے تھے۔

"ویسے انکل! یہ ناشتا خاصا مہنگا نہیں پڑ گیا آپ کو۔" وہ دونوں ان کو سیڑھیوں تک چھوڑنے آرہے تھے جب شاہ میر نے شرارت سے دعائے خیر کو دیکھ کر انکل کو کہا تو وہ خوشگوار حیرت میں گھر کر شاہ میر کو دیکھنے لگے۔ کم گو سے شاہ میر کا ایسے ہلکے پھلکے انداز میں بات کرنا یقیناً اس پیاری سی لڑکی کی رفاقت کا کمال تھا ورنہ ایک یاسیت کا' افسردگی کا احساس شاہ میر کے لہجہ سے ہمہ وقت ٹپکا کرتا تھا اور مسکراتے تو انکل نے اس کو شاذ ہی دیکھا تھا جب کہ اب' جب سے وہ آئے تھے وہ مسلسل مسکراتے ہوئے ہی بات کر رہا تھا۔

"بیٹا! خلوص اور محبت جیسے انمول خزانوں کے لیے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہ مادی چیزیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ ہمیشہ ان کی قدر کرنی چاہیے ورنہ دولت اور پیسہ تو ایک پل ہے تو دوسرے پل اس سے دامن خالی ہو جائے کچھ پتا نہیں۔ بس جذبوں سے دل کو بھرے رکھو اسے کبھی خالی مت ہونے دو جیتے رہو۔ خوش رہو۔" ان دونوں کو مسکراتے دیکھ کر انہوں نے جذب سے دعا دی اور نیچے اتر گئے تھے۔

☆ ☆ ☆
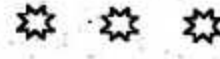
واپس آنے پر دو تین دن تو تھکاوٹ اتارنے میں ہی گزر گئے۔ اگلے روز یشفین کی آنکھ بمشکل کسی کے جھنجوڑ کر جگائے جانے سے کھلی تھی۔ وہ سلمان تھا۔ نیند کے غلبے کی وجہ سے اسے یہ تو پتا چلا کہ وہ کچھ کہہ رہا ہے۔ پر کیا؟ یہ سمجھ میں نہیں آیا۔

"یشفین' اٹھ جاؤ یار! کیا ہے؟ کتنی دیر ہو گئی ہے مجھے تمہیں جگاتے ہوئے۔ مجھے آفس بھی جانا ہے۔"

"ہاں تو جاؤ۔ میں نے کب روکا ہے تمہیں۔" وہ بمشکل اپنے اندر کی ناگواری چھپا پائی تھی۔ آنکھیں نیند سے بند ہوئی جا رہی تھیں۔

"وہ بھئی شادی کے بعد میرا آفس کا پہلا دن ہے۔ ناشتا بنا کے نہیں دینا تو کم از کم سی آف ہی کر دو مجھے۔ پھر بے شک سوتی رہنا۔" شرٹ پہن کر ٹائی لگاتے ہوئے اس نے جس فرمائش کا اظہار کیا تھا اس کو سن کر یشفین کی آنکھیں پٹ سے کھل گئی تھیں۔

"کیا مطلب سلمان! خانساماں ہو گا ناں باہر۔ وہ تمہیں ناشتا دے دے گا۔ یونیورسٹی کے لیے صبح اٹھنا ہی عذاب لگتا تھا مجھے 'اب تو دل بھر کر سونا ہے مجھے اور ویسے بھی یہ مڈل کلاس چونچلے مجھے کبھی پسند نہیں رہے۔" وہ منہ بنا کر بولی اور دوبارہ سے دھم سے تکیے پر سر رکھ دوسرا تکیہ اٹھا کر منہ پر رکھ لیا۔ وہ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا اور ایک طویل اور گہری سانس لیتا ہوا مڑا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔

خانساماں کو ناشتا لگانے کا کہہ کر وہ وسیع و عریض ٹیبل کے گرد بیٹھا قنوطیت میں گھرا بہت کچھ سوچتا رہا۔

بہت سال ہاسٹل کی خاک چھانی تھی اس نے۔ پھر کچھ عرصہ ملک سے باہر بھی گزارا لیکن گھر آنے پر بہت سی خواہشات اندر سے پھوٹتی تھیں۔ کاش ماما اسے گلے سے لگا لیں' کاش وہ اس کے دوسرے کئی دوستوں کی طرح اس کے لیے اس کی پسند کے کھانے اپنے ہاتھ سے بنا کر کھلائیں۔

پر چک 32 کی سجیلہ' ساس کے مرنے کے بعد جب شہر آئی تھیں تو مڈل کلاس طور طریقے اور روایات کو خیرباد کہہ کر آئی تھیں۔ وہ مکمل طور پر۔ شہری زندگی کے اس طرز میں ڈھل گئیں جو اپر کلاس کے بعض گھروں کا خاصہ ہے۔ حسان صاحب چونکہ ایک صلح جو شخص تھے کچھ سجیلہ کے تیز مزاج سے واقف' سو اس کو اس کے حال پر چھوڑ کر خود کو بزنس میں گم کر لیا۔ یوں ایک احساس محرومی سلمان کے اندر وقت کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا گیا۔ پھر یہ احساس اس وقت پوری طرح ابھر کر سامنے آیا جب وہ مستقل پاکستان میں آگیا اور اپنی بچپن کی دوست یشفین جو کہ اس کے ماموں کی بیٹی بھی تھی کی وجہ سے ان کے گھر آنا جانا شروع ہوا۔

یشفین کی ممی جس سے اس کی ماما ہمیشہ ہی خار کھاتی تھیں اور پتا نہیں کون کون سی نئی باتیں ان سے منسوب کر کے سناتیں کو پہلی بار دیکھ کر ہی دنگ رہ گیا تھا۔ بے حد شفیق اور سادہ سی آنٹی نہ صرف اس سے پہلی بار بہت پیار سے ملی تھیں بلکہ شام کا کھانا جو کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے تیار کیا تھا' کھائے بغیر اٹھنے نہیں دیا تھا۔ یہ اس کی اپنے ماموں کی بیوی اور اس کی بیٹی سے پہلی ملاقات تھی۔

ان کی بیٹی دعائے خیر سے وہ پہلی بار کھانے کی ٹیبل پر ملا تھا۔ آنٹی کی یشفین اور دعائے خیر کو بار بار کھانے کی ڈشز پیش کرتے ہوئے کھانے پر اصرار کرتے ہوئے جو پیار' جو شفقت ان کے لہجے سے امڈ رہی تھی اس نے اس کو بہت متاثر کیا تھا حالانکہ یشفین اپنی سوتیلی ماں اور بہن سے بہت بے زار رہتی تھی اور برملا اس بے زاری کا اظہار بھی کر جاتی تھی۔ اب کھانے پر

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

بھی اس کا وہی رویہ تھا جس نے یشفین کو تو نہیں البتہ سلمان کو ضرور اندر ہی اندر شرمندہ کر دیا تھا۔

ماموں خاموشی سے سب دیکھ اور سن رہے تھے جب کہ دعائے خیر بے حد سنجیدہ اور اس کی امی یشفین کی باتوں کا برا مانے بغیر اسی شفقت سے پیش آتی رہی تھیں۔ پہلی بار وہ یشفین سے ملنے گیا تھا۔ اس کے بعد وہ شعوری کوشش کرتا رہا تھا وہاں جانے کی اس مکمل گھریلو ماحول میں یشفین کا رویہ پھولوں میں کانٹوں کی مثال لگتا۔

ٹیبل پر برتن رکھنے کی آواز پر وہ خیالات کے ہجوم سے باہر آیا۔

"پاپا کہاں ہیں؟" بے دلی سے ناشتا کرتے ہوئے اس نے مؤدب کھڑے خانساماں سے سوال کیا۔

"آپ کو نہیں پتا چھوٹے صاحب۔"

"کیا؟" سلائس کی طرف بڑھتا اس کا ہاتھ رک گیا۔

"بڑے صاحب کو بہت دن ہو گئے اوپر شاہ میر صاحب کے گھر ناشتا کرتے ہیں ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی گئے ہیں۔"

"ہوں۔" وہ پرسوچ انداز میں ناشتا کرتے ہوئے پاپا کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر کچھ ہی دیر میں پاپا اور شاہ میر اکٹھے اوپر سے اترتے دکھائی دیے تھے۔ شاہ میر آگے بڑھ کر اس سے گرم جوشی سے ملا۔ جواباً وہ بھی سرد مہری نہ دکھا سکا۔ ویسے بھی اپنے اس سنجیدہ مزاج کزن سے بھائیوں کی سی انسیت ہو چلی تھی۔ دوپہر میں اسے یشفین کی کال موصول ہوئی تھی کہ وہ گاڑی بھجوا دے۔ وہ اپنے پاپا سے ملنے جانا چاہتی ہے۔

"ٹھیک ہے یشفین! لیکن انکل تو اس وقت اپنے آفس میں ہوں گے۔ میں آتا ہوں تو شام میں اکٹھے ہی چلتے ہیں ناں گھر۔ انکل' آنٹی دونوں سے ملاقات ہو جائے گی۔" وہ رسان سے بولا جب کہ دوسری طرف سے آنے والا جواب سن کر بھونچکا ہی رہ گیا۔

"تمہاری آنٹی سے نہ ملنا پڑے اسی لیے تو میں پاپا سے آفس میں ملنا چاہ رہی ہوں۔ تم نے آنا ہے تو آسکتے ہو۔"

"لیکن کیوں یشفین؟ وہ تمہاری ماں نہیں ہیں' میں جانتا ہوں لیکن تمہاری ماں کی کمی پوری تو کی ہے نا انہوں نے' اور بہت حد تک نبھایا بھی ہے اس ذمہ داری کو۔"

"تم یہ آنٹی نامہ رہنے دو سلمان اور بتاؤ کہ گاڑی بھیج رہے ہو یا میں پاپا سے کہہ کر منگواؤں؟" اس کے بے زاری سے کہنے پر وہ ایک دم چپ سا ہو گیا۔

"ٹھیک ہے' پندرہ بیس منٹ ویٹ کرو میں ابھی بھجواتا ہوں۔" کہہ کر اس نے سیل کو ایک نظر دیکھا اور کچھ سوچتے ہوئے ٹیبل پر رکھ دیا۔ پھر انٹر کام پر گھر گاڑی بھجوانے کا کہہ کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

پھر پاپا کی کال پر اسے سائٹ پر جانا پڑا تھا جہاں شاہ میر اور پاپا کو اس سے کوئی مشورہ کرنا تھا۔ چار بجے کے قریب جا کر تینوں وہاں سے مطمئن ہو کر آفس آئے تھے۔

"کیا خیال ہے گاڑی کسی ریسٹورنٹ کی طرف نہ موڑ لوں۔" ڈرائیونگ چونکہ وہی کر رہا تھا سو اسی نے بیک مرر میں سے پاپا اور شاہ کو دیکھ کر سوال کیا۔

"وہ کیوں بھئی؟" پاپا کے کمال اطمینان پر اسے حیرت ہوئی۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں پاپا کہ مصروفیت میں ہم نے لنچ نہیں کیا ہے تو پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں۔" اس کی بات پر شاہ میر مسکرا دیا۔

"ہاں تو چلو ناں آفس' تمہیں آج اپنی بہو کے ہاتھ کا کھانا کھلاتے ہیں۔ یہ ریسٹورنٹ وغیرہ سب بھول جاؤ گے۔" اس تھکاوٹ میں بھی پاپا کی خوش دلی عروج پر تھی' وہ ناسمجھی سے ایک بار پھر بیک مرر میں دونوں کے مطمئن چہرے دیکھ کر رہ گیا۔ لیکن چپ چاپ جا کر گاڑی آفس کمپاؤنڈ میں روک دی اور واقعی جب وہ فریش ہو کر آیا تو ٹیبل پر خوشبوئیں اڑاتا کھانا منتظر تھا۔

پھر باتوں کے دوران ہی پتا چلا کہ دعائے خیر پاپا اور شاہ میر کا دوپہر کا کھانا ڈرائیور کے ہاتھ بھجوا دیا کرتی تھی۔ پہلے وہ شاہ میر کو ٹفن بنا کر دیتی تھی لیکن جب

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

سے پتا چلا تھا کہ حسان صاحب بازار کے کھانے کو کچھ خاص پسند نہیں کرتے اور مجبوری میں کھانا بھی پڑتا ہے تو اس نے ایک ہفتہ سے یہ نئی روٹین شروع کی تھی جس سے حسان صاحب بہت خوش تھے۔ سلمان کے اندر جیسے کسی نے زور سے چٹکی لی تھی۔ پاپا ہر ہر لقمے پر واہ واہ کرتے ہوئے ان دونوں سے ایسے داد وصول کرنا چاہ رہے تھے جیسے کھانا انہوں نے ہی تیار کیا ہو۔

شام کو گھر پہنچتے پر بنی سنوری انشفین پر نظر پڑتے ہی کچھ سکون سا محسوس ہوا ہی تھا کہ اس کی اگلی فرمائش نے کلیجہ ہی جلا ڈالا۔

"چلو ناں سلمان جلدی سے فریش ہو کر آؤ۔ میں کب سے ویٹ کر رہی ہوں۔ پہلے لانگ ڈرائیو، شاپنگ اور پھر ڈنر۔" وہ چہک کر بولی۔

وہ کہنے ہی لگا تھا کہ وہ بے حد تھکا ہوا ہے سو یہ پروگرام کسی اور دن کے لیے اٹھا کر رکھے لیکن انشفین کی تیز مزاج طبیعت سے بھی واقف تھا۔ چھوٹی سے چھوٹی بات بھی اس کی طبع نازک پر ناگوار گزرتی تھی سو بادل نخواستہ اٹھ کر فریش ہونے چل دیا۔ جاتے ہوئے ممی بھی خوش قسمتی سے باہر مل گئی تھیں ورنہ عموماً ہی وہ کسی نہ کسی پارٹی یا فنکشن میں مدعو ہوتیں۔ نہ بھی ہوتیں تو ان کی ذات کی تسکین کے اور بہت سے جھمیلے تھے۔ بہرحال گھر، شوہر، بچے ان کی ذاتی ترجیحات میں سب سے آخری نمبر پر تھے۔

"ہاں ناں، یہی تو دن ہیں تم لوگوں کے گھومنے پھرنے کے۔ جاؤ شاباش۔" ماما نیچے ان دونوں کو تیار ہی ملی تھیں کہیں جانے کے لیے۔ سلمان کے آہستہ سے جتانے پر خوش دلی سے بولیں۔

رات گئے ان کی واپسی ہوئی تھی۔ اگلے صبح وہ ایک بار پھر ٹیبل پر تنہا تھا، جب اپنے کمرے میں سے آفس کے لیے بالکل تیار پاپا نکلتے دکھائی دیے، ابھی وہ ان کو بلانے ہی والا تھا کہ ان کی نظر سلمان پر پڑی۔ کچھ لمحے اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ اس کے قریب آگئے۔

"چھوڑو یار! یہاں کیا اتنی بڑی ٹیبل پر اکیلے ناشتا کرنے کا مزہ آئے گا۔ آؤ! آج تمہیں زبردست سا ناشتا کراتے ہیں۔ کیا یاد کرو گے۔" خوش دلی سے کہتے وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اوپر جانے والی سیڑھیوں کی طرف لے جانے لگے۔

"لیکن پاپا۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں تم چلو تو سہی، عبدل، تم لوگ ناشتا کرلو۔ چھوٹے صاحب آج میرے ساتھ اوپر ہی ناشتا کریں گے۔" سامنے سے ناشتے کی ٹرے لاتے ملازم کو انہوں نے آواز دے کر کہا اور خود سلمان کے ساتھ اوپر آگئے۔

سلمان اگرچہ بے حد خفت محسوس کر رہا تھا لیکن جس گرم جوشی سے شاہ میر نے اسے ویلکم کیا جلد ہی وہ احساس زائل ہوتا محسوس ہوا۔ دعائے خیر بھی اصرار سے ایک کے بعد ایک چیز اس کی طرف بڑھاتی رہی۔

"سلمان بھائی! یہ پوریاں ٹیسٹ کریں۔ یہ قیمہ شاہ میر کو بہت پسند ہے، آپ کو بھی بہت پسند آئے گا۔"

"اور پراٹھا بھی دو ناں سلمان کو دعا! انکل تو مداح ہیں تمہارے ہاتھ کے بنے پراٹھوں کے۔" شاہ میر جو مسکراتے ہوئے یہ سب دیکھ رہا تھا بول اٹھا۔

"ایسے مناظر بارہا میں نے اپنے تصور میں دیکھے ہیں سلمان! ایک مکمل فیملی کا مکمل منظر۔ بہت پہلے میں پاپا اور مما ہوتے تھے پھر پاپا کی ڈیتھ کے بعد میں اور ماما۔ رشتوں اور محبتوں کی کمی انسان میں بڑے خلا پیدا کردیتی ہے۔ میں ماما سے بہت بحث کرتا تھا کہ میرے نانا، نانی دادا، دادی، کزنز کہاں ہیں۔ وہ رو پڑتی تھیں اور ان کا رونا مجھ سے برداشت نہیں ہوتا تھا۔ سو اپنی ان خواہشات کو دل میں دبا لیتا تھا۔ ایک جوائنٹ فیملی کا وہ ہرا بھرا تصور جو پاپا نے بہت بچپن میں میرے اندر بو دیا تھا۔ اب پھل پھول کر جوان تھا اور میں اس کی تعبیر چاہتا تھا امریکہ جیسے مشینی ملک میں رہ کر بھی۔

آج میں بہت خوش ہوں کہ میرا وہ خواب پورا ہو گیا۔ ساتھ میں دور کہیں اداسی بھی ہے کہ میرے پاپا اور ماما اس احساس کی محرومی لیے چلے گئے۔ آج اگر وہ ہوتے تو بہت خوش ہوتے۔" وہ خوشی سے بولتے بولتے ایک

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

دم بے حد اداس ہو گیا۔

حسان صاحب کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔ صرف اس کی دولت اور جائیداد ہی حوالے کر دینے سے وہ بری الذمہ نہیں ہو جاتے تھے۔ ابھی تو بہت سے قرض واجب الادا تھے۔ ان کا بھائی رشتوں کو ترستا مر گیا تھا۔ وہ تلافی میں کرتے بھی تو کیا کرتے۔ ہاں انہوں نے اگلے دن سے حکم دے دیا کہ صبح کا ناشتا وہ سب شاہ میر کے ہاں کریں گے اور رات کا کھانا سب ہی نیچے کھائیں گے' شاہ میر کی فیملی سمیت۔ مسز حسان نے البتہ یہ حکم سن کر کافی ناک بھوں چڑھائی تھی۔

"میں نے الگ پورشن میں شاہ میر کو سیٹ کیا ہی اس لیے تھا کہ میرے گھر کے اندر کسی دوسرے فرد کی دخل اندازی ہو' یہ مجھے پسند نہیں ہے اور آپ کا بھی جواب نہیں ہے۔ یہ نیا حکم صادر کر دیا۔ میں بھی ہوتی ہوں کبھی نہیں ہوتی۔ سلمان اور شفین کی بھی نئی نئی شادی ہے' اب ظاہر ہے وہ گھر تھوڑی بیٹھے ہیں ہر وقت۔ آپ کی اپنی مصروفیات ہیں' گھر کے اچھے خاصے سیٹ اپ کو ڈسٹرب کرنے کی کیا تک بنتی ہے۔" وہ جھلا کر بولی تھیں۔

"گھر کا اپ سیٹ نظام ہی تو صحیح کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ویسے بھی عمر کے اس حصے میں انسان اپنی اولاد کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنا پسند کرتا ہے۔ سب ایک ساتھ کھانا کھائیں۔ اس میں بھی یہی مصلحت پوشیدہ ہے کہ گھر کے افراد کم از کم دن میں ایک دفعہ ہی سہی' ایک دوسرے سے مل تو لیں گے نا۔ سلمان' شاہ میر دفتر میں اگرچہ کئی بار ملتے ہیں۔ بات چیت ہوتی ہے۔ کھانا بھی اکٹھے کھاتے ہیں' لیکن سلمان کی دلہن سے ایک آدھ بار سرسری سی ملاقات ہو پائی ہے میری اور آپ۔۔۔" وہ ان کی ماتھے کی تیوریوں کو دیکھتے ہوئے گویا ہوئے۔

"آپ کو یاد ہے کہ آخری بار آپ نے میرے ساتھ کھانا کب کھایا تھا۔ پندرہ دن سے تو زائد ہی ہو گئے ہوں گے۔ رات گئے جب آپ اپنی کسی پارٹی یا کلب سے تشریف لاتی ہیں میں تھک کے سو چکا ہوتا ہوں۔ صبح جاگنے پر آپ کو ہمیشہ گہری نیند میں پایا ہے۔ کیا آپ سمجھتی ہیں آپ اپنی ذمہ داریاں پوری کر رہی ہیں احسن طریقے سے؟ اپنی آنے والی نسل کو ہم چلنے کے لیے کون سی راہ ہموار کر کے دے رہے ہیں۔"

"ساری عمر یہی روٹین رہی ہے اس گھر کی۔ اب آ کے پتا نہیں کون پٹیاں پڑھا رہا ہے آپ کو' جانتی ہوں میں سب۔ یہ جو ناشتے کے بہانے اوپر کے چکر لگنے لگے ہیں آپ کے تو یہ ان ہی کا نتیجہ لگ رہا ہے مجھے۔" وہ سخت بدگمان تھیں۔

حسان صاحب تاسف سے انہیں دیکھ کر رہ گئے۔ وہ ہمیشہ سے اپنی غلطیوں کا بوجھ دوسروں پر ڈالنے کی عادی تھیں۔

"میں بحث کو بڑھانا نہیں چاہتا۔ بہرحال کل سے سب رات کا کھانا اکٹھے کھائیں گے شاہ میر کی فیملی سمیت۔" ان کے اسی دو ٹوک انداز سے مسز حسان کی جان جاتی تھی۔ وہ ہمیشہ ان کی مانتے آئے تھے پر کسی ایک بات پر اڑ جاتے تو پھر ان کو ان کے فیصلے سے ہٹانا مشکل ہو جاتا تھا پھر یہی ہوا۔ طوعاً" و کرہاً" انہیں نہ صرف خود موجود ہونا پڑا تھا بلکہ بہت کچھ ایسا برداشت بھی کرنا پڑا تھا جس کا وہ خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتی تھیں۔ بہرحال حسان صاحب کی سختی سے کی ہوئی تاکید ذہن میں تھی' کچھ انہوں نے اشارہ بھی کیا تھا جب شاہ میر اور دعائے خیر نیچے آئے تھے۔ جو وہ دل کی کدورت بھلا کر شاہ میر کا حال پوچھ بیٹھیں۔

"کیا حال ہے شاہ میر؟ کیسے ہیں بیٹا آپ؟ اور آپ؟" شاہ میر کا حال پوچھتے ساتھ انہوں نے دعائے خیر کو بھی بھگتا دیا تھا جب کہ اس سارے ماحول میں اگر مس فٹ تھی تو شفین' جس کی نظریں کچھ دیر کو تو دعائے خیر کے چمکتے چہرے سے ہٹ ہی نہیں پائی تھیں۔ شاہ میر کی آسودہ مسکراہٹ یقیناً" اس کی ہمراہی کا نتیجہ تھی۔ وہ پھپھو کو بتا رہا تھا کہ اس نے ملازمین اس لیے واپس بھیج دیے تھے کہ دعائے خیر کو اپنے گھر کا

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

ہر کام خود کرنا پسند تھا۔ ایسے میں انکل حسان اور سلمان کی آنکھوں میں اس کے لیے ابھرتی ستائش دیکھنا اس کو اس وقت دنیا کا مشکل ترین کام لگا تھا جب کہ پھپھو نے محض ہنکارا بھرتے ہوئے کھانا شروع کرنے کا اشارہ دیا تھا۔

یہ لڑکی جس سے اس کی نفرت انتہا درجے کی تھی۔ اس کے پاپا کی توجہ اس کی طرف مبذول نہ ہو' اس کے پاپا 'دعائے خیر کے پاپا' نہ بن جائیں' اسی سوچ نے اس سے بہت دفعہ ایسے کام کروائے تھے جو عام زندگی میں وہ سوچ بھی نہیں سکتی اور اب وہ لڑکی اس کا سکون تہہ و بالا کرنے کے لیے اس کی زندگی میں ایک بار پھر موجود تھی۔ یقیناً" وہ کوئی ساحرہ تھی جب ہی تو پاپا وقتی طور پر اس سے برگشتہ ضرور ہو جاتے' لیکن امی اور وہ خود کوئی ایسی گیدڑ سنگھی سنگھاتی تھیں کہ وہ پھر سے پہلے جیسے ہو جاتے۔ اور اس کی محنت اکارت جاتی تھی اور اب یہاں۔۔۔؟

پھپھو نے کل ہی اس کو بتایا تھا کہ انکل حسان گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے اور سلمان دو دن سے ناشتا وہیں کرتا ہے اور انکل اس کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے اور رات کے کھانے کا اکٹھا کھانے کا آرڈر اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ وہ کھاتی کم رہی' سوچتی زیادہ رہی تھی۔

سچ کہا ہے کسی نے کہ حسد ایک ایسی بیماری ہے جو سب سے پہلے حسد کرنے والے کو ہی کھاتی ہے۔ اس کے اندر کا حسد ہی تھا جس کی جلن نے اسے کبھی خوش نہیں ہونے دیا تھا نہ اپنے باپ کے گھر نہ اب سسرال اور صاف نیت یقیناً" چہروں پر روشنی بن کر چمکتی ہے جب ہی دعائے خیر ایک خوب صورت سی مسکراہٹ لبوں پر سجائے کھانا کھانے میں مصروف تھی۔ اس کا شوہر اسے بار بار نثار ہونے والی نظروں سے دیکھتا۔ کبھی وہ شرما جاتی' کبھی مسکرا دیتی۔ شفعین کے اندر دور تک کہیں ایک سناٹا پھیلا تھا' ایسا ایک ان دیکھا تعلق اس کے اور سلمان کے درمیان میں کیوں نہیں تھا۔ اس نے ان دونوں کے انداز بغور ملاحظہ کرنے کے بعد اپنے شریک سفر کی طرف دیکھا جو اس سے بے خبر کھانے سے انصاف میں مصروف تھا۔

پھر اس نے کچھ سوچ کر خود کو آسودہ محسوس کیا' اسے ایک بار پھر وہی کھیل کھیلنا تھا۔ شاید کہ اس بار جیت اس کا مقدر بنتی پھپھو اور انکل حسان' دعائے خیر کی وجہ سے بحث میں مصروف تھے۔ وہ قصداً" وہیں پر بیٹھی رہی تھی اور خود کو اپنے سیل فون میں مصروف رکھتے کان پوری طرح ان کی طرف متوجہ رکھے تھے۔

"کیا آپ کو نہیں لگ رہا حسان کہ آپ شاہ میر کی محبت میں حد سے گزر رہے ہیں' ہر عورت ہی ماں بننے کے دوران اس فیز سے گزرتی ہے۔ ڈاکٹرز تو کہتی ہی رہتی ہیں ایسے۔۔۔ اگر سیڑھیاں نہیں بھی چڑھنی دعائے خیر نے اور شاہ میر الگ گھر لینا چاہ رہا ہے تو آپ اسے کیوں زبردستی اپنے ساتھ باندھ کر رکھنا چاہتے ہیں۔ پہلے اوپر کا پورشن دے دیا ان کو۔ چلو میں مان گئی اب پھر نیچے شفٹ کرنا ہے کہ مہارانی کو تکلیف نہ ہو۔ میرے بیٹے کے لیے تو ایسی محبت کبھی نہیں جتائی آپ نے۔" غصے میں ہاتھ نچاتی وہ کوئی جاہل عورت ہی لگ رہی تھیں اس سمے۔

"خدا کے لیے سلمان کی ماں۔۔۔ مجھے اپنی غلطیوں کا کفارہ ادا کرنے کی تھوڑی سی کوشش کر لینے دو۔ میرے لیے مشکلات پیدا مت کرو۔ میں پہلے ہی پچھتاووں کا بوجھ کندھوں پر اٹھائے پھر رہا ہوں۔ وہ بہت خوددار بچہ ہے۔ اس گھر پر اس کا اتنا ہی حق ہے جتنا تمہارا یا تمہاری اولاد کا' دعائے خیر کو ڈاکٹر نے مکمل ریسٹ بتاتے ہوئے کسی بھی بے احتیاطی سے منع کیا ہے۔ شاہ میر تو گھر کے لیے بات بھی فائنل کر چکا تھا اب میرے کہنے پر ہی وہ چپ ہو گیا ہے۔ اس لیے اس معاملے میں میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔ شام سے پہلے پہلے سائیڈ والے دو کمرے ان کے لیے سیٹ کرا دیجیے۔" دعائے خیر ایک بار پھر اس سے سبقت لے گئی تھی۔

اگرچہ اس کا ارادہ دو تین سال تک فیملی بڑھانے کا نہیں تھا کہ وہ اس جھنجھٹ میں اتنی جلدی نہیں پڑنا چاہتی تھی' لیکن دعائے خیر کے ماں بننے کی خبر کا سن کر

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس کا دل چاہا کہ پلک جھپکنے سے پہلے یہ شرف اسے مل جائے۔

"یشفین! ملازمہ سے کہہ کر دائیں سائیڈ والے دو کمرے خالی کروا دو ورنہ شام کو آکر ناراضی کا دورہ پڑے گا تمہارے انکل کو۔" وہ جھنجلاتے ہوئے بولیں۔

"اور ہاں...... تم کیوں چپ ہو ابھی تک؟" اس کو بغور دیکھتے ہوئے وہ بولیں تو یشفین کچھ نہ سمجھتے ہوئے ٹھٹک گئی اور ناسمجھی سے ان کو دیکھنے لگی۔ "مطلب تم بھی کوئی خوش خبری سناؤ اب' سلمان کے بچے دیکھنے کی بہت خواہش ہے مجھے۔" اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر وہ نرمی سے بولیں تو ایک طویل سانس اس کے حلق سے بے اختیار برآمد ہوئی۔

اگلے روز سے جیسے ہی دعائے خیر کی ناز برداریوں کا سلسلہ شروع ہوا اس نے ایک بار پھر وہی داؤ کھیلا تھا۔ لینڈ لائن نمبر بجتا تو بجتا ہی چلا جاتا۔ پھر گھر کے افراد کا نوٹس لیتے ہی دوسری طرف خاموشی چھا جاتی اور آخر ایک دن پھپھو کو اس نے دعائے خیر سمجھ کر وہی کہانی دہرا ڈالی کہ وہ کیوں اسے چھوڑ گئی ہے۔ وہ آجائے واپس اس کے پاس ورنہ وہ جان دے دے گا۔ دعائے خیر سے لاکھ عناد سہی 'مگر پھپھو اتنا تو جانتی ہی تھیں کہ وہ ہلکے کردار کی نہیں ہے "ایک پل کو دل دعائے خیر کے حق میں بولا تھا۔ مگر اگلے پل ہی جیسے یہ خیال آیا کہ وہ سائرہ کی بیٹی ہے انہوں نے ساری ہمدردی کو بھاپ بنا کے اڑا دیا۔

انہوں نے من و عن وہی جملے ٹیبل کے گرد کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے' بغور سب کے چہرے دیکھتے بظاہر غصے سے سنائے۔ طبیعت کی خرابی کے باعث نڈھال بیٹھی دعائے خیر کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا جب کہ یشفین کے سوا وہاں ہر کوئی سن رہ گیا تھا۔ "صبح شام سب نے ہی سنی تھیں فون کی گھنٹیاں۔ کوئی بھی فون اٹھاتا جواب میں لمبی خاموشی۔ اب آج جو بھی تھا اس نے شاید مجھے بھی دعائے خیر ہی سمجھا جو......"

"بس خاموش......" ان کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی انکل خطرناک سنجیدگی کے ساتھ بولے تھے۔

"دعائے خیر کیسی بچی ہے ہم سب جانتے ہیں 'لیکن اس طرح کی ہلکی بات کون کر سکتا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے 'یہ پتا لگانا ہے۔" انکل یقیناً" پاپا کی طرح دھوکے میں آجانے والے نہیں تھے۔ وہ بات کی تہ میں اترنے والے تھے تب ہی یشفین کا اوپر کا سانس اوپر نیچے کا نیچے ہی اٹک گیا۔

"اور آپ بیٹا! کیوں رک گئیں۔ کھانا کھائیں میں سب دیکھ لوں گا۔" انکل کے تسلی دیتے ہی دعائے خیر نے فوراً" شاہ میر کی طرف دیکھا تھا۔

"فون جیسی سہولت ایجاد کرنے والوں نے سوچا بھی نہیں ہو گا کہ اسے کبھی ایسے مقاصد اور سستی تفریح کے لیے بھی استعمال کیا جائے گا۔" شاہ میر کے ہلکے پھلکے انداز پر دعائے خیر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

"میں نے کبھی کسی کا برا نہیں سوچا' نہ کبھی چاہا پھر بھی لوگ پتا نہیں کیوں کسی کو خوش دیکھ کر برداشت نہیں کر سکتے اور اوچھی حرکتوں پر اتر آتے ہیں یہ جانے بغیر کہ اللہ بے نیاز ہے وہ کسی کے دل کے حال اور اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

یشفین کا دل دھک سے رہ گیا۔

دعائے خیر یقیناً" جان گئی تھی کہ یہ اسی کا کیا دھرا ہے یشفین کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ اس کی ذو معنی بات بھی سمجھ گئی تھی۔

"ایسی ہی فون کالز کا سلسلہ ایک دفعہ پہلے بھی شروع ہوا تھا پھر پاپا نے اس شخص کو ڈانٹ دیا تھا تو پھر دوبارہ کوئی کال نہیں آئی تھی۔ پاپا نے تو یہاں تک بھی کہا تھا کہ وہ اگر دعائے خیر کے ساتھ مخلص ہے تو آئے وہ اس سے ملنا چاہتے ہیں' لیکن پھر ہماری شادیاں ہو گئیں' ہو سکتا ہے اسی بات کو ایشو بنا کر وہ دوبارہ ایسا کر رہا ہو۔" اس نے آخری داؤ بھی کھیل ہی دیا تھا۔

اب کے تو شاہ میر بھی چونک گیا۔ لینڈ لائن نمبر پر کالز کے سلسلے سے وہ آج واقف ہوا تھا جب کہ دعائے خیر نے ایک دو دفعہ اس کے موبائل پر آنے والے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میسجز دکھائے تھے جو ایسے ہی فضول پیغامات پر مشتمل تھے۔ وہ ہرگز بھی اس کی طرف سے بدظن نہیں ہوا تھا۔ اس کی پریشانی کا سبب اگر تھا بھی تو وہ یہ تھا کہ دعائے خیر اب بجھی بجھی سی پریشان رہنے لگی تھی۔ اس کی تسلی اور دلاسوں کے باوجود۔

"چھوڑو تم پریشان نہ ہو' ہوتے ہیں کچھ لوگ ایسے چیکو قسم کے۔ کوئی رسپانس نہیں ملے گا تو خود ہی پیچھے ہٹ جائے گا۔" اس کے تسلی دینے پر دعائے خیر بری طرح رو پڑی۔

"آپ یقین کریں شاہ میر! میں ایسی لڑکی نہیں ہوں جیسا یہ میسجز ظاہر کر رہے ہیں' میں نے تو کبھی گھر سے یونیورسٹی' کالج جانے کے علاوہ قدم باہر نہیں نکالا۔" وہ اس کے رونے پر پریشان ہو گیا۔

"تم بالکل پاگل ہو دعائے خیر! ایک شوہر سے زیادہ اپنی بیوی کی پارسائی کا کون گواہ ہو سکتا ہے؟ پھر کردار تو ایسی صفت ہے' جس کی روشنی چہرے پر نور بن کر چمکتی ہے۔ میں ایک زمانہ باہر رہ کر گزار کر آیا ہوں۔ مجھ سے بھلا زیادہ کون ایک باوفا' شریف عورت کی تعریف بیان کر سکتا ہے۔ تمہیں آج یا آئندہ کبھی اس طرح مجھے صفائی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔" شاہ میر کے ان الفاظ سے وہ اندر تک شانت ہو گئی تھی' لیکن بشفین کے حسد کی حد دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی تھی' اگرچہ انکل نے آکر اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا تھا کہ وہ ان کی بہو نہیں بیٹی ہے' انہیں اس پر پورا اعتماد ہے اور وہ جلد ہی ان رانگ کالز کا بھی حل نکال لیں گے۔ بشفین نے اسی دن اسی وقت ٹیکسٹ کر کے فی الحال مزید کالز کرنے سے منع کر دیا تھا۔ مجموعی طور پر وہ دن سب کے لیے ناگوار اور بوجھل سا گزرا تھا۔

☆ ☆ ☆

"سلمان۔۔۔"

"ہوں۔" وہ لیپ ٹاپ پر کوئی کام کرنے میں مگن تھا تب ہی اس کی طرف پوری طرح متوجہ نہ ہو سکا جس نے اس کو مزید بھڑکا دیا۔

"میں کہتی ہوں بند کرو اس کو اور میری بات سنو۔" سلمان نے کسی قدر حیرت سے مڑ کر اس کو دیکھا۔ وہ ناخن چباتے ہوئے کچھ اضطراری کیفیت کا شکار تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے لیپ ٹاپ کو ایک طرف کیا اور اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں نے ایک بہت اچھی گائنا کالوجسٹ سے ٹائم لیا ہے اور کل تم میرے ساتھ چل رہے ہو؟" اس کے اس طرح کہنے پر وہ حیران ہی رہ گیا۔

"لیکن کیوں۔۔۔؟ لاسٹ منتھ تک تمہارے ویوز پانچ سال تک آزاد پھرنے کے تھے بغیر کسی پابندی کے۔"

"ہاں تو خیال بدلتے کون سی دیر لگتی ہے۔ ناؤ آئی وانٹ ٹو بی آمدر۔" اس کے ہلکے پھلکے سے اعتراض پر وہ تیزی سے بولی۔

"ٹھیک ہے۔" وہ بہت کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ابھی تو ان کی شادی کو بمشکل دو ماہ ہوئے ہیں۔ ابھی اسے ضرورت نہیں ہے ڈاکٹروں کے پاس جانے کی' لیکن وہ اسے ذہنی طور پر بے حد ڈسٹرب لگی سو چپ ہو کر اس کی بات مان گیا تھا۔

اگلے دن ان دونوں کے کچھ ٹیسٹ ہوئے تھے۔ رپورٹس کچھ دن بعد ملنی تھیں۔ بہرحال بشفین کا موڈ کل کی نسبت بہتر ہی تھا کہ دعائے خیر کل شام سے اپنی امی کی طرف تھی۔ ویسے بھی بشفین کا موڈ تب ہی خراب ہوتا تھا جب جب دعائے خیر پر نظر پڑتی یا شاہ میر کو اس کا حد درجہ خیال رکھتے دیکھتی۔ ایسے میں پھپھو نجانے کیسے سیڑھی پر سے پھسلیں کہ ان کے پاؤں میں فریکچر ہو گیا۔ دو دن اسپتال میں رہنے کے بعد وہ گھر آگئی تھیں۔ دعائے خیر بھی ایک دن امی کے پاس گزار کر پہلے مسز حسان کو دیکھنے اسپتال گئی تھی پھر شام کو ان کے ڈسچارج ہونے پر سب اکٹھے ہی گھر واپس آئے تھے۔ معمولی سا فریکچر تھا' مگر ڈاکٹر نے ہدایات کے پلندے کے ساتھ ان کو رخصت کیا تھا۔ کم از کم پندرہ دن کا ریسٹ تھا پھر پاؤں کی کچھ ایکسرسائز تھیں۔ حسان صاحب نے سلمان سے کہا تھا کہ وہ کسی نرس کا پندرہ

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دن کے لیے انتظام کردے تب دعائے خیر بول اٹھی۔
"نہیں انکل! نرس کی ضرورت نہیں ہے۔ مریض کا خیال جتنا اس کے گھر والے رکھ سکتے ہیں پروفیشنل لوگ نہیں رکھ سکتے۔" اس کے اس طرح بول اٹھنے پر یشفین نے ناگواری سے اس کو دیکھا تھا۔
"مگر بیٹا! آپ کی اپنی طبیعت۔" حسان صاحب کچھ کہتے کہتے رک گئے تھے۔
"کچھ نہیں ہوا انکل! میری طبیعت کو۔ ان کی میڈیسن اور پاؤں کی ایکسر سائز میں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے باقی۔
واش روم وغیرہ تک لے جانا ہوگا تو میں ملازمہ کی ہیلپ سے کرالوں گی بس آپ فکر مت کریں۔"
اس گھر نے اسے محبت اور اعتبار بخشا تھا جس سے وہ خود اعتمادی کی دولت سے مالا مال ہوئی تھی۔ امی کے گھر اسے اپنی بات کہنے کے لیے ماں کے چہرے کی بے بسی روک دیتی تھی۔ یہاں شاہ میر تو تھا ہی اس کا اپنا، انکل حسان بھی اسے بہو نہیں بیٹی کہتے ہی نہیں مانتے بھی تھے۔ سلمان کی نظروں میں ہمیشہ اسے ایک نرم سا تاثر نظر آیا تھا۔ پھپھو نہ تین میں نہ تیرہ میں تھیں۔ پھر ایک یشفین کے حسد کو لے کر وہ کیوں اپنی زندگی خراب کرتی سو اس کے قطعی انداز کو دیکھ کر انکل خوش ہوگئے تھے۔ شاہ میر نے تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا۔ سلمان کے چہرے پر تعریفی تاثرات تھے۔ اس نے کہا ہی نہیں تھا، عمل بھی شروع کردیا تھا۔
پھپھو نے ایک دو دن تو اس سے بے نیازی برتی تھی پر اس کا سادہ اور مخلص انداز دیکھ کر اپنا روکھا رویہ بہت دیر اپنائے نہ رکھ سکیں۔ ملازمہ نے بتایا تھا کہ وہ صبح اٹھ کر بیڈ ٹی لے کر پھر سو جاتی ہیں گیارہ بجے وہ ان کا ناشتہ لے کر جاتی، ملازمہ کی مدد سے ان کو واش روم لے کر جاتی پھر ناشتے کے دوران ہلکی پھلکی باتیں کرتی رہتی۔ ایک گھنٹہ بعد ان کی پاؤں کی مالش کرنے کے بعد وہ ان کو تکیوں کے سہارے بٹھا کر خود باہر چلی جاتی تھی پھر دو بجے کھانے کے ہمراہ اس کی واپسی ہوتی تھی۔ باتوں باتوں میں اس نے بتایا تھا کہ جب سے وہ یہاں آئی ہے شاہ میر، انکل اور سلمان کو دوپہر کا لنچ ڈرائیور کے ہاتھوں بھجوادیتی ہے۔
"حسان ایسے ہی تو اس لڑکی کی تعریف نہیں کرتے۔" اس کی سادہ مسکراہٹ کو دیکھتے جو پہلی سوچ پھپھو کے ذہن میں آئی تھی وہ یہی تھی۔ چوتھے دن وہ شام کو ملازمہ کے ہمراہ ان کو لان میں لے گئی تھی۔
پھپھو جیسی سوشل خاتون کے لیے ایسی بے بسی کی حالت میں فارغ بیٹھنا بہت مشکل ہوتا اگر جو دعائے خیر نہ ہوتی۔ انہوں نے صاف دلی سے دل میں اعتراف کیا تھا۔

سائرہ بھی ایک دن اپنے خاوند کے ساتھ ان کی خیریت دریافت کرنے آئی تھیں۔ دعائے خیر کی اچھائیاں تھیں جو وہ اس بار کسی سرد مہری کا مظاہرہ نہ کرسکیں جیسا کہ ہمیشہ کرتی تھیں۔
"یشفین کہاں ہے بھئی نظر نہیں آرہی؟" شاہ نواز کے پوچھنے پر پھپھو کے لبوں پر ہلکا سا شکوہ آہی گیا۔
"گئی ہوگی اپنی کسی دوست کی طرف، کل کھڑے کھڑے ہی آئی تھی طبیعت پوچھنے کو پھر بتایا کہ شاپنگ کے لیے دوستوں کے ساتھ پروگرام ہے۔" حقیقت بھی یہی تھی کہ یشفین دعائے خیر کو اس گھر پر چھایا دیکھ کر برداشت نہیں کرپارہی تھی۔ اس لیے اس کا زیادہ وقت گھر سے باہر ہی گزرتا تھا۔ وہ چاہتی تو دعائے خیر کی آدھی ذمہ داریاں بانٹ کر اپنی خوشیوں اور سکون کا سامان کرسکتی تھی آخر وہ بھی اس گھر کی بہو تھی، لیکن اپنے اس جذبے کا کیا کرتی جو دعائے خیر کو دیکھ کر اسے اندر باہر آگ بنادیتا اور وہ کچھ نہ کچھ غلط کرنے کا سوچنے لگتی تھی۔

✡ ✡ ✡

دعائے خیر، پھپھو اور حسان انکل اس وقت لاؤنج میں موجود تھے۔ شاہ میر اپنے کمرے میں تھا۔ آج پھپھو خود ہی دھیرے دھیرے چل کر باہر آئی تھیں۔ اس پر دعائے خیر نے جس طرح خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھپھو تو ساکت ہی رہ گئی تھیں، جو کچھ انہوں نے اس

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کی ماں کے ساتھ کیا تھا کوئی اور لڑکی ہوتی تو یہ بہترین وقت تھا ان کی زیادتیوں کا بدلہ چکانے کا' لیکن وہ اس کی ماں کی تربیت کو شاباش دے کر رہ گئی تھیں۔ ان کی اپنی بھتیجی نے ان دس دنوں میں بمشکل دو دفعہ ان کی طبیعت پوچھنے کے لیے ان کے کمرے میں قدم دھرا تھا۔ اس کا الزام بھی وہ سائرہ کو نہیں دے سکتی تھیں کہ شفین کی تربیت کا سہرا خود ان ہی کے سر تھا۔ انہوں نے جو بیج بویا تھا آج اس کا پھل پک کر تیار تھا ان کے کے لیے۔ شاہ میر بھی اب ان میں آکر شامل ہو چکا تھا۔

آج گھر کے افراد کے درمیان اپنی بیوی کو خوش دیکھ کر انکل حسان نے ایک آسودگی کو اپنے اندر پھیلتے محسوس کیا۔ دعائے خیر کے بنائے کباب' چائے کے ساتھ کھاتے ہوئے وہ شاہ میر کو اس کے باپ اور اپنی بچپن کی شرارتوں کا بتا رہے تھے جب سلمان اور شفین اندر داخل ہوئے تھے۔ دونوں کے چہروں کے تاثرات ایسے سنجیدہ اور ہولا دینے والے تھے کہ وہ سب چونک گئے تھے۔ شفین جو پھپھو کے گلے لگنے اور ان سے اپنا دکھ بانٹنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ دعائے خیر پر نظر پڑتے ہی احساس زیاں اس قدر شدید ہوا کہ وہ پھپھو کے بے اختیار پوچھنے پر کہ "کیا ہوا؟" منہ پر ہاتھ رکھ کر زور زور سے روتی اندر بھاگ گئی تھی جب کہ سلمان کسی ہارے ہوئے جواری کی مانند وہیں بیٹھ گیا تھا۔

"کیا ہوا سلمان؟ بھابھی کیوں ایسے رو رہی ہیں۔ خیریت تو ہے نا؟" شاہ میر نے ہی پاس بیٹھے سلمان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پریشانی سے پوچھا۔ انکل اور پھپھو بھی پریشان نظر آنے لگے تھے پھر سلمان نے ایک نظر سب پر ڈالنے کے بعد جھکے سر اور یاسیت بھرے لہجے میں جو کچھ بتایا تھا اس کو سن کر وہ سب ہی ایک صدمے کے زیر اثر آگئے تھے۔

☆ ☆ ☆

اپنے کمرے میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی وہ سامنے والی دیوار کو تکتی جیسے کسی خلا میں معلق تھی۔ اس کی زندگی کے بدترین الفاظ تھے جو اس کے اردگرد آکر اسے چڑا رہے تھے۔

"مسز سلمان! آپ کے ساتھ کبھی کوئی ایسا حادثہ یا چوٹ لگی ہو جس سے آپ کے لوئر ایبڈومن کو نقصان پہنچا ہو۔" ڈاکٹر کے بے حد سنجیدگی سے پوچھنے پر اس نے ناسمجھی سے پاس بیٹھے سلمان کو دیکھا پھر بتایا کہ اس کے شعور میں واضح تو نہیں ہے، لیکن دھندلی سی پرچھائیں ضرور ہے کہ ایک دفعہ اسکول جاتے ہوئے روڈ کراس کرتے وقت ایک موٹر سائیکل اس وقت اس کے اوپر گزرتی چلی گئی تھی جب وہ اچانک ٹھوکر کھا کر گر پڑی تھی۔ پاپا بتاتے ہیں کہ میرے جسم کا نچلا حصہ بیڈ انجری کا شکار ہوا تھا جس کی وجہ سے میں بہت دن ہاسپٹلائزڈ رہی تھی۔

"لیکن کیوں ڈاکٹر؟ آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟" کچھ انہونی ہونے کا احساس کئی اندیشے اس کے سوال کے اندر سمیٹ لایا۔

"ہوں....." یہ سن کر ڈاکٹر نے بے اختیار طویل سانس لی تھی۔

"وہ اس لیے مسز سلمان کہ اس ایکسیڈنٹ میں آپ کی جان تو بچ گئی تھی پر اور بہت کچھ چھن گیا تھا۔" شفین کا چہرہ تیزی سے زرد پڑ گیا جب کہ سلمان بھی پریشانی سے ڈاکٹر کے مزید بولنے کا انتظار کرنے لگا۔

"آپ ماں بننے کی صلاحیت سے محروم ہو گئی ہیں۔"

ڈاکٹر نے اس کے بعد اور بھی بہت کچھ کہا تھا۔ دنیا میں معجزات ہونے کے دلائل۔ تسلی کے شہد۔ دلاسے کے ٹانک۔ پر اس کی سماعت پر ایک ہی جملہ ہتھوڑے برسا رہا تھا "آپ ماں بننے کی صلاحیت سے محروم ہیں مسز سلمان! آپ کبھی ماں نہیں بن سکتیں۔"

پھر سلمان نے اور انکل حسان نے اس کی رپورٹس ملک بھر کے گائناکالوجسٹس کے پاس بھجوائی تھیں' لیکن کم و بیش تمام ڈاکٹرز کی ایک ہی رائے تھی۔ پورے گھر پر ایک سوگ کی فضا طاری تھی گویا۔ اور

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یشفین وہ تو نہ زندوں میں تھی نہ مردوں میں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا احساس محرومی شدید ہو کر ڈپریشن کی صورت اختیار کر رہا تھا۔ پھپھو بھی ایک مستقل چپ کے زیر اثر تھیں۔ اب وہ بھی زیادہ تر گھر ہی رہتیں۔ اس دن تو حد ہی ہو گئی جب رات کے کھانے کے وقت یشفین کمرے سے باہر نہیں نکلی۔ پھپھو نے اس کی غیر موجودگی کا نوٹس لیا تھا۔

"اس کا خیال رکھا کرو سلمان۔ دکھ کے اس فیز سے نکلنے میں تم اس کی مدد کر سکتے ہو۔"

"جی ماما۔" وہ تابعداری سے بولا۔ "میں نے بے بی اڈاپٹ کرنے کا آپشن بھی اس کے سامنے رکھا ہے فی الحال تو وہ شاک کے زیر اثر ہے۔ سنبھل جائے گی آہستہ آہستہ۔"

"اسے بلاؤ بیٹا! سب کے درمیان اٹھے بیٹھے گی تو ہو سکتا ہے طبیعت سنبھلے اس کی۔" انکل حسان نے افسردگی سے کہا تو دعائے خیر اپنی کرسی سے اٹھ گئی۔

"میں بلا لاتی ہوں انکل اسے۔" آہستہ سے چلتی وہ یشفین کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ کچھ ہی پل میں انہوں نے دھواں دھواں چہرہ لیے دعائے خیر کو واپس آتے دیکھا اور یشفین کی تیز آواز کو سنا۔

"میرے سامنے مت آیا کرو۔ کتنی دفعہ کہا ہے۔ کیا ثابت کرنا چاہتی ہو کہ تم بہت نیک اور پارسا ہو تو اللہ نے تمہیں مکمل کر دیا اور میں بری ہوں اس کی نظر میں... تو مجھے سب سے بڑی نعمت سے محروم کر دیا۔"

چیختے چیختے اس کا گلا بیٹھ گیا تھا۔ پھر وہ سامنے بھی آگئی تھی۔ سرخ آنکھوں اور اجڑے حلیے کے ساتھ وہ یشفین نہیں لگ رہی تھی بلکہ ایسی محروم عورت تھی جس سے دنیا کی ساری نعمتیں لے کر اس کو تہی دامن کر دیا گیا ہو۔ سلمان ہی اٹھ کر اس کے پاس گیا تھا اس کا ہاتھ پکڑا ہی تھا کہ وہ بری طرح بپھر گئی۔

"مت کرو یہ ڈھونگ مجھ سے محبت جتانے کے۔ میں، جب میں اللہ کی نظر میں بری ہوں تو تم سب کی نظر میں کیسے اچھی ہو سکتی ہوں؟ نفرت ہے مجھے تم سے، خود سے، سب سے، زندگی سے۔" زور زور سے

چیختے چیختے وہ سلمان کے بازوؤں میں جھول گئی۔

سائرہ اور وہ آج ہی یشفین سے اسپتال میں مل کر آئے تھے جہاں وہ گزشتہ تین دن سے ایڈمٹ تھی لیکن بہر حال پہلے سے اس کی حالت خاصی بہتر تھی اب۔ شاید دکھ سہارنے کا سلیقہ آگیا تھا اسے۔ پھر اس نے سائرہ کو دیکھ کر بے تحاشا رونا اور معافیاں مانگنا شروع کر دیا تھا سب کی موجودگی میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے دعائے خیر سے اور سائرہ سے معافیاں مانگتی چلی گئی تھی۔

"امی! میں نے آپ کو ہمیشہ ستایا۔ ساری زندگی میری یہی کوشش رہی کہ کسی طرح سے پاپا کی نظروں سے آپ کو اور دعائے خیر کو گرا دوں تاکہ نہ آپ میری ماں کی جگہ لے پائیں نہ دعائے خیر میری جگہ لے پائے۔ پھر آپ نے دیکھا، اللہ نے کیسے مجھے میرے غرور کی، میرے برے اعمالوں کی سزا دی۔"

اس نے سب کے سامنے وہ سب کہہ دیا جو وہ خود سے بولتے ہوئے بھی ڈرتی تھی۔ دعائے خیر کو اپنے پاپا پھر اپنے گھر والوں کی نظروں سے گرانے کے لیے کیسے اپنے کلاس فیلوز سے کالز کرواتی رہی۔ غلط خطوط بھجواتی رہی۔ سائرہ اگرچہ بہت کچھ جانتی تھیں پھر بھی بہت سی باتوں سے بے خبر تھیں سو دکھ اور تاسف سے ابتر حال میں مبتلا یشفین کو دیکھے گئیں۔ وہاں پر موجود سب لوگ ہی شاکڈ تھے سوائے دعائے خیر کے جو بہت پہلے یہ سب جان گئی تھی۔

"خدا گواہ ہے یشفین! میں جو رشتوں اور محبتوں کی ترسی ہوئی تھی، میں نے ہمیشہ تمہیں اپنی بہن سمجھا، کبھی تمہارے لیے بددعا نہیں کی۔ پھر بھی تمہاری تسلی کے لیے میں کہتی ہوں کہ میں نے تمہیں معاف کیا۔ میرا اللہ بھی تمہیں معاف کرے۔" جس پل دعائے خیر نے اس کو گلے لگا کر تسلی دی تھی وہاں سب اس کی بڑائی کے معترف ہو گئے تھے۔

"مجھے معاف کر دو سائرہ۔ جو کچھ میری بیٹی نے تم لوگوں کے ساتھ کیا میں بھی تو اس میں برابر کا شریک رہا۔ تمہیں بھی بیوی کا درجہ دے ہی نہیں پایا سجیلہ

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

کی باتوں کے زیر اثر اور بعد میں یشفین کی باتوں میں آ کر تم دونوں سے ناروا سلوک رکھ کر تمہیں تو دکھ دیا ہی، اپنی زندگی کے کئی سنہرے سال بھی فضول باتوں میں برباد کر دیے۔ میں تمہیں کبھی بتا ہی نہ سکا کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا تھا۔ تم سے شادی میری زندگی کی اولین خواہش تھی اور جب وہ خواہش پوری ہوئی بھی تو احساس کمتری نے اس محبت کو مدہوشی کی نیند سلا کر خود کو اس پر حاوی کر لیا۔ سجیلہ ہمیشہ کہتی رہی کہ تم علی احمد سے محبت کرتی تھیں اور میں اس مرے ہوئے شخص کی رقابت میں مبتلا ہو کر تمہیں وہ محبت نہ دے پایا جو تمہارا حق تھی۔ آج اس کا صلہ مجھے اللہ نے میری بیٹی کی محرومی کی شکل میں دیا ہے' سائرہ کو لگا برسوں تپتی ریت پر چلتے چلتے اچانک پھولوں کی راہ گزر پر قدم رکھ دیا ہو شوہر کا اعتراف محبت زندگی کے کسی بھی موڑ پر ہو عورت کو یونہی شاد کرتا ہے۔ وہ بھیگی آنکھوں کے ساتھ ان کے دکھ بٹانے لگیں کہ یہی ایک وفا شعار عورت کا وطیرہ ہے۔

✿ ✿ ✿

"کیا کہہ رہی ہو تم؟" وہ حیرت سے کچھ دیر بول ہی نہیں پایا تھا۔

"میں وہی کہہ رہی ہوں جو آپ نے سنا شاہ میر! اس بکھرے گھر کو سمیٹنے کے لیے ایسے ہی ایک قدم کی ضرورت ہے۔ جس میں میرا ظرف اور آپ کی اجازت درکار ہے۔ پھر دیکھیں نا اسی گھر میں جہاں اللہ نے ایک عورت کے حصے میں ماں بننے کی محرومی دی ہے وہاں دوسری عورت کو یہ اعزاز بھی تو بخشا ہے یہ اگر ایک عورت کی آزمائش ہے تو دوسری کی بھی تو ہے نا۔ وہ مالک ہر دو صورتوں میں اپنے بندے کا شکر، اس کا ظرف ہی تو دیکھتا ہے۔" وہ سمجھی تھی کہ وہ ہچکچا رہا ہے پر وہ تو بہت خاص بہت پیاری سوچ رکھنے والی لڑکی کو تم آنکھوں سے دیکھے جا رہا تھا۔

"اتنا ظرف، اتنا صبر، اتنا شکر تم میں کیسے ہے؟" وہ جب بولا تو بس یہی الفاظ اس کے منہ سے ادا ہوئے۔

شدت جذبات نے مزید کچھ کہنے ہی نہ دیا۔

"کیوں کہ میں دعائے خیر ہوں۔" وہ مسکرا بولی۔

"ہاں، تم دعائے خیر ہو اور تمہیں اپنے کسی عمل کے لیے میری اجازت درکار نہیں ہے دعا! کیوں کہ مجھے یقین ہے کہ تمہارے ہر عمل میں خیر ہے۔" وہ اسے ساتھ لگا کر بولا تھا۔

✿ ✿ ✿

اس نے اپنی محرومی سے سمجھوتا کر لیا تھا کیوں کہ یہی ایک واحد راستہ تھا جس میں سکون تھا۔ گناہوں کی معافی کے بعد انسان اپنے اوپر سے نادیدہ بوجھ کو ہٹتے محسوس کرتا ہے کچھ ایسی ہی کیفیت یشفین کی تھی۔ اب صرف ایک محرومی کا احساس تھا اس کے اندر، کیوں کہ اپنے گناہ کا اعتراف کر کے اس نے کفارے کی طرف پہلا قدم بڑھا دیا تھا۔

پھر ایک دن، جب وہ صبح سو کر اٹھی تو اس نے سلمان کو بے حد خوش دیکھا تھا۔ وجہ دریافت کرنے پر وہ کچھ کہے بغیر اسے بازو سے پکڑ کر گاڑی کی طرف لایا اور تیزی سے گاڑی کو گیٹ سے نکال کر سڑک پر ڈال دیا۔ وہ راستے میں پوچھتی ہی رہ گئی تھی کہ اتنی سویرے وہ اسے کہاں لے کر جا رہا ہے' لیکن وہ اسے ابھی پتا چل جائے گا کہہ کر چپ کر جاتا تھا۔ جلد ہی وہ ایک اسپتال کی حدود میں تھے۔ یشفین کا دل ایک لمحہ کو ڈوب کر ابھرا لیکن چند لمحوں بعد جس منظر کو دیکھا اس نے اس کی آنکھوں کو پانیوں سے بھر دیا تھا اور اس سے اگلے لمحے دعائے خیر کے منہ سے نکلی بات نے اسے ساکت کر دیا تھا۔

"آؤ نا یشفین! دیکھو تو اللہ نے ہمارے گھر میں دو نعمتیں بھیجی ہیں' ایک تمہارے لیے' ایک میرے لیے۔ جلدی آؤ۔ اپنے حصے کی نعمت اٹھاؤ تاکہ میں اپنے حصے کی نعمت کو دیکھوں۔ میں نے تو ابھی نہ خود دیکھا ہے ان کو نہ کسی کو دیکھنے دیا ہے۔" دعائے خیر کے نڈھال لہجے میں کچھ دینے کی خوشی حاوی تھی۔

"ہاں ہاں یشفین آؤ نا! ہم سب بہت دیر سے تمہارا

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

انتظار کر رہے ہیں۔" پھپھو خوشی سے بے حال ہوتے ہوئے آگے بڑھیں اور ساکت کھڑی بشفین کا ہاتھ پکڑ کر اسے کاٹ کی طرف لے گئیں جہاں دو صحت مند بچے میٹھی اور پرسکون نیند سو رہے تھے۔ بشفین کے دل میں جیسے ممتا کا سمندر ابلنے لگا تھا۔۔۔۔ وہ نم آنکھوں کے ساتھ دعائے خیر کی طرف مڑی کہ کیا وہ جو سمجھی ہے آیا وہ حقیقت ہے یا اس کا وہم۔

"جلدی سے اٹھا لو بشفین۔ ایک تو نا قابل واپسی ہے دوسرا تبدیلی کی بھی سہولت نہیں ہے۔" سلمان کی بات پر سب مسکرا دیے۔ بشفین نے بڑھ کر ایک بچے کو اٹھا کر سینے سے لگایا تو جیسے جلتے ابلتے کلیجے میں قرار کی لہریں موجزن ہو گئی تھیں۔

"میں مر بھی جاؤں تب بھی تمہارا قرض کبھی اتار نہیں پاؤں گی بیٹا۔" پھپھو نے دوسرا بچہ اٹھا کر دعائے خیر کے پاس لٹاتے ہوئے کہا اس بار وہ شدت جذبات سے کچھ بول نہیں پائی تھی۔

☆ ☆ ☆

"اوہو آج فجر کی نماز پھر قضا ہو گئی۔"

آنکھ کھلنے اور گھڑی پر نگاہ پڑتے ہی افسوس ہوا تھا۔ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر وہ باہر آئی جہاں زندگی اپنے پورے جوبن پر تھی اپنے دادا کی گود میں چڑھا سامنے ٹیبل پر ناشتے کی چیزوں پر ہاتھ مارتا اس کا بیٹا سفان۔ ان کے ساتھ والی کرسی پر اپنی دادی کی گود میں باپ کے پاس جانے کی ضد کرتا ہوا شاہ میر اور دعائے خیر کا بیٹا عالیان جو کہ سامنے کی کرسی پر بیٹھے باپ کو دیکھ کر بار بار بانہیں پھیلا رہا تھا۔ سب کے ناشتے کے لوازمات پورے کرنے میں کچن سے ٹیبل کے چکر لگاتی دعائے خیر۔ وہ بے ساختہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھ کر اس خوب صورت ماحول کا حصہ بن گئی۔ اب وہ دن نہیں تھے جب ایسا منظر اس کے اندر آگ لگا دیا کرتا تھا۔ وہ دلوں کا مالک دلوں کو دکھانے کی سزا دیتا ہے تو معافی مانگنے والے کا بھی اس کے ہاں بہت اجر ہے۔ ایک معافی نے اس کی زندگی کو خوشیوں سے بھر دیا تھا۔

ظرف کو بڑا کر کے رشتوں کو کیسے اپنا بنایا جاتا ہے اس نے دعائے خیر سے سیکھا تھا۔ اس نے سلمان کی بے زاری کا ذکر ایک بار دعائے خیر سے کیا تھا۔ اس نے سمجھایا۔

"ہر مرد کے اندر ایک بچہ چھپا ہوتا ہے بشفین! اسے محبت اور توجہ دو، وہ اندر سے اسی کا متلاشی ہوتا ہے اس کے رنگ میں ڈھل جاؤ اس کی پسند اپنا لو پھر دیکھو کہ زندگی کے رنگ کتنے حسین ہیں۔ ایک ماں بھی تو ایسا ہی کرتی ہے اپنی اولاد کے لیے پھر ایک بیوی بھی شوہر کے لیے کر سکتی ہے نا" اس کی نصیحت کو اس نے گرہ سے باندھا ہی نہیں تھا عمل بھی کیا تھا پھر چند دنوں میں اپنی زندگی کو مکمل ہوتے بھی دیکھ لیا تھا۔

☆

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نبیلہ عزیز

ماورا مرتضیٰ ' عافیہ بیگم کی اکلوتی بیٹی ہے۔ فارہ کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔ عافیہ بیگم اس کا اپنی سہیلیوں سے زیادہ ملنا جلنا پسند نہیں کرتیں۔ اس کے علاوہ بھی اس پر بہت ساری پابندیاں لگاتی ہیں جبکہ ماورا خود اعتماد اور اچھی لڑکی ہے۔ عافیہ بیگم اکثر اس سے ناراض رہتی ہیں۔ البتہ بی گل اس کی حمایتی ہیں۔
فارہ اپنی ثمینہ خالہ کے بیٹے آفاق یزدانی سے منسوب ہے۔ دو سال پہلے یہ نسبت آفاق کی پسند سے ٹھہرائی گئی تھی مگر اب وہ فارہ سے قطعی لاتعلق ہے۔
منزہ ' ثمینہ اور نیو کے بھائی رضا حیدر کے دو بچے ہیں۔ تیمور حیدر اور عزت حیدر۔ تیمور حیدر بزنس مین ہے اور بے حد شان دار پرسنالٹی کا مالک ہے۔ ولید رحمٰن اس کا بیسٹ فرینڈ ہے۔ اس سے حیثیت میں کم ہے مگر دونوں کے درمیان اسٹیٹس حائل نہیں ہے۔ نیو کے بیٹے سے فارہ کی بہن حمنہ بیاہی ہوئی ہے۔
عزت اپنی آنکھوں سے یونیورسٹی میں بم دھماکا ہوتے دیکھ کر اپنے حواس کھو دیتی ہے۔ ولید اسے دیکھ کر اس کی جانب لپکتا ہے اور اسے سنبھال کر تیمور کو فون کرتا ہے۔ تیمور اسے اسپتال لے جاتا ہے۔ عزت کے ساتھ یہ حادثاتی ملاقات ولید اور عزت کو ایک خوشگوار حصار میں باندھ دیتی ہے۔ تاہم عزت کھل کر اس کا اظہار کر دیتی ہے۔ ولید ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا۔
آفاق فون کر کے فارہ سے شادی کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ فارہ روتی ہے۔ اشتیاق یزدانی ' آفاق سے حد درجے خفا ہو کر اس سے بات چیت بند کر دیتے ہیں۔ آفاق مجبور ہو کر شادی پر راضی ہو جاتا ہے۔ فارہ دل سے خوش نہیں ہو پاتی۔
رضا حیدر ' تیمور کو فارہ کی شادی کے سلسلے میں فیصل آباد بھیجتے ہیں۔ فارہ اپنی تاریخ میں ماورا کو بصد اصرار مدعو کرتی ہے۔
ماورا ' عافیہ بیگم کی ناراضی کے باوجود چلی جاتی ہے۔ وہاں تیمور اور ماورا کی ملاقات ہو جاتی ہے۔

Downloaded From
Paksociety.com
READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

اٹھائیسویں قسط

Downloaded From paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اسکرین پر رضا حیدر کا نام جگمگا رہا تھا۔ جس پہ ماورا کے چہرے کے زاویے بگڑ گئے تھے اور بی گل نے اس چیز کو بڑی گہری نظر سے نوٹ کیا تھا کیونکہ ماورا موبائل کی اسکرین کی جانب بہت ہی عجیب سی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"کس کا فون ہے؟" اب بی گل کی نظروں کے ساتھ ساتھ ان کا لہجہ بھی جتاتا ہوا تھا۔

"تیمور کی پرسنل کال ہے۔" اس نے کہتے ہوئے موبائل واپس میز پہ رکھ دیا تھا۔

"اچھا۔" بی گل نے یوں "اچھا" کہا جیسے اس کی پرسنل کال کا مطلب بھی سمجھ گئی ہوں۔ اور اس سے پہلے کہ ماورا بی گل اور عافیہ بیگم کے ساتھ دوبارہ سے سلسلہ کلام جوڑتی ایک بار پھر گھنٹی بجنے لگی تھی۔

اور اب کی بار ماورا کے دل میں نجانے کیا سمائی کہ اس نے بہت ہی سہولت سے موبائل اٹھا کر کال ریسیو کرلی تھی۔

"ہیلو۔؟" اس کی آواز سرد تھی۔

اور دوسری طرف تیمور کے موبائل پہ کسی لڑکی کی آواز سن کر رضا حیدر کے دہکتے دماغ پہ مزید چوٹ پڑی تھی۔

"کون ہو تم۔؟" ان کے لہجے میں رتی برابر بھی لچک نہیں تھی۔ اور ماورا ان کے سوال پہ چند سیکنڈز کے لیے چپ ہو گئی تھی۔

"میں پوچھ رہا ہوں۔ کون ہو تم۔؟" انہوں نے شدید غصے سے اور چبا کر کہا تھا۔

"ماورا مرتضیٰ۔" ماورا کا لہجہ مضبوط اور دو ٹوک ہو رہا تھا۔

اب کی بار رضا حیدر کی طرف خاموشی چھا گئی تھی۔

"کون ماورا مرتضیٰ۔؟" اگلے ہی پل وہ پھر سے اپنے سابقہ لب و لہجے میں لوٹ چکے تھے۔

"یہ سوال آپ اپنے آپ سے پوچھیں۔" وہ ہنوز دو ٹوک بات کر رہی تھی۔

"دیکھو لڑکی! مجھ سے سیدھی سیدھی بات کرو۔ کون ہو تم؟" وہ کرختی سے بولے تھے۔

"کیوں اپنے آپ سے سوال کرتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے۔؟" ماورا نے طنزیہ پوچھا۔

"بکواس بند کرو اپنی۔" وہ فون پر ہی دھاڑے ان کا پارہ بڑی جلدی ہائی ہو جاتا تھا۔

"کچھ سوچ سمجھ کر منہ سے الفاظ نکالیں۔ رشتے میں آپ کی بہو بھی ہوتی ہوں۔ مسز تیمور حیدر۔" ماورا کے انداز میں دنیا بھر کا سکون تھا۔ اور اس کا یہ سکون رضا حیدر کا سارا سکون غارت کر گیا تھا۔

ماورا آنکھوں سے اوجھل رہ کر بھی بخوبی محسوس کر سکتی تھی کہ فون کی دوسری طرف کیا بیتی ہے؟ کیونکہ ماورا مرتضیٰ کے بعد مسز تیمور حیدر ہونے کا انکشاف بھی کچھ کم نہیں تھا۔

"میں تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔" رضا حیدر کی ہمت بھی بلا کی تھی۔

"میں جانتی ہوں۔ جو شخص کسی کے قدموں تلے سے زمین اور سر سے چھت کھینچ سکتا ہے' وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ زبان کھینچ لینا کون سا مشکل کام ہے۔؟"

ماورا رفتہ رفتہ کھل رہی تھی اور رضا حیدر کے چودہ طبق روشن ہوتے جا رہے تھے۔

"لیکن آپ پریشان نہ ہوں۔ میں آپ جیسی نہیں ہوں۔ میں آپ سے کچھ نہیں چھینوں گی۔ کیونکہ میں علی مرتضیٰ کی بیٹی ہوں۔ مجھے چھیننا نہیں آتا۔ میری رگوں میں اعلا ظرف باپ کا خون ہے۔ میں کسی کم ظرف کی اولاد نہیں ہوں۔" وہ کہتے کہتے تلخ ہو گئی تھی۔

رضا حیدر کا خون کھول اٹھا تھا۔ انہوں نے یک دم فون بند کر دیا تھا۔ اور ماورا اپنے ہاتھ میں پکڑے ساکت و صامت موبائل کو دیکھتی رہ گئی۔

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"رضا حیدر کا فون تھا...؟" اب کی بار سوال عافیہ بیگم کی طرف سے آیا تھا۔
"جی ہاں۔ اس کا تھا۔" ماورا اندر ہی اندر تپ رہی تھی۔
"تمیز سے بات کرو۔ تمہیں اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ وہ تمہارے۔"
"امی پلیز! ابھی میں تیمور کے لیے ریلیکس ہوئی ہوں۔ نارمل ہوئی ہوں۔ ابھی کچھ ٹائم۔ کچھ وقت لگے گا۔ مجھے ریلیکس ہونے دیں۔ سب کچھ اتنی جلدی ٹھیک نہیں ہو گا۔" ماورا اپنے اعصاب کو کنٹرول رکھنے کی کوشش میں اندر سے سچ مچ چڑچڑی اور قدرے نڈھال بھی ہو چکی تھی۔
"دیکھو بیٹا۔ رشتے بنانے میں بہت ٹائم لگتا ہے لیکن رشتے بگڑنے میں لمحہ بھی نہیں لگتا۔ اس سے پہلے کہ کچھ غلط ہو تم سب کچھ خود سنبھال لو۔ اپنے آپ کو مضبوط رکھو اور سب کچھ فیس کرو۔" عافیہ بیگم کے اندر اتنا تحمل اور اتنا اطمینان کہاں سے آیا تھا یہ بات وہ خود بھی نہیں جانتی تھیں۔
پتا نہیں کیسے ان کے اندر کا ڈر اور خوف دور جا سویا تھا۔
"امی! میں سچ مچ بدل چکی ہوں۔ تیمور کی محبت کے سامنے میری نفرت بہت کم ہے۔ میں اسے تکلیف نہیں دے سکتی۔ لیکن رضا حیدر کو یہ بات کون سمجھائے؟"
ماورا کا لہجہ بہت الجھا ہوا تھا اور یہی الجھن بی گل اور عافیہ بیگم کے چہرے پہ بھی نقش ہوئی نظر آرہی تھی۔ ماورا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اگلی صورت حال سے کیسے گزرنا ہے؟

☆ ☆ ☆

"سر! آپ سے مسٹر تیمور حیدر ملنے کے لیے آئے ہیں۔" آفاق اپنے کسی کام میں مصروف تھا جب اس کی پی اے نے اسے اطلاع پہنچائی تھی۔
اور آفاق لیپ ٹاپ پر کام کرتے کرتے چونک گیا تھا۔
"اچھا۔ بھیجو اسے۔" آفاق نے فوراً "اسے بھیجنے کا کہا تھا اور اگلے چند لمحوں میں تیمور اس کے سامنے موجود تھا۔
"السلام علیکم۔" تیمور نے بڑے ہشاش بشاش لہجے میں سلام کیا تھا۔
"وعلیکم السلام۔ آج کیسے سورج مغرب سے نکلا...؟" آفاق بھی جواباً "بڑی خوش دلی سے پیش آیا تھا۔
"تمہیں بتایا تو تھا کہ یہ سورج مغرب سے ضرور نکلے گا۔" تیمور اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے ہنسا تھا۔
"ہاں۔ یاد آیا۔ تم نے اطلاع دی تھی۔ بس میں ہی بھول گیا۔" آفاق نے یاد آنے پر اپنی غلطی تسلیم کی۔
"تم تو دنیا بھلائے بیٹھے ہو۔ یہ تو محض ایک بات ہے۔" تیمور نے جان بوجھ کے اس پر چوٹ کی تھی۔
"میری دنیا میرے گھر میں ہے۔" آفاق کا اشارہ فاریہ کی طرف تھا۔ "اور تم گھر سے بھی بھاگ رہے ہو اور دنیا سے بھی۔" تیمور نے اگلا وار بھی خالی نہیں جانے دیا تھا۔
"کیا۔ بات ہے آج بڑے اکھڑے اکھڑے سے لگ رہے ہو۔؟" آفاق نے اس کی بات کو نارمل ہی لیا تھا۔
"جب کوئی اپنا بیگانوں جیسی حرکت کرے تو منہ سے اکھڑے اکھڑے الفاظ ہی نکلتے ہیں۔" تیمور کہتے ہوئے کرسی کی طرف بڑھا۔
"بیگانوں جیسی حرکت۔" آفاق کو حیرت ہوئی تھی۔
"اکیلے مرنا اور اکیلے جینا بیگانوں جیسی ہی حرکت ہے ناں۔؟" تیمور نے سوالیہ نظریں اس کے چہرے پہ گاڑ دی تھیں۔ اور آفاق کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

"کیا ہوا؟ کچھ غلط کہہ دیا میں نے۔؟" تیمور کا سوالیہ انداز ہنوز تھا۔
"کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔؟" آفاق انجان بننے میں ماہر ہو چکا تھا۔
"بیٹھو! مطلب میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔" تیمور نے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی کرسی سنبھال لی تھی۔
آفاق کچھ سمجھ اور کچھ نا سمجھی کے سے انداز میں دیکھتے ہوئے واپس اپنی کرسی پہ بیٹھ گیا تھا۔
"چائے آرڈر کرو۔" تیمور نے جان بوجھ کر نارمل انداز اپنایا تھا۔
"کیا؟" آفاق کو اس کی اس بے تکلفی پہ بھی حیرت ہوئی تھی۔
"میں نے کہا' چائے آرڈر کرو۔ چائے پینے کا موڈ ہو رہا ہے۔" تیمور نے وجہ بتائی اور آفاق نے چپ چاپ اس کی فرمائش کی تکمیل کی تھی۔
"فارہ کیسی ہے؟" تیمور کا اگلا سوال بھی غیر متوقع تھا۔
"ٹھیک ہے۔" آفاق نے مختصراً "بتایا۔
"خوش ہے۔؟" اس کا ہر سوال امید کے برعکس سامنے آ رہا تھا۔
"ہاں۔!" آفاق ہر سوال کے ساتھ الجھتا ہی جا رہا تھا۔
"کتنی خوش ہے۔؟" سوال پہ سوال جاری تھا۔
"یہ تو وہی بتا سکتی ہے۔" آفاق بھلا کیا بتا سکتا تھا۔
"اچھا' انکل اور آنٹی کا تو بتا سکتے ہو ناں؟ وہ کتنے خوش ہیں تم سے۔؟" تیمور کے سوالات عجیب سے عجیب تر تھے۔
"تم کہنا کیا چاہتے ہو۔؟" آفاق نے بڑے ٹھہراؤ سے پوچھا تھا۔
"میں بس یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جن کو تم دکھ دینے سے بچا رہے ہو' وہ لوگ پھر بھی خوش نہیں ہیں۔ کیونکہ ادھوری خوشی پورے غم سے زیادہ اذیت ناک ہوتی ہے۔ جس کا اندر ہی اندر دھڑکا لگا رہتا ہے کہ شاید ابھی چھن جائے۔۔۔ شاید ابھی چھن جائے اور یہ ہی حال ان کا بھی ہے۔ ادھوری خوشی انہیں خوش نہیں ہونے دے رہی۔۔۔ اس لیے بہتر ہے کہ یا تو انہیں پورا غم دے دو۔۔۔ یا بھرپور خوشی۔۔۔ آخر ان کا یہ دھڑکا تو ختم ہو۔"
تیمور نے اسے کافی گہرائی سے سمجھانے کی کوشش کی تھی اور جواباً" آفاق چپ کا چپ رہ گیا۔
"دیکھو آفاق۔۔۔! اگر وہ انیق کا غم سہ گئے ہیں تو یہ غم بھی سہ جائیں گے اور تم تو انیق سے کئی گنا زیادہ بہتر ہو۔۔۔ صحت مند ہو۔۔۔ مضبوط ہو۔۔۔ بہادر ہو۔۔۔ وہ تو تمہارا اس وقت بچہ تھا۔۔۔ بیماری نے اسے کمزور کر دیا تھا۔ وہ نہیں سہ سکا۔۔۔ اور تم تو اتنے عرصے سے اکیلے جنگ لڑتے آ رہے ہو اور مجھے پورا یقین ہے۔۔۔ تم یہ جنگ جیت جاؤ گے۔۔۔ کیونکہ تمہارے اندر حوصلے کی طاقت ہے۔"
تیمور نے بات کرتے کرتے اس کی ہمت بندھائی تھی۔
اور آفاق نے گہری سانس کھینچتے ہوئے جیسے ہتھیار ڈال دیے تھے۔
"تو تمہیں پتا چل چکا ہے۔" اس کا انداز شکست خوردہ سا تھا۔
"خوش قسمتی سے۔۔۔" تیمور نے کندھے اچکائے۔
"کس نے بتایا۔۔۔؟ ڈاکٹر شاہ نواز نے یا پھر زوبیہ شاہ نواز نے۔۔۔" آفاق کو پتا تھا کہ ان دونوں باپ بیٹی کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا۔
"جس نے بھی بتایا ہے۔۔۔ تم بس یہ بتاؤ کہ تم نے اب کیا کرنا ہے؟ کیا سوچا ہے؟" تیمور اس سے اگلی بات پوچھ

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

رہا تھا۔
"کیا مطلب؟ کیا سوچا ہے؟" آفاق نے سر اٹھا کر تیمور کو دیکھا۔
"آپریشن کے لیے۔۔۔؟" تیمور نے اب صاف سوال کیا تھا۔
"نہیں۔۔۔ میں آپریشن نہیں کرواؤں گا۔" اس نے فوراً سے بھی پیشتر انکار کر دیا۔
"کیوں؟ آپریشن کیوں نہیں کرواؤ گے؟" تیمور نے ذرا سختی سے پوچھا۔
"میری زندگی کے جتنے دن باقی ہیں' میرے لیے وہی کافی ہیں۔" آفاق کی طرف سے انکار تھا۔
"تمہارے لیے کافی ہیں لیکن تمہارے گھر والوں کے لیے کافی نہیں ہیں' تمہارے ماں' باپ اور تمہارے بیوی بچوں کو تمہاری زندگی کے چند دن نہیں بلکہ تمہاری پوری زندگی چاہیے' جس کے لیے تمہیں یہ رسک لینا ہی ہوگا۔۔۔ تمہارا آپریشن تمہارے لیے اور تمہارے گھر والوں کے لیے ہے۔ دیر مت کرو۔۔۔"
تیمور اسے بار بار مجبور کر رہا تھا لیکن آفاق کی اپنی ہی ایک الگ سوچ تھی۔
"اگر اس رسک میں زندگی کے چند دن بھی باقی نہ رہے تو پھر۔۔۔ پھر میرے گھر والے کیا کریں گے؟" آفاق نے تیمور کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔
"تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو۔۔۔ زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ تمہاری زندگی کتنی ہے؟ میری زندگی کتنی ہے؟ یہ تو ہم دونوں ہی نہیں جانتے۔ میں تمہیں زندگی جینے کے لیے فورس کر رہا ہوں۔ تم بیمار ہو لیکن تمہاری زندگی زیادہ ہو۔۔۔ میں تندرست ہوں' صحت مند ہوں۔۔۔ لیکن میری زندگی کم ہو۔۔۔ زندگی کا کوئی بھروسا ہے۔۔۔ بھلا۔" تیمور نے کہتے ہوئے کندھے اچکائے تھے۔
"یار! بات یہ نہیں ہے۔۔۔ میں موت سے ڈر نہیں رہا۔۔۔ مجھے بھی مام' ڈیڈ اور فارہ کا ہی خیال ہے۔ ان ہی کی خاطر اس رسک کو ٹالتا آرہا ہوں۔۔۔ ورنہ میں اکیلا اگر اتنی تکلیف سہہ سکتا ہوں' تو سمجھو کہ کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ آپریشن کروانا مشکل نہیں تھا میرے لیے مگر میں انیق جیسا دکھ۔۔۔" آفاق بات کرتے کرتے رک گیا تھا۔
"دیکھو آفاق۔۔۔ سب کی قسمت ایک جیسی نہیں ہوتی۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو یہی معجزہ دکھانا ہو کہ تم دونوں بھائی ہو۔۔۔ ایک ہی خون ہو۔۔۔ ایک ہی بیماری کا سامنا کرنا پڑا لیکن ایک کی قسمت میں زندگی اور ایک کی قسمت میں موت لکھ دی ہو؟" تیمور نے ایک اور دلیل اس کے سامنے رکھی تھی۔
"ہاں ہو سکتا ہے۔۔۔ میں کب انکار کر رہا ہوں۔۔۔ لیکن محبت انسان کو کمزور بنا دیتی ہے۔ اچھا بھلا انسان بزدل بن جاتا ہے۔۔۔ شاید میں بھی بن گیا۔۔۔ بزدل اور کمزور۔" آفاق نے سر جھٹکا تھا اور تیمور مسکرا رہا تھا۔ "کبھی کبھی محبت مضبوط بھی بنا دیتی ہے۔۔۔ تم کمزوری کو چھوڑ کر مضبوطی کی طرف بھی آسکتے ہو۔۔۔ بس مزید حوصلے کی ضرورت ہے تمہیں۔۔۔"
"مگر کیسے۔۔۔؟" آفاق کے لہجے میں بے بسی تھی۔
"آپریشن کی تیاری کرو۔" تیمور نے اصل بات کی۔۔۔
"لیکن تیمور۔۔۔" اس نے کچھ کہنا چاہا۔
"لیکن ویکن کچھ نہیں۔۔۔ تم بس تیاری کرو۔ باقی معاملات میں خود سنبھال لوں گا۔" تیمور کہہ کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔
"تم۔۔۔؟" آفاق نے سوالیہ دیکھا۔
"ہاں۔۔۔ میں۔۔۔ کیونکہ میں خود تمہارے ساتھ جاؤں گا۔۔۔ خود آپریشن کرواؤں گا۔۔۔ اور ان شاء اللہ تمہیں ٹھیک ٹھاک واپس لے کر آؤں گا۔۔۔ ان شاء اللہ۔۔۔" تیمور کے لہجے میں یقین تھا اور آفاق مزید کچھ نہیں کہہ سکا

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھا۔ اتنے میں پیون چائے لے آیا اور تیمور مسکرا دیا۔
"کیا ہوا؟" آفاق نے اس کے ہنسنے کی وجہ پوچھی۔۔۔
"بس اب چائے کا موڈ نہیں رہا۔۔۔" تیمور نے شرارت سے کہتے ہوئے چائے کے کپ دیکھے۔
"کیوں۔۔۔ اب کیوں موڈ نہیں رہا۔۔۔" آفاق کو تو آج بس حیرت پہ حیرت ہو رہی تھی۔
"کیونکہ اب مسئلہ حل ہو چکا ہے۔" تیمور مزید مسکرایا۔
"مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے تم مجھے ہنی مون کے لیے رضامند کرنے آئے تھے اور اب میرے رضامند ہو جانے پہ خوش ہو رہے ہو۔۔۔" آفاق نے اب ذرا خوش گوار موڈ کے ساتھ اس کا مذاق اڑایا تھا۔
"وہ تو آج کل میرے اپنی بیوی کو رضامند کرنے کے دن ہیں۔" تیمور کے خیال کے پردے پہ ماورا کا عکس لہرایا تو لہجہ خود بخود ہی مسحور سا ہو گیا تھا۔
"تو پھر میرے پیچھے کیوں پڑے ہو۔۔۔ جاؤ۔۔۔ بھابھی کے پاس جاؤ۔۔۔ وہ انتظار کر رہی ہوں گی۔ انہیں کہیں گھماؤ پھراؤ۔۔۔ ہنی مون کے لیے رضامند کرو۔" آفاق نے اسے چھیڑا تھا۔
"تمہارے آپریشن کے بہانے ہنی مون ہی تو منانے جا رہا ہوں۔" تیمور کی شرارت عروج پہ تھی۔
"اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ مطلب کہ بھابھی بھی ساتھ جا رہی ہیں؟"
آفاق کو اس کی بات کا مفہوم بڑی جلدی سمجھ میں آ گیا تھا۔
"آف کورس۔۔۔ ورنہ میں اکیلا تمہارے ساتھ جھک مارنے جا رہا ہوں کیا؟" تیمور کی شرارت پہ آفاق نے قدرے پرسوچ نظروں سے دیکھا تھا۔
"کیا سوچ رہے ہو؟" تیمور نے بھی نوٹ کر لیا۔
"سوچ رہا ہوں کہ ہنی مون پہ تو ہم بھی نہیں گئے۔۔۔ تو کیوں نا میں بھی اپنی بیوی کو ساتھ لے چلوں؟" آفاق کی بات پہ تیمور کا ایک فلک شگاف قہقہہ گونجا تھا۔
"ہاہاہا۔۔۔"
"اب اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے؟" آفاق نے اسے گھورا۔
"ہنسنے والی بات یہ ہے کہ تم آپریشن کروانے جا رہے ہو۔۔۔ ہنی مون منانے نہیں۔۔۔ ہنی مون منانے تو میں جا رہا ہوں۔" تیمور نے پھر اسے چھیڑا تھا۔
"یہ تو پھر ناانصافی ہوئی نا؟" آفاق نے مسکین سی شکل بنائی اور تیمور ہنستا ہوا وہاں سے نکل آیا تھا۔
اور آفاق اسے دیکھتا رہا۔۔۔ کیونکہ اس نے پہلی بار تیمور کو اس قدر خوش گوار موڈ میں دیکھا تھا' ورنہ وہ ہمیشہ ہی کافی لیے دیے سے انداز میں رہتا تھا۔

☼ ☼ ☼

ولید رات کو خاصا لیٹ آیا تھا۔ اس لیے دن چڑھے تک سوتا رہا اور ابھی مزید نہ جانے کتنی دیر سوتا کہ اچانک اس کے فون نے شور مچانا شروع کر دیا تھا۔
"اف۔۔۔ اس وقت کون ٹپک پڑا۔" اس نے بے زاری سے بڑبڑاتے ہوئے کال ریسیو کی۔
"السلام علیکم۔۔۔" عزت نے بڑے تمیزدارانہ انداز میں سلام کیا تھا۔
"وعلیکم السلام۔۔۔ کون۔۔۔" ولید تکیے میں منہ دیے تقریباً غنودگی میں ہی فون سن رہا تھا۔
"مسز ولید رحمان۔۔۔" اب کی بار وہ چبا کر بولی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

"کون مسز ولید رحمان..." اس نے ہنوز اسی انداز میں پوچھا۔
"عزت... عزت رحمان..." وہ بہت زیادہ برداشت سے کام لے رہی تھی اور ولید بے دھیانی میں ہی اس کی برداشت آزمائے جارہا تھا۔
"عزت... آج کل کسی کی کوئی عزت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں... اچھی طرح جانتا ہوں۔" وہ نیند میں جو منہ میں آرہا تھا بولے جارہا تھا اور عزت غصے سے لال پیلی ہونے لگی تھی۔
"میں فون بند کررہی ہوں۔" عزت نے تلملا کر دھمکی دی تھی۔
"اپنی مرضی سے فون کیا ہے... اب اپنی مرضی سے بند کردو... میں نے روکا تو نہیں۔" اس نے جیسے غنودگی میں ہی لاپروائی کا اظہار کیا تھا اور عزت یک دم غصے سے چیخ اٹھی تھی۔
"ولید..." وہ اتنی زور سے چیخی کہ ولید کے چودہ طبق روشن ہوگئے تھے۔
"ہوں... ہاں... کک کون... عزت..."
وہ یک دم ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھا تھا لیکن عزت اتنے میں فون بند کرچکی تھی اور ولید موبائل اسکرین پہ کال کا وقت دیکھ کر جیسے بستر پہ ہی اچھل پڑا تھا۔
"سات منٹ... اف... اس نے سات منٹ بات کی اور میں... میں نیند میں ہی... اوہ گاڈ..." اس نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔
اور فوراً سے پیشتر اس کا نمبر ڈائل کیا تھا لیکن عزت نے فون کاٹ دیا۔
ولید نے دوبارہ کیا... اس نے دوبارہ بھی کاٹ ہی دیا تھا۔
"اٹھ گئے تم..." زبیدہ خاتون اس کی بڑبڑاہٹ کی آواز سن کے اندر آگئی تھیں۔
"جی... اٹھ گیا ہوں۔" وہ اپنے آپ کو کوستے ہوئے بولا۔
"ناشتا گرم کروں؟"
"نہیں امی... پہلے اسے تو ٹھنڈا کرلوں۔" وہ بے چارگی سے بولا۔
"کس کو..." وہ ناسمجھی سے بولیں۔
"آپ کی بہو کو..." ولید کہہ کر بستر سے اٹھا اور جوتے پہن کر اسی طرح الجھے بکھرے حلیے میں باہر نکل گیا تھا۔
"کہاں جارہے ہو... کیا ہوا ہے؟" زبیدہ خاتون کو الجھن ہوئی تھی۔
"وہ ناراض ہوگئی ہے' اس کو منانے جارہا ہوں۔" ولید فون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بڑھتا تھا۔ یعنی وہ چھت پہ جارہا تھا عزت کو فون کرنے کے لیے۔
"ہوں اچھا..." زبیدہ خاتون سرہلا کر رہ گئی تھیں اور وہ اوپر چلا گیا۔

☸ ☸ ☸

"بھائی نے شادی کرلی...؟" عزت نے غصہ ٹھنڈا ہوتے ہی پہلا سوال یہ ہی کیا تھا۔
"ارے نہیں... نہیں... تمہارا بھائی ماشاء اللہ بہت ہی پرہیزگار آدمی ہے... شریعت کا قائل... اور صوم و صلوٰۃ کا پابند... اس نے شادی نہیں کی... اس نے نکاح کیا ہے... صرف نکاح..." ولید چڑ کے بولا تھا۔
"تو آپ کیوں آہیں بھر رہے ہیں؟" عزت نے خفگی سے پوچھا۔
"آہیں نہ بھروں تو اور کیا کروں؟ اپنا نکاح کرکے انجوائے کرتا پھر رہا ہے... اور میرے ساتھ ظلم کرکے میرا خیال ہی نہیں کیا بھی... الٹا بہن کو دبئی بھجوا دیا... اور اوپر سے یہ پابندی کہ رابطہ بھی نہیں رکھنا..." ولید تو آج

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دکھے دل کے پھپھولے پھوڑ رہا تھا۔
"یعنی وہ رخصتی بھی کروا چکے ہیں؟" عزت کو مزید حیرت ہوئی تھی۔
"رخصتی۔۔۔ خیر چھوڑو۔۔۔" ولید رخصتی کے لفظ پہ تڑپا پھر سر جھکا کر چپ ہو گیا تھا۔
"کیوں کیا ہوا؟ آپ چپ کیوں ہو گئے؟"
"کچھ نہیں بس جانے دو۔۔۔ یہ بتاؤ کہ آج پکچر کیوں نہیں بھیجی؟ میں نے کہا بھی تھا کہ مجھے تمہاری ڈیلی پکچر ملنی چاہیے؟" ولید نے ذرا غصے اور سختی سے پوچھا تھا۔
"بس۔۔۔ وہ رات سے بابا کافی پریشان ہیں اور وہ شادی کا فنکشن اس طرح چھوڑ کر بھی نہیں آسکتے۔۔۔ ورنہ بھائی کی شادی کا سن کر کافی غصے کی حالت میں ہیں۔۔۔ ان سے یہ ٹائم گزارنا بہت مشکل ہو رہا ہے۔"
یہ تو صرف عزت ہی دیکھ رہی تھی کہ اس کے بابا پہ کیا بیت رہی ہے۔ البتہ ولید کو رضا حیدر کی حالت کا سن کر کافی ہنسی بھی آئی تھی لیکن پھر دبا گیا تھا۔
"تو پھر آج ایسا کرو۔۔۔ آج اپنی نہیں اپنے بابا کی پکچر بھیج دو۔ میں جا کر ان کے سپوت کو دکھاتا ہوں۔۔۔ کہ دیکھو تم نے کیا حال کر دیا ہے۔" ولید کی شرارتی رگ پھڑک چکی تھی۔
"ولید آپ کو مذاق سوجھ رہا ہے؟" عزت نے خفگی سے کہا۔
"نہیں۔۔۔ مجھے تو صرف تم سوجھ رہی ہو لیکن کہیں میسر نہیں آرہی ہو۔" اس نے پٹری بدل لی تھی۔
"میرا خیال ہے میں فون بند کر دوں۔" اس نے ولید کو خبردار کیا۔
"کر دو بند۔۔۔ آخر کب تک کرو گی۔۔۔ کبھی تو آئے گا اونٹ پہاڑ کے نیچے۔" ولید نے آہ بھر کے کہا اور عزت اپنی ہنسی دبا گئی تھی۔
"او کے۔۔۔ اللہ حافظ۔۔۔" عزت نے فون بند کرنا چاہا۔
"ارے رکو۔۔۔ سنو تو۔۔۔" ولید نے اسے روکا۔
"ہوں۔۔۔ کہیے سن رہی ہوں؟" وہ رک گئی تھی۔
"کب آرہی ہو۔۔۔؟" ولید نے کچھ ایسے افسردہ سے لہجے میں پوچھا کہ عزت بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔
"جب آپ کہیں۔۔۔" وہ بھی بڑے لاڈ سے بولی تھی۔
"آج ہی آجاؤ۔۔۔" ولید حقیقتاً اسے مس کر رہا تھا۔
"آپ آنکھیں بند کرو۔۔۔ اپنے دل پہ ہاتھ رکھو۔۔۔ اور مجھے محسوس کرو۔۔۔ سمجھو میں آگئی۔" عزت نے بہت نرم گرم سا احساس دلایا تھا اور ولید نے سچ مچ آنکھیں بند کر کے دل پہ ہاتھ رکھ دیا تھا۔
"آئی مس یو۔۔۔" عزت نے بے حد سرگوشی سے کہتے ہوئے فون بند کر دیا تھا۔
"آئی فیل اٹ۔۔۔" ولید بھی بے حد آہستگی سے کہتا آہ بھر کے رہ گیا تھا۔
"ولید۔۔۔ ولید۔۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟" زبیدہ خاتون چھت پہ کپڑے پھیلانے کے لیے آئیں تو ولید کو اس طرح آنکھیں بند کیے کھڑے دیکھ کر تعجب سے دیکھنے لگیں۔
"یوگا۔۔۔ یوگا ہو رہا ہے امی۔۔۔ آپ کی بہو نے کہا ہے کہ ایسا یوگا کیا کرو۔"
ولید چونک کر متوجہ ہوا اور پھر سر جھٹک کر کہتا ہوا نیچے آگیا اور زبیدہ خاتون ایک بار پھر حیران اور الجھی ہوئی نظروں سے دیکھتی رہ گئی تھیں۔
"عجیب بہکی بہکی حرکتیں کر رہا ہے آج۔۔۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے کپڑے پھیلا رہی تھیں۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

☆ ☆ ☆

"مجھے مس کیا؟" تیمور آفس سے سیدھا ماورا کے گھر آیا تھا اسے لینے کے لیے اور گاڑی میں بیٹھتے ہی پہلا سوال یہ ہی کیا تھا۔

"آپ کا سیل یہیں رہ گیا تھا۔ دن میں کالز آتی رہیں آپ کی۔" ماورا نے اپنے بیگ سے اس کا موبائل نکال کر اس کے سامنے کیا۔

"مجھے نہ سیل کی پروا ہے' نہ کالز کی... تم اپنی بات کرو... تمہارا دن کیسا گزرا...؟" تیمور نے لاپروائی سے سیل ڈیش بورڈ پہ ڈال دیا تھا۔

اور اس کے سوال پہ ماورا نے ذرا سی پلکیں اٹھا کر اس کی سمت دیکھا تھا اور پھر دوبارہ پلکیں جھکالی تھیں۔

"اداس گزرا..." ماورا کا جواب مختصر تھا۔

"کیوں...؟" اور تیمور کا سوال بے ساختہ...

"آپ کے لیے..." غیر متوقع جواب... تیمور کو یقین نہیں آیا تھا۔

"کس کے لیے...؟" اس نے پھر سوال کیا۔

"آپ کے لیے..." اس نے بھی وہی جواب دیا تھا اور اس نے یک دم گاڑی کو بریک لگا دیے تھے۔

"کیا ہوا؟" ماورا نے گردن موڑ کر دیکھا۔

"ایکسیڈنٹ ہو جائے گا۔" تیمور نے اسٹیرنگ سے ہاتھ ہٹا لیے تھے۔

"کیوں...؟" ماورا اس کے چہرے پہ پھیلی خوشی کے رنگ دیکھ رہی تھی۔

"تمہارا دن اداس گزرا... یہ سن کر میری شام خوشی سے رنگین ہو گئی ہے۔" تیمور کا لہجہ چہک رہا تھا۔

"کیوں... آپ کو یقین نہیں تھا کہ میں آپ کے لیے اداس ہو سکتی ہوں؟" ماورا نے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھے۔

"تم میری فیلنگز نہیں سمجھ سکتیں۔" تیمور ایک گہری سانس خارج کرتا ہوا گاڑی سے اتر گیا تھا اور پھر چند سیکنڈز کے توقف سے ماورا بھی گاڑی سے اتر آئی تھی۔

"فیلنگز تو کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ کبھی کبھی انسان خود اپنی بھی فیلنگز نہیں سمجھ پاتا۔ ہر چیز سمجھ سے باہر ہو جاتی ہے۔" ماورا اس کے برابر آکھڑی ہوئی تھی۔

"ہوں... بالکل اسی طرح میری سمجھ سے اور میرے یقین سے باہر ہے کہ تم میرے ساتھ ہو؟ میرے برابر کھڑی ہو۔ میری ہو چکی ہو... میں تمہیں چھو سکتا ہوں۔ تمہارا لمس محسوس کر سکتا ہوں۔" تیمور نے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

"اگر آپ کو میرے ساتھ پہ یقین نہیں آرہا تھا تو پھر آپ کو مجھ پہ بھی یقین نہیں آئے گا۔" ماورا کے ذہن پہ رضا حیدر کا خیال سوار تھا۔

"ایسی بات مت کرو۔ تم پہ تو آنکھیں بند کر کے یقین کر سکتا ہوں۔" تیمور اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیے تھپک رہا تھا۔

"اس بات کو یاد رکھیے گا۔ یہ بات میرے اور آپ کے تعلق کے لیے بہت ضروری ہے۔" ماورا نے اسے اپنی بات پہ قائم رہنے کی تاکید کی تھی اور تیمور نے مسکرا کر سر ہلا دیا تھا۔

"اچھا... یہ بتاؤ تمہاری وہ ریڈ کلر کی ریسٹ واچ کہاں ہے؟" تیمور کو وہ گھڑی یاد آگئی جو اس نے ماورا کی کلائی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں گھڑی پہلے دن دیکھی تھی۔
"کون سی۔۔۔؟" ماورا کو یاد نہیں آیا۔
"جو تم نے اس روز بس میں بھی پہنی ہوئی تھی۔ بلکہ تم اکثر پہنتی ہو۔" تیمور نے یاد دلایا۔
"وہ ہاں۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ خراب ہو گئی۔۔۔ وضو کرنے کے لیے اتار کر رکھی اور نیچے گر گئی۔"
"اچھا۔۔۔ مگر تمہاری کلائی میں اچھی لگتی ہے وہ۔۔۔ آؤ نئی لے کر آتے ہیں۔" تیمور نے اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔
"نہیں ابھی نہیں۔۔۔ ابھی گھر چلتے ہیں۔۔۔ پھر کبھی سہی۔۔۔" ماورا نے اسے روکا۔
"پھر کبھی کس نے دیکھی ہے۔۔۔ ابھی چلو۔۔۔ میرا دل چاہ رہا ہے تمہاری کلائی میں ریڈ کلر کی رسٹ واچ دیکھنے کو۔۔۔" تیمور نے ضد کی تھی۔
"مگر تیمور۔۔۔" وہ جھنجلائی۔
"کوئی اگر مگر نہیں۔۔۔ تم آؤ میرے ساتھ۔" تیمور اسے کھینچ کر اگلی نشست تک لایا اور اسے اندر بٹھا دیا تھا۔ پھر خود بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔
اور ابھی اس نے گاڑی آگے بڑھائی ہی تھی کہ اس کے فون پہ عزت کا میسج آگیا۔
"کہاں ہیں؟ کیسے ہیں بھائی؟" تیمور نے تیزی سے اسے جواب دیا تھا۔
"ٹھیک ہوں۔۔۔ تمہاری بھابھی کے لیے رسٹ واچ لینے جا رہا ہوں۔" وہ شرارت سے بتا رہا تھا۔
"رسٹ واچ۔۔۔؟" عزت کو حیرت ہوئی۔
"ہاں۔۔۔ اور تم کیسی ہو؟ اور باقی سب۔۔۔" تیمور نے امی اور بابا کا پوچھا۔
"سب ٹھیک ہیں۔۔۔ ہم کل واپس آ رہے ہیں۔" عزت نے اصل اطلاع پہنچائی۔
"کل۔۔۔" تیمور ایک دم رک گیا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

میرے خواب لوٹا دو
نگہت عبداللہ
قیمت -/400 روپے

کسی راستے کی تلاش میں
میمونہ خورشید علی
قیمت -/350 روپے

اُجالوں کی بستی
فاخرہ جبیں
قیمت -/400 روپے

ایک میں اور ایک تم
تنزیلہ ریاض
قیمت -/350 روپے

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 32735021

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

ہجرتوں کے عذاب اچھے لگے
آنکھ میں تیرے خواب اچھے لگے

جو تیرے چاند رُخ پہ روشن ہیں
گیسوؤں کے سحاب اچھے لگے

مجھ کو اپنے سوال سے بڑھ کر
آج تیرے جواب اچھے لگے

شاخ پر جو بھلے نہ لگتے تھے
زلف میں وہ گلاب اچھے لگے

مستیٔ چشم کو وہ کیا جانیں
جن کو جامِ شراب اچھے لگے

جانے کیا بات ہو گئی ہے انور
آج وہ بے حساب اچھے لگے

نعیم انور ہاشمی

دل کے نالے بے اثر ہونے لگے
دُور ہم سے ہمسفر ہونے لگے

کیا کسی نے اک نظر دیکھا ہمیں
ہم چراغِ رہگزر ہونے لگے

مسئلے کچھ اور پیدا ہو گئے
فاصلے جب مختصر ہونے لگے

آپ کے انداز پر کیا تبصرہ
آپ منظورِ نظر ہونے لگے

وہ ملاقاتوں کے دن وہ رتجگے
سلسلے سارے امر ہونے لگے

جانتی ہے ایک دُنیا دردِ دل
جان کر وہ بے خبر ہونے لگے

کاش رانا کوئی سمجھے پیار میں
ظلم ہم پر کس قدر ہوتے لگے

قدیر رانا

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اک پیکرِ جمال میں اُلجھا ہوا ہوں میں
اُلجھے ہوئے خیال میں اُلجھا ہوا ہوں میں

تو نے کہا تھا چاند ہے بالکل مری طرح
اب تک اُسی مثال میں اُلجھا ہوا ہوں میں

اُس نے کہا کہ عہدِ گزشتہ کو بھی سنبھال
میں نے کہا کہ حال میں اُلجھا ہوا ہوں میں

فرصت ملی تو ہوگی ملاقات آپ سے
فی الحال تو ملال میں اُلجھا ہوا ہوں میں

گھنگرو مرے وجود کے ٹوٹے تھے ایک شب
اُس بے کراں دھمال میں اُلجھا ہوا ہوں میں

محمد مظہر نیازی

انتظار

بھور سمے سے
رین ڈھلے تک
دروازے سے لپٹی لڑکی
دیکھ رہی ہے رستہ
مورکھ ساجن کا
سوچ رہی ہے
صبح کا بھولا
شاید شام کو
گھر لوٹ آئے

محمد مشتاق آثم

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

چور کی طلاق

دفتر میں کام کرتے ہوئے ایک صاحب کا موبائل چوری ہو گیا۔ دن بھر کی مصروفیت کے بعد تھکے ہارے صاحب بہادر نے جونہی گھر کی دہلیز پر قدم رکھا تو اگلا منظر دیکھ کر چونکے بنا نہ رہ سکے۔

گھر میں ساس اور سسر اپنی بیٹی کا سامان پیک کیے ان کے منتظر تھے، بیگم اور ساس کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو چکی تھیں جب کہ ان کے داخل ہونے پر سسر صاحب کے ماتھے پر نفرت کی لکیریں عیاں ہونے لگی تھیں۔

"کہاں لے کر جا رہے ہیں میری بیوی کو؟ خیریت تو ہے؟" انہوں نے کچھ نا سمجھ میں آنے والے انداز میں دریافت کیا تو سسر نے آگے بڑھ کر ان کی بیوی کا موبائل ان کے سامنے کر دیا۔

"میں تمہیں تین طلاق دیتا ہوں۔" بیوی کو ان کے نمبر سے میسج آیا تھا۔

میسج دیکھ کر صاحب نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور بتایا کہ ان کا موبائل تو صبح سے چوری ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنی جیبیں الٹ کر سب کو یقین دلایا۔ تو ان کی بیگم اپنی ماں سے لپٹ کر رونے لگیں اور سسر صاحب نے اپنی ٹانگیں پسار لیں۔

"لیکن چور نے میری بیوی کو طلاق کا میسج کیوں کیا؟"

الجھن کے مارے ان صاحب نے اپنا نمبر ڈائل کیا تو چور نے فون اٹھایا صاحب چھوٹتے ہی پھٹ پڑے۔

"کمینے انسان! فون چرایا سو چرایا۔ میری بیوی کو طلاق دینے کی کیا ضرورت تھی؟"

چور نے اطمینان سے ان کی بات سنی اور کہنے لگا۔

"دیکھیے صاحب! صبح جب سے آپ کا فون چرایا ہے۔ مجھے آپ کی بیوی کے چھتیس میسج موصول ہو چکے ہیں۔ کہاں ہو؟ کیا کر رہے ہو؟ کب آؤ گے؟ آتے ہوئے یہ لے آنا۔ اور ہاں یہ بھی! جلدی آنا! دیکھو فلاں چیز ختم ہو گئی ہے! میں پاگل ہو گیا"

میں نے سوچا سم نکال کر پھینک دوں۔ لیکن پھر خیال آیا کہ جہاں آپ نے مجھے اپنے موبائل کی صورت میں گفٹ دیا کیوں نہ میں بھی آپ کی خیر خواہی میں اسے طلاق دے دوں۔ اس لیے میں نے اسے طلاق کا میسج بھیج دیا!

اب آپ کی مرضی ہے' چاہو تو ڈیلیٹ کر دو اور چاہو تو ریپیٹ کر دو!"

کبریٰ عباس۔ پنڈی

کارگر نسخہ

نیویارک کے ایک پارک میں ایک معمر شخص کی ادھیڑ عمر بیوہ سے ملاقات ہوئی۔ یہ سلسلہ کافی دنوں تک جاری رہا جو بعد میں دوستی اور رومان کی صورت اختیار کر گیا۔ کچھ دنوں بعد معمر شخص نے خاتون سے شادی کی درخواست کی جو فوراً منظور بھی کر لی گئی۔ اس معمر شخص نے بیوہ کو منگنی کی انگوٹھی بھی پہنا دی۔ پھر انہوں نے اپنے لیے مکان کی تلاش شروع کر دی کیوں کہ بڑے میاں ایک ہوٹل میں رہتے تھے۔

بیوہ نے ایک مکان پسند کیا اور اس کے ہونے والے شوہر نے منہ مانگی قیمت دے کر اس مکان کو خرید لیا لیکن دوسرے روز وہ بیوہ خاتون مقررہ وقت پر پارک میں نہیں پہنچیں۔ بڑے میاں نے بہت انتظار کیا۔ کئی روز گزر گئے مگر خاتون کے بارے میں کوئی خبر

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نہیں ملی۔ خاتون نے بڑے میاں کو اپنے گھر کا جو پتا بتایا تھا وہ اس پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ خاتون وہاں سے جاچکی ہیں۔

یہ مکان وہی تھا جو بڑے میاں نے ایجنٹ کی معرفت خرید اتھا اور ان کی ہونے والی دلہن نے بے حد پسند کیا تھا۔

ایجنٹ سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ خاتون اس مکان کی مالکہ تھیں اور ایک عرصے سے اسے فروخت کرنے کی کوشش کررہی تھیں مگر اس کی مناسب قیمت نہیں ملی تھی۔

ناہید امیر علی۔ حیدر آباد

رفتار

کوئٹہ ایکسپریس میں سیاسی بحث جاری تھی۔ اسی دوران ایک صاحب جوش و خروش سے بولے۔ "کیا آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ اگلے دس برسوں میں ہم کہاں ہوں گے؟"

ایک کونے میں بیٹھے ہوئے صاحب معصومیت سے بولے۔ "اس ٹرین کی رفتار کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ کوئٹہ کے آس پاس ہی ہوں گے۔"

مسرت سلیم۔ لاہور

کاروبار

ایک دن فیض صاحب مجھے اپنی گاڑی میں بٹھا کر عبدالرحمن چغتائی صاحب کے ہاں لے جارہے تھے۔ نسبت روڈ پر سے گزرے تو انہیں سڑک کے کنارے "قاسمی پریس" کا ایک بڑا سا بورڈ دکھائی دیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ کن صاحب کا پریس تھا مگر بہر حال قاسمی پریس کا بورڈ تھا۔ فیض صاحب کہنے لگے۔ "آپ چپکے چپکے اتنا بڑا کاروبار چلا رہے ہیں؟" اس پر ہم دونوں ہنسے۔

تھوڑا آگے گئے تو میو اسپتال کے قریب مجھے ایک بورڈ نظر آیا۔ میں نے کہا۔ "فیض صاحب! کاروبار تو آپ نے بھی خوب پھیلا رکھا ہے۔ وہ بورڈ دیکھیے۔"

بورڈ پر "فیض ہیر کٹنگ سیلون" کے الفاظ درج تھے۔ فیض صاحب اتنا ہنسے کہ انہیں کار سڑک کے ایک طرف روک لینا پڑی۔

اقرا نمرہ۔ کراچی

وعدہ اور اعتراف

ٹیکساس جرائم کے لیے کافی مشہور ہے۔ وہاں کا بچہ بھی کسی نہ کسی جرم یا بری عادت میں ملوث ملے گا۔

ایک ماں نے اپنے بچے کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "بیٹے اب تم پندرہ سال کے ہوچکے ہو' جب تم سگریٹ نوشی شروع کرو تو مجھے ضرور بتانا' وعدہ کرو!"

بچے نے کہا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں ممی! اگر پہلے ایک اعتراف تو کرلوں۔"

"وہ کیا بیٹے؟" ماں نے حیرت سے پوچھا۔

"یہی کہ ایک سال ہوا' میں سگریٹ نوشی ترک کرچکا ہوں۔"

بلا ضرورت

ایک عورت پہلی مرتبہ اپنے شوہر کے ساتھ کرکٹ میچ دیکھنے گئی۔ وہ کھیل کے دوران خاموشی سے اپنے شوہر کا تبصرہ سنتی رہی۔ ایک موقع پر اس کا شوہر اچھل اچھل کر تالیاں بجانے لگا تو عورت نے دریافت کیا۔

"کیا ہوا آخر؟"

"اوہ! تم نے دیکھا نہیں' فیلڈر نے کتنی مہارت سے گیند کیچ کی ہے۔"

"تو اس میں چلانے کی کیا ضرورت ہے؟" وہ عورت سادگی سے بولی۔ "وہ وہاں کھڑا کس لیے ہے؟"

عنیقہ محمد۔ گجرات

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"زیتون کا تیل سالن کے طور پر استعمال کرو اور اسے (سر اور بدن میں) لگاؤ۔ یہ مبارک درخت سے حاصل ہوتا ہے۔"

فوائد و مسائل:۔

درخت سے حاصل ہونے والے گھی یا جانوروں کی چربی کی نسبت نباتاتی تیل زیادہ مفید ہے۔ نباتاتی تیلوں میں زیتون کا تیل سب سے عمدہ اور مفید ہے۔ زیتون کے درخت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مبارک درخت فرمایا ہے۔ (ترمذی)

پروردگار کی پردہ پوشی،

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک مرتبہ قحط پڑ گیا۔ مدتوں سے بارش نہیں ہو رہی تھی۔ سخت پریشان ہو کر بنی اسرائیل کے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا۔

"یا کلیم اللہ! رب العالمین سے دعا فرما دیں کہ بارش نازل فرما دے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو ستر ہزار یا اس سے کچھ زائد تھی اپنے ساتھ لیا اور بستی سے باہر دعا کے لیے آ گئے اور اللہ تعالیٰ کے آگے بڑی عاجزی سے دعا کرنی شروع کی۔

دعائیں ہوتی رہیں مگر بادلوں کا دور دور تک نام و نشان نہیں تھا۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی وجہ پوچھی ——— اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی نازل ہوئی۔

"تمہارے درمیان ایک ایسا شخص ہے۔ جو گزشتہ چالیس برسوں سے مسلسل میری نافرمانی کر رہا ہے اور گناہوں پر مصر ہے۔ (توبہ نہیں کرتا) اے موسیٰ! آپ لوگوں میں اعلان کر دیں کہ وہ شخص اس مجمعے سے نکل جائے کیونکہ اس آدمی کے گناہوں کی وجہ سے بارش رکی ہوئی ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ "باری تعالیٰ! یہ ستر ہزار یا اس سے بھی زیادہ لوگوں کا مجمع ہے۔ میں ان تک اپنی آواز کیسے پہنچاؤں گا؟"

رب تعالیٰ نے فرمایا۔ "تمہارا کام آواز دینا ہے، پہنچانا ہمارا کام ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو آواز دی اور فرمایا۔

"اے رب کے گناہ گار اور نافرمان بندے! جو پچھلے چالیس سال سے اپنے رب کو ناراض کر رہا ہے تو اس مجمعے سے باہر آ جا۔ تیرے ہی کالے گناہوں کی وجہ سے ہم سب باران رحمت سے محروم ہیں۔"

اس نافرمان بندے نے یہ آواز سنی۔ اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ مجمع پر نظر ڈالی کہ کوئی باہر آتا ہے یا نہیں۔ کوئی شخص باہر نہیں آیا تو اس کو یقین ہو گیا کہ رب تعالیٰ کو وہی مطلوب ہے۔ اب گھبرایا اور سوچا کہ میں اس مجمع سے باہر نکلوں گا تو بڑی بے عزتی ہو گی اور اگر میں باہر نہ نکلا تو میری وجہ سے تمام لوگ بارش سے محروم اور قحط کا شکار رہیں گے۔ اس نے اپنا چہرہ اپنے کپڑوں میں چھپا لیا۔ اپنے سارے گزشتہ گناہوں پر شرمندہ ہوا اور اس نے اپنے دل کے خلوص سے یہ دعا کی۔

"اے میرے آقا! تو کتنا کریم اور بردبار ہے کہ میں چالیس سال تک تیری نافرمانی کرتا رہا اور تو مجھے مہلت دیتا رہا۔ اب میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں میری توبہ قبول فرما لے اور مجھے معاف کر کے آج کی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

ذلت اور رسوائی سے بچالے۔"

ابھی اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ بادلوں نے آسمان کو ڈھانپ لیا اور موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعجب ہوا۔ آپ نے اپنے رب کے حضور عرض کیا۔

"وہ بندہ تو مجمع سے باہر نہیں آیا اور آپ نے بارش برسادی۔"

رب تعالیٰ نے فرمایا۔ "اے موسیٰ! میں نے جس آدمی کی وجہ سے بارش کو روکا تھا، اب اسی کی وجہ سے بارش برسا رہا ہوں۔ اس لیے کہ اس نے توبہ کرلی ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ "اے اللہ! اس آدمی سے مجھے بھی ملادے، تاکہ میں بھی اس آدمی کو دیکھ لوں۔"

حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔ "اے موسیٰ! میں نے اس کو اس وقت رسوا اور ذلیل نہیں کیا، جب وہ برسوں سے میری نافرمانی کررہا تھا۔ اب جبکہ وہ میرا مطیع اور فرماں بردار ہوگیا ہے تو اس کو کیسے شرمندہ اور رسوا کرسکتا ہوں۔"

بارش کی کمی اور قحط کا اصل سبب گناہ ہوتے ہیں جن کا علاج بھی توبہ ہے۔ اور قرآن کریم میں اس کی تاکید آئی ہے۔

خوبصورت عورت

ایک مرتبہ دو بہت عبادت گزار بھائی اکٹھے سفر کررہے تھے۔ چلتے چلتے وہ ایک ایسے دریا پر پہنچے جس کا پل ٹوٹا ہوا تھا۔ اس دریا سے گزرنا نہایت مشکل تھا۔ اسی دریا کے کنارے ایک بہت خوبصورت عورت کھڑی تھی۔ اس نے دریا پار جانا تھا مگر وہ دریا میں سے گزرنے کا حوصلہ نہیں پارہی تھی۔

بڑے بھائی نے اس عورت کو دعوت دی کہ "میں تمہیں اپنی کمر پر لاد کر دریا پار کرا دیتا ہوں۔" عورت نے یہ بات قبول کرلی۔ چھوٹا بھائی اپنے بڑے بھائی کی اس بات پر بہت حیران ہوا کہ ہمیں عورتوں کے ساتھ بے تکلف ہونے کی قطعاً اجازت نہیں ہے لیکن وہ خاموش رہا۔

بڑے بھائی نے عورت کو کمر پر لادا اور چلنے لگا۔ چھوٹا بھائی اس کے پیچھے خاموشی چلتا رہا۔ دریا کے پار جاکر اس نے عورت کو اپنی کمر سے اتارا اور اپنے راستے ہولیا۔ سارے راستے چھوٹا بھائی بڑے کی اس حرکت پر ناخوش رہا لیکن خاموش رہا۔

بالآخر جب بات چھوٹے بھائی کی برداشت سے باہر ہوگئی تو وہ اچانک بڑے بھائی پر برس پڑا۔

"تم کیسے خود کو پرہیزگار اور عبادت گزار کہہ سکتے ہو، تم نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور عورت کو ہاتھ لگایا۔ جب کہ وہ بہت خوبصورت بھی تھی۔ تمہاری ساری دینی تعلیم محض ایک ڈھونگ اور مکاری ہے۔"

یہ سنتے ہی بڑے بھائی نے حیرت اور غور سے دوسرے کو دیکھا اور کہا۔

"میں نے اس خوبصورت عورت کو دریا کے کنارے کافی گھنٹے پہلے چھوڑ دیا تھا۔ اور تم ابھی تک اس کو اپنے ساتھ لیے پھر رہے ہو۔"

یہ بہت پرانی چینی کہانی ہے۔ ہمیں زندگی میں بے شمار ایسے واقعات و حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جن سے ہم خوش نہیں ہوتے یا جو ہماری پریشانی اور غصے کا سبب بنتے ہیں لیکن اس کہانی کے چھوٹے بھائی کی طرح ہم ان کو اپنی زندگی سے جانے نہیں دیتے اور پریشان رہتے ہیں۔

ہمیں اس "خوبصورت عورت" کو دریا پار کرتے کے فوراً بعد اتار دینا چاہیے۔

موتی جیسے الفاظ

* زندگی کی خوبصورتی رشتوں سے ہے اور رشتے تب ہی قائم رہتے ہیں۔ جب ہم ایک معمولی سی مسکراہٹ اور ہلکی سی معذرت سے سب کچھ نظرانداز کردیتے ہیں۔

عذرا ناصر۔ کراچی

کرامات

شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ نے فرمایا۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"پانی پر چلنا، ہوا میں اُڑنا اور غیب کی خبریں دینا کرامت نہیں ہیں، بلکہ کرامات یہ ہیں کہ وہ شخص سراپا امن بن جائے یعنی وہ شریعت کا مطیع و فرماں بردار ہو جائے اس طرح کہ اس سے حرام کام نہ ہوں۔"

ضرورت مند،

کسی شخص کو اتنا پیار دو کہ کوئی گنجائش نہ چھوڑو۔ اگر وہ پھر بھی آپ کا نہ بن سکے تو اسے چھوڑ دو۔ کیونکہ وہ محبت کا طلب گار ہی نہیں۔ وہ صرف ضرورت کا پجاری ہے۔ محبت کرنے والے کو کسی شے کی ضرورت نہیں ہوتی اور ضرورت مند کو کسی سے محبت نہیں ہوتی۔

(شیخ سعدیؒ)

انجل۔ ڈھرکی

محبت کا دعویٰ،

ایک کنیز آدھی رات کو کھڑی دُعا کر رہی تھی۔

"اے اللہ! اس محبت کے صدقے جو تجھ کو مجھ سے ہے، میری دُعا قبول کر لے اور میرے گناہ معاف کر دے۔" مالک کی آنکھ کھل گئی کہنے لگا۔ "تو کیسے یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ اللہ تجھ سے محبت کرتا ہے؟"

اس نے کہا۔ "اگر اللہ مجھ سے محبت نہ کرتا تو مجھے رات کو نماز پڑھنے کی توفیق نہ دیتا اور میں بھی تیری طرح سو رہی ہوتی۔"

رضوانہ پروین۔ سیالکوٹ

خود پر ظلم،

کسی شخص نے ایک مظلوم شخص سے کہا کہ تُو اپنے ستم گر کو بد دعا دے۔ اس نے جواب دیا۔

"ظالم نے مجھ پر ظلم کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے مجھ پر نہیں۔ سو اتنی ہی بلا اس پر کافی ہے میں کیوں اور زیادہ کروں۔"

ثمرہ، اقرا۔ کراچی

روحانیت کی سیڑھی،

اللہ تعالیٰ جس کو اپنا آپ یاد دلانا چاہتا ہے اسے دُکھ کا الیکٹرک شاک دے کر اپنی جانب متوجہ کر لیتا ہے۔ دُکھ کی بھٹی سے نکل کر انسان دوسروں کے لیے نرم پڑ جاتا ہے پھر اس سے نیک اعمال خود بخود اور بخوشی سرزد ہونے لگتے ہیں۔ دُکھ تو روحانیت کی سیڑھی ہے۔ اس پر صابر و شاکر ہی چڑھ سکتے ہیں۔

(بانو قدسیہ کی کتاب "دست بستہ" سے اقتباس)

شائستہ اکبر۔ گڈو کالونی

دُشوار امر،

ذات کے تمام عناصر میں مایوسی سے زیادہ تلخ عنصر کوئی نہیں۔ زندگی میں اس سے زیادہ کوئی دشوار امر نہیں ہے کہ اپنی ذات سے کہا جائے۔ "تم شکست کھا چکے ہو۔"

آمنہ اُجالا۔ ڈھرکی

واصف علی واصف،

- غلامی خوف کا دوسرا نام ہے۔
- غلام کو غلامی پسند نہ ہو تو کوئی آقا پیدا نہیں ہوتا۔
- جب قائدین کی بہتات ہو جائے تو سمجھ لیجیے کہ قیادت کا فقدان پیدا ہو گیا ہے۔
- خود شناسی نہ ہو تو خدا شناسی کا عمل ممکن ہی نہیں۔
- اس غریبی سے پناہ مانگو جو مایوس کر دیتی ہے۔ اُس مال سے بھی پناہ مانگو جو معذور بنا دیتا ہے۔
- دُعا ناممکنات کو ممکن بنا دیتی ہے۔
- اگر عذاب آنے والا ہو اور آیا نہ ہو تو یہی وقت ہے دُعا کا۔
- سورج کو نمایاں ہونے کے لیے تاریکی درکار ہے۔
- اندیشہ امید سے نکلتا ہے۔ امید رحمت پر ایمان سے حاصل ہوتی ہے۔
- کوشش کو اگر احمق کہہ دیا جائے تو نصیب ابابیل کی کنکری ہے۔

نوال افضل گھمن۔ گجرات

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

صائمہ جمی ______ کراچی

کچھ بھی کر گزرنے میں دیر کتنی لگتی ہے
برف کے پگھلنے میں دیر کتنی لگتی ہے
اُس نے ہنس کے دیکھا تو مسکرا دیے ہم بھی
ذات سے نکلنے میں دیر کتنی لگتی ہے

عائشہ فاطمہ ______ لودھراں

تم نے پھول جب کتابوں سے نکالے ہوں گے
دینے والا بھی تمہیں یاد تو آیا ہو گا

نور سجاد ______ گجرات

کتنی روگ دے گئی ہے نئے موسموں کی بارش
مجھے یاد آ رہے ہیں مجھے بھول جانے والے

فرحت ناز ______ گاؤں ہڈالی

سب جرم میری ذات سے منسوب ہیں محسنؔ
کیا میرے سوا شہر میں معصوم ہیں سارے

نور عبدالسلام ______ نواب شاہ

ابھی نہ چھیڑ محبت کے گیت اے مطرب
ابھی حیات کا ماحول سازگار نہیں

فوزیہ ثمر بٹ ______ گجرات

یہ اور بات کہ ہمیں محبت راس نہ آئی
ہوا بھی ساتھ تو خوشبو مقام رکھتے تھے
نجانے کون سی رُت میں بچھڑ گئے وہ لوگ
جو اپنے دل میں بہت احترام رکھتے تھے

کائنات اصغر لوزدار ______ ڈہرکی

گو سب حسرتیں جو خوں ہوتی ہیں تن کے مقتل میں
میرے قاتل حساب خوں بہا، ایسا نہیں ہوتا
ہر اک صبح ہر گھڑی گزرے قیامت یوں تو ہوتا ہے
مگر ہر صبح ہو روزِ جزا ایسا نہیں ہوتا

اقصیٰ ناصر ______ کراچی

خوشیوں کا دور بھی آ جائے گا ندیم
غم بھی تو مل گئے ہیں تمنا کیے بغیر

ناہید اصغر آرائیں ______ لالہ موسیٰ

تم نے پھول جب کتابوں سے نکالے ہوں گے
دینے والا بھی تمہیں یاد تو آیا ہو گا

سیدہ ثوبیہ سجاد ______ کہروڑ پکا

جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا
تم ہی منصفی سے کہہ دو تمہیں اعتبار ہوتا
تیرے وعدے پہ ستم گر ابھی اور صبر کرتے
اگر اپنی زندگی کا ہمیں اعتبار ہوتا

حورین زینب ______ کہروڑ پکا

دردکی دل پہ حکومت تھی کہاں تھا اس وقت
جب مجھے تیری ضرورت تھی کہاں تھا اس وقت
دل کے دریاؤں میں اب ریت ہے صحراؤں کی
جب مجھے تجھ سے محبت تھی کہاں تھا اس وقت

ثریا شاہ ______ کہروڑ پکا

ہمیں جو ناز ہے خود پہ نہیں وجہ بے وجہ محسنؔ
کہ جس کو ہم نے چاہا وہ خود کو عام کیوں سمجھے

سید نسبت زہرا ______ کہروڑ پکا

عجب پہیلی ہے یہ ہاتھ کی لکیروں میں
سفر لکھے ہیں مگر راستہ نہیں لکھا
خیال و خواب کے منظر رقم سب ہی نے کیے
جو چشم دید تھا وہ واقعہ نہیں لکھا

حرا قریشی ______ ملتان

گئے دنوں کا سراغ لے کر کدھر سے آیا کدھر گیا وہ
عجیب مانوس آدمی تھا مجھے تو حیران کر گیا وہ

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سدرہ بتول ——— ملتان

صبر تہذیب ہے محبت کی
وہ سمجھتے ہیں بے زباں ہیں ہم

ارم نشاط، آمنہ اعجاز ——— گنگا پور

وہ سفید پھولوں سی اک دعا مرے ساتھ ساتھ ہی سدا
یہ اسی کا فیض ہے بارہا میں بکھر بکھر کے سنور گیا
مرے آنسوؤں کی کتاب بھی، تیری خوشبوؤں میں مہک گئی
مرا شعار ہے تیرا آئینہ، جہاں شام آئی سنور گیا

عائشہ ——— گوجرہ

پہلے تیری تھی جستجو مجھ کو
اب میں اپنی تلاش کرتا ہوں

ثمرہ، اقراء ——— کراچی

اک سفر نے پاؤں باندھے اک سفر سے کھول کر
اس کے پیچھے رکھ دیا، عمر بھر پسپائیاں

عذرا، اقصیٰ ناصر ——— کراچی

وہ دل جو میں نے مانگا تھا مگر غیروں نے پایا ہے
بڑی شے ہے اگر اس کی پریشانی مجھے دے دو

صفیہ خادم ——— ملتان

ان سے ملنے کا کیا سوال عدم
وہ سدا میرے پاس ہوتے ہیں

شبانہ امین راجپوت ——— گوٹھ لادھا کشی

میں لوگوں سے ملاقاتوں کے لمحے یاد رکھتا ہوں
میں باتیں بھول جاتا ہوں لہجے یاد رکھتا ہوں
میں یوں تو بھول جاتا ہوں خراشیں تلخ باتوں کی
مگر جو زخم گہرے دیں رویے یاد رکھتا ہوں

شازیہ گلزار ——— بھکر

ہمیں اس بار مت دینا نیا عنوان یادوں کا
ابھی پچھلے دسمبر کی کئی یادیں باقی ہیں!

ثمینہ اکرم ——— کراچی

بجھا بجھا، زرد زرد، مدھم مدھم چاند
شاید نسبت اسے بھی دسمبر سے ہے

نخبہ اکرم ——— گاؤں گوئیکی

اب نہ وہ میں ہوں، نہ تو ہے، نہ وہ ماضی فراز
جیسے دو سائے تمنا کے سرابوں میں ملیں

ثمرہ، اقراء ——— کراچی

خالی ہاتھوں کو کبھی غور سے دیکھا ہے فراز
کس طرح لوگ لکیروں سے نکل جاتے ہیں

لائبہ، ایمن ——— آزاد کشمیر

ستم گر تم سے امید کرم ہو گی، جنہیں ہو گی
ہمیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تو ظالم کہاں تک ہے

ندا، فضہ ——— کراچی

دعا کے روشن چراغ اپنی ہتھیلیوں پر جلائے ہم نے
خدا سے لیکن سوال کرنا نہ اس کو آیا نہ مجھ کو آیا

ریحانہ خان ——— لاہور

ابھی گزر رہی ہے مری عمر آپ کے
وعدوں کے درمیان، بہانوں کے درمیان

صباحت گل ——— میرپور خاص

پیہم بدلتی رہتی ہے تصویر زندگی
یہ سلسلہ نہ ہو تو روایت کہاں رہے

ندا سہیل ——— کراچی

وہ ہم سے دور بہت دور ہو گئے ہیں آج
قریب تھے جو مہ و سال آشنائی میں

گڑیا شاہ ——— کہروڑ پکا

ہونے کی گواہی کے لیے خاک بہت ہے
یا کچھ بھی نہیں ہونے کا ادراک بہت ہے
اک بھولی ہوئی بات اک ٹوٹا ہوا خواب
ہم اہل محبت کو یہ املاک بہت ہے

نخبہ اکرم ——— گاؤں گوئیکی

نہ کوئی خواب نہ سہیلی تھی
اس محبت میں، میں اکیلی تھی
عشق میں تم کہاں کے سچے تھے
جو اذیت تھی ہم نے جھیلی تھی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

- عمیرہ احمد کا ناول "آبِ حیات"،
- نمرہ احمد کا مکمل ناول "نمل"،
- "وحشتِ جنوں" آمنہ ریاض کا مکمل ناول،
- "شہرِ آشوب" امتہ العزیز شہزاد کے ناول کی آخری قسط،
- "کوئی تعویذ ہو ردِ بلا کا" سمیرا یونس ہارون کا مکمل ناول،
- آسیہ رزاقی کا مکمل ناول "بہار کی دستک"،
- ایمل رضا، تسنیم شریف، شائلہ دلعباد، فرحین اظفر، قیر کاشف اور نرگس نایاب کے افسانے،
- اداکارہ "ثمینہ احمد" سے ملاقات،
- باتیں "عمران اشرف" سے،
- "کرن کرن روشنی" احادیث کا سلسلہ،
- نفسیاتی ازدواجی الجھنیں عدنان کے مشورے اور دیگر مستقل سلسلے شامل ہیں،

خواتین ڈائجسٹ کا مارچ 2016 کا شمارہ آج ہی خرید لیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

خط بھجوانے کے لیے پتا
ماہنامہ شعاع۔ 37۔ اردو بازار، کراچی۔
Email: shuaa@khawateendigest.com

آپ کے خطوط اور ان کے جواب کے ساتھ حاضر ہیں۔

رب کریم سے آپ کی صحت' عافیت اور سلامتی کی دعائیں۔

اللہ آپ کے دلوں کو شاد اور آپ کے آنگن کو آباد رکھے۔ (آمین)

پہلا خط روہڑی ضلع سکھر سے بین اجمل کا ہے' لکھتی ہیں۔

اس ماہ کا سرورق اچھا تھا' بس ماڈل تھوڑی کنفیوز تھی۔ سلسلہ "جب تجھ سے ناتا" کے لیے میں نے بھی جوابات بھیجے تھے۔ مجھے بھی سب کی طرح لگتا تھا کہ میری ازدواجی زندگی مشکلات کا شکار ہے۔ مگر اب جیسے جیسے باقی خواتین کے جوابات پڑھتی ہوں تو لگتا ہے کہ میں ناشکری کر رہی ہوں۔ اسی لیے میں نے سوچا ہے کہ آپ میرا سروے ضائع کردیں۔ سب سے پہلے "سیاہ حاشیہ" پڑھا۔ صائمہ جی کے لیے الفاظ کم پڑنے لگ گئے ہیں۔ آسیہ جی کا "تم میری ہو" اچھا لگا۔ خالہ بی کا کردار بہت پسند آیا۔ مزا تو تب آیا جب ڈنڈے سے اپنے ہی بیٹے کی دھنائی کردی۔ ناول "ستارۂ زیست" کچھ فلمی سا لگا لیکن ناول کا آخری پیراگراف بہت پسند آیا۔ ناولٹ میں سمیرا حمید کا تو نام ہی کافی تھا۔ نگہت عبداللہ کی کہانی "وہ اک نظر" انہوں نے اس میں کچھ باتیں ادھوری کیوں چھوڑ دیں۔ اسے صائقہ کا نمبر کہاں سے ملا؟ دوسرا صاعقہ سے فون پر بات کرنے والا اگر حمزہ ہی تھا تو اس نے صاعقہ کو کیوں نہیں بتایا اور آخری بات۔ کیا دنیا میں واقعی ایسے مرد ہوتے ہیں جو اتنے خوب صورت بھی ہوں اور ایک عام سی بلکہ اس سے بھی گئی گزری لڑکی سے محبت کرلیں۔ آخر میں کچھ فرمائش کرنی تھی شاہین جی سے کہ پلیز "بندھن" میں عائزہ خان اور دانش تیمور کو لائیں اور "دستک" میں صبا قمر کا ڈراما سیریل "سنگت" کے حوالے سے انٹرویو لیں پلیز۔ اس کے علاوہ بس یہی کہوں گی کہ اس کمرشل دنیا میں جب ہر چیز ہی بک رہی ہے تو پلیز آپ لوگ کبھی بھی اپنا معیار نہ بیچیے گا۔ کیونکہ یہ ہی آپ کے رسالے کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔ آپ کے رسالے دیکھنے میں بے شک تھوڑے سے گلیمرس لگتے ہیں مگر ان کے اندر اک جہاں آباد ہے۔ ان کی تعریف میں' میں کئی صفحات بھر سکتی ہوں مگر اب ایک تو خط لمبا ہوگیا ہے' دوسرا وقت بھی بہت ہوگیا ہے' یعنی کہ آدھی رات......

ج۔ پیاری بین! ہمیں خود اس بات کا احساس ہے کہ شعاع اور خواتین کا ایک اخلاقی معیار ہے' ہماری پوری کوشش ہوتی ہے کہ یہ اپنا معیار برقرار رکھیں اور ان میں کوئی ایسی تحریر شامل نہ ہو جو ہلکی یا اخلاق سے گری ہوئی ہو' اس میں آپ جیسی قارئین کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ "جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے۔" اس سلسلہ کا یہ پہلو اپنی جگہ بہت اہم ہے کہ اسے پڑھ کر ہماری بہت سی قارئین کو احساس ہوا ہے کہ ان کے دکھ دوسروں کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ اس چیز نے ان کے دل میں شکر کا جذبہ پیدا کیا ہے اور جو کچھ انہیں حاصل ہے اس کی قدر ان کے دل میں بڑھی ہے۔ دنیا میں ایسے مرد بہت زیادہ تو نہیں ہیں لیکن ایک مرد ایسا ضرور ہوگا۔ جب ہی تو نگہت نے کہانی لکھی ہے اور آخری بات! آپ کو کیسے پتا چلا کہ ماڈل کنفیوز تھی...؟

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کوثر خالد نے جڑانوالہ سے شرکت کی ہے، لکھتی ہیں

آج تھکے تھکے جسم و قلم سے حاضر خدمت ہیں.... مگر روح کی تابانیاں سلامت ہیں.... تقریباً" گیارہ بجے گھر کے بکھیڑے سمیٹ لیے ہیں۔ ہنڈیا پکانے کا یارا نہیں ہے کہ بچے کچھ بتا کر بھی نہیں گئے۔ کچھ ساگ پڑا ہے۔ مکئی کا آٹا لے آئی ہوں اور رات کے لیے انڈے.... بنت شمع نے حرا کو پڑھ کر کہا۔ آپ کی طرح انداز ہے اس کا ای ہم حیران.... کہاں وہ مشکل جادوگری.... کہاں ہم سادہ گری.... بولی انداز تو ایک ہی ہے، پتا نہیں چلتا.... کہاں بات ختم، کہاں اگلی شروع.... ہاہاہا.... "دستک" رابعہ اکرم۔ چوتھی "نعمت" اچھی خبر سنائی.... ہمارا نام بھی ہمارے دادا نے رکھا تھا.... صالحہ کوثر.... مگر خود بھی صرف کوثر ہی پکارا.... خالد اور سسرال والوں نے بھی کوثر ہی پکارا پہلے عرف (نک نیم) نام سے لوگ زیادہ پکارتے تھے نا تو میرے بڑے بھائی علیم کو بھولا، مجھے منھی اور جب چھوٹے کا نام دادا نے عظیم رکھا تو امی نے اسے پوپی کا نام دے ڈالا.... دادا کچھ یوں برہم ہوئے" چھیماں (میری امی)! ڈولا اور منھی کافی نہیں، اب ٹوپی بنالی ہے...." ایک بار عظیم کو انہوں نے پینٹ میں دیکھ لیا تو بولے.... "چار ڈنڈے لگاؤ، سیڑھی تیار ہے" دادا کی تو اتنی باتیں ہیں.... پھر سہی.... اب ایسے موسن کہاں.... اوہ یاد آیا.... کہ ہم دادی بن گئے ہیں....

بھئی ربیع الاول ہمیں اک پیارا سا چوتہ پوتا دے گیا اور نام رکھنے کی سعادت ہمیں حاصل ہوئی ہے۔ "محمد ربیع ثمر" کیسا لگا نام۔ "بدلہ" تسنیم جی کیا باریک بین اور گہری سوچ لائی ہیں۔ "اب کے برس" اک جادوئی قلم.... سحر انگیز داستان میری شمع نے اس کی از حد ستائش کی اور کہا.... الفاظ و انداز با کمال ہیں۔

ج: پیاری کوثر! اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو تاباں رکھے۔ ہمیشہ ہی آپ کے خط پڑھ کر بہت مزا آتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے سامنے بیٹھی باتیں کر رہی ہوں، ہلکی پھلکی، ادھر ادھر کی باتیں.... اور آپ کی باغ و بہار شخصیت.... زندگی زندہ دلی کا نام ہے۔ اس مقولے کی جیتی جاگتی تصویر ہیں آپ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اسی طرح خوش رکھے اور آپ کی "شمع" روشن رہے۔ دادی بننے پر مبارک باد۔ پوتے کا نام خوب صورت بھی ہے اور بامعنی بھی.... آپ ہمیں باقاعدگی سے خط لکھا کریں۔ آپ کا خط شامل نہ ہو تو اس سلسلے میں کمی محسوس ہوتی ہے۔

چکوال سے انیقہ انا نے یاد کیا ہے لکھتی ہیں

عرصہ بعد قلم اٹھایا اور ٹوٹے رابطے بحال کرنے کا سوچا ہے۔ گزشتہ ایک سال میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ کو فراموش کیا ہو۔ یادیں بھلا کب ساتھ چھوڑتی ہیں، زندگی ردوبدل کا شکار ہوئی، موسم بدلے، دن، مہینے اور سال گزر گیا۔ جانے کیوں دل ہر قسم کی تحاریر، کتابوں سے اکتا گیا تھا۔ اس ایک سال میں نثر نہیں پڑھی، سوائے ابن صفی کے "عمران سیریز" کے اور اردو کلاسیکی شعراء میر و مرزا، داغ و ظفر کو چھانا، ایک تحریر لکھی لیکن ادھوری، ایک خالی پن سا تھا۔ جو ہر سوچا، لفظ در لفظ، کہانی ذہن میں بنتی تھی لیکن لکھ نہیں پاتی تھی، آپ اندازہ کیجیے اس کرب کا کہ جب میں لکھنا چاہوں اور لکھ نہ سکوں۔ (اچھا آپ کو انیقہ یاد ہے یا بھول گئی؟ بھولنے والی چیز تو نہیں ہوں ویسے....)

ج۔ انیقہ! آپ نے اتنے عرصہ میں شعاع نہیں پڑھا ورنہ آپ جان جاتیں کہ ہم ہی نہیں ہماری قارئین بھی آپ کو یاد کرتی رہیں، زندگی میں ایسے فیز آتے رہتے ہیں، جب کچھ بھی کرنے کو جی نہیں چاہتا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ کتاب واحد چیز ہے جو ہمیں کچھ دیر کے لیے تمام مسائل سے دور لے جاتی ہے، تبصرہ حسب روایت شاندار تھا۔ خط تاخیر سے ملا۔ فروری کے شمارے میں شامل نہ کرسکے۔ اس لیے پچھلے ماہ کا آپ کا تبصرہ شامل نہیں کررہے ہیں۔ اپنی ادھوری کہانیاں مکمل کرکے جلد از جلد بھجوائیں ہم منتظر ہیں۔

غزل فاطمہ سگو نے لکھا ہے

جناب ناچیز نے آپ کے ادارے میں اپنی کہانی "سحاب زندگی" بھیجنے کی کوشش کی ہے۔ آپ نے میری حوصلہ افزائی کی تو میں مزید آگے لکھنے کی کوشش کروں گی۔ ایک گزارش اور میں ایک منفرد اور اپنی پہچان آپ رکھنے والا سلسلہ وار ناول "جو رکے تو کوہ گراں تھے ہم" لکھ رہی ہوں۔ کیا میں سلسلہ وار ناول بھجوا سکتی ہوں۔

ج۔ پیاری غزل! آپ ابھی میٹرک کی طالبہ ہیں۔ فی الحال صرف پڑھائی پر توجہ دیں۔ کہانی کے لیے معذرت۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ناظمہ زیدی نے چوک اعظم سے شرکت کی ہے' لکھتی ہیں

میرا پیارا شہر چوک اعظم ہے تو یہ ایک قصبہ مگر ہر طرح کی ٹریفک کی آمدورفت کی وجہ سے اسے شہر کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ ضلع لیہ سے تیس منٹ' مغرب کی طرف واقع ہے۔ ہمارا شہر چوک اعظم چونکہ تین صوبوں کے وسط میں واقع ہے' اسی لیے اسے پنجاب کا دل کہوں تو شاید کسی حد تک درست ہو۔ تمام صوبوں کی طرف جانے والی ٹریفک ہمارے شہر سے ضرور گزرتی ہے۔ ہمارے شہر چوک اعظم کو منی لاہور بھی کہا جاتا ہے۔ وجہ یہ کہ اس کے چوک کے بیچوں بیچ سفید ماربل سے بنا ہوا چھوٹا سا مینار پاکستان ہے۔ یہ مینار' یادگار پاکستان کے کچھ عرصے کے بعد غالباً" 1950ء میں بنایا گیا ہے۔

ہمارے شہر میں لہلہاتے کھیت بھی ہیں تو بڑے معروف کاروباری مراکز بھی۔ گرلز بوائز گورنمنٹ' ڈگری کالجز ہیں اور پرائیویٹ کالجز بھی بے شمار۔ خوشی ہوتی ہے یہاں کے لوگوں کا بنیادی پیشہ زراعت ہے۔ گندم کی پیداوار قابل ذکر ہے۔ اس کے علاوہ سبز چنے کی کاشت کے لیے بھی یہ زمین بہت موزوں ہے۔ اسی لیے چنے' گندم' آم' جامن بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں کی زمین کی خاص بات خالص گندم کی فراہمی ہے۔ جب اس دھرتی کی مائیں مٹی کے چولہے پہ روٹیاں پکاتی ہیں تو بچوں کی وہ چیخ و پکار "پہلی میری' پہلی میری" ماں کو عجیب طرح کی خوشی و سکون دیتی ہے۔ ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھ کر ہاٹ پاٹ میں رکھی روٹی بھی وہ مزا نہیں دیتی' جو ماں چولہے کے پاس نیم دائرہ میں بیٹھے بچوں کو چھوڑ کر پہلے اپنے سر کے سائیں کو دیتی ہے۔ اس گرما گرم روٹی اور تازہ سالن کی بات ہی کچھ اور ہے۔ آپ کو دعوے سے کہہ سکتی ہوں آپ چھ' سات روٹیاں بھی کھا جائیں تو محسوس نہ ہوگا۔ گھومنے پھرنے کے لیے ویسے تو کوئی خاص پوائنٹ نہیں ہے مگر اس کے اطراف میں بہتی ہوئی نہریں جو کہ تعداد میں چھ' سات ہیں۔ کسی دریا کی سیر کا لطف دوبالا کر دیتی ہیں۔ گرمی کے موسم میں چوک اعظم کے باسیوں کی واحد تفریح یہی نہریں ہیں' اسی لیے باسیاں بے چاری گھروں میں ہی باسی ہوتی رہتی ہیں۔ جی ہاں یہاں کے ماحول کی وجہ سے خواتین خال خال ہی باہر جاتی ہیں۔ شاپنگ پر جانے کی کوئی پابندی نہیں۔ بہت بڑا بازار ہے جہاں آپ کو قیمتی چیزوں سے لے کر پٹھان بھائیوں کا نمبر 2 مال تک سب دستیاب ہوگا۔ قیمت کی فکر نہ کریں۔ پانچ ہزار والا کر دو سو میں بھی دے دیں گے۔

ج ۔ پیاری ناظمہ! شعاع پر تبصرہ بھی آپ نے بہت اچھا کیا ہے لیکن خط کی طوالت کے پیش نظر فی الحال آپ کے شہر کا احوال دے رہے ہیں۔ چوک اعظم کے بارے میں جان کر بے حد خوشی ہوئی ہے۔ ہمارا تو خیال تھا کہ یہ چھوٹا سا محلہ یا قصبہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے شہر کو آباد رکھے۔

کراچی سے تسنیم کوثر نے لکھا ہے

فروری کے شعاع میں افسانے اور ناولٹ بہت اچھے لگے۔ خاص کر مصباح اعوان کا "ستارہ زیست" بے حد شان دار ناول ہے مگر اس ناول کے اینڈ کو بہت طویل کیا گیا ہے۔ سرتقی کا اپنی گود میں سوئی ہوئی نرم و نازک سی بچی کو دیکھتے ہوئے ناول کا اینڈ ہو جانا چاہیے تھا۔ نگہت عبداللہ کا "وہ اک نظر" بہت خوب' جواب نہیں۔ آسیہ رزاقی کی تحریر "تم میری ہو" ونڈرفل' دلکش' غضب کی اسٹوری تھی اس ناول کی اصل ہیروئن تو خالہ بی ہی لگیں۔ حنا یاسمین کا "نصیبوں کے فیصلے" اچھا لگا۔ ہمیشہ بیٹوں کے اچھے نصیب کی دعا کرنی چاہیے۔ سمیرا حمید کا "تمہاری کہانی" بس سو سو تھا۔ اسے منگنی نامہ کہنا زیادہ بہتر ہے۔

ج ۔ تسنیم! بے حد معذرت کہ آپ کے پچھلے خط شامل نہ ہو سکے۔ ہماری قارئین اتنی محنت سے اور اتنے خوب صورت خط لکھتی ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ سارے خطوط شامل ہوں لیکن صفحات کی مجبوری' شعاع کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔ متعلقہ مصنفین تک آپ کی رائے ان سطور کے ذریعے پہنچائی جا رہی ہے۔

سلمیٰ زبیر لاہور سے تشریف لائی ہیں' لکھا ہے

ہمارے خاندان میں واحد لڑکی ہوں جو شعاع' کرن کی دیوانی ہے اور ہمارے گاؤں سے تقریباً" دو گھنٹے کے بعد شہر آتا ہے' پہلے تو ڈائجسٹ منگوانے کا مسئلہ! اس کے بعد لفافہ منگوانے کا مسئلہ اور اس کے بعد سب سے بڑا مسئلہ پوسٹ کرنے کا اور پھر گھر میں کوئی پڑھنے بھی نہیں دیتا۔ ڈائجسٹ۔ پھر رات کو پڑھنے کے بعد اتنی مشکل سے خط پوسٹ کرواتی ہوں اور پھر جان لیوا انتظار شروع۔ میری کہانی قابل اشاعت ہے یا نہیں' پلیز ضرور آگاہ کیجیے

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

گا۔

ج ۔ پیاری سلمیٰ! ہمیں احساس ہے کہ ہماری گاؤں میں یا چھوٹے شہروں میں رہنے والی قارئین کے لیے پرچے کا حصول، پھر خط لکھ کر پوسٹ کرانے کے مراحل کتنے دشوار ہوتے ہیں۔ اسی لیے ہماری کوشش ہوتی ہے زیادہ سے زیادہ خط شامل ہوں۔ زیادہ خط شامل کرنے کے لیے ہمیں خطوط کو مختصر بھی کرنا پڑتا ہے۔ اس ماہ بھی آپ کا تبصرہ بہت اچھا ہے۔ ہم نے پوری توجہ سے پڑھا ہے۔ ہر کہانی پر تفصیلی تبصرہ کیا ہے آپ نے، لیکن مسئلہ وہی صفحات کا ہے۔ آپ کی کہانی ابھی پڑھی نہیں۔

فرخ فاطمہ اشرف نے لاہور سے شرکت کی ہے، لکھتی ہیں

وہ بھی کیا زمانہ تھا جب مابدولت میٹرک میں تھے اور ہر مہینے ہمارے خط شعاع میں باقاعدگی سے شائع ہوتے تھے۔ ایف ایس سی نے تو اپنا ہوش ہی بھلا دیا اور خط لکھنے کی فرصت نہ ملی۔ اب مابدولت اللہ کے کرم سے میڈیکل کے دوسرے سال میں ہیں اور اس "پوزیشن" میں ہیں کہ ہر ماہ باقاعدگی سے تبصرہ ارسال کر سکیں تو آپ کی ردی کی ٹوکری ہمارے اس ارادے کے آڑے آجاتی ہے۔ اس مہینے افسانے سب ہی اچھے تھے۔ سلسلے وار ناولوں کا تو کیا ہی کہنا۔ شمارے میں یوں ہوتے ہیں گویا کہ ہیں ہی نہیں۔ (معذرت کے ساتھ) رخسانہ نگار عدنان ویسے میری پسندیدہ مصنفین میں شمار ہوتی ہیں مگر "ایک تھی مثال" کو بے جا "طوالت" کا شکار کیا گیا اور اب وہ خصوصی وجہ جس کے لیے میں نے سستی کا چولا اتار کر کاغذ، قلم پکڑا ہے۔ "جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے" اچھا سلسلہ ہے مگر خدارا تصویر کا ایک رخ دکھانا بند کیا جائے۔ یہ سلسلہ شادی کے حوالے سے لڑکیوں کے ذہن میں منفی رجحانات جگانے کا باعث بن جائے گا۔ (بلکہ بن رہا ہے) سسرالیوں اور شوہر کی ذات کے منفی پہلوؤں سے بھرا ہوتا ہے۔ جس کو غیبت ہی کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں میاں، بیوی کو ایک دوسرے کا لباس کہا گیا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ آپ کے شوہر کی ذات میں اگر کچھ خامیاں ہیں تو لاکھوں قارئین کو ان کے بارے میں بتایا جائے۔ لباس کا مقصد پردہ پوشی کرنا ہوتا ہے نہ کہ چھپی ہوئی چیز بھی عیاں کر کے دکھانا۔

ج ۔ ڈاکٹر فرخ فاطمہ! ویسے تو آپ کو ڈاکٹر نہیں لکھنا چاہیے، کیونکہ ابھی آپ ڈاکٹر بنی نہیں ہیں لیکن خیر ڈاکٹر بن ہی جانا ہے آپ نے۔ شوہر کی ذات کی خرابیاں یا سسرال والوں کی خرابیاں اگر ان کا نام لے کر بیان کی جاتیں یا وہ اپنا پورا نام لکھتیں تو آپ کہہ سکتی تھیں کہ غیبت یا شوہر کو بدنام کرنے کی کوشش ہے۔ یہ تو آپ کہانی سمجھ کر پڑھیں۔ جہاں تک غیر شادی شدہ لڑکیوں کے ڈرنے کی بات ہے تو سب کو تھوڑا بہت اندازہ تو ہوتا ہے۔ لڑکیاں بھی ان ہی گھروں میں رہتی ہیں جہاں یہ سب ہوتا ہے، بہنیں، بھابھیاں، مائیں جب ان زیادتیوں کا نشانہ بنتی ہیں تو یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہتی۔ معاشرے میں اگر کچھ برا ہو رہا ہے تو پردہ پوشی کے نام پر ہم کب تک اسے چھپاتے رہیں گے۔ اور کبھی کبھی ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ ہم دوسروں کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں لیکن ہمیں احساس نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ اسے پڑھ کر کچھ لوگوں کو احساس ہو جائے۔ ممکن ہے سارے سسرال والوں پر اس کا اچھا اثر نہ ہو لیکن اگر چند ایک نے بھی اسے پڑھ کر اپنی اصلاح کر لی یا کسی میں احساس بیدار ہو گیا تو یہ بھی بڑی کامیابی ہے۔

ایک اور بات آپ کو بتاتے چلیں کہ ہماری قارئین اس سلسلے میں جو کچھ لکھ رہی ہیں، اس میں "قطعاً" کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے۔ ہمارے معاشرے میں اس سے بھی زیادہ برا ہوتا ہے، ہو رہا ہے، بات صرف حساس دل اور باریک بین نظر کی ہے۔ آپ ڈاکٹر بننے جا رہی ہیں۔ آپ کو

دعائے مغفرت

ابھرتی ہوئی مصنفہ عمارہ خان کے والد محمد تسلیم اختر اس دار فانی کو الوداع کہہ گئے۔ وہ شوکت حسین کشمیری کے نام سے کہانیاں لکھتے رہے ہیں۔ بہت اچھا ادبی ذوق رکھتے تھے۔ ان کی وفات عمارہ خان اور ان کے اہل خانہ کے لیے بہت بڑا سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور متعلقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین۔

قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تو زیادہ ضرورت ہے کہ آپ روح کے زخموں کے بارے میں بھی جاننے کی کوشش کریں۔

اروی نور ،شکر گڑھ، ضلع نارووال سے شرکت کررہی ہیں' لکھا ہے

گوناگوں مصروفیات کے باعث خط لکھنے میں تاخیر رہی۔ "دیمک زدہ محبت' یارم' زمین کے آنسو" سے لے کر "جنت کے پتے" تک ہر تحریر نے سحر میں جکڑے رکھا۔ مجھے تو ہر شمارہ ہی خاص لگتا ہے' کوئی دو رائے نہیں۔(بھئی شہباز شریف کی طرح۔۔۔) سب سے پہلے "پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتیں" سلسلے سے ہمیشہ کی طرح مستفید ہوئے۔ "جب تجھ سے ناتا جوڑا" ہمیشہ ہی کی طرح دکھ ہوا' بہت دیر ہوچکی' آپ کسی مثبت کہانی کو سامنے لائیے۔ "ستارہ زیست" اچھی تحریر لگی۔ "تم میری ہو" کم کم سمجھ میں آیا۔ ناولٹ میں "سیاہ حاشیہ" (موسٹ فیورٹ) کی قسط بھی عمدہ رہی۔ "یارم" کی سمیرا حمید کی ہماری کہانی' سمجھ سے بالاتر رہی' پسند نہ آئی۔ افسانوں میں "سکون قلب" سب سے بہترین رہا۔ پچھلے شماروں میں بنت سحر کے افسانے ان کے نام کی طرح باکمال رہے۔ آپ سے پوچھنا تھا یہ افسانے آج کل اتنے لمبے کیوں ہوتے جارہے ہیں؟

ج ۔ پیاری اروی! آپ کے خط کی بات اچھی لگی وہ آپ کا یہ جذبہ کہ مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا۔ جو کوشش کرتا ہے۔ وہ کامیاب بھی ہوتا ہے اور اگر کسی وجہ سے کامیاب نہ ہوسکے تو کم از کم یہ تسکین تو ہوتی ہے کہ اپنی سی پوری کوشش کی۔۔۔ آپ کا افسانہ پڑھ کر ہی بتاسکتے ہیں کہ قابل اشاعت ہے یا نہیں۔ افسانے لمبے ہوتے جارہے ہیں؟ ہمارے خیال میں تو ایسا بالکل نہیں ہے۔ عام طور پر ہر ماہ چار سے چھ صفحے تک کے افسانے شامل اشاعت ہوتے ہیں۔

انمول ہیرا نے شادن لونڈ سے لکھا ہے

شعاع میں سب سے پہلے جس ناول نے امپریس کیا وہ "زرد موسم" تھا۔ اس کے بعد شعاع سے رشتہ نہیں ٹوٹا۔ پچھلے شمارے میں "میرے لفظ کو جو زباں ملے" پڑھ کر یوں لگا جیسے رائٹر نے میرے حالات میرے سامنے رکھے ہوں۔ ہمارے گھر میں چچا' تایا ان ڈائجسٹوں کے پڑھنے یا ان میں کچھ لکھنے کے انتہائی خلاف ہیں۔ والد محترم ہماری محبت میں نرمی دکھاتے ہوئے تھوڑی پس وپیش سے مان جاتے ہیں لیکن جوائنٹ فیملی کی وجہ سے ذرا مشکل ہوتی ہے' کیونکہ ٹائٹل پر موجود ماڈل گرل ابا حضور کو بھی اس ڈائجسٹ کے خلاف کرجاتی ہے کہ "جب ٹائٹل ایسا ہے تو اندر کیسا مواد ہوگا؟" خط لکھ رہی ہوں لیکن شعاع کے تمام سلسلے اتنے زبردست اور اچھے ہوتے ہیں کہ ہمارا بھی دل چاہتا ہے کہ ہم بھی ان سلسلوں میں شامل ہوں۔ چند ایک ناول جنہوں نے شعاع کو چار کے بجائے آٹھ چاند لگائے' ان میں "دیوار شب" "ستارہ شام" "دل کے رستے دشوار بہت تھے" "کوئی دیپک ہو" اور "میں کی کرار مناواں" تو بہت ہی آؤٹ اسٹینڈنگ تھا۔

ج ۔ پیاری انمول! ہم آپ کو صرف انمول ہی کہیں گے۔ کیونکہ ہیرا کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو' ہوتا تو پتھر ہی ہے اور انسان تو تمام مخلوق پر فضیلت رکھتا ہے۔ شعاع کے سلسلوں میں ضرور شامل ہوں' یہ ہماری بھی خواہش ہے۔ ٹائٹل کے سلسلے میں ہم ہر ممکن احتیاط رکھتے ہیں۔ مزید محتاط رہیں گے' تاکہ آپ کے ابا حضور کو اعتراض نہ ہو۔ اپنے ابا حضور کو شعاع کے سلسلے پڑھ کر سنائیں ان کی رائے یقیناً تبدیل ہوجائے گی۔

عفیفہ فاطمہ نے بھلوال پور سے لکھا ہے

شمارہ ہاتھ میں آتے ہی "سیاہ حاشیہ" پڑھا۔ بہت اچھا جارہا ہے۔ "اک تھی مثال" پڑھنے کو دل ہی نہیں کیا۔ مکمل ناول میں "ستارہ زیست" اچھا تھا۔ شعاع کا سلسلہ "تم سے ناتا جوڑا ہے" مجھے بہت پسند ہے۔ مجھے اندازہ نہیں ہے کہ کیسے خط لکھا جاتا ہے۔ بس لکھ دیا ہے۔

ج ۔ پیاری عفیفہ! خط اسی طرح لکھا جاتا ہے' جس طرح آپ نے لکھا ہے' بس تھوڑا مختصر لگا۔ آئندہ سب کہانیوں پر تبصرہ کیجیے گا۔

حافظہ مہدیہ آصف نے گاؤں رکن پور سے شرکت کی ہے' لکھتی ہیں

میری پہلی بات یہ ہے کہ نبیلہ عزیز اپنا ناول بالکل تھوڑا لکھتی ہیں اور ہر تین ماہ بعد ناول آتا ہی نہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ اس بارے میں ضرور آگاہ کریں۔ "رقص بسمل"

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
READING Section

ناول بہت ہی انٹرسٹنگ ہے۔ آپ ٹی وی ایکٹرس عائزہ خان کا انٹرویو بھی لیں، پلیز۔ اور آپ میرے لیے ضرور دعا کیجیے گا، تاکہ میں میٹرک میں اچھے مارکس لے سکوں۔
میگزین پڑھنے کی عادت میری بڑی آپی سے پڑی تھی، ہمارے گاؤں میں سب سے پہلے میگزین میری آپی نے ہی پڑھا تھا لیکن اب ہر لڑکی پڑھتی ہے۔

ج ۔ پیاری مدیحہ! آپ نے پڑھائی کی مصروفیات سے وقت نکال کر خط لکھا۔ بہت خوشی ہوئی۔ آپ دل لگا کر پڑھائی کریں۔ امتحان سے فارغ ہوجائیں، تب ہمیں خط لکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابیاں عطا فرمائے۔ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کے گاؤں میں شعاع آپ کی بہن نے متعارف کرایا ہے، انہیں سلام کہیے گا اور شکریہ بھی۔ نبیلہ اپنی پھپھو اور والد کی بیماری اور کچھ مسائل کی وجہ سے ناول نہیں لکھ پا رہی ہیں۔ جلد لکھیں گی۔ دعا کریں، وہ ان سب مسائل سے نجات حاصل کریں۔

منزہ عطا نے کوٹ ادو سے شرکت کی ہے، لکھتی ہیں

ٹائٹل ہمیشہ کی طرح بہت خوب صورت تھا۔ ماڈل فریحہ کا ڈریس بہت ہی پیارا لگا۔ "سیاہ حاشیہ" بہت ہی اچھا ناول ہے۔ پلیز آپ نے اورید اور ارحم کو ملانا ہے۔ مصباح اعوان آپ نئی ہیں، آپ تو نمبر لے گئیں۔ آپ کا ناول بہت ہی سبق آموز تھا۔

ج ۔ پیاری منزہ! صحیح لکھا ہے آپ نے مصباح اعوان نئی مصنفہ ہیں لیکن ان کے ناول سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بہت باصلاحیت ہیں۔

افشاں افسر حمیرا مظفر ایبٹ آباد سے لکھتی ہیں

میں پاکستان کے خوب صورت اور پرامن شہر ایبٹ آباد کے ایک گاؤں "حمیرا مظفر" میں رہتی ہوں۔ یہ خوب صورت گاؤں ہے۔ یہاں پر کئی اسکول ہیں اور اسپتال بھی ہے۔ شعاع کی تمام مصنفین بہت اچھی ہیں اور بہت خوب صورت لکھتی ہیں۔ میری پسندیدہ رائٹر عمیرہ احمد، نمرہ احمد، سمیرا حمید، نبیلہ عزیز ہیں اور بھی بہت ساری رائٹرز اچھا لکھتی ہیں۔ میں اب سیکنڈ ایئر کی طالبہ ہوں اور میری دوستیں میری پڑھنے والی عادت سے تنگ آکر مجھے "ناول کیڑا" بولتی ہیں۔ میری کلاس فیلو نغمانہ، لائبہ، غوثیہ یہ تینوں پڑھنے سے کتراتی تھیں۔ میں نے انہیں پہلے ڈائجسٹ دیے، پھر لائبریری کارڈ بنا کر دیے اور بس پھر کیا تھا مجھ سے بھی پہلے لائبریری پہنچی ہوتی ہیں۔ آپی جنوری 2013ء کے شمارے میں ایک خط آیا تھا۔ کنزیٰ جدون ایبٹ آباد سے، وہ میری کالج فیلو سینئر ہیں اور ان کا ناول میں نے بھی پڑھا ہے بہت اچھا لکھا ہے انہوں نے۔ ایک بات پوچھنی تھی کہ کیا عمیرہ احمد شادی شدہ ہیں؟ پلیز آپ ان کا انٹرویو بمع تصویر شائع کریں۔ پلیز۔ عاطف اسلم کا انٹرویو بمع ان کی بیوی کے شائع کریں۔ سعادت حسن منٹو کے بارے میں بھی لکھوائیں۔

ج ۔ افشاں! کتابی کیڑا تو سنا تھا مگر "ناول کیڑا" پہلی بار سنا ہے، جو آپ کی دوستوں نے آپ کو خطاب دیا ہے۔ آپ کو لکھنے کا شوق ہے تو ضرور لکھیں اور جتنا جی چاہے لکھیں۔ صفحات کی قید نہیں۔ افسانہ طویل بھی ہو سکتا ہے۔ افسانہ شائع ہوا تو اعزازیہ بھی دیا جائے گا۔ عمیرہ احمد ماشاء اللہ شادی شدہ ہیں۔ تصویر کی اشاعت انہیں پسند نہیں۔ انٹرویو دیا تو ضرور شائع کریں گے۔

سمیہ کنول نے بھر کنڈیانو سے شرکت کی ہے، لکھتی ہیں

نمرہ اقرا! آپ جو بھی ہو اس قدر باقاعدگی سے شرکت کرتی ہیں آپ، ہم تو بڑے امپریس ہیں آپ سے۔ حرا قریشی میں آپ کی بہت فین ہوں۔ (جی جی)
پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتیں، پڑھ کے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ (سمیرا حمید) "تمہاری کہانی" ہاہاہاہا

دعائے مغفرت

بہن بشریٰ کونڈل اپنے والد محترم کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئیں۔
اناللہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، بشریٰ کونڈل اور دیگر متعلقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ (آمین)

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پڑھ کے بڑی ہنسی آئی۔ کبھی ہم بھی عروہ کی طرح تھے' ہاہاہاہا اور تم میری ہو۔ (آسیہ رزاقی) خالہ بی کا کردار اچھا لگا۔ (نگہت عبداللہ) وہ اک نظر واہ کیا خوب لکھا آپ نے۔ "ایک تھی مثال" بھی اچھا جارہا ہے۔ اس "ماہ کی مسکراہٹیں" سارے لطیفے ہی پرانے تھے۔ ارجمند رحیم سے ملاقات اچھی لگی۔ مجھے ان کی مسکراہٹ بہت اچھی لگتی ہے۔

ج۔ پیاری سمیعہ! آپ نے صحیح لکھا' آپ کی آمد سے آٹھ چاند لگ گئے ہیں۔ (چار چاند تو ہماری قارئین نے پہلے ہی لگا رکھے ہیں نا) اب باقاعدگی سے شرکت کرتی رہیے گا۔ شعاع پسند آیا۔ متعلقہ مصنفین تک آپ کی تعریف پہنچائی جارہی ہے۔

ملتان سے آویزہ شیخ شریک محفل ہیں' لکھا ہے

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتیں ہمیشہ دل پہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ "بندھن" میں آل راؤنڈر سرفراز احمد اور خوش بخت سرفراز' اچھے لگے۔ "جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے" بہت اچھا سلسلہ ہے۔ میری آپ سے مئودبانہ گزارش ہے کہ آپ سلسلے کو بند مت کیجیے گا' پلیز۔ (کیا پتا کبھی ہم بھی ہمت کرلیں۔) حنا یاسمین نے "نصیبوں کے فیصلے یا؟" واقعی یہ سچ میں نصیبوں کے فیصلے ہوتے ہیں اور "ہماری کہانی" نے تو بس؟ سمیرا حمید آپ نے بہت اچھا لکھا۔ آسیہ رزاقی جی کے کیا کہنے ہیں۔ جب بھی لکھتی ہیں باکمال لکھتی ہیں۔ خالہ بی نے سچ میں ماں ہونے کا حق ادا کردیا اپنی بھانجی کے ساتھ اور ثمینہ فرحان کا "سکون قلب" ہمارے معاشرے کی عکاسی کرتا ہے۔ "ستارہ زیست" بہت زبردست لگی۔ شعاع اور خواتین کا ساتھ بہت پرانا ہے۔ جب جب زندگی میں مشکل آئی یا کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ ہماری ان دو سہیلیوں نے بڑے پیار سے سمجھادی۔ "وہ اک نظر" میں نگہت عبداللہ نے ہاتھ پکڑ بٹھا ہی لیا ہو جیسے۔ ویل ڈن نگہت جی "رقص بسمل" کی کمی محسوس کی۔

ج۔ پیاری آویزہ۔ آپ کی آمد شعاع کی قارئین میں ایک خوش گوار اضافہ ہے۔ تفصیلی تبصرے کے لیے شکریہ۔ قارئین کی رائے ہمارے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ زندگی میں جہاں جہاں مشکل پیش آئی' شعاع اور خواتین نے آپ کی رہنمائی کی' یہ بات ہمارے لیے باعث طمانیت ہے۔

فرزانہ مغل واہ کینٹ سے تشریف لائی ہیں

تمام ہی کہانیاں اور سلسلے لاجواب ہیں۔ ہماری کہانی پڑھ کر بہت مزا آیا۔ سمیرا حمید نے ہلکا پھلکا سا بہت مزے کا لکھا ہے۔ نگہت عبداللہ کافی عرصے بعد آئی ہیں۔ گڈ بہت ہی زبردست۔ ایمل رضا بھی بہت ہی اچھا لکھ رہی ہیں۔ بہت ہی پسند آیا۔ "جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے" یہ سلسلہ بہت ہی زبردست ہے اور رفیعہ بابر صاحبہ سے کہنا ہے۔ ذرا نومبر کا شمارہ بھی پڑھ لیں اور اگر مردوں کو بھی کوئی ایسا ہی پلیٹ فارم مل جائے تو پھر دیکھیں اور دیکھتے ہی جائیں۔

ج۔ فرزانہ! آپ کے خط نے ہمیں ایک دلچسپ آئیڈیا دیا ہے۔ بلاشبہ شعاع مرد حضرات بھی پڑھتے ہیں۔ اگر اس میں ایسا کوئی سلسلہ شروع کیا جائے جس میں مرد حضرات بھی اپنے دل کی بھڑاس نکال سکیں تو بہت سے چشم کشا حقائق سامنے آئیں گے' کیونکہ اس میں شک نہیں کہ اس معاشرے میں عورت ہی نہیں مرد بھی مظلوم ہے۔ ماں' بہنوں اور بیوی کے بیچ بہت سے مرد چکی کے دو پاٹوں کے بیچ پس کر رہ جاتے ہیں اور اسی کشمکش میں زندگی کے بہترین ماہ و سال برباد ہوجاتے ہیں۔ شعاع کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔

ستاشار زاق نے رحیم یار خان سے لکھا ہے

20 سال ہوگئے ہیں شعاع کو پڑھتے ہوئے۔ امی ابو کے گھر کوئی پابندی نہیں تھی پڑھنے کی لیکن شادی کے بعد پڑھنا میرے لیے مشکل ترین کام تھا' کیونکہ شوہر صاحب کو میرا پڑھنا پسند نہیں تھا۔ جب بھی مجھے پڑھتا دیکھتے' رسالہ لے کر پھاڑ دیتے تھے۔ وہ کام پر چلے جاتے تھے تو میں سب گھر والوں سے چھپ کر پڑھتی تھی اور ڈر لگتا تھا کہ کہیں کوئی اسے بتا نہ دے میرے پڑھنے کا۔ ماں باپ کے گھر اتنی آزادی اور سسرال میں اتنی سختی تھی' ایسا کیوں ہے۔ اب میرے چار بچے ہیں۔ بس میں اللہ سے یہی دعا مانگتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل میں میرے پڑھنے کا رحم ڈال دے۔ (آمین) شعاع کی ساری کہانیاں بہت اچھی ہیں۔ شعاع مجھے بہت حوصلہ دیتا ہے۔ اس کو پڑھنے

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سے مجھے سکون مل جاتا ہے اور میں ہر ٹینشن بھول جاتی ہوں۔ مجھے سب کہانیوں میں "ایک تھی مثال" اور "سیاہ حاشیہ" بہت پسند ہے۔

ج۔ پیاری نتاشا! ہماری بہت سی قارئین لکھتی ہیں کہ خواتین شوہر کی شکایت کرتی ہیں۔ ان کا پالا ایسے لوگوں سے پڑے تو شاید انہیں اندازہ ہو ہمارے معاشرے میں ایسے مردوں کی کمی نہیں جو عورت کے ذہن اور دماغ پر بھی پہرہ بٹھانا چاہتے ہیں۔ آپ کے شوہر کا شمار بھی ایسے ہی مردوں میں ہوتا ہے۔ ایسے مرد یہ بھول جاتے ہیں کہ اس طرح قید کرکے وہ عورت کا دل جیت سکتے ہیں اور نہ ہی وہ فطری محبت حاصل کرسکتے ہیں، جو ایک شوہر کا حق ہوتی ہے۔

ثمہ ہاشمی گنڈیاں سے شریک محفل ہیں، لکھا ہے

فروری کا شمارہ 2 تاریخ کو ملا۔ ٹائٹل دیکھا تو دل خوش ہوگیا۔

"رقص بسمل" غائب! یہ کیا ماجرا ہے بھئی؟ چلو کوئی کل نئی۔ پھر "تجھ سے ناتا جوڑا ہے" کی طرف بڑھی۔ وفا کے حالات پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ قرۃ العین رائے کا وُہ جو چاہے پڑھا بے ساختہ اپنا آپ ذہن میں آگیا۔ میں بھی کبھی کبھی ۔۔۔ ڈائٹنگ شروع کردیتی ہوں۔ پھر امی، خالائیں، نانی، امی، مامیاں وغیرہ وغیرہ مجھے سمجھا سمجھا کہ تھک جاتی ہیں کہ تم اتنی موٹی نہیں ہو۔ بس بھرے بھرے جسم کی ہو۔ ان کے کہنے میں آکر میں ڈائٹنگ چھوڑ دیتی ہوں، پھر ہفتہ گزرتا ہے، تو یہ ہی لوگ مجھے موٹی بھینس کا خطاب دیتے ہیں تو دل جل جاتا ہے، قسم سے۔۔۔ مصباح اعوان کا "ستارہ زیست" بیسٹ اینڈ بیسٹ تھا۔ سمیرا حمید کا "ہماری کہانی" بھی اچھا تھا۔ وہ "اک نظر" بس ٹھیک تھا۔ "تم میری ہو" بھی اچھا تھا۔ میں نے سب سے پہلے ان کو بتایا، میرا خط شعاع میں شائع ہوگیا، وہ ہنسنے لگے مجھے بہت غصہ آیا مگر پھر میں خاموش ہوگئی کہ ہر ماہ جو لڑکی باقاعدگی سے شعاع پڑھے، اس پر سوٹ کرتا ہے کہ وہ غصے میں آپے سے باہر ہو؟ نہیں نا۔ دیکھ لیں میں صرف کہانیاں پڑھتی ہی نہیں ہوں، ان پہ عمل بھی کرتی ہوں، آئی لو شعاع۔۔۔ آپ نے جو میرا نک نیم رکھا مجھے بہت پسند آیا تھینکس۔۔۔ اور یہ سب میں ایک ہی لفافے میں بھجوا سکتی ہوں نا؟

ج۔ پیاری ثمرا شعاع پڑھتی ہیں اور اس میں لکھی ہوئی باتوں پر عمل بھی کرتی ہیں، جان کر خوشی ہوئی اور تھوڑا سا پریشان بھی ہوگئے، ہر کسی کے حالات ایک جیسے نہیں ہوتے۔ ہوسکتا ہے کچھ باتیں جو بہت سارے لوگوں کے لیے درست ہوں، کسی کے مخصوص حالات میں وہ غلط ثابت ہوں۔ اس لیے سوچنے سمجھنے کی گنجائش ضرور رکھیے گا۔ "رقص بسمل" کے لیے کیا کہیں۔ نبیلہ کے لیے دعا کریں۔

آپ ایک لفافے میں تمام سلسلوں کے لیے بھجوا سکتی ہیں۔

شازیہ الطاف ہاشمی نے شجاع آباد سے لکھا ہے

میرے اندر بہت سے کردار ہیں، جو جاگتے اٹھتے، سوتے اور میرے ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔ اگر آپ کو میری کہانی اچھی لگے تو پلیز مجھے بتا ضرور دیجیے گا، میری تعلیم کافی کم ہے مگر پھر بھی میرا ناقص خیال ہے کہ میں لکھ سکتی ہوں، اگر آپ کو بھی ایسا لگتا ہے تو مجھے بتائیے۔

ج۔ پیاری شازیہ! کردار ساتھ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہیں، یہاں تک تو بات ٹھیک ہے لیکن ساتھ کھانے والی بات ٹھیک نہیں۔ دراصل مہنگائی بہت ہے نا! آپ میں صلاحیت ہے لیکن شعاع اردو کا پرچا ہے۔ پنجابی کا نہیں، کوئی اور کہانی لکھیں اور اردو میں لکھیں۔ یہ کہانی زیر غور ہے۔

فوزیہ سلطانہ تونسہ شریف سے لکھتی ہیں

آپ کی رشتہ القلبی سے بخوبی واقف ہیں، اسی بنا پر ہم نے آمد کی جسارت کی ہے۔ سرورق پر غائر نظر ڈالی تو خندہ اس چہرہ طبیعت بشاش کرگیا۔ "ایک تھی مثال" پری کی پیر تسمہ پا جیسی خصلت سے ہم سخت نالاں تھے ہی مگر مثال کی برگشتہ طالعی کے بھی کیا ہی کہنے۔ "سیاہ حاشیہ" صائمہ صاحبہ آپ نے جس ید طولیٰ سے (زینی، بختاور اور آپا صالحہ) ایک وجود کو تین اسموں سے تحریر کیا۔ چشم بیاد دنگ رہ گئی۔ مجھے نا جانے کیوں شانزے اور عدینہ بہنیں لگتی ہیں۔ ایمل رضا! اردو ادب کا نیا ابھرتا ہوا درخشندہ تر ستارہ ہیں۔ ان کا انداز تحریر گوہر یکتا کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ "خاک نشین" شفق افتخار صاحبہ آپ نے جس فہم و فراست سے بدی کو کیفر کردار تک پہنچایا، وہ قابل ستائش

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھا مگر حسنی کی مرگ نے سوگوار کردیا۔ "جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا' وہ شان سلامت رہتی ہے۔ "محرومی شازیہ جمال کی بے مثل و بے نظیر تحریر تھی۔ "بدلہ" ایک بہترین کاوش تھی۔ "اب کے برس" بنت سحر صاحبہ جواہر نگار کے سے الفاظ اور تمدن آفریں انداز' آپ کے سطوت میرے پاس الفاظ نہیں وہ' جن کی آپ حق دار ہیں۔ بس اتنا کہہ لوں کہ آپ حیرت انگیز صلاحیتوں کی مالکہ ہیں۔

ج ۔ مشفق من فوزیہ سلطان! واللہ آپ کا انداز نگارش میرا من دہلوی کی "باغ و بہار" سے مستعار لیا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر معذرت کے ساتھ کہ اس میدان کارزار کی شہسوار بننے کے لیے ابھی جہد مسلسل کی حاجت ہے آپ کو ذرا یہ تو فرمایئے کہ آپ کے ذہن رسا میں یہ خیال کیونکر وارد ہوا کہ ہم رقیق القلب ہیں اور شعاع کو مرغ سے تشبیہہ دے کر تو آپ نے کمال ہی کردیا۔ بااین ہمہ اتنے مقفی و مسجع۔ مکتوب اور شیریں گفتار کے لیے آپ کے ممنون ہیں۔

عائشہ انصاری نے حیدر آباد سے لکھا ہے

ہمارے لیے خط پوسٹ کروانا مسئلہ کشمیر حل کرنے کے مترادف ہے' سو اسی وجہ سے دو خط بھیجنے کے بعد چپ کرکے بیٹھنا پڑا' لیکن میدان میں پھر کودنے کی وجہ ایک مزے دار سا واقعہ ہے تو ہوا کچھ یوں کہ دسمبر کے نئے تازہ چمکتے اور کسی حد تک پھڑکتے ہوئے شمارے کی انٹری بڑے خوف ناک انداز میں ہوئی جو ہمیں پتا ہو تاکہ دروازے پر ہاکر ہے اور دروازے پر جانے والے ہمارے پیا جو ہمارے شعاع پڑھنے کے خلاف ہیں (جی ہاں۔۔۔ خلاف) ہاکر نے تو شعاع پیا کے ہاتھ میں دیا اور یہ جا وہ جا۔ پیا نے آواز لگائی تمہارا "نونہال" (ماہنامہ) آگیا۔ (یاد رہے ہم شعاع کو ان کے سامنے نونہال کہتے ہیں) بس پھر مجھے ایک پل لگا ساری بات سمجھنے میں اور بے اختیار میں نے اپنے ابلتے ہوئے قہقہوں کا گلا گھونٹا (نماز جو پڑھ رہی تھی) بعد میں ہم بہت ہنسے۔ "خط آپ کے" میں سیدہ نسبت زہرہ کا خط پڑھا۔ ان کا باہر جاکر پڑھنا پہلے حیرت پھر خوشی اور بعد میں ڈھیر سارے رشک نے جگہ لے لی' خصوصاً" اعلا تعلیم کے لیے ان کے گھر والوں کا تعاون' مجھے کمپلیکس میں مبتلا کرگیا۔ (میٹرک کے بعد آگے پڑھنے کی پرمیشن نہ ملنے پر اپنا رونا دھونا اور تہجد میں کی گئی دعائیں اف ف ف) "ہزاروں خواہشیں" بہت خوب کچھ ہٹ کر پڑھنے کو ملا اور الفاظ کا چناؤ بہترین۔ "ہماری کہانی" سمیرا حمید! بس ٹھیک ہی لکھا۔ "وہ اک نظر" نگہت عبداللہ متاثر نہ کرسکیں۔

ج۔ پیاری عائشہ! اگر میٹرک کے بعد آپ کو آگے پڑھنے کی اجازت نہیں ملی تو کوئی بات نہیں۔ تحریر سے لگتا ہے آپ ذہین ہیں۔ پرائیویٹ امتحان دے سکتی ہیں۔ ویسے بھی علم ڈگریوں کا محتاج نہیں ہے۔ ضروری نہیں کہ ڈگری حاصل کی جائے۔ آپ مطالعہ کرکے علم میں اضافہ کرسکتی ہیں۔

والد صاحب کے ہاتھوں شعاع بچ گیا' لیکن ہم آپ کو مشورہ دیں گے کہ والد صاحب کو شعاع کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں اور باتوں سے خوشبو آئے پڑھ کرسنائیں۔ پھر آپ کو شعاع کو نونہال نہیں کہنا پڑے گا۔

فائزہ بھٹی نے پتوکی سے شرکت کی ہے' لکھتی ہیں۔

فروری کا شعاع اسپتال سے واپسی پر لاہور کے ایک بک اسٹال سے خریدا میں ان دنوں لاہور میں اپنی بیماری کی وجہ سے بیٹھی ہوئی ہوں اب اسپتال کے بار بار چکر لگانے کے بعد چار مارچ کو آپریشن فائنل ہوا ہے۔ اب آپ دعا کیجیے گا کہ سب خیر خیریت سے ہوجائے۔ مجھے دیکھنے والا تو کبھی نہ جانے کہ اسے کوئی بیماری بھی ہے' لیکن یہ تو مریض کو پتا ہوتا ہے۔

ج۔ پیاری فائزہ! آپ کا خط تاخیر سے موصول ہوا' اس لیے تبصرہ شامل نہ کرسکے جس کا ہمیں افسوس بھی ہے کیونکہ آپ نے بیماری کے باوجود بہت اچھا اور تفصیلی تبصرہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے آپ کے آپریشن کی کامیابی اور آپ کی صحت یابی کے لیے دعاگو ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی درخواست ہے کہ فائزہ کی صحت کے لیے دعا کریں۔

روبینہ شاہد نے گل برگ کراچی سے شرکت کی ہے'

نمرہ شہزادی لکھتی ہیں

"ستارہ زیست" خوب لکھا ہے مصباح اعوان نے اور وہ اک نظر نگہت عبداللہ کیا لکھا ہے مزہ آگیا۔ باقی مکمل

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ناول۔ افسانے، ناولٹ بھی اچھے تھے۔ ہائے اللہ یاد آیا' ہماری پیاری رائٹر سمیرا حمید نے بھی تو لکھا۔ "ہماری کہانی" ڈیل ڈن سمیرا جی۔ آپی جی مجھے شکایت ہے عمیرہ احمد آپی اب کافی عرصے سے شعاع میں نہیں لکھ رہیں پلیز انہیں کہیے کہ لکھیں اور ہاں آپی فروری کے شعاع میں "رقص بسمل" نہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا اور "ایک تھی شال" ہائے بے چاری شال۔

ج۔ پیاری نمرہ! آپ کی فرمائش پر آپ کی دوست روشین کو سالگرہ کی مبارک باد دیں گے تو آپ کی دیگر دوستوں کو گلہ ہوگا کہ ان کو شعاع کے ذریعے مبارک باد نہیں دی گئی پھر دیگر قارئین بھی اپنی دوستوں اور رشتہ داروں کو شعاع کے ذریعے مبارک باد دینا چاہیں گی اور یوں یہ خطوں کا سلسلہ "مبارک باد" کا سلسلہ بن جائے گا اور اس کا عنوان "خط آپ کے" کے بجائے "مبارک ہو" ہوگا۔ آپ اپنی دوست کو فون یا میسج کرکے مبارکباد دیں۔

آپ کی دوستوں عرشی، مہرین، سیما، ربیعہ اور کزنز اور روشین کو ہماری طرف سے وعلیکم السلام۔

رضوانہ پروین نے سیالکوٹ سے لکھا ہے

اس دفعہ کا ٹائٹل اور کہانیاں اتنی زبردست تھیں کہ میں خود کو روک نہ پائی نام ہو نگہت عبداللہ کا تو "وہ ایک نظر" ہی کافی ہے بہت ہی زبردست کہانی تھی۔ مصباح اعوان کا "ستارہ زیست" پڑھا سمجھ میں نہیں آتا ایسے بھی والد ہوتے ہیں اور نور پر بہت غصہ آیا۔ اللہ علیشہ جیسی دوست ہر کسی کو دے۔ قرۃ العین رائے "وہ جو چاہے" ندا حسنین "آخری چال" ثمینہ فرحان "سکون قلب" آئینہ ملک کی کہانی "ہزاروں خواہشیں" نے ہماری خواہش پھر سے جگادی کہ میں کہانی لکھوں۔ ج۔ پیاری رضوانہ! ہمیں بے حد افسوس ہے کہ آپ کے پچھلے خط شائع نہ ہو سکے۔ ہماری قارئین اتنی محنت سے خط لکھتی ہیں اور اتنی دشواریوں سے گزر کر خط پوسٹ کرواتی ہیں اور پھر خط شامل نہ ہوں تو افسوس تو لازمی امر ہے۔ یقین کریں کہ جب ہم خط پڑھتے ہیں تو ہمیں خود بھی افسوس ہوتا ہے کہ اتنے اچھے، اتنے خوب صورت الفاظ سے مزین خط شائع نہیں ہو پاتے۔ کاش کاغذ اتنا سستا ہو جائے کہ ہم ہر ماہ 500 صفحات پر مشتمل پرچا شائع کریں اور آپ سب کے خطوط شامل ہوں۔

کہانی ضرور شائع کریں گے بشرطیکہ قابل اشاعت ہو۔ آپ کہانی بھجوادیں، پڑھ کر ہی فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

قارئین متوجہ ہوں!

1- ماہنامہ شعاع کے لیے تمام سلسلے ایک ہی لفافے میں بھجوائے جاسکتے ہیں، تاہم ہر سلسلے کے لیے الگ کاغذ استعمال کریں۔

2- افسانے یا ناول لکھنے کے لیے کوئی بھی کاغذ استعمال کرسکتے ہیں۔

3- ایک سطر چھوڑ کر خوش خط لکھیں اور صفحے کی پشت پر یعنی صفحے کی دوسری طرف ہرگز نہ لکھیں۔

4- کہانی کے شروع میں اپنا نام اور کہانی کا نام لکھیں اور اختتام پر اپنا مکمل ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیں۔

5- مسودے کی ایک کاپی اپنے پاس ضرور رکھیں، ناقابل اشاعت کی صورت میں تحریر واپسی ممکن نہیں ہوگی۔

6- تحریر روانہ کرنے کے دو ماہ بعد صرف پانچ تاریخ کو اپنی کہانی کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔

7- ماہنامہ شعاع کے لیے افسانے، خط یا سلسلوں کے لیے انتخاب، اشعار وغیرہ درج ذیل پتے پر رجسٹری کروائیں۔

ماہنامہ شعاع
37- اردو بازار کراچی

ماہنامہ خواتین ڈائجسٹ اور ادارہ خواتین ڈائجسٹ کے تحت شائع ہونے والے پرچوں ماہنامہ شعاع اور ماہنامہ کرن میں شائع ہونے والی ہر تحریر کے حقوق طبع و نقل بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ کسی بھی فرد یا ادارے کے لیے اس کے کسی بھی حصے کی اشاعت یا کسی بھی ٹی وی چینل پہ ڈراما، ڈرامائی تشکیل اور سلسلہ وار قسط کے کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے پبلشر سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مشورہ

گلوکارہ فریحہ پرویز کہتی ہیں کہ "میری خواہش ہے کہ میں فن کاروں کی ویلفیئر کے لیے کچھ کروں۔" (یہ آج کل ہر فنکار کو فن کاروں کی ویلفیئر کا بھوت کیوں سوار ہو گیا ہے؟) ان کے لیے ایک کلب (ہائیں! ویلفیئر کے لیے کلب۔۔۔؟) فن کاروں کی ایک کالونی بناؤں' جہاں انہیں پلاٹ ملیں۔ (فریحہ! اتنی زمین کون دے گا آپ کو؟) انہوں نے مزید کہا کہ میں پاکستان کو نہیں چھوڑ سکتی' میری پہچان پاکستان ہے' میرا جینا مرنا پاکستان ہی ہے۔ (بھئی آپ کو کس نے کہا کہ آپ پاکستان چھوڑ دیں' جو اتنا سیاپا۔۔۔؟) ہمارے جو آرٹسٹ انڈیا جاکر کام کرتے ہیں' مجھے ان پر اعتراض نہیں ہے۔ (اعتراض ہو بھی تو کیا کر سکتی ہیں آپ۔۔۔) لیکن یہ ضرور ہے کہ ہر چیز کو محدود رکھیں۔ (محدود سے کیا مراد' کیا فن کو محدود کر سکتے ہیں؟) آپ کی اپنی بھی کوئی عزت ہوتی ہے۔ آپ عزت کے نام پر ہر چیز کو "ڈاؤن" نہیں کر سکتے۔ (مثلاً"۔۔۔؟) راحت فتح علی خان باہر جاکر کام کرتے ہیں' انہیں اپنے ملک کو بھی ٹائم دینا چاہیے۔ (یہ کام ان کے سیکرٹری کا ہے بی بی! آپ کیوں۔۔۔؟) اور عزت کو برقرار رکھنے کے لیے سمجھوتا نہیں کرنا چاہیے۔ (فریحہ! راحت کے لیے انڈیا والے سمجھوتے کرتے ہیں۔ راحت فتح خان نے کبھی کوئی سمجھوتا نہیں کیا۔)

سوچ

لیجیے جناب! ہم ایک بار پھر میرا کی خبر لے آئے۔ اب ہم کیا کریں' میرا خبروں میں رہنے کا گر جو جانتی ہیں۔ عدنان سمیع خان (بھارتی) کے بارے میں اداکارہ میرا نے کہا ہے کہ میرا ماننا ہے کہ آپ کی پہچان آپ کی

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

جڑیں ہیں‘ وہ شہرت لینے سے کبھی ختم نہیں ہوتی ہیں۔ عدنان سمیع (بھارتی) کی جعلی سوچ‘ جعلی منصوبہ بندی اپنے دل کو تسلی دینے والی بات ہے۔ وہ لوگ بھی جعلی ہیں جو امریکہ اور کینیڈا میں جاکر بس جاتے ہیں۔ (میرا! یہ کس کی طرف اشارہ ہے۔) اپنے ملک کو بھول جاتے ہیں‘ ایسے لوگ بے وفا اور جعلی ہیں۔ (ارے میرا! آپ کی سوچ اور خیالات اتنے کھرے اور اچھے ہیں پھر آپ کینیڈا کیوں شفٹ ہونا چاہتی تھیں؟)

قدر دان

بھارتی انڈسٹری پاکستانی فنکاروں کی سریلی آوازیں اپنی فلموں میں استعمال کرتی ہے۔ جس سے ان فنکاروں کو شہرت اور دولت دونوں مل رہی ہے۔ تازہ ترین خبر یہ ہے کہ سریلی اور مدھر آواز کے مالک پاکستان کے مقبول لوک گلوکار سائیں ظہور بھی بھارت پہنچ گئے ہیں۔ مشہور برانڈ اسٹوڈیو کے میوزک کے پروگرام سے شہرت حاصل کرنے والے سائیں ظہور کی آواز نے میوزک کی دنیا میں ایک تہلکہ سا مچا دیا ہے۔

بھارتی ڈائریکٹر راکیش اوم پرکاش نے اپنی آنے والی فلم "مرزیا" میں سائیں ظہور کی آواز میں ایک ساؤنڈ ٹریک شامل کرلیا ہے۔ (چلو جی! ایک اور فنکار بھارت کو پیارا ہوگیا۔)

کچھ اِدھر اُدھر سے

☆ دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں صنعت کار اور سرمایہ کار معاشرے کا ایک معزز طبقہ ہوتے ہیں۔ حکومتیں ان کی بات غور سے سنتی اور ان کے مشوروں کو وزن دیتی ہیں۔ اس کے برعکس پاکستان میں حال یہ ہے کہ عدالتی تحریک اور اسکینڈل مارکہ صحافت نے مل کر سرمایہ کار کو سو فیصد چور‘ حکومتوں کو سو فیصد بدعنوان اور عوام کو سو فیصد بے وقوف قرار دے رکھا ہے۔ ہر کاروباری جو اپنے ساتھ سینکڑوں گھروں کے چولھے روشن رکھے ہوئے ہے‘ اپنا منہ چھپاتا پھرتا ہے مبادا

اسکینڈل مافیا اس کے درپے ہوجائے۔

(حبیب اکرم۔ مکتب)

☆ ہفت روزہ تکبیر کے مدیر 1994ء میں حق گوئی کے جرم میں کراچی میں دہشت گردوں کے ہاتھوں مرتبہ شہادت پر فائز ہوکر حیات جاودانی کے جانب عازم سفر ہوئے ان کے شہید ہونے اور ابدی زندگی پانے کا یہی ایک ثبوت کافی ہے کہ انہوں نے اپنی وصیت جب لکھی تھی تو یہ بھی تحریر کردیا تھا کہ وہ ان ہی کپڑوں میں دفن کیے جائیں۔ جن میں ان کا وقت آخر آجائے۔ یہ شرعی اصول سب کو معلوم ہے کہ شہید کے لیے علیحدہ کفن کا انتظام نہیں کیا جاتا۔ گویا محمد صلاح الدین کو اپنی شہادت کا یقین تھا۔

(معین کمالی۔ سواروات قلمی)

☆ میں عربی زبان کو تین حوالوں سے دنیا کی مقدس ترین زبان سمجھتا ہوں‘ یہ وہ زبان ہے۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ آخری بار انسان سے مخاطب ہوا‘ دوسرا یہ وہ زبان ہے‘ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بولتے تھے‘ جن کی آن اور شان پر ہم اپنی جان قربان کرسکتے ہیں اور تیسری خوبی‘ یہ دنیا کی وہ زبان ہے‘ جو کائنات کی کسی چیز کو بے نام نہیں رہنے دیتی۔

(جاوید چوہدری۔۔۔ زیرو پوائنٹ)

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

امت الصبور

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی
صدی جس میں آدھی انہوں نے گنوائی
قبیلوں کی کردی تھی جس نے صفائی
تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی
نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ
کرشمہ ان کی جہالت کا تھا وہ

(مسدس حالی)

"جاہلیت" کی اصطلاح عربوں کی تاریخ میں اسلام کی آمد سے قبل کے زمانے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ یہاں جاہلیت سے مراد لاعلمی کا زمانہ نہیں ہے اور نہ ہی علم کی کمی یا تمدن و ثقافت سے محرومی ہے بلکہ بنیادی طور پر یہ ایک طرز عمل ہے، جو نخوت 'انانیت' تند خوئی اور نامناسب رویوں سے عبارت ہے اور یہ تند خوئی اور انانیت اس دور کی قبائلی زندگی میں رچی بسی ہوئی تھی اور جسے مٹا کر اسلام نے ایک نئے انداز فکر کی بنیاد رکھی۔

اگر کبھی معمولی بات سی بات پر دو آدمیوں کے درمیان تکرار ہو جاتی تو یہ قبیلوں کی جنگ بن جاتی اور پورے ملک میں یہ آگ پھیل جاتی، کسی بات پر اڑ جاتے تو ٹلتے نہ تھے اور جھگڑا بڑھتا ہی جاتا۔

جنگ بسوس، جو بکر اور تغلب نامی دو قبیلوں میں ہوئی، چالیس سال تک جاری رہی۔ چار عشروں پر محیط اس جنگ میں لاکھوں افراد مارے گئے۔ اس جنگ کا آغاز نہایت معمولی بات سے ہوا تھا۔

بسوس ایک عورت کا نام تھا۔ جس سے یہ جنگ منسوب ہے اور ایک اونٹنی جس کا نام سراب تھا اس لڑائی کی وجہ ٹھہری۔

یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں، عربوں میں دو ضرب المثل بن گئیں۔ کسی کی نحوست جتانے کے لیے کہا جاتا ہے، بسوس سے بھی زیادہ منحوس.... اور سراب سے بھی بڑھ کر منحوس....

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس مثل میں بسوس سے مراد بنو اسرائیل کی ایک عورت ہے، جس کے سبب اس کے شوہر کی تین دعائیں نامقبول ہوئیں۔

بکر بن وائل اور تغلب بن وائل دو بھائی تھے۔ جن کی نسل سے بکر اور تغلب کے عم زاد قبیلے وجود میں آئے۔ تغلب بہت طاقت ور قبیلہ تھا۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اگر اسلام نہ آتا تو یہ قبیلہ عرب کے باقی قبائل کو چٹ کر جاتا۔ اس قبیلے کا سردار وائل بن ربیعہ "عز العرب" (عربوں کا سب سے زبردست فرد) کہلاتا تھا۔ کہتے ہیں اس نے کتے کا ایک پلا پال رکھا تھا اور اسی کی نسبت سے وہ "کلیب بن وائل" یا "کلیب وائل" اور پھر مختصراً "کلیب" (چھوٹا کتا یا پلا) کے نام سے مشہور ہو گیا۔ جہاں تک اس پلے کی آواز جاتی، وہ سارا علاقہ اس شخص کے قبضے میں سمجھا جاتا۔

جب وہ کسی شاداب مقام یا کسی ایسی جگہ کے پاس سے گزرتا جو اسے پسند آجاتی تو وہ اس پلے کو مارتا اور اس جگہ ڈال دیتا اور جس کسی کے کان میں اس کے چیخنے چلانے کی آواز پڑ جاتی، وہ اس جگہ کے نزدیک نہ پھٹکتا۔

کلیب کا غرور انتہا کو پہنچا ہوا تھا اس نے اپنے دبدبے کا سکہ جمانے کے لیے الٹی سیدھی باتیں کرکے لوگوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ کسی بھی علاقے کے جانوروں کو وہ اپنی پناہ میں تصور کر لیتا تو کوئی انہیں شکار

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نہ کر سکتا۔ اس کی آگ کے مقابلے میں کسی کو آگ جلانے کی اجازت نہ تھی۔ اس کے اونٹوں کے ساتھ کوئی اپنے اونٹوں کو پانی نہیں پلا سکتا تھا۔ اس کے خیموں کے درمیان سے گزرنا ممنوع تھا۔ عرب بے تکلفی کے انداز میں ایک پٹکا کمر اور پنڈلیوں کے گرد اگرد کس کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ یہ انداز "احتباء" کہلاتا تھا۔ کلیب کی مجلس میں اس کی اجازت نہ تھی۔

کلیب کی شادی بنو بکر کی ایک عورت جلیلہ بنت مرہ سے ہوئی جس کے نتیجے میں مرہ کے خاندان کو کلیب کی چراگاہوں میں اپنے جانور چرانے کی اجازت مل گئی۔ کلیب کا ایک سالا جساس بن مرہ تھا جس کے پاس اس کی خالہ بسوس بنت منقذ، جو قبیلہ بنو تمیم سے تھی، رہا کرتی تھی۔ اسی کے نام سے یہ جنگ منسوب ہے۔ بسوس کے ہاں قبیلہ جرم کا ایک شخص سعد بن شمس مہمان ٹھہرا۔ سعد کی ایک اونٹنی "سراب" نامی جساس کے اونٹوں کے ساتھ چرنے جانے لگی۔ ایک روز کلیب کی نگاہ اس پر پڑ گئی اور وہ اسے اجنبی معلوم ہوئی۔ جساس بھی ہمراہ تھا، اس نے وضاحت کی۔

"یہ ہمارے جرمی مہمان کی اونٹنی ہے۔"

"یہ اونٹنی اس چراگاہ میں دوبارہ قدم نہ رکھنے پائے۔" کلیب نے خبردار کیا۔

"جہاں کہیں میرے اونٹ چرنے کو جائیں گے یہ ضرور ساتھ جائے گی۔"

"اگر یہ دوبارہ آئی تو میرا تیر اس کے باکھ (تھن) میں ہوگا۔"

"اگر تمہارا تیر اس کے باکھ میں ہوا تو یقین رکھو، میرے نیزے کا بھالا تمہارے سینے میں ہوگا۔" اس تلخ کلامی کے بعد دونوں نے اپنی راہ لی۔

بعض روایات کے مطابق کلیب نے اپنی چراگاہ میں ایک پرندے کو اپنے انڈوں پر بیٹھتے اور پھڑپھڑاتے دیکھ کر اسے اپنی پناہ میں لے لیا تھا۔ بعدازاں اس نے پرندے کے انڈوں کو کچلا ہوا پایا اور ایک اجنبی اونٹ کے نقوش قدم ان پر دیکھے۔ پھر جساس کے اونٹوں کے ہمراہ سعد کی اونٹنی کو چرتے دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ ہی وہ اجنبی اونٹنی ہے۔ چنانچہ جساس کو خبردار کیا کہ آئندہ وہ اس کے گلے کے ہمراہ نہ آئے اور اس پر دونوں میں تلخ کلامی ہوئی۔

کلیب گھر آیا تو بیوی سے کہا۔

"کیا تیرے خیال میں عربوں میں کوئی شخص ایسا بھی ہو سکتا ہے جو اپنے مہمان کی حمایت میں مجھ سے الجھے؟" اس نے کہا۔ "جساس کے علاوہ تو کوئی ایسا نہیں ہو سکتا۔" سو کلیب نے سارا واقعہ اسے سنایا۔

بعدازاں جب وہ گھر سے چراگاہ کو جانے کا ارادہ کرتا تو جلیلہ اسے روکا کرتی اور قسمیں دلاتی کہ قرابت داریوں کو پارہ پارہ نہ کرے۔

ادھر اپنے بھائی جساس کو سمجھاتی کہ اپنے اونٹ چراگاہ میں نہ چھوڑے۔

کلیب پھر ایک روز چراگاہ میں جا نکلا اور گہری نظر سے اونٹوں کا جائزہ لینے پر، سعد کی اونٹنی کو ان میں شامل پایا، چنانچہ اس نے اپنے قول کے مطابق تیر مار کر اس کا باکھ چھید ڈالا۔ اونٹنی تڑپ کر بھاگی اور ڈکراتی ہوئی سعد کے خیمے کے سامنے آکر بیٹھ گئی۔

سعد نے اس کی یہ حالت دیکھ کر واویلا شروع کردیا۔ بسوس چیخ پکار سن کر باہر آئی اور اونٹنی کی حالت دیکھ کر سر پکڑ لیا اور چلائی۔

"واذلاہ..." (ہائے ذلت) یہ سب کچھ اس نے جساس کو دکھانا کر کیا۔

اس موقع پر چند اشعار بھی مروی ہیں جو بسوس نے جساس کو بھڑکانے کے لیے پڑھے۔ انہیں "الموثبات" "برانگیختہ کرنے والے" کے نام سے یاد رکھا گیا ہے، آغاز یوں ہوتا ہے۔

"تیری زندگی کی قسم اگر میں منقذ کے گھر میں ہوتی تو میرے جوار میں رہتے ہوئے سعد پر یہ ظلم نہ کیا جا سکتا۔"

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جساس نے بسوس اور سعد دونوں کو دلاسا دیا اور کہا۔ گھبراؤ نہیں، میں عنقریب اس لونٹنی سے کہیں بڑے اونٹ کو ختم کرنے والا ہوں۔ میں تو "غلال" کو ختم کرنے والا ہوں۔

"غلال" کلیب کا ایک بے مثال سانڈ تھا لیکن جساس کا اشارہ دراصل خود کلیب کی طرف تھا۔ چنانچہ وہ اس کی تاک میں رہا اور ایک روز جب وہ خیموں سے دور نکل گیا تو جساس نے گھوڑے پر سوار ہو کر اسے جالیا۔ کلیب رک گیا۔ جساس نے کہا۔

"کلیب! نیزہ تمہاری پشت پر ہے۔"

کلیب نے پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر کہا۔ "اگر ایسا ہے تو میرے سامنے سے ہو کر آؤ۔"

جساس نے یہ سن کر نیزے کا وار کیا اور اسے گھوڑے سے گرا دیا۔ کلیب نے کہا۔ "جساس ایک گھونٹ پانی تو پلا دو۔"

لیکن جساس نے اس کی بات نہ سنی اور کلیب نے جان دے دی۔ پھر جساس کی ہدایت پر اس کے ایک ساتھی عمرو بن الحارث نے کلیب کی لاش کو پتھروں سے ڈھانپ دیا' تاکہ درندے اسے نہ کھا جائیں۔

بعد ازاں جساس گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا بھاگا۔ اس حال میں کہ اس کے گھٹنے کھلے جا رہے تھے۔ اس کے باپ مرہ نے دیکھا تو کہا۔

"جساس ضرور کوئی بلائے عظیم اپنے ساتھ لایا ہے۔ میں نے آج تک کبھی اسے یوں کھلے گھٹنوں نہیں دیکھا۔"

جب قریب آگیا تو پوچھا۔ "جساس! کیا بات ہے؟"

اس نے کہا۔ "میں نے نیزے کا ایک ایسا وار کیا ہے کہ وائل (قبیلہ بکر اور تغلب کا مورث اعلا) کی ساری اولاد کل اس پر مضطرب ہوگی۔"

باپ نے کہا۔ "تیری ماں تجھے کھو بیٹھے۔ تو نے کس پر یہ وار کیا ہے؟"

کہا۔ "میں نے کلیب کو مار ڈالا ہے۔"

کہا۔ "کیا واقعی؟"

"ہاں۔" مرہ نے کہا۔

"جساس! بخدا تو اپنی برادری کے لیے بہت بری شے لے کر آیا ہے۔" جساس نے یہ شعر پڑھے۔ ترجمہ۔

اپنے دفاع کے لیے پورا پورا سامان کر لے
کیونکہ معاملہ بحث و تکرار سے آگے گزر چکا ہے
میں نے ایک ایسی جنگ کا بوجھ تجھ پر لا ڈالا ہے۔
کہ جس کے باعث مرد بزرگوار (وجہاندیدہ) کو سادہ پانی سے بھی اچھو لگنے لگا ہے۔ (انتہائی گھبراہٹ مراد ہے۔)

روایت ہے کہ مرہ نے برہمی کا اظہار کیا اور کہا کہ "تو تنہا اپنے فعل کا ذمے دار ہے۔ وائل کے انصاب کی قسم' کلیب کی موت کے بعد بکر اور تغلب میں کبھی اتفاق نہ ہو سکے گا۔"

مرہ نے جساس کو زنجیروں میں جکڑ کر مقتول کے ورثا کے حوالے کر دینے کا بھی ارادہ ظاہر کیا' لیکن سعد بن مالک بن ضبیعہ بن قیس نے چلا کر کہا۔

"نہیں... بخدا! ہم اسے ان کے حوالے نہیں کریں گے اور اس کی خاطر کٹ مریں گے۔"

اور ایک اونٹ ذبح کر کے اس کے خون پر قسمیں کھائیں اور کھلوائیں۔ یہ رنگ دیکھ کر مرہ بھی یہ اشعار کہہ اٹھا۔ ترجمہ۔

"اگر تو نے جنگ کا بوجھ مجھ پر لا ہی ڈالا ہے
تو پھر میں بھی کوئی گیا گزرا نہیں ہوں
اور نہ میرے ہتھیار بودے ہیں۔"

ادھر کلیب کا بھائی مہلہل' جساس کے بھائی ہمام بن مرہ کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا' کیونکہ دونوں میں گہری دوستی تھی۔ اسی اثناء میں جساس کی فرستادہ ایک لونڈی ہمام کے پاس پہنچی اور اشارے سے بلا کر اسے کلیب کے قتل کا احوال سنایا۔

دونوں دوستوں میں یہ عہد تھا کہ وہ ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں چھپائیں گے۔ چنانچہ جب مہلہل نے پوچھا۔

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

"یہ لڑکی کیا کمہ کر گئی ہے۔"

تو ہمام نے واقعہ تو ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا لیکن لہجہ ہنسی مذاق کا سا بنا لیا۔ مہلہل کو بھی یقین نہ آیا اور وہ بدستور ہمام کے ساتھ پینے پلانے میں مصروف رہا۔ لیکن ہمام جی ہی جی میں ڈر رہا تھا۔ چنانچہ جب مہلہل پر نشہ طاری ہو گیا تو وہ اٹھ کر گھر چلا گیا۔

جب کلیب کے قتل کی خبر عام ہوئی تو بنو تغلب نے اسے دفن کیا۔ گریبان چاک کر ڈالے گئے اور منہ نوچے گئے۔ عورتوں نے ماتم کی مجلس برپا کی اور کلیب کی بہن سے کہا۔

"جساس کی بہن جلیلہ کو اس گھر سے نکال دو' کیونکہ اس کی یہاں موجودگی ہمارے لیے عار کا باعث اور شماتت کی ایک صورت ہے۔"

چنانچہ کلیب کی بہن نے اس سے کہا۔

"ہماری سوگ کی مجلس سے نکل جاؤ' کیونکہ تم ہمارے قاتل کی بہن اور ہم پر زیادتی کرنے والے کی سگی ہو۔"

جلیلہ جانے لگی تو نند نے پھر طعنہ دیا۔

"ظالم کوچ کر رہے ہیں اور ہماری مصیبت پر خوش ہونے والے جا رہے ہیں۔ کل مو کے گھرانے پر پے بہ پے حملوں سے ہلاکت نازل ہونے والی ہے۔"

جلیلہ نے اس پر سولہ اشعار کہے۔ جن میں سے کچھ منتخب اشعار درج ذیل ہیں۔ ترجمہ

اے (بڑے) گھرانوں کی بیٹی! اگر تو مناسب سمجھے۔
تو لعنت ملامت میں جلدی نہ کر۔۔۔ تاآنکہ تو پوچھ گچھ کر لے
پھر اگر تجھے کوئی ایسی بات نظر آئے۔
جو موجب ملامت ہو تو ضرور لعنت ملامت کر
اگر کسی شخص کی بہن اس بات پر مستحق ملامت ہے
کہ وہ اس کی تلخ انجامی سے خائف اور اس کی خیر خواہ ہے
تو پھر بھی مجھے ملامت کر
جساس سے تمام تر محبت کے باوجود (یہ ایک

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

حقیقت ہے کہ...)
اس کا قتل میری کمر توڑ دینے والا اور میری موت کو نزدیک تر لے آنے والا ہے
آہ وہ مقتول! جس کے سبب زمانے نے
میرے دونوں گھروں (میکے اور سسرال) کی چھت اوپر سے منہدم کر ڈالی
کلیب کے قتل نے ایک شعلہ سوزاں میرے پیچھے اور دوسرا میرے روبرو مقرر کر دیا ہے
جو شخص اپنے دونوں دنوں... (ماضی اور مستقبل) کو روتا ہو
وہ اس شخص کی مانند نہیں ہے جو صرف آنے والے دن کو روتا ہے۔
(قاعدہ تو یہ ہے کہ...) قصاص لے کر قصاص لینے والے کا کلیجہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے
مگر میں اگر قصاص لوں تو اور سوگ پر سوگ ہے
میں تو بیک وقت قاتل بھی ہوں اور مقتول بھی
شاید کہ اللہ مجھے اس آزمائش سے نکالے

جلیلہ کی ملاقات باپ سے ہوئی تو اس نے پوچھا۔
"جلیلہ! کیا خبر لائی ہو؟"
اس نے کہا۔ "بہت سوں کی موت کا صدمہ اور لازوال رنج و غم' ایک ہمدم و ہمراز سے محرومی اور عنقریب ایک بھائی کا قتل اور ان دونوں... کے مابین کینہ کی کاشت اور جگر پاش پاش۔"
"کیا کریمانہ درگزر اور گراں قیمت خوں بہا سے اس کا سدباب ممکن ہے؟"
"رب کعبہ کی قسم کوئی سادہ لوح ایسی امید کر سکتا ہے۔ بھلا کہیں اونٹ لے کر بنو تغلب تمہیں اپنے سردار کا خون معاف کر سکتے ہیں؟"
ادھر مہلہل کا نشہ اترا تو عورتوں کو بین کرتے ہوئے سنا۔ اس حادثے کا اس پر بہت گہرا اثر ہوا اور اس ضمن میں اس نے بہت سے شعر کہے۔
پھر وہ اس جگہ گیا جہاں کلیب کو قتل کیا گیا تھا اور اس کا خون دیکھا اور اس کی قبر پر گیا۔ پھر اپنے بال کاٹ ڈالے۔ اپنے لباس کو مختصر کر لیا۔ عورتوں سے علیحدگی اختیار کر لی اور جوئے اور شراب کو خود پر حرام کر لیا۔

بعد ازاں اپنے خاندان کے بعض لوگوں کو جساس کے باپ مرہ کے پاس شرائط قصاص کی گفتگو کے لیے بھیجا' لیکن بات چیت ناکام رہی اور بنو شیبان (جساس کا گھرانہ) اور بنو تغلب کے مابین جنگ چھڑ گئی۔ جس کا سلسلہ چالیس برس تک آئے دن ہونے والی باہمی جھڑپوں' عداوت اور خونریزی کی صورت میں جاری رہا۔

آغاز کار میں بنو بکر کے اکثر گھرانوں نے جساس کے اس فعل کو سراسر زیادتی تصور کرتے ہوئے بنو شیبان کا ساتھ دینے اور اس جنگ میں ملوث ہونے سے اجتناب کیا۔

اس ضمن میں حارث بن عباد البکری کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ وہ نہایت درجہ شریف النفس اور صلح جو انسان تھا۔ اس نے اس جنگ میں شرکت سے مکمل طور پر احتراز کیا۔ یہاں تک کہ مہلہل نے اس کے بھتیجے بجیر بن عمرو کو قتل کر ڈالا اور کہا۔

"جا' کلیب کی جوتی کے تسمے کا بدلہ اترا۔"
حارث نے اس کے قتل پر بھی صبر و تحمل سے کام لیا اور کہا۔
"اگر اس کے قتل کے بعد بنو تغلب اپنے قصاص کو مکمل سمجھیں اور لڑائی ختم ہو جائے تو مجھے منظور ہے۔"
لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ مہلہل نے بجیر کو صرف کلیب کی جوتی کے تسمے کا قصاص تصور کیا ہے تو پھر اس کا خون بھی جوش میں آ گیا اور اس نے یہ شعر کہے۔

خدا جانتا ہے کہ میں اس جنگ کے گناہ گاروں میں نہ تھا
لیکن آج میں بھی اس کی تپش کو تاپ رہا ہوں
"نعامہ" (شتر مرغ جو تیز رفتاری کی علامت ہے' یہاں یہ حارث بن عباد کی گھوڑی کا نام ہے۔ جو بہت تیز رفتار مانی جاتی تھی۔) کی رسی میرے قریب تر کر دو۔
ایک باعزت انسان کا قتل... جوتی کے تسمے کے

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بدلے۔

"یہ تو بہت مہنگا سودا ہے۔"

چنانچہ اس نے باقاعدہ طور پر بنو بکر کی قیادت کرتے ہوئے "یوم قضۃ" میں شرکت کی۔ بنو بکر کی تعداد چونکہ تغلب سے کم تھی' اس لیے حارث نے یہ تجویز پیش کی۔

جنگ میں عورتوں سے بھی مدد لی جائے۔ ہر عورت کے پاس ایک مشکیزہ اور ایک ڈنڈا ہو اور انہیں لشکر کی پشت پر رکھا جائے' تاکہ لوگ ان کی وجہ سے زیادہ جان توڑ کر لڑیں۔ علاوہ ازیں بنو بکر اپنے لیے کوئی خاص نشان مقرر کریں جن سے عورتیں انہیں شناخت کر سکیں اور اپنے زخمیوں کو پانی پلائیں اور دشمن کے مجروحین کو ڈنڈے کی ضرب سے ہلاک کر ڈالیں۔

چنانچہ بنو بکر نے نشانی کے طور پر اپنے سر منڈوا لیے اور اسی نسبت سے یہ معرکہ "یوم التحالق" "گیسو منڈوانے کا دن" بھی کہلایا۔

حجدر بن ضبیعہ بنو بکر کا ایک پست قد' کم رو شخص تھا۔ (حجدر کا مطلب پست قد ہے۔ اصل نام ربیعہ تھا۔ کوتاہ قامتی کے سبب حجدر مشہور ہے۔) جس نے گیسو بڑھا رکھے تھے' مگر تھا بڑا شہسوار۔ اس نے کہا۔

اگر تم نے میرا سر مونڈ دیا تو میری رہی سہی شکل بھی بگاڑ دو گے۔ سو میرے گیسو کل بنو تغلب کے اولین سوار کے لیے چھوڑ دو۔

(یعنی میں کل دشمن کے مقابلے میں سب سے آگے آگے ہوں گا اور اگر ایسا نہ کر سکوں تو میرا سر مونڈ دینا۔)

حجدر قول کا پکا نکلا اور لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو کر گر پڑا' مگر ستم ظریفی یہ ہوئی کہ اس کے گیسو دیکھ کر بنو بکر کی عورتوں نے اسے دشمن کا سپاہی سمجھا اور ہلاک کر ڈالا۔

اپنے زخمیوں کی نگہداشت اور دشمنوں کی سرکوبی کے علاوہ عورتیں اپنی رجز خوانی سے مردوں کو جوش دلانے میں بھی مصروف تھیں۔ چنانچہ بتایا جاتا ہے کہ الفند الزمانی کی ایک بیٹی اس روز کپڑے پھاڑ کر چلائی۔

"جنگ' جنگ' جنگ' جنگ
تپش گرما گئی ہے اور بھڑک اٹھی ہے
اور ٹیلے اس سے پر ہو گئے ہیں
چاشت کے وقت سر منڈانے والے کتنے اچھے ہیں۔"

حارث بن عباد نے اس جنگ میں بڑی بہادری دکھائی اور کشتوں کے پشتے لگا دیے اور اس معرکے میں بنو بکر کا پلہ بھاری رہا۔ ایک دلچسپ واقعہ یہ ہوا کہ حارث نے مہلہل کو گرفتار کر لیا' مگر وہ اسے پہچانتا نہ تھا۔ خود اسی سے کہنے لگا۔

"مجھے عدی کا پتا بتا دو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔"

(عدی مہلہل کا اصل نام تھا)

مہلہل نے کہا۔

"اگر میں تمہیں اس کا پتا بتا دوں تو پھر تم پر یہ خدائی عہد رہا؟"

کہا۔ "ہاں۔" اس نے کہا۔

"تو پھر میں ہی عدی ہوں۔"

اس پر حارث نے اس کے پیشانی کے بالوں کی لٹ کاٹ ڈالی اور اسے چھوڑ دیا۔ پیشانی کی لٹ کاٹ کر چھوڑ دینا گویا غلام بنا کر آزاد کر دینے کے مترادف تھا۔ اس کا یہ شعر اسی سلسلے میں ہے۔

"ہائے میرا افسوس عدی پر۔
میں نے عدی کو ایسے وقت میں نہ پہچانا۔
جب وہ میری دسترس میں آچکا تھا۔"

حرب بسوس کے سلسلے میں اور بھی بہت سی دلچسپ تفصیلات کتب تاریخ و ادب میں مذکور ہیں۔ جن سے قدیم عربوں کی عادت' خصلت' مزاج اور طرز فکر پر روشنی پڑتی ہے۔ مختصر یہ کہ چالیس برس کی اس خونریزی میں دونوں قبیلوں کا شدید جانی نقصان ہوا۔ المنذر ثالث بادشاہ حیرہ کی کوششوں سے دونوں فریقوں میں صلح ہو گئی۔ خود مہلہل نے بھی اس طویل نحوست پر اظہار تاسف کیا اور اسے ختم کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے خود یمن کا سفر اختیار کر لیا۔

(خورشید رضوی۔۔۔ عربی قبل از اسلام)

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

موسم کے پکوان

خالدہ جیلانی

چنیوٹی آلو گوشت

ضروری اشیاء :

گوشت	آدھا کلو
آلو	تین سے چار عدد
پیاز	تین عدد
دہی	آدھا کپ
پسی ہری مرچیں	ایک چمچہ
پسی مرچ	آدھا چائے کا چمچہ
پسا دھنیا	ایک چائے کا چمچہ
پسا گرم مسالا	ایک چائے کا چمچہ
پسا ادرک لہسن	ایک کھانے کا چمچہ
ہری مرچیں	تین سے چار عدد
ہرا دھنیا	ایک کھانے کا چمچہ
نمک	حسب ذائقہ
تیل	حسب ضرورت

ترکیب :

ساس پین میں تیل گرم کرکے پیاز ساتے کرلیں اور گوشت شامل کرکے تل لیں۔ اس کے بعد اس میں سرخ مرچ، ہری مرچیں، پسا دھنیا، ادرک، لہسن اور نمک شامل کردیں۔

گوشت گلانے کے لیے پانی ڈالیں جب گوشت گل جائے تو دہی پھینٹ کر شامل کردیں، ساتھ ہی آلو (لمبائی میں بڑے ٹکڑے کاٹ لیں۔) ہری مرچیں اور گرم مسالا ڈال دیں۔ آلو گل جائیں، تیل اوپر آجائے تو بھون کر اتار لیں۔ ہرا دھنیا سے سجا کر چنیوٹی آلو گوشت سرونگ ڈش میں نکال کر نان کے ساتھ پیش کریں۔

سرائکی خاص کڑاہی

ضروری اشیاء :

مرغی کا گوشت	ایک کلو
تیل	آدھا کپ
دہی	آدھا کپ
کٹی لال مرچ	ایک چائے کا چمچہ
چھوٹی الائچی	تین عدد
نمک	حسب ذائقہ
ثابت گرم مسالا	ایک چائے کا چمچہ
پیاز	دو عدد
پسی ہلدی	آدھا چائے کا چمچہ
چاروں مغز	دو کھانے کے چمچے
ٹماٹر	دو عدد
پسا لہسن، ادرک	ایک کھانے کا چمچہ
پسا گرم مسالا	حسب منشا
چاروں مغز	سجانے کے لیے
ہرا دھنیا، ہری مرچ	سجانے کے لیے

ترکیب :

ایک دیگچی میں تیل گرم کرکے اس میں پیاز ڈال کر ہلکا سنہرا ہونے تک تل لیں۔ اس کے بعد اس میں ثابت گرم مسالا، الائچی، گوشت، چاروں مغز اور ادرک، لہسن ——— ڈال کر بھونیں۔ ٹماٹر، کٹی لال مرچ، نمک اور ہلدی ڈال کر بھونیں۔ پھر اس میں دہی ڈال کر ڈھکن ڈھک دیں اور ہلکی آنچ پر پکائیں پھر بھون کر گرم مسالا ہرا دھنیا اور ہری مرچ ڈال کر ڈش میں نکال لیں اوپر سے چاروں مغز تل کر ڈالیں اور نان کے ساتھ پیش کریں۔

شلجم کی اچاری بھجیا

ضروری اشیاء :

شلجم	آدھا کلو

READING Section

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ٹماٹر	دو عدد
پیاز	دو عدد
لہسن	ایک چائے کا چمچہ
تیل	آدھا کپ
نمک	حسب ذائقہ
سرخ مرچ	آدھا چائے کا چمچہ
پسی ہلدی	ایک چٹکی

اچار مسالا:

ہری مرچ	تین عدد
سونف، کلونجی، سفید زیرہ	آدھا آدھا چمچہ
ثابت دھنیا، رائی	آدھا چمچہ
میتھی دانہ	آدھا چائے کا چمچہ
ہرا دھنیا	ایک کھانے کا چمچہ

ترکیب:

شلجم چھیل کر ٹکڑے کرکے ابال کر پیس کرلیں دیگچی میں تیل گرم کریں اور پیاز کو سنہرا کرکے ٹماٹر، لہسن، نمک، سرخ مرچ اور ہلدی ڈال کر ایک منٹ تک بھونیں، اس میں اچار کا تمام مسالا ڈال کر کچھ دیر بھونیں۔ بھوننے کے بعد پسے ہوئے شلجم بھی ڈال دیں اور ہلکی آنچ پر پانچ منٹ بھونیں۔ اب اس میں آدھا کپ پانی ڈال کر اس کو پانی خشک ہونے تک پکائیں جب تیل دکھائی دینے لگے تو ہری مرچ ڈال کر آنچ بند کردیں۔ سرونگ ڈش میں نکال کر ہرا دھنیا چھڑک کر تندوری روٹی کے ساتھ کھانے کا مزہ لیں۔

خوبانی اور سیب کی چٹنی

ضروری اشیاء:

سیب	آدھا کلو
سوکھی خوبانی	آدھا پاؤ
کشمش	آدھا کپ
ادرک	ایک کھانے کا چمچہ
پسی سرخ مرچ	آدھا چائے کا چمچہ
نمک	حسب ذائقہ
چینی	ڈیڑھ پاؤ
سرکہ	چار کھانے کے چمچے

ترکیب:

سیب کے چھلکے اتار کر باریک کاٹ لیں ایک برتن میں خوبانی (آدھا کپ پانی میں بھگو کر گٹھلیاں نکال لیں۔) چینی، سیب، سرکہ، نمک، مرچ، ادرک (باریک کاٹ لیں۔) اور کشمش ڈال کر پکانے کے لیے رکھ دیں اور ہلکی آنچ پر اس وقت تک پکائیں جب سب اشیاء گل جائیں اس کے بعد چولہا بند کردیں اور ایک برتن میں نکال لیں اور ٹھنڈا کر کے کھانے کے ساتھ پیش کریں، مزے دار چٹنی تیار ہے۔

بیسن کے ٹکڑے

ضروری اجزا:

بیسن	دو کپ
میدہ	دو کھانے کے چمچے
چینی	آدھا کپ
گھی	دو کپ

ترکیب:

ایک پتیلی میں گھی گرم کرکے اس میں بیسن ڈال دیں اور اسے اچھی طرح بھونیں۔ یہاں تک کہ بیسن کی رنگت تبدیل ہو جائے اور بیسن سے خوشبو آنے لگے۔ اب دوسری پتیلی میں چینی کا گاڑھا سا شیرہ بنالیں۔ بیسن کو چولہے پر رکھ کر اس میں شیرہ ملالیں اور ہلکی آنچ پر اسے پکائیں جب دونوں چیزیں یکجان ہو جائیں۔ اور وہ کنارے چھوڑنے لگے تو پھر پانچ منٹ اور بھون کر کسی تھالی میں نکال کر پھیلا دیں۔ پھر چھری سے اس کو چوکور شکل میں کاٹ لیں۔ پھر کھوپرا، بادام اور پستے سے اس کی سجاوٹ کرلیں۔

READING Section
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

صحت مند اور چمک دار بال

گھنے چمک دار اور تندرست و توانا بال شخصیت کو اجاگر کرنے اور اس کی خوب صورتی کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

جسم کی طرح صحت مند بالوں کا انحصار بھی متوازن غذا پر منحصر ہے۔ اگر بالوں کی مناسب طریقے سے دیکھ بھال نہ کی جائے اور وہ بنیادی غذائی اجزا سے محروم رہیں تو ان کی افزائش کا عمل رک جاتا ہے اور وہ بے رونق و کمزور دکھائی دینے لگتے ہیں۔

☆ بالوں کو چمک دار اور گھنا رکھنے کے لیے انہیں دھونے کے بعد کچے ناریل کا پانی لگائیں' تو بالوں میں ناقابل یقین چمک پیدا ہو جائے گی۔

☆ روکھے اور مرجھائے ہوئے بالوں میں رونق لانے کے لیے چار کھانے کے چمچ دہی' دو کھانے کے چمچ مہندی اور ایک چائے کا چمچ ناریل یا زیتون کا تیل ملا کر اچھی طرح بالوں میں لگائیں اور 20 منٹ بعد دھولیں۔ یہ عمل ہفتے میں دو تین مرتبہ ضرور دہرائیں۔ اس سے نہ صرف بال گھنے ہوں گے بلکہ ٹوٹنا اور گرنا بھی بند ہو جائیں گے۔

☆ مرجھائے ہوئے بالوں کو نرم و ملائم بنانے کے لیے انڈے کی سفیدی اور زردی الگ کرلیں' پہلے زردی کو خوب پھینٹیں اور اس میں ایک چمچ پانی ملادیں' اب سفیدی اور زردی کو دوبارہ اچھی طرح پھینٹ کر یک جان کرلیں' اب اس محلول کو انگلیوں کی مدد سے بالوں میں مالش کرکے لگائیں اور تقریباً" آدھے گھنٹے بعد ٹھنڈے پانی سے دھولیں۔

☆ موسم گرما میں بال پسینے کی زیادتی اور گرد و غبار کی وجہ سے بہت جلدی خراب ہو جاتے ہیں جس کے لیے ضروری ہے کہ بالوں کی صفائی کا خاص خیال رکھا جائے۔

ملتانی مٹی میں ذرا سا پانی ڈال کر گاڑھا سا پیسٹ بنالیں۔ اب اس میں ایک ترش لیموں نچوڑ کر اس آمیزے کو بالوں کی جڑوں میں لگائیں اور تقریباً" ایک یا دو گھنٹے بعد نیم گرم پانی سے دھولیں۔ اس سے نہ صرف گرمیوں میں سر کو ٹھنڈک کا احساس ہوگا' بلکہ بالوں میں موجود فالتو چکنائی بھی صاف ہو جائے گی۔

بالوں کے اکثر مسائل خشکی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں' جس سے نہ صرف بال کمزور ہوتے ہیں' بلکہ تیزی سے جھڑنے بھی لگتے ہیں۔

☆ اگر بالوں کو ٹھنڈی لسی سے دھویا جائے تو اس سے نہ صرف بال نرم و ملائم ہوں گے' بلکہ خشکی بھی دور ہو جائے گی۔

☆ لیموں کے رس اور ناریل کے تیل سے روزانہ بالوں کی مالش کرنے سے خشکی میں کمی واقع ہوتی ہے۔

☆ اگر خشکی یا کسی اور وجہ سے بال جھڑنا شروع ہو جائیں تو مکھن میں نمک ملا کر اچھی طرح سے سر کی مالش کریں اور پھر نیم گرم پانی سے سر دھوئیں' بال مضبوط اور گرنا بند ہو جائیں گے۔

☆ گرتے ہوئے بالوں کو روکنے کے لیے میتھی کے بیج اور ماش کی دال کو پیس کر اس میں پانی ملائیں اور بالوں کی جڑوں میں لگائیں' جو کہ گرتے ہوئے بالوں کو روکنے کا بہترین آزمودہ ٹوٹکا ہے۔

☆ بالوں کی خوب صورتی بڑھانے اور انہیں گھنا کرنے کے لیے بیری کے پتوں کو پانی میں پیس کر سر میں مساج کرنے سے بال گھنے ہونا شروع ہو جائیں گے۔

☆ بالوں سے خشکی دور کرنے اور ان کی چمک دمک میں اضافہ کرنے کے لیے ریٹھے کا استعمال بہترین مانا جاتا ہے۔

آدھا کپ ریٹھے کو رات بھر کے لیے نیم گرم پانی میں بھگو دیں۔ صبح اچھی طرح پیس کر اس کا پانی چھان کر نکال لیں۔ اب اس پانی کو براہ راست سر کی کھال پر لگا کر ہلکا ہلکا رگڑیں۔ 10 سے 15 منٹ تک لگا رہنے دیں۔ پھر سر دھولیں' لیکن دھوتے وقت آنکھوں کو بچا کر رکھیں کیوں کہ یہ آنکھوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔

☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY